سلسلۂ مطبوعات انجمنِ ترقّیٔ اُردو (ہند) نمبر ۲۲۳

تاریخ الحکما

مصنّفہ

جمال الدین ابوالحسن علی بن یوسف القفطی

مترجم

ڈاکٹر غلام جیلانی برق ایم اے (عربی و فارسی)

ایم او ایل (عربی و فارسی) پی۔ ایچ۔ ڈی۔ مولوی فاضل۔ منشی فاضل۔ ادیب فاضل

لکچرار گورنمنٹ کالج کیمبل پور

شائع کردہ

انجمنِ ترقّیٔ اُردو (ہند) دہلی

پہلی بار ۱۹۴۵ء قیمت مجلد عہ بلاجلد ہے

(مطبوعہ ہمدرد پریس دہلی)

سلسلۂ مطبوعاتِ انجمنِ ترقّیِ اُردو (ہند) نمبر ۲۲۳

تاریخ الحکما

جمال الدین ابوالحسن علی بن یوسف القفطی

مترجم

ڈاکٹر غلام جیلانی برق ام اے (عربی و فارسی)

ام او ال (عربی و فارسی) - پی ایچ ڈی - مولوی فاضل - منشی فاضل - ادیب فاضل

لکچرار گورنمنٹ کالج کیمبل پور

شائع کردہ

انجمن ترقّیِ اُردو (ہند) دہلی

پہلی بار سنہ ۱۹۴۵ء قیمت مجلّد عہ بلا جلد ے

شکریہ

دیباچے کے ابتدائی چند صفحات اُس مقدمے سے ماخوذ ہیں جو ڈاکٹر جولیس لپرٹ نے تاریخ الحکما مطبوعہ جرمنی کے لیے سپردِ قلم فرمایا تھا۔ میں جرمنی زبان سے نابلد ہوں۔ میری التماس پر ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ صاحب پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور نے اس مقدمے کا اُردو زبان میں ترجمہ فرما کر مجھے اس قابل بنایا کہ القفطی کے تفصیلی حالات دُنیا کے سامنے پیش کر سکوں۔ اس نوازش کے لیے میں ڈاکٹر صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ نیز اپنے برادرِ حقیقی پروفیسر محمد نورالحق صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں، جنھوں نے اسماء الرجال کی تحقیق میں میری مدد فرمائی۔

برق

فہرست مضامین

الکنیٰ فی اسماء الحکما

دیباچہ

(مترجم)

اس کتاب کا اصلی نام "تاریخ الحکما" ہے۔ اور اس کا مصنف جمال الدین ابوالحسن علی بن یوسف القفطی ہے۔ محمد بن علی بن محمد الخطیبی الزوزنی نے اس کتاب کا ایک اختصار تیار کیا تھا۔ جو "المنتخبات الملتقطات من تاریخ الحکما" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ اختصار ۱۳۲۰ھ ۱۹۰۲ء کو لیبک (جرمنی) میں چھپا۔ اور برلن یونی ورسٹی کے ایک پروفیسر ڈاکٹر جولیس لپرٹ (DR. (GULUIS) LIPPERT) نے اسے ایڈٹ (EDIT) کیا۔

ڈاکٹر جولیس نے حواشی میں مختلف نسخوں کے اختلافات کا تو ذکر کیا ہے۔ لیکن رجال و اماکن کو قطعاً نظر انداز کر دیا ہے۔ مترجم نے اس پہلو کی طرف بھی توجہ دی ہے لیکن اسے اعتراف ہے کہ قلّتِ وسائل کی وجہ سے اسما کی ایک کافی تعدادِ بلا حواشی رہ گئی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ بعض ہم نام ہستیوں کے تشریحی نوٹ ایک دوسرے سے بدل گئے ہوں۔ بہر حال اسے اپنی کوتاہیوں کا احساس اور اپنی ہیچ مدانی کا اعتراف ہے۔

القفطی کے حالاتِ زندگی

جمال الدین ابوالحسن علی بن یوسف بن ابراہیم بن عبدالواحد الشیبانی القفطی ایک ممتاز خاندان کا رکن تھا۔ جو کوفے سے مصرِ صعید (سطحِ مرتفع) میں آکر آباد ہو گیا تھا۔ اس کے آبا و اجداد اچھے اچھے عہدوں پر رہ چکے تھے۔ چناں چہ اس کا دادا ابراہیم، جو القاضی الاوحد کے نام سے مشہور ہے، اور اس کا والد یوسف جو القاضی الاشرف کہلاتا تھا، ہر دو حکومت کے بلند مناصب پر فائز رہے۔

علی ۵۶۸ھ = ۱۱۷۲ء میں بمقامِ قفط پیدا ہوا۔ اُن دنوں علی کا والد یوسف

(وفات سنہ ۶۲۴ھ) بھی یہیں کسی عہدے پر مامور تھا۔ علی کی والدہ بدوؤں کے ایک قبیلے
قضاعہ سے تعلق رکھتی تھی۔ اس کے بطن سے بعد میں ایک اور لڑکا بھی پیدا ہوا جس کا
نام دادا کے نام پر ابراہیم رکھا گیا۔ علی کی پیدائش سے چار برس بعد صلاح الدین کی
حکومت کے خلاف ایک فاطمی دعوے دار پیدا ہوگیا جس نے ہر طرف کشت وخون کا بازار
گرم کر دیا۔ اس ہنگامے سے گھبرا کر یوسف قفط کو خیرباد کہنے پر مجبور ہوگیا۔ لیکن جب کچھ
عرصے بعد الملک العادل (صلاح الدین کا بھائی) آتشِ فتنہ کو فرو کرنے میں کام یاب
ہوگیا تو یوسف واپس آگیا۔

تعلیم

آغاز میں علی قاہرہ کے مدرسۃ العلوم میں داخل ہوا۔ اس مدرسے کا نصاب
تمام علوم مروجہ مثلاً تفسیر۔ حدیث۔ فقہ۔ ہیئت۔ ادب۔ ہندسہ۔ منطق۔
اور تاریخ وغیرہ پر مشتمل تھا۔ اس کے اساتذہ میں القاضی الاثیر محمد بن بنان الانباری
اور صالح بن عادی بن عبدانی الانماطی جیسے فضلا کے اسمائے گرامی ملتے ہیں۔ موخر الذکر
سے قفطی نے نحوی تعلیلوں اور الفاظ ادبیہ کے بارے میں استفادہ کیا تھا۔ جب علی
پندرہ برس کا ہوا تو اس کا والد یوسف بیت المقدس میں القاضی الفاضل کا معاون
مقرر ہوا۔ علی بھی ساتھ چلا گیا اور وہاں نہ صرف مختلف علوم حاصل کیے بلکہ بعض
تصانیف کے لیے مواد بھی فراہم کر لیا۔ اس کی بعض تصانیف سے پتا چلتا ہے کہ یہ
۵۹۵ھ = ۱۱۹۸ء میں بیت المقدس میں تھا۔ لیکن جب صلاح الدین کی وفات کے
بعد اس شہر پر الملک العادل نے قبضہ جما کر اپنے بھتیجے الملک الافضل کو بھاگنے پر
مجبور کر دیا تو العادل کے وزیر ابن شکر اور القاضی الفاضل کے درمیان کچھ اختلافات
پیدا ہوگئے جن کی بنا پر یوسف وہاں سے (۵۹۸ھ = ۱۲۰۱ء) حرّان کی طرف چل
دیا۔ یہاں العادل کا بیٹا الملک الاشرف حکم ران تھا۔ اس نے یوسف کو وزیر بنا لیا۔
لیکن اس نے بہت جلد بددل ہو کر حج کے لیے اجازت مانگ لی۔ حج سے فارغ

ہو کر یمن میں پہنچا۔ اور یہاں اتابیگ سنقر کا وزیر مقرر ہوا۔ کچھ عرصے کے بعد یہاں سے بھی اجازت مانگ لی اور گھر کو چل دیا۔ لیکن جب تک زندہ رہا اُسے اتابیگ کی طرف سے معقول پنشن ملتی رہی۔

اُن دنوں حلب پر ظاہر غازی (الملک العادل کا بھتیجا) کی حکومت تھی اور وہاں میمون القصری (۶۱۰ھ) بہ حیثیت سپہ سالار مقیم تھا۔ علی وہاں چلا گیا۔ چوں کہ میمون یوسف کا دوست تھا اس لیے علی پر خاص نوازش کرنے لگا۔ علی سال بھر نہایت اطمینان سے علمی مشاغل میں مصروف رہا۔ اس کے بعد ظاہر نے اسے صیغہ مالیات کا مہتمم بنا کر قاضی الاکرم کا خطاب دے دیا۔ جب ۶۱۳ھ = ۱۲۱۶ء میں ظاہر کی وفات ہو گئی، تو علی نے فوراً استعفا دے دیا اور ظاہر کے نابالغ بیٹے کے اتالیق اتابیگ شہاب الدین طغرل نے اس کی پنشن باندھ دی۔ ۶۱۶ھ = ۱۲۱۹ء میں علی دوبارہ اسی اسامی پر مقرر کر دیا گیا۔ اور بارہ برس یعنی ۶۲۸ھ = ۱۲۳۱ء تک اس منصب پر فائز رہا۔

ظاہر ہے کہ اس بارہ سال کے عرصے میں علی نے سرکاری فرائض کے علاوہ کچھ علمی خدمات بھی انجام دی ہوں گی۔ چناں چہ یاقوت کے حالاتِ زندگی سے پتا چلتا ہے کہ جب یاقوت تاتاریوں سے بھاگ کر حلب میں آیا تو علی نے معجم البلدان کی تالیف میں اسے ہر قسم کی مدد دی۔ یہی وجہ ہے کہ یاقوت اپنی تصنیف میں جا بجا علی کا شکریہ ادا کرتا ہے۔

علی اہتمامِ مالیات سے ۶۲۸ھ = ۱۲۳۱ء میں سبک دوش ہوا اور مسلسل پانچ برس تک تالیف و تصنیف میں مصروف رہا۔ "تاریخ الحکما" کی تصنیف کا زمانہ بھی یہی ہے۔

علی کے نصیب میں فراغت نہ تھی۔ چناں چہ ۲۵ ذی القعد ۶۳۳ھ = ۱۲۳۶ء کو الملک العزیز نے اسے اپنا وزیر بنا لیا۔ بارہ برس تک فرائض وزارت سرانجام

دیے۔ پھر بیمار ہوگیا۔ اور ۱۳ ؍ رمضان ۶۴۶ھ ۱۲۴۸ء کو صرصرِ فنا نے سرزمین مصر کا یہ روشن چراغ ہمیشہ کے لیے بُجھا دیا۔

علی کی تصویر

یاقوت نے اپنی تالیف میں القفطی کی بہت تعریف کی ہو چونکہ یاقوت و علی کے مراسم ازبس دوستانہ تھے۔ اس لیے ہم اس ستائش کو غیر جانب دارانہ نہیں کہہ سکتے۔ تاریخ الحکما کے مطالعے سے علی کا تصور یوں قائم ہوتا ہو کہ وہ ایک اَن تھک محقق ہو، جو ہر واقعے کی تفاصیل نہایت دیانت داری سے بیان کرتا ہو۔ ماخذ کا حوالہ دیتا ہو۔ اپنی کوتاہیوں کا جابجا اعتراف کرتا ہو۔ اس کی بے لاگ تنقید اور غیر مبالغہ آمیز تصریحات سے یوں معلوم ہوتا ہو کہ وہ عہدِ حاضر کا کوئی محقق ہو۔

علی مورخانہ تنگ نظری و تعصب سے بہت بلند تھا۔ اگر اُسے کسی نے بتلایا کہ حضرت عمرؓ نے اسکندریہ کا کتب خانہ جلا ڈالا تھا تو اس نے بلا خوفِ ملامت اس واقعے کا ذکر کر دیا۔ ہر چند کہ علی ایک دین دار مُسلم تھا لیکن غیر مُسلم حکما کا ذکر بھی اسی خلوص و گرم جوشی سے کرتا ہو جس طرح کہ مُسلم علما کا۔ اس کتاب سے یہ بھی معلوم ہوتا ہو کہ حلب کا مشہور یہودی طبیب یوسف بن یحییٰ علی کا گہرا دوست تھا۔

سیرت نگاروں نے علی کی ایک نمایاں خصوصیت یعنی فراہمیِ کتب کے شوق کا خاص طور پر ذکر کیا ہو اور اس خوبی کا ثبوت اس کتاب سے بھی ملتا ہو۔ تقریباً تیرہ مقامات پر علی فخراً ذکر کرتا ہو کہ فلاں کتاب میرے پاس بھی موجود ہو۔ القفطی ظریف بھی تھا۔ اس سلسلے میں ملاحظہ ہوں وہ اشعار جو اس نے اہالیانِ دیر البلاّس کی نامہمان نوازی کے متعلق کہے تھے۔ (اصل کتاب صـ ۲۵۷)

مختصر یہ کہ علی ایک بلند پایہ محقق و ناقد ہونے کے علاوہ اعلا درجے کا سیاسی مدبر، وسیع النظر مورخ اور بے تعصب عالم تھا۔

تصانیفِ علی

کتبی، صفدی اور حاجی خلیفہ (مصنف کشف الظنون) نے القفطی کی تقریباً بیس تصانیف کا ذکر کیا ہے۔ اور ان سب کا ماخذ یاقوت کی "معجم اہل الادب" ہے۔ چوں کہ یاقوت حلب میں ۶۱۹ھ / ۱۲۲۲ء سے اپنی وفات یعنی ۶۲۶ھ / ۱۲۲۹ء تک رہا تھا اور "معجم اہل الادب" اسی زمانے کی تصنیف ہے۔ اس لیے ظاہر ہے کہ علی نے جو کتابیں یاقوت کی وفات اور اپنی وفات (۶۴۶ھ) کے درمیانی وقفے میں لکھی ہوں گی۔ معجم اُن کے ذِکر سے خالی ہو گی۔

قفطی کی بعض تاریخی مولفات کے نام یہ ہیں:۔

(۱) کتاب اخبار مصر من ابتدائھا الی ایام صلاح الدین یوسف۔

(۲) کتاب اخبار المغرب ومن تولاھا من بنی تومرت۔

(۳) کتاب تاریخ الیمن۔

(۴) تاریخ محمود بن سبکتگین و بنیہ۔

(۵) کتاب تاریخ السلجوقیہ منذ ابتداءِ امرہم الی انتہائہ

(۶) کتاب الاستئناس فی اخبارِ آلِ مرداس۔

علی نے حدیث اور چند دیگر علوم پر بھی کتابیں لکھی تھیں۔ لیکن تاریخ کی طرف اس کا رُجحان زیادہ تھا۔ اسی لیے اس کی تاریخی مولفات کی تعداد دیگر تصانیف سے زیادہ ہے۔

یاقوت نے علی کی مولفات کے سلسلے میں "کتاب الکلام علی صحیح البخاری" اور "کتاب الکلام علی الموطا" کے متعلق لکھا تھا کہ لم یتم الی الآن۔ یعنی یہ کتابیں ابھی تک مکمل نہیں ہوئیں اور باقی اٹھارہ کتابیں مکمل ہو چکی تھیں۔ لیکن افسوس کہ آج قفطی کی کوئی کتاب دنیا میں موجود نہیں۔

مسٹر آگست ملر (AUGUST MüLLER) کی رائے یہ ہے کہ ۶۵۸ھ / ۱۲۶۰ء میں تاتاریوں نے حلب کو تباہ کر دیا تھا اور اسی تباہی میں علی کا کتب خانہ بھی

بھی برباد ہوگیا تھا۔ بلرکی یہ رائے قرینِ صحت معلوم ہوتی ہر ورنہ ان تصانیف کے اچانک
مفقود ہوجانے کی کوئی اور وجہ ہمیں معلوم نہیں

گو اس طوفانِ تاخت و تاراج میں علیؔ کا ذاتی کتب خانہ برباد ہوگیا تھا. لیکن اس کی چند تصانیف کے نسخے بعض دیگر لوگوں کے پاس موجود تھے۔ مثلاً ابن خلکانؔ کے پاس علیؔ کی دو کتابیں تھیں۔ یعنی تاریخ المغرب و کتاب النحاۃ۔ موخرالذکر کتاب کا ایک نسخہ علامہ ذہبیؔ کے پاس بھی موجود تھا۔ اور تاج الدین احمد بن عبدالقادر بن مکتوم نے وفات قفطی سے ایک سو برس بعد یعنی ۷۵۰ھ کے قریب "تاریخ الحکما" کا خلاصہ تیار کیا تھا۔

مقامِ افسوس ہر کہ یہ چند بچے کھچے اوراق بھی آج ناپید ہوچکے ہیں۔ کتاب النحاۃ کی تلخیص (مرتبۂ ذہبی) ملتی ہر۔ لیکن اصل کتاب گم ہر یہی حال تاریخ المغرب اور تاریخ الحکما کا ہر۔ اوّل الذکر کا تو صرف نام باقی رہ گیا ہر۔ البتہ موخرالذکر کے چند نامکمل مخطوطات اور ایک خلاصہ موجود ہر۔ یہ خلاصہ علی کی وفات سے صرف ایک برس بعد محمد بن علی بن محمد بن الخطیبی الزوزنی نے تیار کیا تھا۔ جس کا ترجمہ آج آپ کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہر۔ حاجی خلیفہ (جلد چہارم ص۱۳۵) نے اس کتاب کے ایک اور خلاصے کا بھی ذکر کیا ہر۔ جو ابن ابی جمرہ عبداللہ بن اسعد الازدی نے تیار کیا تھا۔ لیکن یہ خلاصہ کہیں موجود نہیں۔

الزوزنی کے اس مخطوطے سے جو پیرس میں محفوظ ہر، ثابت ہوتا ہر کہ یہ کتاب تاریخ الحکما کا خلاصہ ہر اور قفطی کی اصل تصنیف نہیں۔ اس حقیقت پر اندرونی شہادت بھی موجود ہر۔ مثلاً ابن ابی اُصیبعہ نے عیونُ الانبائی تاریخ الاطبا میں دس مقامات پر قفطی سے اقتباس کیا ہر۔ جن میں سے سات حوالے اس کتاب میں موجود ہیں۔ ان کے مقابلے سے پتا چلتا ہر کہ ابن ابی اصیبعہ والے اقتباسات بہ لحاظِ الفاظ و معلومات زیادہ وسیع

وبسیط ہیں، اس لیے ہم اس نتیجے پر پہنچنے کے لیے مجبور ہیں کہ یہ کتاب اصل نہیں بلکہ اصل کا ملخص ہی۔

الزوزنی نے نہ صرف تراجم (سوانح حیات) کا اختصار کیا ہی بلکہ بعض تراجم کو حذف بھی کر دیا ہی۔ مثلاً ابن ابی اصیبعہ نے رجبی کی جو تحریر[۵] غذا پر نقل کی ہی، وہ غالباً القفطی سے لی تھی لیکن اس ملخص میں اس کا کہیں نام و نشان نہیں ملتا۔ اسی طرح عیون الانبا کی جلد دوم ص۳۶ پر ابن جزّار کی ایک تصنیف کا ذکر ملتا ہی جس کا ماخذ بھی القفطی ہی ہی لیکن اس کتاب میں اس کا کہیں تذکرہ موجود نہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہی کہ الزوزنی نے ابن جزّار اور رجبی کے تراجم حذف کر دیے ہیں۔ اس خیال کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہی کہ ابوالفرج (ص۸۰) بھی رجبی کا ذکر القفطی کے طرزِ بیان میں کرتا ہی۔ مثلاً حسن المعالجہ، لطیف المباشرۃ وغیرہ۔ جو علی کا مخصوص اندازِ بیان ہی۔

تاریخ الحکما کے مختلف نام

یہ کتاب مختلف ناموں سے مشہور ہی۔ مثلاً:۔ (۱) تاریخ الحکما (مطابق مخطوطاتِ پیرس۔ وائنا، برلن، لنڈن اور قاہرہ) (۲) طبقات الحکما و اصحاب النجوم والاطبا۔ (شتراس برگ۔ میونخ یا منشن۔ حاجی خلیفہ جلد چہارم ص۱۳۴)۔ (۳) کتاب تراجم الحکما (منشن۔ قاہرہ، ۵۷)۔ (۴) کتاب اخبار العلما باخبار الحکما (ابن ابی اصیبعہ جلد دوم ص۳۰) (۵) کتاب تذکرۃ الحکما۔

ان مختلف عنوانات کے پیشِ نظر یہ فیصلہ کرنا کہ خود مصنف نے کتاب کا نام کیا رکھا تھا، قدرے مشکل ہی۔ لیکن جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ الزوزنی نے اپنا ملخص مصنف کی وفات کے ایک سال بعد تیار کیا تھا اور اس کا نام المنتخبات الملتقطات من تاریخ الحکما رکھا تھا۔ یعنی تاریخ الحکما کا خلاصہ (نیز ملاحظہ ہوں مخطوطاتِ برلن۔ لیڈن

---

۵ ملاحظہ ہو عیون الانبا فی تاریخ الاطبا جلد دوم صفحہ ۱۹۵

اور حاجی خلیفہ جلد چہارم ص۱۶۶) تو اس قدیم ترین شہادت کی موجودگی میں ہمیں کسی اور ثبوت کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ اور ہم وثوق سے یہ کہ سکتے ہیں کہ مصنف نے کتاب کا نام تاریخ الحکما رکھا تھا اور دیگر تمام عنوانات ناسخین وکاتبین کے اپنے تجویز کردہ ہیں۔

مضامینِ کتاب

اس کتاب میں ۴۱۱ اہم فلسفیوں، طبیبوں، ریاضی دانوں اور منجموں وغیرہ کے سوانح حیات ملتے ہیں، جن میں سے بعض مفصل اور بعض مجمل ہیں۔ ان حکما کا زمانہ حضرت ادریس علیہ السلام سے لے کر مصنف کے اپنے عہد تک پھیلا ہوا ہے۔ یہ کتاب کئی لحاظ سے اہم ہے۔ اوّل، اس سے ہمیں پتا چلتا ہے کہ عربوں نے یونانی علوم وفنون سے کہاں تک فائدہ اٹھایا تھا۔ دوم، اس میں یونانِ قدیم کے متعلق بعض ایسی معلومات درج ہیں جو خود یونانیوں کی تصانیف میں محفوظ نہیں رہے۔ مثلاً ارسطو کی فہرستِ مصنفات، جو اس کتاب میں بروایت بطلی موس دی ہوئی ہے۔

الزوزنی کا خلاصہ

الزوزنی کی تلخیص کے متعلق ہم پہلے کہ چکے ہیں کہ اس نے بعض تراجم کو نہ صرف حذف کردیا ہے بلکہ بعض مقامات پر کچھ اضافہ وتنقیص سے بھی کام لیا ہے۔ بعض عبارات کا ابہام اور خصوصاً جدالی مسائل کی مغلق بحث الزوزنی کے طریقِ کار کا نتیجہ ہے۔ کہیں کہیں غیر مانوس الفاظ کی تشریح بھی ملتی ہے۔ جسے تلخیص نگار کی طرف منسوب کرنا زیادہ قرینِ صحت ہوگا۔

استفادہ

تاریخ الحکما اور اس کے انتخاب کو علمی دنیا میں بہت قدر ومنزلت حاصل ہے۔ اس کا ثبوت اس امر سے بھی ملتا ہے کہ اس کے بعد اس موضوع پر جس قدر کتابیں لکھی گئیں، ان میں القفطی کو بطورِ سند پیش کیا گیا۔ مثلاً ابن ابی اصیبعہ نے اصل کتاب کو طبقات الاطبا کے دوسرے ایڈیشن کے لیے استعمال

کیا۔ ابن العبری (م ۲۸۹ھ؍۱۶ء) نے بھی۔ جو بارہ برس تک حلب کا بشپ رہا۔ مختصر الدول کے لیے اطبا وغیرہ کے حالات اسی کتاب سے لیے۔ اسی طرح ابو الفدا نے اپنی کتاب مختصر فی اخبار البشر میں یونانیوں کے حالات یہیں سے حاصل کیے تھے۔ ابو الفدا نے اسی کتاب کو "تاریخ فی اخبار الحکما" کے نام سے یاد کیا ہے۔ اگر "مختصر" اور "تاریخ الحکما" کا مقابلہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ابو الفدا نے کہیں کہیں اصل الفاظ حذف کر دیے ہیں اور بعض مقامات پر طرز بیان کو بھی آسان بنا دیا ہے۔

بعض جدید مولفات میں بھی اس کتاب سے استفادہ کیا گیا ہے۔ مثلاً

BIBLIOTHECA - ARABIJO - HISPANA
ESCURIALENSIS - OPERA BY M. CASIRI

اس کتاب میں ۳۳ یونانی اور عرب حکما کے تراجم شامل ہیں جو قفطی سے ماخوذ ہیں۔

PROLEGOMENES DES TABLES ASTRNOMIGUES
D, OLOUG BEG BY SEDILLOT. (PARIS 1847.)

اس کتاب میں بھی چند حکما کے حالات درج ہیں۔ جن کا ماخذ القفطی ہے۔

KITAB-UL- TIHRIST EDITED BY FLIIGEL
LEIPZG

اس کتاب کی دوسری جلد میں جسے آگسٹ ملر نے ایڈٹ کیا تھا، چند مشہور حکما کے حالات درج ہیں جن کا مصدر القفطی ہے۔[1]

اُردو ترجمہ اس کتاب کا یہ ترجمہ پہلی مرتبہ اُردو داں حضرات کی خدمت میں پیش ہو رہا ہے۔ یہاں یہ عرض کر دینا نامناسب نہ ہوگا کہ یہ ہر فقرے کا لفظی ترجمہ نہیں۔ بلکہ سلیس اُردو میں مطلب خیز ترجمہ ہے۔ بعض غیر ضروری

---

[1] ڈاکٹر لپرٹ سے حاصل کردہ معلومات یہاں ختم ہوتے ہیں۔ بقیہ مترجم کی تلاش کا نتیجہ ہے۔ (مترجم)

مکررات کو ترجمے میں حذف کر دیا گیا ہی۔ ایک دو مقامات پر بعض فقرات کو جو میری ناقص سمجھ سے بالاتر تھے، بلا ترجمہ چھوڑ دیا ہی اور جگہ خالی رہنے دی ہی۔ اپنی وسعت کے مطابق ترجمے میں روانی و سلاست پیدا کرنے کی کوشش کی ہی۔ میں کہاں تک کام یاب ہوا، مجھے معلوم نہیں۔ بہر حال اگر میری یہ حقیر سی کوشش پسند آجائے تو احقر کو دُعائے خیر سے یاد فرمائیے گا۔

ابتدائے حکمت

عربوں کے ہاں حکمت ہر اُس فن کا نام ہی جس کی اختراع انسانی عقل و دانش کی رہینِ منت ہو۔ مثلاً طب۔ کیمیا۔ علمِ نجوم۔ فلسفہ وغیرہ۔ یہ علوم کوئی آج کی ایجاد نہیں بلکہ اِن کا سراغ ہزار ہا برس پہلے تک چلتا ہی۔ مثلاً محققین کا خیال یہ ہی کہ علمِ ہیئت کے موجد اہلِ بابل تھے جہاں ۳۰۰۰ سنہ قم میں آسمان کو ناپنے اور تعیینِ بروج کے متعلق کوششیں ہو رہی تھیں۔ ہوموسنٹرق (HOMOCENTRIC) کا نظریۂ نظامِ فلکی جس پر آج تک بحث جاری ہی، دراصل یوڈوکس (EUDOXUS) (۶-۲۰۵ سنہ قم) نے قائم کیا تھا جسے بعد میں ارسطو نے زیادہ شرح و بسط سے پیش کیا۔ علمائے نجوم کا باقاعدہ سلسلہ ہیورکس (۱۳۰ سنہ قم) سے چلتا ہی۔ اس نے مشاہداتِ فلکی کو اس وضاحت سے بیان کیا کہ تین سو برس بعد بطلیموس نے اپنے نظامِ شمسی کی بنیاد بھی انھی مشاہدات پر ڈالی۔

کیمیا کی ابتدائی صورت تو غالباً حضرتِ آدم کے زمانے میں بھی موجود ہوگی۔ وہ لوگ بھی چند سادہ سادہ اجزا کے ملاپ سے کوئی نہ کوئی کار آمد مرکب بنا لیتے ہوں گے۔ لیکن اس کی ترقی یافتہ صورت کا پہلا سُراغ مصر میں ملتا ہی جہاں سے یہ یونان میں پہنچی اور وہاں سے اطرافِ عالم میں پھیل گئی۔

علم الاعضا کے متعلق ہم حتماً نہیں کہہ سکتے کہ اس کے موجد کون تھے۔ اتنا ہم ضرور جانتے ہیں کہ اس فن کی تکمیل کا سہرا یونانیوں کے سر ہی۔ بقراط و جالینوس سے

علم الاعضا پر چند نہایت اچھی کتابیں لکھی تھیں جن سے بعد میں بو علی بن سینا اور دیگر اطبائے ایران و عرب نے فائدہ اٹھایا۔ دنیا میں سب سے پہلی مرتبہ بقراط ہی نے یہ کہا تھا۔ کہ ہوا میں ایک ایسی چیز موجود ہی جو پھیپھڑوں کے راستے سے خون میں جاتی ہی اور خون کو صاف کرتی ہی۔ آج حکمائے مغرب نے اس چیز کا نام آکیسجن رکھا ہوا ہی۔

موسیقی کا آغاز کب ہوا اور کن منازلِ ارتقا سے گزر کر موجودہ صورت اختیار کی؟ کوئی نہیں جانتا۔ ہاں اتنا معلوم ہوا ہی کہ فیثاغورث (۵۰۰ سنہ ۔ ۵۸۲ سنہ قم) پہلا حکیم ہی جس نے فنِ موسیقی پر ایک کتاب لکھی تھی۔ اس کے بعد ارسٹاکسین (۳۲۰ سنہ قم) پھر بطلیموس (۱۳۰ سنہ ع) اور پھر امبروز (AMBRORS3) (۳۸۴ سنہ ع) نے چند رسائل سپردِ قلم کیے۔

اسی طرح علمِ نباتات کا آغاز محققِ حاضر کی آنکھ سے پنہاں ہی۔ کوئی نہیں جانتا کہ نباتات کے خواص و الوان وغیرہ کی طرف پہلی مرتبہ کس نے توجہ دلائی تھی۔ ہاں کتاب السلاطین باب ۴ آیات ۲۱ ۔ ۳۳ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق لکھا ہی۔

"سلیمان کی دانش اہلِ مشرق و اہلِ مصر سے بہت زیادہ تھی۔ . . . . اس نے تین ہزار امثال لکھیں۔ اس کے گیت ۱۰۰۵ تھے۔ اور اس نے درختوں کی کیفیت بیان کی۔ سرو کے درخت سے لے کر جو لبنان میں تھا، اس زوفہ تک جو دیوار پر اُگتا ہی۔ نیز چار پایوں، پرندوں، رینگنے والے جانوروں اور مچھلیوں کا حال بیان کیا۔ تمام لوگ اور بادشاہ جو اُس کی دانش کا شہرہ سُن چکے تھے، سلیمان کی حکمت سُننے آتے تھے۔"

ارسطو (۳۸۴ ۔ ۳۲۲ قم) پہلا حکیم ہی جس کی تحریروں میں نباتات کا کچھ نہ کچھ ذکر ملتا ہی۔ تھیوفراسٹس (THEOPHRASTUS) (۳۷۰ ۔ ۲۸۶ قم) نے بھی

اس فن پر چند باقاعدہ رسائل سپردِ قلم کیے تھے جن کا ماخذ ارسطو ہی معلوم ہوتا ہے۔ پہلی صدی عیسوی میں یونان کے ایک ماہرِ نباتات نے ایک اہم کتاب لکھی تھی جس کا نام (MATERIA MEDICA) تھا۔ اور یہی وہ کتاب ہے جو بعد میں آنے والے علما کے لیے چراغِ راہ بنی۔

بقراط، اسقل بیوس (اس کا زمانہ قبل از طوفانِ نوح ہے) کے متعلق لکھتا ہے کہ اس کی لاٹھی خطمی کے درخت کی تھی۔ اور یہ اس لیے کہ خطمی کی تاثیر معتدل ہوتی ہے۔ اس وجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسقل بیوس نباتات کی تاثیر سے آگاہ تھا۔

حکمائے قدیم کی طبعی تصانیف

ارسطو نے جہاں نباتات پر ایک رسالہ لکھا تھا وہیں چند دیگر فنون پر بھی اس کی کتابیں موجود تھیں۔ مثلاً:-

فاری طوفیل (دریائے نیل پر)۔ فی طولِ اعمارِ الحیوانات۔ فی مسائل طبیعیہ۔ فاری طونولین (حیوانات کی پناہ گاہیں) فی السماءِ والعالم۔ فی الکون والفساد۔ ثاسیس فوسیقا (طبیعات پر)۔ باریدیا تاطس (غذا پر)۔ کتاب فی الفلاحۃ۔ وغیرہ۔

اسکندر افرودیسی نظر جیسے مشکل مسئلے پر ایک کتاب لکھ گیا ہے۔ عنوان ہے۔

الرد علی من یقول ان الابصار لاتکون الا بشعاعات تنبعث من العینین۔

الاسکندروس نے۔ جو جالینوس سے پہلے گزرا تھا، امراضِ چشم پر ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام تھا علل العین وعلاجاتہا۔ اسی حکیم نے ایک اور کتاب پیٹ کے کیڑوں پر لکھی یعنی کتاب الحیات والدیدان التی تتولد فی البطن۔ اثافرودیطس نے فی الآثار العلویۃ تصنیف کی۔ ارسطو کی کتاب النفس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکیم طبعیات کا بہت بڑا فاضل تھا۔ ابلونیوس النجار نے خطوطِ منحنیہ پر کتاب المخروطات لکھی جس کا مامون نے عربی میں ترجمہ کرایا۔ یہی وہ کتاب ہے جس سے حکیم اقلیدس نے فائدہ

اٹھا کر اپنی شہرۂ آفاق تصنیف مرتب کی تھی۔ اقلیدس علمِ ہندسہ کا امام سمجھا جاتا ہے اور اس کی کتاب آج بھی بہ طور سند استعمال ہوتی ہے۔ اس کی چند دیگر تصانیف کے نام کتاب الارکان۔ کتاب المناظر اور کتاب تالیف اللحون ہیں۔

ارشمی دش (۲۱۳ سنہ قم) علمِ ریاضی کا بہت بڑا فاضل سمجھا جاتا ہے۔ اس نے دائرہ، کرہ، خطوطِ متوازیہ، اشکالِ مثلثہ اصولِ ہندسہ اور زور یا پر کئی کتابیں لکھیں جن میں سے دس کا ذکر اصل کتاب میں ملے گا

اقطمن، بطلیموس سے ۵۷۱ برس پہلے گزرا تھا لیکن اُس کے مشاہداتِ فلکی بطلیموس کے عہد تک قابلِ اعتماد رہے۔ اسی زمانے میں کالڈیہ کا ایک حکیم ابرحسن نامی اس پایہ کا منجم تھا کہ جب بطلیموس نے اُس کی تصنیف کتاب اسرارِ النجوم پڑھی تو تعظیماً سجدے میں گر پڑا۔ ارسطی فس کی کتاب الجبر اور قسمتہ الاعداد سے صدیوں تک دُنیا مستفید ہوتی رہی۔ ارسطحسن کی "کتابُ الشمس والقمر" البسقلاوس کی "کتاب المطالع" اوطولوقس کی "کتاب الطلوع والغروب" اور ارستجانس کی "طبیعۃ الانسان" علمی دنیا میں بیش بہا اضافہ تھیں۔

بُقراط (۴۶۰ سنہ قم) صرف علمِ طب کا امام سمجھا جاتا ہے لیکن اس کی ایک تصنیف ہوا اور پانی پر بھی ملتی ہے۔ عنوان ہے کتاب المارِ والہواء۔ بطلیموس منجم تھا لیکن جغرافیۂ عالم پر بھی ایک کتاب لکھ گیا جس کا یعقوب الکندی نے عربی میں ترجمہ کیا باذی نوس نے طوفان نیز دُم دار ستاروں پر کتابیں لکھیں۔ پشدادی خاندان کے فرماں روا ضحاک کے زمانے میں بابل کے ایک حکیم تینکلوش نے "کتاب الوجوہ والحدود" سپردِ قلم کی۔ شاذو سیلوس کی تصنیف "کتاب الاکر" کو اس قدر اہمیت حاصل تھی۔ کہ اسے المجسطی سے کم اور اقلیدس سے بلند درجے کی کتاب سمجھا جاتا تھا۔ ثیوذوفروس نے کتاب اللیل والنہار جیسی مفید کتاب سپردِ قلم کی۔ جالی نوس کی ۶۰ تصانیف کا

ذکر اصل کتاب میں دیکھیے۔ دیاسقوریذوش نے کتاب الحشائش "تصنیف کی۔
طوریوس نے "کتاب الرویا" لکھ کر خواب کی حقیقت سے پردہ اٹھانے کی کوشش
کی۔ فلوطرخس نے مسائل طبیعیہ پر تمام علمائے طبیعی کی آرا جمع کر کے مجموعے کا نام
"کتاب الآراء الطبیعیہ" رکھا۔ ثالیس المصری نے بارش اور موالید پر گیارہ
کتابیں لکھیں۔ مورطس کی تصنیف کتاب "فی آلالۃ المصوتۃ" اور نیقوماخس کی
کتاب "کتاب النغم" اربابِ موسیقی کے ہاں مدتوں بہ طورِ سند استعمال ہوتی رہی۔

حکمت اسلام میں

عہدِ امیہ (۶۶۱ - ۷۵۰ء) میں سلطنتِ اسلامی کی سرحدیں مغرب میں ساحلِ اوقیانوس، مشرق میں سندھ، جنوب میں بحرِ ہند اور شمال میں قفقاز تک پھیلی ہوئی تھیں۔ مختلف اقوام باہم مل رہی تھیں۔ بصرہ و کوفہ کی یونی ورسٹیوں میں عرب، ایرانی، عیسائی، یہودی اور مجوسی تحصیلِ علوم کے لیے جمع ہو رہے تھے۔ ایک مُلک کے تاجر اپنے تمدن کا پیغام لے کر دوسرے ممالک میں جا رہے تھے۔ ایرانی تاجر و سیاح ایک طرف ہند و چین تک آتے تھے اور دوسری طرف یونان و روم تک جاتے تھے۔ بہ دیگر الفاظ یہ قاصدانِ حکمت تھے جو ہندستان سے امثال و حکایات، جوتش اور سحر لے جاتے تھے اور روم و یونان سے طب اور دیگر علومِ طبیعیہ لایا کرتے تھے۔ اہلِ شام مغرب کی ہر گلی کوچے سے آگاہ تھے۔ یہ تجارت کے لیے فرانس کے مغربی سواحل تک جاتے تھے۔ وہاں شراب و ابریشم بیچ کر بڑی بڑی رقموں کے ہمراہ مغربی تاثرات بھی لے آتے تھے۔ شام ایک ایسا ملک ہے جہاں اہلِ ایران و روم صدیوں تک ایک دوسرے سے ملتے رہے۔ مختلف تہذیبوں کے آثار آج بھی قدم قدم پر یہاں ملتے ہیں۔ اُن دنوں شام کے مدارس میں یونانی علوم و فنون کا خاصہ چرچا تھا۔ اور محض علما یونانی کتابوں کو شامی زبان میں منتقل کر رہے تھے۔

نوشیرواں (۵۲۱ - ۵۷۹ء) نے جندی شاپور میں فلسفہ و طب کی ایک درس گاہ

کھول رکھی تھی۔ جس میں شام کے چند عیسائی عالم تدریس پر مامور تھے۔ ۵۲۹ء میں افلاطونی اسکول کے سات حکیم ایتھنز سے نکال دیے گئے تھے جنھیں نوشیرواں نے اپنے ہاں پناہ دی تھی۔ گو اُن کا عرصۂ قیام مختصر تھا۔ لیکن ایرانی علما پر اُن کے افکار کا کچھ نہ کچھ اثر ضرور پڑا ہوگا۔

سیّاحوں تاجروں اور خود اہلِ علم کی اس آمد و رفت کا نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ مسلمانوں میں بھی ان علوم کا شوق پیدا ہوگیا۔ خود اُن کے ہاں تو یہ علوم موجود نہ تھے اس لیے ہند و یونان اور مصر و بابل کے کتب خانوں کو عربی میں ڈھالنا شروع کر دیا۔ اور رفتہ رفتہ عربی زبان کا دامن اِن گراں بہا ہیروں سے بھر گیا۔

تراجم

شامی زبان میں چوتھی صدی عیسوی سے تراجم شروع ہوگئے۔ ہمارے علم کے مطابق شام کا پہلا مترجم انطاکیہ کا ایک پادری طبیب پروبس (PROBUS) نامی تھا جس نے پانچویں صدی کے نصف اول میں ارسطو کی بعض منطقی تحریروں کو شامی زبان میں منتقل کیا تھا۔ اس کی وفات ۵۳۶ء کو قسطنطنیہ میں ہوئی۔

مُسلم فتوحات کے بعد وہی شامی جو پہلے اپنی زبان میں تراجم کیا کرتے تھے، اب عربی زبان کی خدمت میں لگ گئے۔ ان لوگوں نے کچھ تو براہِ راست یونانی کتب کے تراجم کر دیے۔ اور بعض صورتوں میں شامی تراجم کو عربی میں بدل ڈالا۔ اُمیہ خاندان کے ایک خلیفہ خالد بن یزید (م ۸۵ھ) کو علمِ کیمیا سے خاص دل چسپی تھی۔ اور اس مقصد کے لیے ایک پادری کو بہ طور اتالیق رکھا ہوا تھا۔ خالد نے کیمیا کی چند یونانی کتابوں کو عربی میں منتقل کرایا۔ بعض دیگر خلفا و امرا نے بھی اس طرف توجہ دی اور اس طرح چند دیگر یونانی رسائل کا بھی عربی میں ترجمہ ہوگیا۔ جب امیہ کے بعد عباسی سریر آرائے خلافت ہوئے تو منصور (۷۵۴ - ۷۷۵ء) نے تراجم پر کافی توجہ دی۔ یونانی طبعیات، طب اور منطق کی چند کتابوں کا ترجمہ کرایا۔ بعض پہلوی اور سنسکرت کی کتابوں کو بھی

عربی میں منتقل کرایا۔ الفزاری نے اسی خلیفہ کے حکم سے سنسکرت کی ایک کتاب سدھانتا (جوتش کی کتاب) کو عربی لباس پہنایا۔ تراجم میں ابن المقفع نے منصور کی کافی مدد کی۔ طبعیات کی عربی اصطلاحیں اسی فاضل کی وضع کردہ ہیں۔ افسوس ہے کہ اس کا کوئی ترجمہ آج باقی نہیں رہا۔

نویں صدی کے مترجمین میں سے یحییٰ بن البطریق، عبدالمسیح بن عبداللہ نعیم الحمصی اور قسطا بن لوقا بعلبکی خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ بیسیوں دیگر علما شاہی درباروں میں اس خدمت پر مامور تھے۔ حُنین بن اسحاق (۸۰۹ - ۸۷۳ء) اس کا لڑکا اسحاق بن حُنین (سنہ ۹۱۰ء) اور اس کا بھتیجا حُبیش بن حسن مشہور مترجموں میں سے ہیں جنھوں نے چند نئے تراجم کے علاوہ بعض پُرانے تراجم کی اصلاح بھی کی تھی۔ اسی طرح ابوبشر متّی بن یونس (سنہ ۹۴۰ء) ابوذکریا یحییٰ بن عُدیّ المنطقی (سنہ ۹۷۴ء) ابوعلی عیسیٰ بن اسحاق بن زُرعد (سنہ ۱۰۰۸ء) ابوالخیر الحسن بن الخمار (پ سنہ ۹۴۲ء) ثابت بن قرۃ۔ حجاج بن یوسف بن مطرالکوفی۔ ابوالوفا محمد بن محمد الحاسب۔ عیسیٰ بن یحییٰ۔ ابراہیم بن الصلت۔ عمر بن الفرخان اور یحییٰ بن ہارون کے تراجم، حواشی، اور دیگر تحریریں علمی دنیا میں کافی شہرت حاصل کر چکی ہیں۔

اِن مترجمین کی توجہ زیادہ تر طب، منطق اور مواعظ و حکم پر مرکوز رہی۔ اور یونان کی بہترین میراث یعنی شاعری، تاریخ، موسیقی اور نقّاشی وغیرہ کو نظرانداز کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عربی تذکروں اور تاریخوں میں یونانی سلاطین و طبیبین کے نام تو ملتے ہیں لیکن یونانی مصوروں، شاعروں اور ناول نگاروں کا ذکر کہیں نہیں ملتا۔ یہ تذکرے یونانی زبان و تمدّن کے ذکر سے بھی خالی ہیں۔ اور آج ان اشیا کے متلاشی کو دیگر مصادر کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔

اسلامی علوم مغرب میں

سنہ ۷۵۰ء میں جب اُمیہ کو شام میں زوال آیا تو اس خاندان کا ایک فرد عبدالرحمٰن بن معاویہ بحیرۂ روم کو عبور کر کے

اندلس میں جا پہنچا اور وہاں ایک سلطنت کی بنیاد ڈالی جو تقریباً آٹھ سو برس تک جاری رہی۔
عبدالرحمٰن سوم (۹۱۲ - ۹۶۱ء) کے زمانے میں یہ سلطنت پورے عروج پر تھی۔ اور نویں صدی میں علوم وفنون کا جو آفتاب مشرقِ بغداد سے طلوع ہوا تھا۔ اب دسویں صدی میں اس کی تجلیاں سرزمینِ اندلس تک آ پہنچی تھیں۔ ہر طرف علم وحکمت کی تڑپ پیدا ہو گئی تھی۔ اور یہاں کی یونی ورسٹیوں میں مشرق ومغرب ہر دو سے طلبا آنے لگے تھے۔

خلیفہ الحکم (۹۱۸ - ۹۷۷ء) علوم وفنون کا اتنا بڑا مربی تھا کہ اس کے دارالکتب میں کم از کم چار لاکھ کتابیں موجود تھیں۔ گو ۱۰۱۳ء کے بربری حملوں سے یہ عظیم الشان سلطنت چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹ گئی تھی۔ تاہم یہاں سے دیر تک بڑے بڑے حکما اٹھتے رہے۔ مثلاً ابوبکر محمد بن یحییٰ بن الصائغ بن بدجہ (م ۱۱۳۸ء) ابوبکر محمد بن عبدالملک بن طفیل القائسی (م ۱۱۸۵ء) ابوالولید۔ محمد بن احمد بن محمد بن رُشد قرطبی (۱۱۲۶ - ۱۱۹۸ء) اور فلسفہ تاریخ کا موجد ابنِ خلدون (۱۳۳۲ - ۱۴۰۶ء) وغیرہ۔

خاتمہ

ہمارے یہ اسلاف بڑے باہمت لوگ تھے۔ ان کی زندگیاں خدمتِ علم میں کٹ گئیں اور دُنیا سے رُخصت ہوتے وقت یہ لوگ تصانیف کا بیش بہا ذخیرہ پیچھے چھوڑ گئے۔ وہ زمانہ نسبتاً تاریکی کا زمانہ تھا۔ ایجاد وتحقیق کے جو وسائل آج موجود ہیں، اُن کا تصوّر تک بھی اس زمانے میں نہیں آ سکتا تھا۔ لیکن مقامِ صد حیرت ہے کہ اُس "تاریک زمانے" کے "کم علم" لوگوں نے تو کتابیں لکھ لکھ کر لائبریریاں بھر ڈالیں۔ اور دوسری طرف ہماری یہ حالت ہے کہ کتابیں لکھنا تو رہا ایک طرف، اُن کتابوں کو سمجھنے تک کی قابلیت نہیں رکھتے۔

ضرورت ہے کہ اُردو بولنے والے حضرات اپنے فرض کو پہچانیں اور اس مفلس زبان کا دامن تراجم اور طبع زاد تصانیف سے بھر دیں کہ زبانیں اس طرح بنتی ہیں۔ اور ہر قوم کی تعمیر تہذیب اُس کے ادب پر اٹھائی جاتی ہے۔

والسلام

کیمبل پور۔ برق۔ ۵ مئی ۱۹۴۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد و ثنا قابلِ ستایش ہو وہ اللہ جس نے تمام کائنات کو پیدا کیا۔ جس کے ہمہ گیر علم سے کوئی چیز، خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی، باہر نہیں۔ جس نے ہمیں عقل کی نعمت بخشی اور جو کل قیامت کے دن ہمیں پھر زندہ کرے گا۔ خداوند تبارک و تعالا اپنی رحمتوں کی بارش انبیائے کرام پر برسائے۔ اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی خاص برکات کے لیے انتخاب فرمائے۔

پہلا حکیم یہ امر ہمیشہ زیرِ بحث رہا ہے کہ پہلا حکیم (جس نے حکمت و ارکانِ حکمت مثلاً منطق، طبعیات الٰہیات وغیرہ پر کچھ ارشاد فرمایا ہو) کون تھا؟ کسی نے الف کو حکیمِ اوّل کہا اور کسی نے ب کو۔ کافی فکر و تلاش کے بعد اہلِ نظر اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ حکمت اُس نبوّت کا دوسرا نام ہے، جو حضرت ادریس علیہ السلام کو دی گئی تھی۔ اور جن حکما کو مختلف علما نے اوائل الحکما قرار دیا ہے، وہ یا تو حضرت ادریس علیہ السلام کے شاگرد تھے اور یا شاگردوں کے شاگرد۔

میرا ارادہ یہ ہے کہ اس کتاب میں ہر قوم و ملّت کے ان تمام قدیم و جدید حکما کا ذکر کروں۔ جو میرے عہد تک ہوئے ہیں۔ اور جنھوں نے یا تو چند مفید اقوال بطورِ یادگار پیچھے چھوڑے، یا کوئی کتاب لکھ گئے۔ اور یا کسی صنفِ حکمت کے مُخترع ہوئے۔

اِن حکما کا ذکر بہ ترتیبِ حروفِ ابجد ہوگا۔ مجھے یقین ہے کہ یہ کتاب طلبۂ تاریخ و حکمت کے لیے مفید ثابت ہوگی۔

الف

اِدریس علیہ السلام

ادریس کے متعلق جو کچھ مفسّرین، مورّخین اور افسانہ سراؤں نے کہا ہے، اُسے

یہاں دُہرانے کی ضرورت نہیں۔ یہاں صرف وہ تفاصیل پیش کی جائیں گی۔ جو حکما کے قلم سے نکلی ہیں۔ اِدریس کی جائے ولادت اور (نبوت سے پہلے) تحصیلِ علم کے متعلق حکما میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ آپ مصر کے ایک موضع منف[1] میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ کا نام ہرمس الہرامسہ تھا۔

ہرمس ایک یونانی کلمہ ارمیس (جس کے معنی عطارد ہیں) کا مُعرّب ہے۔ ایک اور گروہ کا خیال یہ ہے کہ ادریس کا یونانی نام طرمیس تھا۔ عبرانیوں کے ہاں آپ خنوخ اور عربوں میں اخنوخ کہلاتے تھے۔ اور اللہ سبحانہ نے قرآنِ حکیم میں آپ کو اِدرِیس کے نام سے یاد فرمایا ہے۔

آپ کے استاد کا نام غوثاذیمون اور ایک روایت کے مطابق اغثاذی مون (مصری) تھا۔ اس کے حالاتِ زندگی کہیں سے نہیں ملتے۔ اگر کہیں سے کوئی بات ملی بھی ہے تو صرف اس قدر کہ یہ یونانی و مصری انبیا میں سے ایک تھا۔ اس کو اورین[2] دوم بھی کہتے تھے۔ اور ادریس اورین سوم کہلاتا تھا۔ اورین کے لفظی معنی ہیں نیک بخت اور بہت خوش قسمت۔

مشہور ہے کہ ہرمس مصر سے نکل کھڑا ہوا۔ تمام زمین کی سیاحت کے بعد بیاسی[82] سال کی عمر میں واپس آیا۔ اور یہیں[3] آپ کا رفع جسمانی یا وفات ہوئی۔

---

[1] مَنْف مصر کا قدیم دارالخلافہ تھا۔ قبطی زبان میں اسے "مافہ" کہتے تھے۔ یہ فُسطاط سے بارہ میل دُور تھا۔ جب اسکندرِ اعظم نے اسکندریہ تعمیر کیا تو حکومت وہاں منتقل ہوگئی۔ اور جب عمرو بن عاص نے مصر کو فتح کیا تو دریائے نیل کے کنارے پر ایک شہر کی بنیاد ڈالی جسے فُسطاط کہتے ہیں۔ یہ شہر دارالخلافہ بن گیا اور صدیوں تک مقامِ حکومت رہا۔ آج کل منف قاہرہ سے تقریباً پچاس میل شمال مغرب میں ایک اہم ریلوے اسٹیشن ہے۔ (تاریخ الحکما۔ القفطی۔ ص ۳۴۹ ۔ مطبوعہ جرمنی) [2] ایک نسخے میں لورین اور ایک میں لودین بھی دیا ہوا ہے۔ [3] اصل کتاب کے الفاظ ہیں۔ ورفعہ اللہ الیہ بھا۔ لفظی معنی ہوں گے (بقیہ نوٹ صفحہ ۲۰ پر)

ایک اور گروہ کا خیال یہ ہے کہ ادریس بابل میں پیدا ہوا تھا اور وہیں بڑا ہوا۔ اوائل عمر میں شیث بن آدم کا ایجاد کردہ علم حاصل کیا۔ شیث ادریس کے اجدادِ کرام میں سے ایک بزرگ تھے۔ ملاحظہ ہو سلسلۂ نسب :-

ادریس بن یارد بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم۔ علامہ شہرستانی[۱] فرماتے ہیں۔ کہ اغثاذی موں، شیث کا دوسرا نام تھا۔ جب ادریس کئی مراحلِ زندگی طے کر چکا تو اسے نبوت دی گئی۔ ادریس نے ابناء آدم کو آدم و شیث کی شریعت کی طرف دعوت دی اور سرکشی کے نتائج سے آگاہ کیا۔ چند ایک نے تو سر جھکا دیا لیکن اکثریت باغی ہو گئی۔ ان حالات میں آپ نے اس سرزمین کو چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا اور متبعین کو بھی ہمراہ چلنے کا حکم دیا لیکن انھیں ترکِ وطن گوارا نہ تھا۔ کہنے لگے، دنیا میں بابل جیسا خوب صورت ملک کہاں ملے گا۔ (سریانی زبان میں نہر کو بابل کہتے ہیں۔ اور غالباً اُن کی مراد دجلہ و فرات تھے) ادریس نے فرمایا کہ جس اللہ کے لیے ہم ہجرت کر رہے ہیں، وہی ہمارے رزق کا بھی کفیل ہو گا۔ چناں چہ چل پڑے اور اُس خطے میں جا پہنچے، جو بعد میں بابلیون[۲] کے نام سے مشہور ہوا۔ اُس خطے کے بیچوں بیچ دریائے نیل بہہ رہا تھا اور یہ تمام سرسبز وادی غیر آباد پڑی تھی۔ یہ نیل کے کنارے اُتر پڑے۔ اور اللہ کے دربار میں چند سجدہ ہائے تشکر پیش کیے۔ حضرت ادریس نے اپنی جماعت کا نام بابلیو[۳] رکھ دیا۔

(ص۱۹ کا بقیہ نوٹ) :- "اور اللہ نے مصر میں ہی ادریس کو اپنی طرف اٹھا لیا"۔ یہ الفاظ رفعِ جسمانی اور رفعِ روحانی ہر دو کے متحمل ہیں۔

[۱] ابوالفتح شہرستانی۔ مصنف "الملل والنحل" وفات ۱۱۴۳ء۔ [۲] بابلیون اس لیے کہ یہ لوگ بابل سے آئے تھے۔ کچھ عرصے کے بعد یہ وادی بھی بابلیون کہلانے لگی۔ یعنی مکان مکین کے نام سے مشہور ہو گیا۔

بابل عراق کا ایک مشہور شہر جسے سمیرامیس (ایک دیوی جس کی شام میں پرستش کی جاتی تھی) کی لڑکی (جس پر اشوریوں کے پہلے بادشاہ کالرس کا نینوس عاشق ہو گیا تھا) نے بنایا تھا۔ یہ لڑکی از بس بہادر اور ایک جنگ جو سپہ سالار تھی۔ (تاریخ ملل قدیمہ۔ مطبوعہ انجمن ترقی اردو)

لفظِ بابلیون کی تفسیر میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض کے ہاں اس کے معنی ہیں "نہر جیسی نہر"۔ بعض دیگر کے ہاں ہیں "تمھاری نہر کی طرح ایک نہر" ایک گروہ کے خیال میں اس کے معنی ہیں "نہرِ مبارک" ایک اور گروہ کے ہاں "یون" سریانی زبان میں علامتِ مبالغہ ہے اور اس لفظ کے معنی ہیں "بہت بڑی نہر"۔

عربوں کے بغیر باقی تمام اقوام و امم میں یہ وادی بابلیوں کے نام سے مشہور ہو گئی۔ اور عرب اسے اقلیمِ مصر کہتے رہے۔ اُن کا خیال یہ تھا کہ طوفانِ نوح کے بعد حضرت نوحؑ کا ایک پوتا مصر بن حام بن نوح یہاں آباد ہو گیا تھا جس کی وجہ سے یہ تمام خطہ مصر کہلانے لگا۔ واللہ اعلم۔

مصر میں حضرت ادریس نیکی کی تبلیغ کرتے، بُرائی سے روکتے۔ اور اللہ کی عبادت کی طرف دعوت دیا کرتے تھے۔ اُن دنوں دنیا میں صرف بہتّر زبانیں بولی جاتی تھیں۔ اللہ نے آپ کو یہ تمام زبانیں سکھلا دی تھیں۔ تاکہ ہر فرقے کو اُس کی اپنی زبان میں درسِ ہدایت دے سکیں۔ آپ جس شہر میں جاتے، وہاں ہونہار طلبا کی ایک جماعت جمع ہو جاتی۔ جسے آپ سیاستِ مدنی کا درس دیتے۔ اس تعلیم کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر قوم نے سیاستِ مدنی سے آگاہی حاصل کرنے کے بعد اپنی زمینوں میں شہر بنائے۔ کہتے ہیں کہ ان شہروں کی تعداد ۱۸۸ تھی جن میں سب سے چھوٹا رُہا[۱] تھا۔

ادریس حکمت و ہیئت کا بانی تھا۔ آپ پر اللہ نے آسمان کے تمام راز کھول دیے تھے۔ مثلاً آسمان کی ساخت کس مادے سے ہوئی، ستارے کہاں سے آ گئے، سال و ماہ کی تعیین کیوں کر کی جائے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اگر یہ علوم ادریس کو الہامانہ سکھائے جاتے تو دنیا محض اپنی کوششوں سے انھیں حاصل نہ کر سکتی۔

---

[۱] الجزیرہ کا ایک شہر ہے جس میں بڑے بڑے فضلا پیدا ہوئے۔ مثلاً زید بن ابی انیسہ، یزید بن سنان رُہاوی و حافظ عبدالقادر۔ الجزیرہ سے مراد دیارِ بکر ہے۔ (القاموس)

اِدریس نے ہر قوم و مُلک کی ضروریات کا خیال رکھتے ہوئے ان کے لیے قوانین وضع کیے۔ تمام زمین کو چار حصّوں میں تقسیم کر کے ہر حصّے کا ایک امیر تجویز کیا جس کا فرض یہ تھا کہ عوام کو شریعت کا مُتبع بنائے۔ ان چار بادشاہوں کے نام یہ تھے۔ (۱) ایلاوس (رحیم) (۲) زوس (۳) اسقلبیوس (۴) زوس اتون (ایک روایت کے مطابق ایلاوس اسون، ایک اور روایت کے مطابق لبیلوخس)

شریعتِ ادریس

شریعتِ اِدریسی کے بڑے بڑے اصول یہ تھے: خُدائے واحد کا اقرار و عبادت، عذابِ آخرت سے بچنے کے لیے دنیا میں عمل صالح، دنیوی دل چسپیوں سے اِعراض، انصاف، نماز، روزہ، دشمنانِ مذہب سے جہاد، غربا کی امداد کے لیے زکوٰۃ، غلاظت مثلاً جنابت، کتے اور گدھے سے بچنا۔ اور مسکرات سے مکمل اجتناب۔

آپ نے ان لوگوں کے لیے چند عیدیں بھی مقرّر کردی تھیں۔ مثلاً جب سورج کسی برج میں داخل ہوتا تھا یا ہلال نظر آتا تھا۔ یا گردش کے بعد کوئی سیارہ اپنے گھر میں واپس آتا تھا۔ تو وہ لوگ عید منایا کرتے تھے۔

نیز حکم دیا کہ اللہ کے سامنے مندرجۂ ذیل اشیا بہ طورِ نذر و نیاز پیش کی جایا کریں، لوبان (کی دھونی)، ذبح کردہ حیوانات۔ شراب اور دیگر خوب صورت و قیمتی اشیا۔ مثلاً پھولوں میں سے گلاب۔ غلّوں میں سے گندم اور میووں میں سے انگور۔

نیز کہا کہ میرے بعد تمھارے پاس کئی اور انبیا آئیں گے جن کی اطاعت تم پر فرض ہوگی۔ نبی اِن علامات سے پہچانا جاسکتا ہے کہ وہ تمام عیوب سے پاک اور تمام اعلا اوصاف سے متصف ہوتا ہے۔ زمین و آسمان کا کوئی مسئلہ اُس سے پوچھو وہ اطمینان بخش جواب دیتا ہے۔ اُس کی ہر ہدایت امراض و آلام سے بچاتی ہے۔ وہ مستجاب الدعوات ہوتا ہے اور اس کا پیغام اصلاحِ عالم کا کفیل۔

طبقاتِ انسانی ادریس نے تمام زمین پر قبضہ جانے کے بعد انسانوں کی تین جماعتیں کر دیں۔ کاہن[1]، بادشاہ اور عوام۔ کاہنوں کا درجہ بادشاہوں سے بلند کر دیا۔ کاہن نہ صرف اپنے لیے بلکہ بادشاہ اور عوام کے لیے دُعا کر سکتے تھے۔ بادشاہ صرف اپنی رعیّت اور اپنی جان کی خیر مانگ سکتا تھا اور عوام کو اجازت نہ تھی کہ وہ بادشاہ یا کاہن کے حق میں دُعائے خیر مانگیں۔ یہ اس لیے کہ کاہن اللہ کے بہت قریب تھا۔ اُسے دوسروں کی دُعا کی حاجت نہ تھی۔ اس کے بعد بادشاہ اور پھر رعیّت کا درجہ تھا۔

تو یہ ہیں وہ اصول و قواعد جن پر ادریس کے مُتبع سختی کے ساتھ عمل کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ادریس کو اللہ نے اپنے ہاں بلا لیا یا اٹھا لیا۔ اور اس کے اصحاب اس کے جانشین ہوئے۔

مذکورۃ الصدر چار بادشاہوں میں سے اسقل بیوس بہت بلند عزم انسان تھا۔ اس نے ادریسی شریعت کی پُوری پُوری محافظت کی۔ ادریس کے فراق کا اسے اس قدر صدمہ ہوا کہ اس نے عبادت کدوں میں ادریس اور اُس کے رفعِ جسمانی کی تصویریں بنوا ڈالیں۔ جب یونانیوں نے ان شہروں پر قبضہ کیا اور ادریس کی یہ تصاویر ان عبادت کدوں میں (جو طوفانِ نوح سے تباہ نہ ہوئے تھے) دیکھیں تو وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ خود اسقل بیوس آسمان کی طرف اٹھایا گیا تھا حالاں کہ یہ قیاس ہر لحاظ سے غلط ہے۔ (مزید تفاصیل حالاتِ اسقل بیوس میں دیکھو)

صابئین[2] کا فرقہ شریعتِ ادریسی کو "قیمہ" (محکم۔ استوار۔ پایندہ) کے نام سے

---

[1] نحوائے کلام سے پتا چلتا ہے کہ یہاں کاہن سے مُراد مذہبی پیشوا، عالم شریعت اور شیخ الملّت ہے۔ وہ کاہن مُراد نہیں جس کی مذمت قرآن انجیل اور تورات میں بار بار کی گئی ہے۔ ادریسی کاہن اور موسوی کاہن میں وہی فرق ہے جو آج کل کے نام نہاد علما اور گزشتہ فضلائے اسلام میں پایا جاتا ہے۔ [2] تفسیرِ جلالین کے حاشیے (مطبوعہ نول کشور صفحہ ۹) پر درج ہے: "قتادہ کے خیال میں صابئین ایک ایسا فرقہ ہے (بقیہ حاشیہ صفحہ پر)

یاد کرتا ہو۔ یہ شریعت زمین کے تمام آباد طبقوں پر چھا گئی۔ اور اس کا قبلہ خط نصف النہار پر سیدھا جنوب کی طرف تھا۔

اِدریس کا حُلیہ

آپ کا قد اونچا، ماتھا چوڑا، چہرہ خوب صورت، داڑھی گھنی، خدو خال ملیح، سینہ چوڑا، کندھے فراخ، ہڈیاں موٹی، گوشت کم اور آنکھیں سیاہ و روشن تھیں۔ کلام میں متین، سکوت پسند اور حوصلہ مند تھے۔ چلتے وقت آنکھیں عموماً زمین پر مرکوز ہوا کرتی تھیں۔ بہت زیادہ سوچتے اور اس لیے کچھ تُرش رُو نظر آتے تھے۔ غصّے میں بہت گرم ہو جاتے اور دورانِ گفتگو میں انگشتِ شہادت کو ہلاتے رہتے تھے۔ زمین پر آپ کا عرصہ قیام بیاسی برس تھا۔

ادریس کے نگینِ خاتم پر یہ الفاظ کندہ تھے:۔

"ایمان و صبر کالازمی نتیجہ ظفر ہو۔"

آپ کے کمر بند پر جو عید کے موقع پر باندھتے، یہ الفاظ مرقوم تھے:۔

"فرائضِ شرعی کی بجاآوری سے مذہبی زندگی کی تکمیل ہوتی ہو اور مذہبی زندگی کی تکمیل جواں مردی کی انتہا ہو۔"

جنازوں میں شمولیت کے وقت جو کمر بند استعمال فرماتے، اس پر لکھا تھا:

"سعادت مند وہ ہو جو نفس کا محاسبہ کرے۔ اللہ کے ہاں سب سے بڑی سفارش نیک اعمال ہیں۔"

مواعظ و حِکَم

حضرت ادریس کے بعض اقوال ہر جگہ بہ طورِ امثال و رموز رائج ہیں اور دُنیا کی مختلف زبانوں میں ان کا ترجمہ ہو چکا ہو۔ چند ایک درجِ ذیل ہیں:۔

(صفحہ ۲۱ کا بقیہ حاشیہ):۔ جو فرشتوں کی عبادت اور زبور کی تلاوت کرتا ہو۔ بعض دیگر کے ہاں یہ یہود کا کوئی فرقہ ہو۔ ایک مفسر انھیں نجوم پرست قرار دیتا ہو۔"

(الف) اللہ کی نعمتوں کا شکریہ آسان ہے اور نعمتِ خلق کا شکریہ ادا کرنا مشکل۔

(ب) جو شخص علم میں کمال اور اعمال میں صلاحیت چاہتا ہے، اُسے چاہیے کہ جہالت وبدکاری سے بچے۔ فرض کیجیے کہ ایک کاری گر مختلف صنعتوں میں ماہر ہے۔ ظاہر ہے کہ جب وہ کپڑے سینے سے فراغت پاکر لکڑی کا کام شروع کرے گا تو خیاطت کے تمام آلات الگ رکھ دے گا۔ اور نجاری کے اوزار کام میں لائے گا۔ دُنیا و آخرت دو الگ الگ دنیائیں ہیں جن کی محبت بہ یک وقت ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتی۔

(ج) دینوی بہبودی کا نتیجہ حسرت اور ناکامی کا نتیجہ ندامت ہے۔

(د) صیام وصلوات اور عبادات میں خلوصِ نیت ضروری ہے۔

(ہ) جھوٹی قسمیں مت کھاؤ، سچی قسموں سے بھی پرہیز اولیٰ ہے۔ جھوٹے کو قسم مت دو۔ ورنہ برابر کے گنہ گار بن جاؤ گے۔

(و) گھٹیا پیشوں سے بچو۔

(ز) بادشاہوں کی اطاعت کرو، بڑوں کے ساتھ انکسار سے پیش آؤ اور اللہ کی تعریف ہر وقت تمھارے لبوں پر رہے۔

(ح) دل کی زندگی علم وحکمت سے ہے۔

(ط) کسی شخص سے اس لیے حسد نہ کرو کہ وہ دولت مند ہے کیوں کہ دولت کی لذتیں فانی وعارضی ہیں۔

(ی) جس شخص نے قناعت کو چھوڑ دیا، وہ پھر کبھی دولت مند نہ بن سکا۔

سلیمان بن حسّان المعروف بہ ابنِ[1] جلجل فرماتے ہیں:۔

"ہرمس تین تھے: پہلا طوفانِ نوح سے پہلے تھا۔ (ہرمس قیصر و کسریٰ کی طرح

---

[1] اندلس کا مشہور طبیب نیز تاریخ الحکما کا مصنف جس کے حالات حرف السین میں آئیں گے۔

ایک لقب تھا) جسے اہلِ ایران ایکھل (انصاف پسند) اور عبرانی خنوخ (نیز ادریس) کہتے تھے۔ ایرانیوں کے ہاں اس کے دادا کا نام کیومرث[۵۱] تھا۔ ابو معشر[۵۲] بیان کرتا ہے۔ کہ ادریس پہلا منجم تھا۔ عبادت گاہیں سب سے پہلے آپ ہی نے بنوائی تھیں۔ علم الطب کے اختراع کا فخر بھی آپ ہی کو حاصل ہے۔ آپ نے ارض و سما کے بعض مناظر پر چند نظمیں بھی کہی تھیں۔ طوفانِ نوح کی خبر سب سے پہلے آپ ہی نے دی تھی۔

ادریس نے اپنی سکونت کے لیے مصر کی سطح مرتفع کو پسند فرمایا۔ وہاں شان دار معابد بنوائے۔ نیز ایسے نقاش خانے تعمیر کرائے جن میں تمام صنعتوں کو بہ صورتِ تصاویر واضح کیا گیا تھا اور تمام آلاتِ صنعت و حرفت کی تصاویر بنا دی گئی تھیں تاکہ طوفانِ نوح[۵۳] سے یہ علوم مٹ نہ

---

۵۱ کیومرث کے متعلق ہفت قلزم میں درج ہے "یکے از انبیاء آدم کہ بادشاہ شد، ہمیشہ در کوہ گشتے و پوست پوشیدے"۔ یہ پیش داوی خاندان (۳۰۷۰ - ۵۵۹ ق م) کا پہلا بادشاہ تھا۔ اس کا شجرۂ نسب فرہنگ آنند راج میں یوں دیا ہوا ہے، کیومرث بن لاوُد بن ارم بن سام بن نوح۔ ۵۲ جعفر بن محمد بن عمر ابو معشر البلخی جو یعقوب کندی کا ہم عصر تھا، اس کی وفات واسط میں ہوئی۔ مزید حالات حرف الجیم میں دیکھیے۔

۵۳ بائبل میں درج ہے کہ آدم ۴۰۰۴ ق م میں پیدا ہوا تھا اور طوفانِ نوح ۲۳۴۸ ق م میں آیا تھا۔ ایک جرمنی محقق نے ثابت کیا ہے کہ قدیم زمانے میں افریقہ و امریکہ باہم ملے ہوئے تھے اور یہ درمیانی علاقہ مملکت اطلانتیس کہلاتا تھا۔ ایک زلزلے کی وجہ سے اس حصے پر پانی چڑھ گیا۔ اور یہی طوفانِ نوح تھا۔ بعض دیگر محققین کا خیال یہ ہے کہ یہ طوفان لیموریا میں آیا تھا۔ لیموریا جنوبی اوقیانوس میں ایک خطہ تھا جو افریقہ و ایشیا کو باہم ملا رہا تھا۔ یہ خطہ بھی ڈوب چکا ہے۔ تاریخ ملل قدیمہ و تفسیر جوہری طنطاوی کی تفاصیل سے پتا چلتا ہے کہ یہ طوفان دجلہ و فرات کے دوآبے میں آیا تھا۔ اور یہ تحقیق قرآنِ حکیم کے بیان کردہ تفاصیل کے زیادہ قریب ہے۔ اس لیے کہ قرآن میں کشتیٔ نوحؑ کا جبل جودی سے آلگنا مذکور ہے اور کوہِ جودی عراق کے شمال یعنی ارمینیہ میں واقع ہے۔

جائیں۔

بزرگوں سے مروی ہے کہ ادریس پہلا انسان تھا جس نے لوگوں کو کتابوں کے ذریعے علم پڑھایا۔ آپ کا مطالعہ بہت وسیع تھا اور آپ پر تیس الہامی کتابیں نازل ہوئی تھیں۔ ادریس پہلا انسان تھا جس نے کپڑے سیے اور پہنے۔"

آپ کے متعلق ابو معشر نے چند ایسی حکایات درج کی ہیں جن سے گستاخی و بے ادبی ٹپکتی ہے، اس لیے یہاں بیان نہیں ہوں گی۔

امون (بادشاہ و حکیم)

امون لقب اور اصل نام بسیلوخش تھا۔ یہ ان چار بادشاہوں میں سے ایک ہے جنھیں ہرمس نے بادشاہ مقرر کیا تھا۔ امون نے ادریس سے حکمت سیکھی تھی لیکن مقام افسوس ہے کہ اس کی حکمت عربی زبان میں منتقل نہ ہوئی۔ عربی میں اگر کچھ امون کے متعلق ملتا ہے تو صرف وہ ہدایات ہیں جو ہرمس اوّل نے اسے بادشاہ مقرر کرتے وقت دی تھیں۔ جن میں سے چند یہاں درج کی جاتی ہیں:

(الف) میری پہلی ہدایت یہ ہے کہ تم اللہ سے ڈرو اور ہر رنگ میں اس کی تابع داری کرو۔

(ب) ہر حاکم کو تین باتیں یاد رکھنی چاہییں۔ اوّل، وہ ایک قوم پر حکومت کر رہا ہے (جس کے آرام کا خیال رکھنا اس کے فرائض میں شامل ہے) دوم، یہ لوگ بادشاہ کے غلام نہیں بلکہ آزاد ہیں (اور بادشاہ ان کی خدمت کے لیے ہے)۔
سوم، سلطنت ڈھلتی چھاؤں ہے۔

(ج) ہر ایسے شخص کے ساتھ جہاد کرو جو اللہ پر ایمان نہ رکھتا ہو اور میری شریعت پر عامل نہ ہو۔

(ہ) رعیت اس بادشاہ سے محبت کرتی ہے جو اس پر رحم کھائے۔ اور بدکُن سے دوُر بھاگتی ہے۔ ایک بادشاہ کی بادشاہی رعیت کے دم سے ہوتی ہے۔ اگر رعیت بھاگ جائے تو سلطان کی سلطنت صرف اپنے آپ تک محدود رہ جاتی ہے۔

(ھ) تم آخرت کو سنوارو اور تمھاری دُنیا خود بہ خود سنور جائے گی۔

(و) راز کو چھپا، معاملات میں ہوشیار رہ، تلاش و جستجو جاری رکھ، اور ارادوں کو پوُرا کر۔

(ز) کسانوں کا خاص خیال رکھ کہ سب سے بڑے اربابِ کیمیا یہی ہیں۔ خزانۂ حکومت انھی سے بھرتا ہے اور فوج کی طاقت انھی کے دم سے قائم ہوتی ہے۔

(ح) علما کی عزت کر، تمھاری عزت افزائی سے عوام میں بھی اُن کا وقار بڑھ جائے گا۔ طلبائے علم کی مدد کر، تاکہ یہ لوگ دینوی پریشانیوں سے آزاد رہ کر تلاشِ علم جاری رکھیں۔

(ط) اگر کوئی امیر تباہیٔ سلطنت کی کوشش کرے۔ تو اُس کی گردن اُڑا دے، تاکہ دوُسروں کو عبرت حاصل ہو۔ اگر امیر بگڑ جائے تو ساری رعیت بگڑ جاتی ہے۔

(ی) چور کا ہاتھ کاٹ ڈال، رہ زن کا سر اُڑا اور لوطی کو آگ میں جھونک دے۔

(ک) مہینے میں ایک بار قیدیوں کا معائنہ کر۔ اور کسی بے گناہ کو جیل میں ڈالنے سے بچ۔

(ل) داناؤں سے مشورہ کر، کہ خود رائی سے انتظامِ سلطنت بگڑ جاتا ہے۔

(م) چھوٹے گُنہ گاروں کو سزا دینے میں عجلت نہ دکھا کہ شاید گنہ گاروں میں اپنی غلطی کا احساس پیدا ہو جائے اور وہ معافی مانگ لے۔

جب اموُن ہرمس سے علاحدہ ہونے لگا تو ہرمس نے آخری نصیحت یوں کی:

"سلطنت کی ابتدا اپنے نفس سے کر کہ جو شخص اپنے نفس پر سلطنت نہیں کر سکتا، وہ دوُسروں پر کیا حکومت کرے گا۔"

اسقل بیوس

بعض کتب میں اسقلا بیوس اور بعض دیگر میں اسقل بیانوس درج ہے۔ یہ اُن چار بادشاہوں میں سے ایک ہے جنھیں ہرمس اوّل نے ربع زمین کا بادشاہ مقرر کیا تھا۔ اسقل بیوس نے سب سے زیادہ حکمت سیکھی اور پھیلائی۔ یہ اس ربع کا بادشاہ تھا جس پر طوفانِ نوح کے بعد یونانی قابض ہو گئے تھے۔

جب ہرمس کے رفعِ جسمانی (یا وفات) کی خبر اسقل بیوس کو پہنچی تو اس کو بہت صدمہ ہوا۔ کہ دُنیا ہرمس کے علم و حکمت سے محروم ہو گئی۔ اس نے ایک معبد میں ہرمس کی ایک باوقار و پُرعظمت تصویر بنائی۔ ایک اور تصویر میں اسے آسمان کی طرف محوِ پرواز دکھلایا گیا۔ اسقل بیوس اس تصویر کے سامنے یوں پُرادب ہو کر بیٹھتا گویا کہ خود ہرمس کے سامنے بیٹھا ہوا ہے۔ مرتے دم تک وہ ان تصاویر کی تعظیم کرتا رہا۔

کہتے ہیں۔ کہ بُت پرستی کی ابتدا اسقل بیوس کی اس تصویر پرستی سے ہوئی۔ ادریس کے بیٹے صاب اور بہ قولِ بعض دیگر ایک شہزادے نے بُتوں کو محض اس لیے خدائی درجہ دے دیا تھا کہ اسقل بیوس اُن کی تعظیم کرتا تھا۔

جب طوفانِ نوح کے بعد یونانیوں نے اُس خطّے پر قبضہ جمایا، جہاں اسقل بیوس حکومت کیا کرتا تھا۔ اور اُن لوگوں نے شاہی معبد میں دو تصویریں دیکھیں۔ جن میں سے ایک کُرسی پر بیٹھی ہوئی تھی، اور دوسری آسمان کی طرف جا رہی تھی تو انھوں نے ان کو اسقل بیوس کی تصاویر قرار دے دیا اور اسے پہلا حکیم سمجھنے لگے اور اس امر کو بھول گئے کہ بے شک یونان میں تو یہ پہلا حکیم تھا لیکن تمام دُنیا کا پہلا حکیم نہ تھا۔

اس حکیم کے ذِکر میں جالی نوس[۱] لکھتا ہے کہ متقدمین اسقل بیوس کا ذکر نہایت تعظیم

---

[۱] جالی نوس کے مفصل حالات حرف الجیم میں دیکھیے۔

سے کیا کرتے تھے بلکہ اپنے تلامذہ کو اس کے نام کی قسم دیا کرتے تھے۔ حکیم بقراط[1] اپنے وصایا میں لکھتا ہے: "اے میرے بچو! میں تمہیں خالق حیات وموت یعنی اللہ اور اپنے محترم باپ اسقل بیوس کی قسم دے کر کہتا ہوں۔۔۔۔۔"

جو کتاب حالاتِ اسقل بیوس کے متعلق ہم تک پہنچی ہے، اس کی تفسیر میں جالی نوس سے دو قول منقول ہیں۔ ایک تو معمہ سا ہے۔ اور دوسرا سیدھا سادا۔ اس معنے میں بتلاتا ہے، کہ "اسقل بیوس" ایک خدائی طاقت ہے۔ اور اس حکیم کا نام (جس کے معنی ہیں پژمردگی سے روکنا) اس طاقت کے عمل سے لیا گیا ہے۔ (خدائی طاقت کا عمل غم ورنج سے محفوظ رکھنا ہے۔ مترجم)

ابن جلجل کی روایت کے مطابق یہ حکیم ہرمس مصری کا شاگرد اور سرزمینِ شام کا باشندہ تھا۔ جالی نوس نے اس کتاب[2] میں جس میں علم وطب حاصل کرنے پر زور دیا ہے، ذکر کیا ہے۔ کہ اللہ نے اسقل بیوس کو کہا تھا: "تمہیں انسان کہہ کر پکارنے سے اچھا یہ ہے کہ تمہیں فرشتہ کہوں"۔

بقراط اپنے وصایا میں لکھتا ہے کہ یہ نام یعنی اسقل بیاذس یونانی زبان کا لفظ ہے۔ جو نور وزینت سے مشتق ہے۔ فنِ طب اسقل بیوس کا خاص علم تھا جس کے حصول کی اجازت صِرف ایسے لوگوں کو تھی جن میں اسقل بیوس کی پاکیزگی، عفت وپرہیز گاری پائی جاتی تھی۔ بدطینت وبداعمال نفوس کو اس کے سیکھنے کی اجازت نہ تھی۔

بقراط اپنی کتاب العہود والایمان میں بتلاتا ہے کہ اسقل بیوس نور کے ایک عمود میں بیٹھ کر آسمان کی طرف اُڑ گیا تھا جالی نوس اپنے مقالۂ اولیٰ میں یہ تمنّا کرتا ہے کہ کاش میں اسقل بیوس بن سکتا۔ جالی نوس اپنی کتاب حیلۃ البرء کے آغاز میں لکھتا

---

[1] بقراط کے حالات صِرف الباء میں ملاحظہ فرمایئے۔

[2] کتاب کا نام کتاب الحث علی تعلّم الطب ہے۔ حبیش نے اس کا ترجمہ عربی زبان میں کیا تھا۔

ہے کہ عوام کو علم طب کی طرف مائل کرنے کا بہترین طریقہ طب الٰہی یا روحانی ہے جو ہیکلِ اسقل بیوس سے متعلق ہے۔ ہروسیس (صاحب القصص) بیان کرتا ہے کہ شہر روئیہ[1] کے ایک گھر میں ایک تصویر تھی جو سوالوں کا جواب دیتی تھی۔ قدیم علما کا خیال یہی ہے کہ وہ اسقل بیوس کی تصویر تھی۔ روئیہ کے مجوسیوں کا خیال یہ تھا کہ یہ تصویر ستاروں کی حرکات کے حساب سے نصب کی گئی تھی۔ اور اس میں کواکبِ سبعہ میں سے کسی ایک کوکب کی روح داخل تھی۔ عیسائیت سے پہلے اہلِ روئیہ کا مذہب کواکب پرستی تھا۔

اسقل بیوس کے متعلق کئی بے ہودہ قصّے مشہور ہیں۔ جن میں سے ہم آپ کو صرف وہ سُناتے ہیں جنھیں عقل تسلیم کرتی ہو۔ افلاطون اپنی کتاب نوامیس میں لکھتا ہے۔ کہ ایک دفعہ اسقل بیوس معبد میں محوِ عبادت تھا کہ ایک مرد اور عورت اس بچّے کے

---

[1] روئیہ دو شہروں کا نام رہا ہے۔ ایک روئیہ مدائن کے پاس تھا جو مدّت سے تباہ ہو چکا ہے۔ اور دوسرا روئیہ روم میں ہے (القاموس) القفطی قدیم مملکت یونان کی حدودِ اربعہ کی تفصیل دیتے ہوئے لکھتا ہے و من جهة المغرب تخوم بلاد المافيه التى قاعدتها رومیه تاریخ الحکما صہ ۱۱۳ پر مرقوم ہے "جالی نوس روئیہ کے چھٹے قیصر نیرن کے عہد میں تھا" (تاریخ الحکما صہ ۲۷۔ سطر ۲) اس حوالے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ روئیہ روما کا بگاڑ ہے۔ اس کی تائید تاریخ الخلفا سے بھی ہوتی ہے۔

"شاہ شارلمان یعنی چارلسِ اعظم جو جرمنی و فرانس کا بادشاہ تھا کے دادا کاربوس نے ہشام (خلیفۂ اُمیہ ۱۰۶ء۔ ۱۲۷ھ) کے سپہ سالار عبدالرحمان کو شکست دی تھی۔ ۔ ۔ ۔

اور اطالیہ کے پوپ نے اسے شاہِ مغربی روئیہ کا خطاب دیا تھا۔"

آخر میں روئیہ کی سلطنت دو حصّوں میں تقسیم ہو گئی تھی۔ مشرقی و مغربی روما۔ مشرقی روما کا دار الخلافہ قسطنطنیہ تھا اور مغربی کا روما جو آج کل اٹلی کا دار الخلافہ ہے۔ فرہنگ آنند راج میں درج ہے "روئیہ روما کا دُوسرا نام ہے جو اٹلی کا دار الخلافہ ہے۔" نیز نزہت القلوب مطبوعۂ ہالینڈ ۱۹۱۳ء کے صہ ۲۹۳ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ روئیہ سے مُراد روما ہے۔

متعلق جو ابھی عورت کے رحم میں تھا، جھگڑا ہے کر آئے۔ اسقل بیوس نے اس عورت سے کہا
کہ تمہارا خاوند آفتاب پرستوں کے معبد میں تمہاری سلامتی و بقا کی دُعائیں مانگ رہا تھا
اور تو فلاں قبیلے کے ایک غلام سے ناجائز تعلقات قائم کر رہی تھی۔ یہ بچہ اُسی غلام کا ہے۔
اور تو چار ماہ کے بعد ایک بدشکل بچہ جنے گی۔ چناں چہ جب وہ بچہ پیدا ہوا تو اس کے
ہاتھ سینے کے اندر تھے۔ اس کے بعد مرد سے کہا کہ تجھے ایسی عورت سے شادی نہیں
کرنی چاہیے تھی، تو نے بیج کم بویا اور فصل زیادہ اٹھائی[1]۔

افلاطون نے اسی کتاب میں ایک اور چھوٹی سی حکایت درج کی ہے۔ کہ ایک آدمی
اپنا مال اِدھر اُدھر چھپا کر اسقل بیوس کے پاس آیا۔ اور شکایت کی۔ کہ میرا مال ضائع ہو گیا
ہے، داد رسی فرمایئے۔ اسقل بیوس اس کے ہمراہ ہو لیا اور جہاں مال چھپا ہوا تھا، وہاں
پہنچ کر کہنے لگا۔ تمہارا مال یہ ہے اور یاد رکھو کہ جو شخص اللہ سے اللہ کی نعمتوں کے
متعلق تمسخر کرتا ہے اُس سے اللہ وہ نعمتیں چھین لیتا ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ تم سے یہ سب
مال چھین لیا جائے گا۔ چناں چہ ایسا ہی ہوا۔

بقراط کہتا ہے۔ کہ اسقل بیوس کی لاٹھی خطمی[1] پودے کی تھی۔ اور اس پر سانپ کی
تصویر بنی ہوئی تھی۔ حالی نوس لکھتا ہے کہ خطمی کی تاثیر سرما و گرما ہر دو میں معتدل رہتی ہے۔
چوں کہ اسقل بیوس رنج و راحت ہر دو میں اعتدال کو ہاتھ سے نہیں دیتا تھا اس لیے
خطمی کی لاٹھی اُسے زیب دیتی تھی۔ سانپ کی تصویر اس لیے کہ سانپ کی عمر باقی تمام
حیوانات سے لمبی ہوتی ہے۔ یہ اشارہ تھا اس حقیقت کی طرف کہ علم دولتِ غیر فانی ہے جو نہ
ضائع ہو سکتی ہے اور نہ مٹ سکتی ہے۔

عیسائیوں کی تصانیف میں اسقل بیوس کی چند اور حکایات بھی ملتی ہیں لیکن وہ
اس قدر بعید از عقل ہیں کہ ان کا اندراج یہاں مناسب نہیں معلوم ہوتا۔

---

[1] ایک جھاڑی جو دلدل کے قریب اُگتی ہے اور اس کی جڑ سے مٹھائی بنتی ہے۔

پہلا طبیب

پہلا طبیب کون تھا۔ اور یہ فن کس زمانے میں ایجاد ہوا؟ ان سوالات کا جواب مشکل ہی۔ جو لوگ قدم عالم کے قائل ہیں، وہ طب کو بھی قدیم سمجھتے ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہی کہ طب انسانی زندگی کے لوازمات میں سے ہی۔ چوں کہ انسان قدیم ہی اس لیے طب بھی قدیم ہی۔ جو حضرات اجسام کو حادث خیال کرتے ہیں، وہ طب کو بھی حادث قرار دیتے ہیں۔ قائلینِ حدوث کے دو گروہ ہیں، ایک وہ جن کے ہاں طب اور خلقِ انسان کا زمانہ ایک ہی ہی۔ اس لیے کہ اجسامِ انسانی کا اعتدال طِب کے بغیر مشکل تھا۔ دوسرے گروہ کے ہاں ایجادِ طب خلقِ انسان کے بعد کا واقعہ ہی اور اِن کے خیال میں اسقل بیوس کی طرف جس قدر حکایات (متعلقِ طب) منسوب ہیں، وہ محض فرضی ہیں۔ حالاں کہ قدیم طبیبوں کا اس امر پر اتفاق ہی کہ ایجادِ طب کا سہرا اسقل بیوس کے سر ہی اور اسے یہ فن بذریعۂ وحی سکھلایا گیا تھا۔ اِس حکیم اور جالی نوس کے درمیان پانچ ہزار سال سے بھی کچھ زیادہ کا عرصہ گزر چکا تھا۔ اس سے پتا چلتا ہی کہ یہ حکیم طوفان سے پہلے گزرا تھا۔ چوں کہ واقعاتِ قبل الطوفان کا ہمیں یقینی عِلم حاصل نہیں، اس لیے اسقل بیوس کے متعلق جو کچھ اب تک کہا گیا ہی، وہ غیر یقینی ہی۔ جن علما نے بقراط کو اس حکیم کی نسل سے قرار دیا ہی، وہ غلطی پر ہیں اس لیے کہ جمہور کا اس امر پر اتفاق ہی کہ طوفان کے بعد صرف نوح علیہ السلام کے بیٹے[1] یعنی سام۔ حام اور یافث باقی رہ گئے تھے۔ اور باقی نسلِ انسانی منقطع ہو گئی تھی۔ ان تفاصیل کی روشنی میں بقراط کو اسقل بیوس کی نسل سے قرار دینا درست نہیں۔

---

[1] قرآنِ حکیم میں بھی اس نظریے کو تسلیم کیا گیا ہی۔ ارشاد ہوتا ہی۔

وسلامٌ علیٰ نوحٍ فی العالمین وَجَعلنا ذُرِّیَّتَہٗ ھُمُ الباقین۔

(نوح پر ہمارا سلام ہو۔ (طوفان کے بعد) ہم نے صرف اولادِ نوح کو دُنیا میں باقی رکھا)

یحییٰ[۱] نحوی بیان کرتا ہے کہ قدیم کتابوں اور روایتوں سے صاف پتا چلتا ہے کہ فنِ طب کا موجد اسقل بیوس اوّل تھا - اور یہ ایجاد اس کے وسیع تجارب کا نتیجہ تھی - اسقل بیوس کی ولادت سے جالی نوس (جو آٹھ بڑے بڑے طبیبوں میں سے آخری تھا) کی وفات تک ۵۵۶۰ سال گزر چکے تھے - اس دوران میں چھ اور طبیب اپنے کمالات سے دُنیا کو حیرت زدہ بنا چکے تھے - تمام کے نام یہ ہیں :-

(۱) اسقل بیوس اوّل (۲) غورس[۲] (۳) مینس[۳] (۴) برمانیذس (۵) افلاطونِ طبیب (۶) اسقل بیوس ثانی (۷) بُقراط (۸) جالی نوس - ان میں سے ہر طبیب کی وفات اور دوسرے کی پیدائش میں سیکڑوں سال کا وقفہ حائل ہے - مثلاً اسقل بیوس اوّل کی وفات سے غورس کی ولادت تک ۸۵۶، غورس کی وفات سے مینس کی ولادت تک ۵۶۰، مینس کی وفات سے برمانیذس کی ولادت تک ۷،۱۵، برمانیذس کی وفات سے افلاطون کی ولادت تک ۷،۳۵، افلاطون کی ولادت سے اسقل بیوس دوم کی ولادت تک ۱۴۲۰، اسقل بیوس دوم کی وفات سے بُقراط کی ولادت تک ۶۰، اور بُقراط کی وفات سے جالی نوس کی ولادت تک ۶۶۵ سال گُزر چکے تھے - میزان[۴] ۴۸۰۹ سال - ان تمام اطبا کا عرصۂ حیات ۶۱۳[۵] سال تھا - اسقل بیوس اوّل کی عمر ۹۰ سال

---

[۱] یحییٰ نحوی مصری - اسکندریہ کے ایک گرجے میں پادری تھا - عمرو بن عاص فاتح مصر کی مجلس میں رہا - نصارا کے یعقوبی فرقے سے تعلق رکھتا تھا - مفصل حالات حرف الیا میں دیکھیے -

[۲] ایک غورس بُقراط کا شاگرد تھا - ملاحظہ ہوں حالاتِ بُقراط - [۳] مینس پر ایک کتاب افلاطون نے لکھی تھی - جس کا نام ہے کتاب مینس - [۴] مذکورۃ الصدر اعداد کا مجموعہ ۵۰۱۱ بنتا ہے نہ کہ ۴۸۰۹ - یحییٰ نحوی نے جمع کرنے میں غلطی کھائی ہے - [۵] اگر ۶۱۳ کو ۴۸۰۹ میں جمع کریں - تو حاصل جمع ۵۴۰۲ آئے گا نہ کہ ۵۵۶۰ - یحییٰ نحوی کے اس قول میں کہ اسقل بیوس اوّل کی ولادت سے جالی نوس کی وفات تک ۵۵۶۰ سال گزر چکے تھے - اعدادِ سال غلط ہیں - دراصل وقفوں کی (بقیہ نوٹ ص ۳۵ پر)

تھی۔ پچاس سال کی عمر میں اس پر علم و عرفاں کے دروازے کھُلے اور باقی چالیس سال تعلیم و تدریس میں گزارے۔ غورس سینتالیس سال زندہ رہا۔ سترہ سال تک تعلیم حاصل کی اور باقی چالیس سال تدریس میں بسر کیے۔ مینس چوراسّی سال جیا۔ چونسٹھ برس کی عمر تک متعلّم رہا اور پھر معلّم۔ برمانیذس کا عرصۂ حیات چالیس سال تھا۔ پچیس سال تک پڑھتا رہا اور پھر پڑھانا شروع کر دیا۔ افلاطون کا زمانۂ حیات ساٹھ برس تھا۔ چالیس سال طلبِ علم اور بیس سال نشرِ علم میں بسر کیے۔ اسقل بیوس ثانی ایک سو دس سال تک نعمائے زندگی سے متمتع رہا۔ ابتدائی پندرہ سال طفولیت و طلبِ علم میں اور باقی نوّے[۱] سال اشاعتِ علم میں گزارے۔ بقراط نے پچانوے برس کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہی۔ سوّلہ برس سیکھنے اور اُناسی برس سکھلانے میں بسر کیے۔ جالی نوس کا عرصۂ زندگی ستاسّی برس تھا۔ سوّلہ برس تک تلاشِ علم اور اِکھتّر برس نشرِ علم میں گزارے۔

ان اطبّا نے حصولِ طب پر کچھ پابندیاں عاید کی ہوئی تھیں اور کچھ اصول وضع کر رکھے تھے۔ جو لوگ اُن اصول کے ماتحت میں آجاتے تھے، صرف انھیں یہ فن سکھلایا جاتا تھا۔ یہ فُضلا بقائے نام کے لیے احباب و اقارب میں سے چند موزوں اشخاص منتخب کرکے انھیں یہ فن سکھلاتے تھے۔ چناں چہ ان میں سے ہر طبیب کے چند شاگردوں کے نام کتب میں ملتے ہیں۔ اسقل بیوس اوّل نے اپنے اعزہ و اقارب میں سے جن بزرگوں کو تعلیمِ طب دی تھی، ان کے اسما یہ ہیں :۔

(۱) ماغی نوس (۲) سقراطون (۳) اخروسیوس طبیب (۴) مہراریس (جس کے متعلق بعض مورخین نے لکھا ہے کہ اس نے حضرت سلیمان بن داؤد سے ملاقات کی تھی۔ حالاں کہ

(صت۳۴ کا بقیہ نوٹ) :۔ مدت ۵۰۱۱ سال ہے۔ اس میں اگر اطبا کا عرصۂ حیات یعنی ۶۱۲ سال شامل کر لیے جائیں۔ تو میزان ۵۶۲۴ سال بنتی ہے۔

[۱] یہاں پھر حساب کی ایک غلطی موجود ہے۔ ۹۰ اور ۱۵ کا مجموعہ ۱۰۵ بنتا ہے نہ کہ ۱۱۰

ان ہر دو کے درمیان ہزار ہا سال کا عرصہ حائل ہے)۔ (۵) صوبریدوس (۶) میساوس[1]۔
یہ تمام شاگرد طبی مسائل میں اپنے استاد اسقل بیوس کی رائے نقل کیا کرتے تھے۔ اس سے
صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس فن کی ایجاد حکیمِ اوّل کے تجربے کا نتیجہ تھی۔ اس لیے کہ الہام
میں رائے کو دخل نہیں ہوتا۔ اور رائے تجربے سے بنتی ہے۔

اسقل بیوس کی تصویر

جالی نوس نے اسقل بیوس کی تصویر (جو ان کے معابد میں موجود تھی) کا حُلیہ یوں دیا ہے۔

ایک مرد، ڈاڑھی رکھی ہوئی، گھنے اور لمبے بال، آستین چڑھائی ہوئی (یہ اشارہ تھا اس امر کی طرف کہ طبیب فلسفہ سیکھنے کے لیے ہر وقت تیار رہیں) کچھ اعضا ایسے ہیں جن کی عریانی اسے گوارا نہیں۔ اور جن اعضا کو طب میں استعمال کرنا پڑتا ہے، وہ عریاں ہیں۔ ہاتھ میں خطمی کی ٹیڑھی اور گرہ دار لاٹھی ہے۔ یہ اشارہ ہے اس حقیقت کی طرف کہ طب کے صحیح استعمال سے ایک انسان لمبی عمر پاتا ہے، یہاں تک کہ عصا کا محتاج ہو جاتا ہے۔ نیز عصا سے اہلِ غفلت کو ہوشیار کرنا بھی مطلوب ہے۔ خطمی کا انتخاب اس لیے کیا گیا کہ خطمی تقریباً ہر مرض کا علاج ہے۔

حُنین[2] بن اسحاق کہتا ہے۔ کہ خطمی کی تاثیر گرم معتدل ہوتی ہے۔ اسے تنہا استعمال کرو یا کسی گرم و سرد دوا کے ساتھ ملا دو، ہر رنگ میں بہت مفید ثابت ہوتی ہے۔ یونانی زبان میں خطمی کے لیے جو نام تجویز کیا گیا ہے، وہ علاج کے اسم سے مشتق ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یونانیوں کے ہاں اسے ایک کثیر المنافع دوا خیال کیا جاتا تھا۔

لاٹھی کا ٹیڑھ پن اور گرہ دار ہونا اس حقیقت کا اعلان تھا کہ فنِ طب کے بے شمار

---

[1] برلن کے دو نسخوں میں جیساوس دیا ہوا ہے (برلن نمبر ۱۰۰۵۳ و مخطوطہ نمبر ۷۸۶)

[2] حُنین بن اسحاق ابو زید العبادی الطبیب النصرانی۔ یوحنا بن ماسویہ کا شاگرد اور خلیفہ متوکل کا طبیبِ خاص تھا۔ تفصیل حرف الحا میں ملاحظہ ہو۔

شعبے و محکمے ہیں۔ اس لاٹھی پر ایک سانپ کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ سانپ کی نظر بہت تیز ہوتی ہے۔ اور ہمیشہ جاگتا رہتا ہے۔ یعنی طلبۂ طب کے لیے ذکی الحس اور شب بیدار ہونا ضروری ہے۔ ذکی الحس اس لیے کہ یہ نہ صرف امراضِ حاضرہ کی تشخیص کر سکیں بلکہ جن امراض کے پیدا ہونے کا احتمال ہے، اسے بھی متنبہ کر سکیں۔ نیز سانپ کی عمر بہت لمبی ہوتی ہے۔ (بہ قولِ بعض پورا زمانہ) مطلب یہ کہ فنِ طب کو صحیح استعمال کرنے والے دیر تک زندہ رہتے ہیں۔

اسقل بیوس کے سر پر غار[1] کی پتیوں کا تاج تھا۔ درختِ غار کی تاثیر یہ ہے کہ غم کو دور کر دیتا ہے۔ آپ نے ہرمس کی تصویر میں دیکھا ہوگا کہ جب اس کے سر پر غار کی پتیوں کا تاج ہو تو اُسے "مہیب ہرمس" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

طلبۂ طب کا فرض ہے کہ وہ غم کو پاس نہ پھٹکنے دیں، اس لیے کہ اسقل بیوس کے سر پر ایک ایسا تاج ہے جو غم کو قریب نہیں آنے دیتا۔ درختِ غار کئی امراض کا علاج بھی ہے۔ اور جس جنگل میں یہ درخت موجود ہو وہاں سے زہریلے جانور اور سانپ وغیرہ بھاگ جاتے ہیں۔

ابیذقلیس

ابیذقلیس یونان کا بہت بڑا فلسفی تھا اور پانچ مشہور حکما (جنھیں اساطین الحکمۃ کہا جاتا ہے) میں سے بہ لحاظِ زمانہ پہلا تھا۔ وہ پانچ حکما یہ ہیں:-

(۱) ابیذقلیس (۲) فیثاغورس (۳) سقراط (۴) افلاطون (۵) ارسطو بن نیقوماخس الفیثاغوری۔ الجہراسنی۔ علمائے یونان نے بالاتفاق ان پانچ بزرگوں کو حکیم کے بلند لقب سے نوازا ہے۔ یونان کی زبان کو اغریقیہ کہا جاتا تھا۔ یہ دنیا کی وسیع ترین اور اہم ترین

---

[1] غار کو انگریزی میں لارل (LAUREL) کہتے ہیں۔ اس کی پتیاں چمک دار ہوتی ہیں۔ ان کا مکٹ شاعروں یا ورزشی کھیلوں میں جیتنے والوں کے سر پر بہ طور طرۂ امتیاز رکھا جاتا ہے۔

زبان تھی۔ عوامِ یونان کواکب پرست و بُت پرست تھے۔ اور ان کے علما فلاسفہ کہلاتے تھے۔ جس کا واحد فیلسوف ہے۔ یعنی حکمت سے محبت کرنے والا۔

یونان کے فلسفی بہت بلند طبقے کے لوگ تھے۔ اس لیے کہ ان حضرات نے تمام فنونِ حکمت یعنی ریاضی، منطق، طبعیات، الٰہیات، سیاست منزل و سیاستِ مدنی میں کمال پیدا کیا تھا۔

ابیذقلیس کے متعلق علمانے تواریخِ اِمم میں یوں بیان کیا ہے کہ یہ فلسفی حضرت داوٗد علیہ السلام کا ہم عصر تھا[1]۔ شام میں لقمان حکیم سے حکمت سیکھی۔ پھر بلادِ یونان میں چلا گیا، جہاں خلقِ عالَم پر کچھ ایسے خیالات کا اظہار کیا جن سے انکارِ آخرت ٹپکتا تھا۔ نتیجتاً بعض لوگ اس سے منحرف ہو گئے۔ ابیذقلیس نے چند کتابیں بھی لکھی تھیں۔ جب یہ بیت المقدس میں پہنچا اور اُن کتابوں پر نظر ڈالی جو شیخ ابوالفتح نصر بن ابراہیم المقدسی نے وقف کر کے مسجدِ اقصیٰ[2] میں رکھوا دی تھیں تو اس حکیم کی چند تصانیف بھی دیکھنے میں آئیں۔ ارسطو نے اس حکیم کے بعض خیالات پر رد و قدح کی ہے۔

فرقۂ باطنیہ[3] کے بعض لوگ اس حکیم کو اپنا پیشوا خیال کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ

---

[1] حضرت داوٗد علیہ السلام کے عہد کے متعلق روایات قدرے مختلف ہیں۔ ایک گروہ کا خیال یہ ہے کہ آپ ۱۰۱۵ق م میں پیدا ہوئے تھے۔ اور دوسرے گروہ کی رائے یہ ہے کہ آپ کی پیدائش ۱۰۵۵ق م میں ہوئی تھی۔ انسائیکلوپیڈیا برطانیکا میں آپ کا زمانہ ۱۰۱۵ - ۱۰۵۵ ق م دیا ہوا ہے۔ جس کا مطلب غالباً یہ ہے کہ آپ کی ولادت یا وفات اس عرصے میں ہوئی تھی۔ اِن آرا کی موجودگی میں کوئی خاص تاریخ معین کرنا مشکل ہے۔ [2] یہ مسجد حضرت سلیمان بن داوٗد نے تعمیر کرائی تھی۔

[3] فرقۂ باطنیہ عراق میں قرامطہ اور خراسان میں ملحدہ و تعلیمیہ کہلاتا تھا۔ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ ہر ظاہر کا ایک باطن ہوتا ہے اور اسی لیے قرآن کی ہر آیت کی حسبِ خواہش تاویل کر کے بہ زعم خود اس کا باطن دُنیا کے سامنے پیش کیا کرتے تھے۔ یہ کہا کرتے تھے کہ ایک عارف باللہ کے (بقیہ نوٹ صفحہ ۳۹ پر)

ابیذ قلیس چند باتیں رمز و کنائے میں کہ گیا ہے جن کا علم آج تک کسی کو حاصل نہیں ہوا لیکن میں نے اس حکیم کی تصانیف دیکھی ہیں، ان میں کوئی ایسی بات نہیں ملی۔

اسلام میں اس فلسفی کا مشہور پیرو محمد بن عبداللہ الجبلی الباطنی القرطبی ہے۔ جو اپنے مرشد کے فلسفے کا بہت بڑا شیدائی تھا اور زندگی بھر اس کی اشاعت کرتا رہا۔ اس کا پورا نام محمد بن عبداللہ بن مسرّہ بن نجیح القرطبی ہے۔ اپنے والد اور ابن وضاح الخشنی کے سامنے زانوے تلمذ تہ کیا۔ جب اپنے پیشوا کے فلسفے کا پرچار شروع کیا تو لوگ متنفر ہو گئے۔ علما نے کفر کا فتوا لگا دیا۔ چناں چہ یہ مشرق کی طرف بھاگ نکلا۔ مدتوں ممالکِ شرقی میں گھومتا رہا۔ وہاں اہلِ اعتزال و کلام و ارباب جدل (مناظرہ) کی صحبتوں میں شامل رہا۔ پھر اندلس چلا گیا، جہاں زہد و تقوے کا خرقہ اوڑھ کر اپنے فلسفے کی اشاعت میں محو ہو گیا۔ کچھ لوگ صورت سے دھوکا کھا کر اس کے جال میں پھنس گئے اور کچھ متنفر ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ یہ اپنی چرب زبانی سے بڑی بڑی مشکلوں کو سر کر لیتا تھا۔ اس کی پیدائش منگل وار کی رات، ۷ شعبان ۲۶۹ھ کو اور وفات بدھ وار کے

(ص ۳۸ کا بقیہ نوٹ):- لیے عبادت ضروری نہیں۔ ان لوگوں نے بہنوں اور بیٹیوں کے ساتھ بھی نکاح جائز قرار دے دیا تھا۔ اور بادہ نوشی کو مباح سمجھتے تھے۔ باطنیہ کا ظہور مامون کے عہد میں ہوا۔ میمون بن دیصان المعروف بالقداح اہوازی امام جعفر صادق کا دوست تھا۔ شام و روم کے گردوں میں اپنی دعوت کا آغاز کیا اور اپنے آپ کو عقیل بن ابی طالب کی اولاد سے مشہور کیا۔ کچھ عرصے کے بعد محمد بن اسماعیل بن جعفر صادق کا بیٹا بن بیٹھا۔ اس کی حمایت عراق کے ایک آدمی حمدان قرمط نے کی (۲۶۴ھ) اور یہی وجہ ہے کہ عراق میں یہ فرقہ قرامطہ کے نام سے مشہور ہے۔ المعتصم نے اپنے عہد میں الافشین۔ اس کے بعد عبداللہ بن طاہر اور پھر القاسم بن عیسٰی بن ادریس العجلی (م ۲۲۶ھ) کو اس فرقے کے استیصال پر مقرر کیا۔ مصر کے اخشیدی بھی ان کے پیچھے پڑ گئے لیکن اس فتنے کا استیصال نہ ہو سکا۔

دن ۲۴ شوال ۳۱۹ھ کو ہوئی۔ وقتِ رحلت اس کی عمر پچاس سال تین ماہ تھی۔

ابنِ قلیس پہلا حکیم ہے جس نے صفاتِ الٰہیہ کے معانی میں اتحاد پیدا کیا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ قدرت، جوُد اور علم (صفاتِ الٰہیہ) کے معانی میں مکمل اتحاد ہے۔ اور کسی طرح کا اختلاف موجود نہیں۔ کائنات کی کسی مفرد چیز کو لو، اس میں بہ لحاظِ اجزا و معانی و بہ لحاظ نظائر کثرت پائی جائے گی لیکن اللہ سبحانہ کی ذات ہر قسم کی کثرت سے مبرّا ہے۔ ابوالہذیل[1] محمد بن الہذیل العَلّاف البصری بھی صفاتِ باری کے متعلق یہی عقیدہ رکھتا تھا۔

افلاطوں

افلاطون بن ارسطون یونان کے پانچ مشہور اساطین الحکمۃ میں سے ایک تھا۔ ملک بھر میں اس کی قدر کی جاتی اور اس کے اقوال کو پسند کیا جاتا تھا۔ جس پہلو سے نگاہ ڈالو ایک کام یاب انسان تھا۔ سقراط کا ہم درس اور فیثاغورس کا شاگرد تھا۔ علمائے یونان میں موت کے بعد مشہور ہوا۔ نسب کے لحاظ سے شریف اور ایک علمی خانوادے سے تعلق رکھتا تھا۔ تمام فنونِ طبیعی میں ماہر اور کثیر التعداد کتب کا مصنف تھا۔ یہ کتب بہت مشکل زبان میں لکھیں۔ اس کے شاگردوں کی ایک جماعت، جس نے اُستاد کے علم سے بہت فیض حاصل کیا، دُنیا میں کافی مشہور ہے۔ یہ لوگ اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ وہ افلاطون کے شاگرد ہیں۔ اس حکیم کی یہ عادت تھی کہ طلبہ کو فلسفہ پڑھانے کے دوران میں ٹہلتا رہتا تھا اور تلامذہ ساتھ ساتھ چلتے رہتے تھے۔ چناں چہ اس جماعت کا نام ہی مَشّائین (چلنے والے)

---

[1] ابوالہذیل العلاف البصری معتزلوں کا ایک امام تھا جسے دیگر معتزلوں سے الٰہیات۔ تقدیر اور اخلاق کے دس مسائل میں اختلاف تھا۔ اس کی پیدائش ۱۳۵ھ میں اور وفات ۲۳۵ھ میں ہوئی (دائرۃ المعارف الاسلامیہ بزیر لفظ ابو)

پڑ گیا۔

افلاطوؔن نے زندگی کے آخری ایام میں تعلیم وتدریس کا فرض اپنے بہترین تلامذہ کے سپرد کردیا اور خود گوشۂ عبادت میں جا بیٹھا۔ اسّی برس کی عمر پائی۔ آغاز میں افلاطون شعر بھی کہا کرتا۔ اور اونچے درجے کے شاعروں میں شمار ہوتا تھا۔ ایک دن سقراط کی مجلس میں گیا۔ تو کیا دیکھا کہ سقراط شاعری کی مذمّت کررہا ہی۔ اور کہ رہا ہی کہ شاعری حقائق سے کوئی رابطہ نہیں رکھتی۔ انسان کو چاہیے کہ وہ حقائق کی تلاش کرے۔ افلاطون اس تقریر سے اس قدر متاثر ہوا کہ شاعری چھوڑ کر فیثاغوری فلسفے کے مطالعے میں منہمک ہوگیا۔ بعض علما کا خیال یہ ہی کہ افلاطوؔن کی عمر اکیاسی برس تھی۔ ارسطوؔ اس کا نہ صرف شاگرد تھا بلکہ بعد میں استاد کا علمی خلیفہ بھی قرار پایا۔ افلاطون کی وفات اس سال ہوئی جس میں اسکندرِ اعظم کی ولادت[1] ہوئی تھی۔ اور یہ ملِک اوخس کا تیرھواں سالِ جلوس تھا۔ اس وقت مقدونیہ کا بادشاہ فیلبس (ہمارے ہاں فیلبوس وفیلقوس مشہور ہی۔ مترجم) تھا۔ یعنی سکندر اعظم کا والد۔

تصانیفِ افلاطوؔن

ثاوؔن[2] نے تصانیفِ افلاطوؔن کی ایک فہرست مرتّب کی ہی جسے ہم یہاں نقل کرتے ہیں:۔

(۱) کتاب السیاست۔ جس کی تفسیر حنین بن اسحاق نے لکھی۔

(۲) کتاب النوامیس۔ جسے حنین اور یحییٰ[3] بن عدی نے نقل کیا۔

---

[1] سکندر اعظم کی ولادت ۳۵۵ق م اور وفات ۳۲۳ق م میں ہوئی تھی (تاریخ ایران از سائیکس، (چوبیسواں باب)

[2] ثاوؔن نام کے دو حکیم گزرے ہیں، ۱۔ اوّل ثاوؔن یونانی جس نے افلاطوؔن کی تصانیف کے متعلق ایک کتاب لکھی تھی، جس کا نام ہی کتاب مراتب کتبِ افلاطوؔن۔ یہ حکیم لیبلوؔن کے نام سے مشہور تھا (تاریخ الحکما ص۲۶۵) دوم ثاوؔن مصری۔ یہاں اوّل الذکر مراد ہی۔ (تاریخ الحکما ص۱۰۱)

[3] ابوزکریا یحییٰ بن عدی بن حمید بن زکریا المنطقی نزیل بغداد (متوفی ۳۶۴ھ) کے مفصل حالات حرف الیا میں دیکھیے۔

افلاطون کی یہ عادت تھی کہ وہ بعض اوقات اپنی تصانیف کے نام اُن طلبہ کے نام پر رکھ دیتا جو اُن کتب کو پڑھتے۔ مثلاً

(۳) کتاب بالجنس (برلن کے مخطوطہ نمبر ۸۶، میں اس کتاب کا نام کتاب تالخیس درج ہی۔ تالخیس کسی شاگرد کا نام معلوم ہوتا ہی۔ مترجم۔) یہ فلسفے کی ایک کتاب ہی۔

(۴) کتاب لاخس - شجاعت پر -

(۵) کتاب ارسطوطالیس - فلسفے پر -

(۶) کتاب خرمیذس - عفّت پر -

(۷) القیناذس[1] - جمیل کی حقیقت پر دو کتابیں ہیں -

(۸) کتاب اوتوذیمس[2] - حکمت پر -

(۹) اقناہ - اس نام کی دو کتابیں ہیں -

(۱۰) کتابُ غورجیاس -

(۱۱) کتاب اوتوفرن -

(۱۲) کتاب اسین -

(۱۳) کتاب فاذن

(۱۴) کتاب قریطن

(۱۵) کتاب ثالطلطس -

(۱۶) کتاب تیلوطوفن -

(۱۷) کتاب قراطولس

(۱۸) کتاب سوفسطس

---

[1] الثنیاذس (نسخہ برلن ۱۰۰۵۴) الغیناذس (نسخہ میونخ ۴۴۰)

[2] ایک نسخے میں اوتوذیمس دیا ہوا ہی۔

(۱۹) کتاب طیماؤس - اس کتاب کی اصلاح یحییٰ بن عدی نے کی۔

(۲۰) کتاب فربانیذس

(۲۱) کتاب فدرس

(۲۲) کتاب ماتن

(۲۳) کتاب مینس

(۲۴) کتاب ابرخیس

(۲۵) کتاب ماتکسانس

(۲۶) کتاب اطلی طفرس

(۲۷) کتاب طیماؤس - اس میں صرف تین مقالے ہیں۔

(۲۸) کتاب المناسبات

(۲۹) کتاب فی التوحید

(۳۰) کتاب فی العقل والنفس والجوہر والعرض

(۳۱) کتاب الحِسّ واللذّة

(۳۲) کتاب سطسطس

(۳۳) کتاب تادیب الاحداث

(۳۴) کتاب اصولِ الہندسہ (۳۵) چند رسائل

تاؤن کہتا ہے کہ افلاطون بولتا جاتا تھا۔ اور شاگرد لکھتے جاتے تھے، بس یوں اُس کی کتابیں تیار ہوتی تھیں۔ جب چار کتابیں تیار ہو جاتی تھیں تو اُن کا نام رابوع (چار) رکھ دیتا تھا۔

افلاطون ارطخ شاست[۱] (شاہِ ایران) کے زمانے میں زیادہ مشہور ہوا۔ یہ بادشاہ

---

[۱] ایران کا ایک بادشاہ جسے ایک نسخے (برلن ۱۰۰۵۴) میں طخاشب اور (بقیہ نوٹ ص۱۷ پر)

طویل الید (لمبے ہاتھوں والا) کہلاتا تھا۔ اسے بشتاسف بھی کہتے تھے۔ اسی کے دربار میں زردشت[۵۱] آیا تھا۔

ثاون کہتا ہے۔ کہ افلاطون بن ارسطون بن ارسطوقلیس اثینس[۵۲] کا باشندہ تھا۔ اس کی والدہ کا نام فاریقطیونی بنت غلوقون تھا۔ جو ایک خاندانی خاتون تھی۔ گویا افلاطون نجیب الطرفین تھا۔ اس کی والدہ اُس سولن کی نسل سے تھی جس نے اہلِ اثینس کے لیے ضابطۂ قوانین بنایا تھا۔ اور ایک موقع پر جب اہلِ ماغارا نے سلمینا پر قبضہ کرلیا تھا تو سولن نے یہ شہر اہلِ اثینس کو واپس دلایا تھا۔ سولن کے بھائی کا نام درونیدس تھا جس کا ذکر افلاطون نے کئی بار اپنے اشعار میں کیا ہے۔ ذرونیدس کے بیٹے کا نام اقریطس تھا جس کا ذکر افلاطون کی کتاب طیماؤس میں موجود ہے۔ افلاطون کی والدہ کو بعض فاریقطیونی اور بعض دیگر یقطونی کہتے ہیں۔ یہ خرمیدس کی بہن، غلوقن کی بیٹی، فلسخروس کی پوتی اور اقریطس کی پڑپوتی تھی۔ افلاطون سولن کی چھٹی پُشت میں سے تھا۔ افلاطون کا شجرۂ نسب والد کی طرف سے قوورس (ایک نسخے میں قاذون۔ مترجم) بن مالنتوس

(صہ۴۳ کا بقیہ نوٹ) :۔ دوسرے میں ارتخشتا (WIEN ۱۰۶۲) درج کیا گیا ہے۔ اس کا مشہور نام گشتاسپ ہے۔ جو کیانی خاندان کا پانچواں بادشاہ تھا۔ پہلا کیقباد۔ دوسرا کیکاؤس۔ تیسرا کیخسرو۔ چوتھا لہراسپ اور پانچواں گشتاسپ تھا۔ اس نے ۱۲۰ برس حکومت کی۔

۵۱ زردشت (۶۶۰ - ۵۸۳ ق م) آذربائجان میں پیدا ہوا تھا۔ یہ سب سے پہلے گشتاسپ کے دربار میں گیا۔ وہاں وزیر کے دو بیٹوں، ملکہ اور پھر خود بادشاہ کو زردشتی مذہب کی طرف مائل کیا۔ اس کی مشہور الہامی کتاب کا نام اوِستا ہے۔ اس کی پہلوی شرح ژند کہلاتی ہے۔ اور اگر ژند کو اوِستا کے حروف میں لکھا جائے تو وہ پاژند کہلاتی ہے۔ زرتشت کے والد کا نام پورشسپ۔ دادے کا نام پیترسپ۔ ماں کا دغدویہ اور نانے کا فراہیمرا تھا۔ اور فریدون کی نسل سے تسلیم کیا جاتا ہے۔

۵۲ اثینس یونان میں فلسفیوں کا مشہور شہر۔

تک پہنچتا ہے۔ جو فیسذون کی طرف منسوب تھا۔ مالنتوس ایک بہادر اور شجاع انسان تھا لیکن گاہے ماہے مکرو فریب سے بھی کام لے لیتا تھا۔ مشہور ہے کہ جب اہلِ بواطیا اور اہلِ اثینس میں ایک لمبی جنگ چھڑ گئی۔ اور طرفین لڑ لڑ کر تھک گئے تو ملکِ بواطیا کے بادشاہ اقسانتس نے اثینس کے فرماں روا اوموطی کو یکیکی (دو آدمیوں کی لڑائی انگریزی میں (DUEL) مترجم) کی دعوت دی۔ وہ ڈر گیا۔ اور میدان میں اُترنے سے انکار کر دیا۔ مالنتوس کو غیرت آئی۔ میدان میں آکر کہنے لگا کہ میں لڑنے کے لیے تیار ہوں۔ لیکن اس شرط پر کہ اگر میں جیت گیا تو اثینس کی سلطنت میرے حوالے کر دی جائے گی۔ اوموطی اس شرط پر راضی ہو گیا۔ جب ہر دو اکھاڑے میں اُترے تو مالنتوس نے اقسانتس کو کہا۔ کہ ذرا ایک آدھ منٹ چل پھر لیجیے، اس کے بعد دست و بازو کا امتحان ہوگا۔ یوں ہی اقسانتس نے پیٹھ پھیری۔ مالنتوس نے اس پر بزدلانہ حملہ کر کے اس کا کام تمام کر دیا۔ اُس وقت سے اہلِ اثینس اس یوم کو بہ طورِ عید منانے لگے اور اسے عید الخُدعہ (دھوکے کی عید) کے نام سے یاد کرنے لگے۔ یونانی زبان میں اُس وقت اِس عید کو اباطینوریا اور آج کل اباطوریا کہتے ہیں۔ مالنتوس کے بیٹے تودرس نے ایک موقع پر اپنے آپ کو اس لیے دشمن کے حوالے کر دیا تھا کہ شہر محفوظ رہے۔ اس غریب کی تمام زندگی نکبت میں گزری۔ چیتھڑے پہنے اور غریب الوطنی میں موت گوارا کی۔ تاکہ ہم وطنوں کی شان میں فرق نہ آنے پائے۔

اہلِ یونان افلاطون کی بے حد تعظیم کرتے ہیں۔ اور یہاں تک کہہ گزرتے ہیں۔ کہ اس کی ولادت اللہ کے نور سے ہوئی تھی۔ اور اس کا ستارہ بہترین ستارہ تھا۔ یونانیوں نے اس حکیم کے متعلق بے شمار خلافِ عقل افسانے مشہور کر رکھے ہیں۔ جن کا ذکر یہاں مناسب نہیں۔

کہتے ہیں کہ جب سقراط کی تقریر سُن کر افلاطون نے شعر گوئی ترک کر دی تو ساتھ ہی ارادہ کر لیا کہ اب وہ زندگی کے باقی دن سقراط کی صحبت میں فیثا غوری فلسفہ

سیکھنے پر صرف کرے گا۔ عنفوانِ شباب میں سقراط و افلاطون کے ہم درس تھے اور فیثاغورس سے درسِ فلسفہ لیا کرتے تھے۔ لیکن افلاطون کو شعر گوئی کا چسکا پڑ گیا تھا اس لیے اُستاد کے علم سے فائدہ نہ اٹھا سکا۔

سقراط کا خواب

ایک رات سقراط نے خواب میں دیکھا کہ اس کے حجرے پر ایک سارس نے ایک بچہ نکالا ہے۔ دیکھتے دیکھتے بچے کے جسم سے پر نکلے اور بڑے ہو گئے۔ یہاں تک کہ وہ آسمان کی طرف اُڑ گیا۔ دورانِ پرواز میں اس کی منقار سے وہ خدائی نغمے برس رہے تھے کہ تمام خدائی جھوم رہی تھی۔ جب صبح ہوئی اور افلاطون آپ کی صحبت میں وارد ہوا۔ تو جھٹ بول اُٹھے، وہ پرندہ یہی ہے اور بہت جلد دُنیا اس کے میٹھے بول سُن کر سر دُھنا کرے گی۔

کہتے ہیں کہ آغازِ جوانی میں افلاطون نے شعر گوئی میں کمال پیدا کر لیا تھا۔ بیس سال کی عمر سے پہلے ہی فیثا غورس سے بہت کچھ سیکھ لیا تھا۔ اور موسیقی پر بھی چند کتب لکھ چکا تھا۔ اس کے بعد حصولِ فلسفے کا خیال پیدا ہوا، اس ارادے سے اراقلی طوس کے تلامذہ کے پاس پہنچا۔ (اصحابِ اراقلی طوس ایک خاص قسم کا فلسفہ نشر کیا کرتے تھے جس سے دُنیا آج قطعاً ناآشنا ہے) اس نے کچھ سیکھا تو سہی۔ لیکن مطمئن نہ ہوا، اس لیے وہاں سے چل کھڑا ہوا۔ اور سقراط کے ہاں پہنچا (فیثاغورث کی موت کے بعد سقراط اپنے زمانے کا سب سے بڑا فلسفی سمجھا جاتا تھا) اس وقت سقراط ایک ایسی جماعت کے سامنے تقریر کر رہا تھا۔ جو ذیونوسیوس کی بھیجی ہوئی تھی۔ سقراط کی تقریر سُن کر افلاطون کے دل میں فلسفۂ فیثا فوری کے سیکھنے کا زبردست شوق پیدا ہو گیا۔ شعر و حکایات کی تمام کتابیں نذرِ آتش کر ڈالیں۔ کتابیں جل رہی تھیں۔ اور حکیم ایک شعر گنگنا رہا تھا۔ جس کا ترجمہ ہے :-

" اے آگ میرے پاس آ - کہ تجھ سے کچھ کام لینا ہے "

اس وقت حکیم کی عمر بیس سال تھی۔ سقراط کے ہاں پندرہ سال تک تعلیم حاصل کی۔ اور

وہ کمال پیدا کیا کہ فلسفے میں فیثا غورس اور سیاست مدنی میں سقراط کا ہم پایہ تصور ہونے لگا۔ ہمارے پاس اس کی منزلتِ علمی پر ہم عصر یونانیوں کی شہادت موجود ہے۔

حکیم کو تحصیلِ علم کا اس قدر شوق تھا کہ شب و روز ہم درسوں و استادوں سے علمی مسائل پر بحث کرتا رہتا اور کتب ڈھونڈتا رہتا۔ اُسے جب معلوم ہوا کہ فیلولاڈس کے پاس چند قیمتی کتب موجود ہیں تو ذیونؔ[۱] کی معرفت صرف تین کتابیں سَو دینار میں خریدیں۔ تین دفعہ تلاشِ کتب میں صقلیہ (سلی) تک نکل گیا۔ صقلیہ کا پہلا سفر اس ارادے سے کیا تھا کہ وہاں اُس آگ کا تماشا کرے۔ جو قدرتاً ایک حصۂ زمین سے ہر وقت نکلتی رہتی تھی۔ یہ آگ گرمیوں میں نرم پڑ جاتی اور سردیوں میں زیادہ بھڑک اٹھتی تھی۔ اُس وقت صقلیہ کا فرماں روا ذیونوسیون یونانی تھا جس نے محض تلوار کے زور سے اس مُلک پر قبضہ جما رکھا تھا، ورنہ حق دار کوئی اور تھا۔ جب افلاطوؔن کی آمد کی خبر اِس کے کانوں تک پہنچی تو دربار میں طلب کیا۔ وہاں پہنچ کر کیا دیکھا کہ سقراط اِس جزیرے کے علما کے سامنے ایک تقریر کر رہا ہے۔ تھوڑی دیر بعد ذیونوسیوس نے افلاطوؔن سے کچھ سُننے (اشعار یا کلامِ منثور) کی تمنا ظاہر کی۔ افلاطون نے از راہِ تعمیل دیر تک تقریر کی۔ مختلف مسائل پر فصیح و بلیغ الفاظ میں روشنی ڈالی۔ اور ہر دعوے کو محکم دلائل سے ثابت کیا۔ دورانِ تقریر میں فرمایا کہ بہترین لوگ وہ ہیں۔ جو نوامیس و قوانین کی متابعت کر کے عظمت حاصل کریں۔ چوں کہ ذیونوسیوس اس مُلک کے تمام قوانین کو توڑ کر بلا استحقاق مالک بنا بیٹھا تھا، اس نے اس فقرے کو ایک چوٹ سمجھا لیکن پی گیا۔ امیر صقلیہ خود بھی شاعر و فلسفی تھا لیکن اس کا فلسفہ حقیقت سے بیگانہ تھا۔ اس نے کچھ شاگرد بھی پیدا کر لیے تھے جو اس فلسفے کی تبلیغ کیا کرتے تھے۔ امیر جب کبھی سُن پاتا کہ جزیرے میں کوئی عالِم وارد ہوا ہے۔ تو جھٹ اُسے طلب کرتا اور بحث و تمحیص بہ لفظی داؤ پیچ سے اپنے ناجائز تسلّط

---

[۱] سسلی کے بادشاہ ذیونوسیوس کا سالہ۔

کی وجہِ جواز ڈھونڈنے کی کوشش کرتا۔ ایک دن افلاطون سے پوچھ بیٹھا۔ "کیا میرے دوستوں میں سے تمھیں کوئی نیک نظر آتا ہی؟" امیر کا منشا یہ تھا کہ حکیم سب کے سامنے جواب میں کہے "اجی آپ بہت نیک آدمی ہیں"۔ اس جواب سے رائے عامہ اس کے حق میں تبدیل ہو جائے گی اور تسلط کی وجہ جواز بھی پیدا ہو جائے گی۔ لیکن حکیم نے بہت بے اعتنائی سے جواب دیا "تیرے دوستوں میں ایک بھی شریف موجود نہیں"۔ امیر نے پھر پوچھا۔ "کیا گزشتہ زمانے میں بھی کوئی شریف آدمی موجود تھا"۔ حکیم نے جواب دیا۔ "ہاں۔ لیکن جو شریف تھے، وہ مشہور نہ ہو سکے۔ اور جو مشہور ہوئے، وہ شریف نہ تھے" یہ دوسرا چرکا تھا جو امیر کے دل پر لگا لیکن اس دفعہ بھی پی گیا۔ پھر پوچھا "ارقلیس کے متعلق تمھاری کیا رائے ہی۔ سعید ہی یا شقی؟" (ارقلیس یونان کا ایک شاعر تھا جس نے اس امیر کی شان میں کافی قصائد مدحیہ کہے تھے۔ یہ اشعار صقلیہ کے عبادت کدوں میں ہر وقت گائے جاتے تھے۔ اس امیر کی شعر پروری و شعر نوازی کی اصلی غرض ارقلیس کی شاعری کو چمکانا تھا۔ تاکہ مدح امیر کے نغمے گھر گھر سے بلند ہوں) فرمایا۔ "اگر ارقلیس ایسا آدمی ہی جیسا کہ مشتری کے ایک بیٹے (یعنی شاعر مترجم) کو ہونا چاہیے، تو وہ سعید ہی۔ اور اگر وہ اُن اوصاف کا مالک ہی جو تم نے اس کی طرف منسوب کر رکھے ہیں۔ تو وہ بدبخت و شقی ہی"۔

امیر اس گستاخانہ جواب پر بھڑک اٹھا۔ اور بولیڈس (اقاذ امونیا کا باشندہ جو سسلی میں ایک ملکی معاہدہ کرنے کے لیے آیا ہوا تھا) کو حکم دیا کہ اسے ہمراہ لے جائے۔ اور وہاں لے جا کر اس کا سر اڑا دے۔ بولیڈس اسے اپنے شہر اغینا میں لے گیا۔ اور جذباتِ رحم سے مجبور ہو کر اس کی جان لینے کا خیال چھوڑ دیا۔ اس اثنا میں نہروان[1] کے ایک شخص اناقرس کو اس واقعے کا پتا چلا۔ یہ شخص افلاطون کا غائبانہ پرستار تھا

---

[1] نہروان عراق عرب کے سات بڑے شہروں میں سے ایک تھا۔ بغداد سے پانچ فرسنگ دور۔ دریائے تامرہ کے کنارے لیکن اب برباد ہو چکا ہی۔ (نزہت ص۴۹)

اور افلاطونی سیرت اپنے اندر پیدا کرنے کی بہت کوشش کیا کرتا تھا۔ اس نے تیس سیر چاندی دے کر افلاطون کو خرید لیا۔

امیر سسلی کے سالے کا نام ذیون تھا۔ جن دنوں افلاطون سسلی میں تھا اور علمی محفلیں جما کرتی تھیں، ایک دن ذیون کو بھی حکیم کی صحبت میں جانے کا اتفاق ہوا۔ اس کا کلام سُن کر ہزار جان سے فدا ہوگیا۔ جب ذیون کو اس ماجرے کا علم ہوا۔ تو امیر سے چوری ایک قاصد کو تیس سیر چاندی دے کر اس نہروانی کے ہاں بھیجا کہ زرِ خرید لے کر افلاطون میرے حوالے کرو۔ نہروانی نے جواب میں کہلا بھیجا۔ کہ حکیم میرا غلام نہیں بلکہ آزاد ہے۔ وہ تیس سیر چاندی اس غرض کے لیے دی گئی تھی تاکہ حکیم اُس امیر کی قید سے آزاد ہو جائے، اب عنقریب حکیم اپنے وطن کو روانہ ہو جائے گا۔ جب ذیون کو یہ جواب پہنچا تو اس نے فوراً اقاذامیا میں کچھ باغات خرید کر افلاطون کو بخش دیے تاکہ حکیم فکرِ معاش سے آزاد ہو جائے۔

جب ذیونوسیوس کو معلوم ہوا۔ کہ افلاطون زندہ ہے۔ تو اپنے کیے پر پشیمان ہوا، تلافی کی کوشش کی اور ایک خط حکیم کی طرف اس مضمون کا لکھا کہ میں اپنے کیے پر ازبس نادم ہوں۔ اور التجا کرتا ہوں۔ کہ اشعار و خطب میں میری مذمت نہ کی جائے۔ افلاطون نے جواب میں لکھا کہ میں بے حد مصروف انسان ہوں، تمھاری ہجو کی مجھے قطعاً فرصت نہیں۔

ذیونوسیوس نے افلاطون کو ایک کتاب (قانون پر) دینے کا وعدہ کیا تھا جو ابھی تک شرمندۂ وفا نہ ہوا تھا۔ حکیم اخلاق و سِیَر پر ایک کتاب لکھ رہا تھا جس کے متعلق کچھ مواد اُس کتاب میں موجود تھا۔ اس مقصد کے لیے حکیم دوبارہ سسلی گیا۔ وہاں کیا دیکھتا ہے۔ کہ امیر کافی پریشان حال ہے۔ اور لوگ باغی ہو چکے ہیں۔ حکیم نے کتاب مانگنا مناسب نہ سمجھا اور واپس چلا آیا۔ تیسری بار پھر سسلی پہنچا، اس

دفعہ مقصدِ سفر یہ تھا کہ امیر کا سالہ ذیون علمِ بغاوت بلند کرنے کے بعد اکثر بلاد پر قابض ہوچکا تھا اور قریب تھا کہ ذیونوسیوس حکومت سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ حکیم یہ چاہتا تھا کہ ہردو کے درمیان صُلح کرائے۔ اس لیے کہ بادشاہوں کی جنگ عوام پر تباہی لاتی ہے اور ایک فلسفی کا فرض ہے کہ وہ عوام کو ہر تباہی سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرے۔ حکیم کی مساعی کامیاب ہوئیں اور دونوں میں صلح ہوگئی۔ ہردو کو حفظ مراتب کا درس دیا اور پھر وطن کو روانہ ہوگیا۔

حکیم اپنے اہلِ وطن کی سیرت و سیاست سے ناخوش تھا۔ ایک دفعہ کسی شخص نے پوچھا "اگر آپ اہلِ وطن کی سیرت و سیاست کو پسند نہیں کرتے تو پھر اسے بدلنے کے لیے ہاتھ پانو کیوں نہیں ہلاتے"؟ کہا "میرے اہلِ وطن کی سیاست از بس قدیم ہے جس سے ان لوگوں کو شدید دل بستگی پیدا ہوچکی ہے، اب اس کو مٹانا اہلِ وطن کے جذبات کو ٹھیس لگانا ہے۔ بعض اوقات میرا جی تو چاہتا ہے کہ کسی بیرونی قوم سے مل کر اپنی قوم کو دُرست کروں۔ لیکن اس کا نتیجہ اپنوں کی تباہی ہوگا۔ ایک دفعہ افلاطوؔن نے قوم کی سیاست پر حملہ کردیا۔ قوم نے سخت انتقام لیا چنانچہ حکیم اس ارادے سے ہمیشہ کے لیے دست بردار ہوگیا۔ اور قوم کو تسلّی دلانے کے بعد اپنے حال پر چھوڑ دیا۔

افلاطوؔن ذیون کے خریدکردہ باغات میں سے رزق حاصل کرتا۔ اور دن بھر مدرسے میں فرائضِ تدریس سرانجام دیتا تھا۔ اس نے دو بیویاں کر رکھی تھیں ایک کا نام التانیا (ایک نسخے میں الشایا درج ہے) ارقادیا (ایک نسخے میں رقادیا) کی رہنے والی۔ اور دوسری کا نام اقسوثیا (برلن کے ایک نسخے میں امسوسیا) تھا جو فلیوس کی رہنے والی تھی۔

افلاطوؔن بہ حیثیتِ معلّم نہایت خوش نفس ثابت ہوا۔ اس نے تلامذہ کی ایک

شہرۂ آفاق جماعت پیدا کی۔ جن میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں :۔

(۱) اسبوسبتوس مقیم اثینیس افلاطون کا بھانجا۔
(۲) اقسنوقراطیس " غلقیدونا
(۳) ارسطوطالیس " اسطاغیرا
(۴) برقلوس " نیطس (حالات حروف البا میں ملاحظہ ہوں مترجم)
(۵) اسطیاوس " بارنتوس
(۶) ارخوطس " طارنطینی (اس پر ارسطو نے ایک کتاب لکھی تھی۔کتاب کا نام یہ ہے کتاب ارخوطس۔مترجم)
(۷) ذیون " سوراتوسا
(۸) امقلاس " اصطناوس
(۹) ارسطوس " اسکبیس
(۱۰) قورسقس " "
(۱۱) طیمالاوس " قوزبقوس
(۱۲) اواون " لساقوس
(۱۳) مناوی موس " اراثرس
(۱۴) اراقلیدس " ایوس
(۱۵) تیاتالس " اثینس
(۱۶) قالبتوس " "
(۱۷) دیمطریوس " انفیبولیس وغیرہ وغیرہ۔

اس حکیم کی یہ عادت تھی کہ جب اس کے پاس جماعت سبق لینے آتی تو یہ فوراً اٹھ کر اپنے باغات میں (جو ذیون نے اسے عطا کیے تھے) ٹہلنے لگ جاتا۔اور درس

بھی دیے جاتا۔ اسی وجہ سے اس کے شاگرد مشائین کہلانے لگے۔ افلاطون کی وفات
اکیاسی برس کی عمر میں بہ مقام اقاذامیا ہوئی اور اپنے باغ میں مدفون ہوا۔ اس کے
جنازے میں اثینس کا ہر متنفس شامل تھا۔ افلاطون نے جو جایداد باقی چھوڑی اس
کی تفصیل یہ ہے۔ باغات، غلام، سونے کے پیالے اور سونے کے کانٹے جو وہ بچپن میں
پہنا کرتا تھا اور آج کل امرائے یونان کے ہاں جزوِ لباس بن چکے ہیں۔

افلاطون نے تمام وہ رقم جو امیر صقلیہ یا دیگر احباب نے اُسے وقتاً فوقتاً دی
تھی، اپنی بھانجیوں کی شادی اور دیگر احباب کی بہتری پر صرف کردی۔ حکیم اربابِ
سخاوتقوا میں ایک ممتاز حیثیت رکھتا تھا۔ جب دوسروں کو بہترین سات کی تعلیم
دیتا تھا تو خود کیوں نہ عمل کرتا۔

حکیم کی قبر پر ایک طرف رومی زبان میں لکھا تھا ہے "یہ ارستوقلیسِ الٰہی کی
آرام گاہ ہے جو عفت و دیگر اخلاقِ عالیہ کی وجہ سے اکرم الناس خیال کیا جاتا تھا۔
جو لوگ حکمت کے مدّاح ہیں، وہ اس کی بھی تعظیم کریں گے، اس لیے کہ اس میں حکمت
کا ایک خزانہ مدفون ہے جو حسد کے عیب سے قطعاً مُبرا تھا۔"

قبر کی دوسری طرف درج تھا:

"افلاطون کا جسم بے شک زمین میں مستور ہے۔ لیکن اُس کی روح
اُن بلندیوں پر پہنچ چکی ہے جہاں موت کی رسائی نہیں ہو سکتی۔"

فلسفیوں کے فرقے

حنین بن اسحاق الترجمان، ابونصر محمد[1] بن محمد الفارابی المنطقی
اور چند دیگر فلسفیوں نے بیان کیا ہے کہ فلسفیانِ یونان سات

---

[1] محمد بن محمد بن طرخان ابونصر الفارابی۔ ماوراء النہر کے ایک شہر فاراب کا رہنے والا تھا۔ بعد میں بغداد کو اپنا وطن بنالیا۔ یوحنا بن جیلاد کا شاگرد اور اسلام کا بہت بڑا فاضل تھا۔ دمشق میں ۳۳۹ھ کو فوت ہوا۔ تصانیف و دیگر حالات کے لیے حرف الفا ملاحظہ فرمائیے۔

فرقوں میں منقسم ہیں جن کے نام سات چیزوں سے لیے گئے ہیں۔ ایک فرقہ اپنے اُستاد کے نام کی طرف منسوب ہے۔ دوسرا اس شہر کی طرف جو فلسفے کا مرکز تھا۔ تیسرا اُس مقام کی طرف جہاں فلسفہ پڑھایا جاتا تھا۔ چوتھا اُن اخلاق و تدابیر کی طرف جن کا یہ فرقہ مظہر تھا۔ پانچواں اُن خیالات و آرا کی طرف جو یہ علمِ فلسفہ کے متعلق رکھتا تھا۔ چھٹا اُن اغراض کی طرف جو تعلیمِ فلسفے کا مقصد ہیں۔ ساتواں اُن افعال کی طرف جو تعلیمِ فلسفہ کے دوران میں اس سے سرزد ہوتے تھے۔

پہلا فرقہ جو اُستاد کے نام کی طرف منسوب ہے، گروہِ فیثاغورس کہلاتا ہے۔ دوسرا گروہ جو شہر کے نام سے مشہور ہے، فرقۂ ارسطبّس[۱] (قورنیا[۲] کے رہنے والے) کہلاتا ہے۔ تیسرا گروہ جو مقام کے نام سے معروف ہے، فرقۂ کربّس ہے۔ یہ فرقہ "سایہ نشین" کے نام سے بھی مشہور ہے۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ لوگ شہر اثینیہ کے ایک معبد میں دالانڈے کے سائے میں بیٹھ کر فلسفہ پڑھا کرتے تھے۔ چوتھا فرقہ جو گروہِ ذیوجانس[۳] کہلاتا ہے، اپنے اخلاق و تدابیر کی بنا پر فرقۂ کلابیہ کے نام سے مشہور ہو گیا ہے۔ یہ بزرگ تمام فرائضِ مدنیہ کے خلاف پرچار کرنے کے علاوہ صرف اقارب سے محبت اور باقی تمام انسانوں سے نفرت کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ یہ اخلاق انسانوں میں نہیں ہو سکتے بلکہ کتوں میں ہوا کرتے ہیں۔ پانچواں فرقہ جو اُن آرا و خیالات کی طرف منسوب ہے جو وہ علمِ فلسفہ کے متعلق رکھتا تھا......... کا گروہ ہے......... (اصل کتاب میں بھی صرف نقطے

۱؎ ارسطبّس کا عُرف ارسطیفس تھا۔ قورنیہ کا رہنے والا جو اپنے عہد میں امام الفلسفہ تھا۔ اس کا فلسفہ آج ختم ہو چکا ہے۔ اس کی دو کتابیں کافی مشہور ہیں۔ اوّل کتاب الجبر جسے ابوالوفا محمد بن محمد الحاسب نے عربی میں منتقل کیا تھا۔ دوم کتاب قسمۃ الاعداد۔ (تاریخ الحکما صفحہ)

۲؎ قورنیا قدیم زمانے میں رفنیہ کہلاتا تھا۔ شام میں حمص کے پاس ایک شہر ہے۔

۳؎ دیوجانس کلابی کے حالات حرف الذال میں دیکھیے۔

دیے ہوئے ہیں ۔مترجم)........ چھٹا فرقہ جو غرضِ فلسفہ کی طرف منسوب ہے،
افیغورس کا گروہ ہے ۔ یہ اصحاب اللذت کے نام سے مشہور ہو گیا ہے ۔ ان کے ہاں فلسفہ
پڑھنے کا مقصد صرف دماغی لذّت تھی اور بس اور ساتواں گروہ جو افعال کی طرف منسوب
ہے، پیروانِ افلاطوٗن و ارسطو پر مشتمل ہے ۔ یہ لوگ مشّائین کہلاتے تھے ۔ اس لیے کہ
تدریسِ فلسفہ کے دوران میں یہ ٹہلتے رہتے تھے ۔ کہ دماغی ورزش کے ساتھ ساتھ
جسمانی ورزش بھی ہوتی رہے ۔ بس یہ ہیں یوٗنانی فلسفیوں کے فرقے ۔

یوٗنانی فلسفیوں کے بڑے بڑے گروہ دو ہیں ۔ (۱) فرقۂ فیثا غورس (۲) گروہِ
افلاطوٗن و ارسطوٗ ۔ یہ فلسفے کے عمود سمجھے جاتے ہیں ۔ ابتدا میں حکمائے یونان، فیثا غورس،
ثالیس الملطی اور دیگر یوٗنانی و مصری صابئین (کواکب پرست ۔ مترجم) کے فلسفۂ طبیعیہ
کی طرف مائل تھے ۔ لیکن متاخرین سقراط، افلاطوٗن، ارسطوٗ وغیرہ کے فلسفۂ مدنیّہ
کے قائل ہو گئے ۔ ارسطوٗ اپنی کتاب " فی الحیوان" میں کہتا ہے:۔

'' آج سے سوٗ سال پہلے یعنی سقراط کے زمانے میں حکما فلسفۂ طبیعیہ
کو چھوڑ کر فلسفۂ مدنیّہ کی طرف مائل ہو گئے ۔ اور افلاطوٗن علومِ یوٗنانی
کا بادشاہ سمجھا جانے لگا ۔''

عظمتِ یوٗنان

یوٗنان کی قوم ایک بلند پایہ اور شہرۂ آفاق قوم ہے ۔ جس کی
آغوش میں بڑے بڑے شہنشاہ پلے، ان میں سے ایک
اسکندر ذوالقرنین بن فیلبس الماقدوٗنی (مقدوٗنی کا بگاڑ ۔ مترجم) ہے ۔ اس نے
ایران کے بادشاہ دارا بن دارا سے اس کے گھر میں جا کر جنگ کی اور اُسے ہلاک
کرنے کے بعد تمام ایران پر قابض ہو گیا ۔ پھر ہندستان و چینؔ[1] کی طرف بڑھا اور

---

[1] فاضل مصنف نے یہاں غلطی کھائی ہے ۔ اسکندرِ اعظم پورس سے جنگ کرنے کے بعد دریائے
جہلم کے کنارے ہی سے واپس چلا گیا تھا ۔ چین کی سرزمین میں اُس نے قدم نہیں رکھا ۔

ان ممالک میں اُسے جو کامیابیاں حاصل ہوئیں، اُن سے اوراقِ تاریخ لبریز ہیں۔ اسکندر کے بعد بطالمہ یا بطالسہ[1] کا دورِ حکومت آیا۔ ان لوگوں نے مدت تک دھڑتے سے حکومت

---

[1] بطالمہ یا بطالسہ۔ یہ خاندان اسکندرِ اعظم کی وفات کے بعد مصر پر حکم راں رہا۔ بطلی موس لاغوس اسکندر کا ایک قابلِ اعتماد جرنیل تھا۔ جو ہندستان تک اُس کے ہمراہ آیا۔ اسکندر کی وفات کے بعد حکومتِ مقدونیہ نے اسے مصر کا گورنر بنا کر بھیجا، اور یہ خود مختار بن بیٹھا۔ تمام بادشاہوں کے نام بہ قیدِ زمانۂ سلطنت درجِ ذیل ہیں:۔

نمبر شمار	نام		عہدِ حکومت
۱۔	بطلی موس بن لاغوس		۳۰۹ - ۳۲۳ قم
۲۔	بطلی موس فیلاڈلفوس	(PHILADELPHUS)	۲۴۶ - ۳۰۹ "
۳۔	بطلی موس یورجٹیس اوّل	(EUERGETES)	۲۲۱ - ۲۴۶ "
۴۔	بطلی موس فیلاپٹر	(PHILOPATOR)	۲۰۴ - ۲۲۱ "
۵۔	بطلی موس اپیفانیس	(EPIPHANESE)	۱۸۱ - ۲۰۴ "
۶۔	بطلی موس فیلومیٹر	(PHILOMETOR)	۱۴۵ - ۱۸۱ "
۷۔	بطلی موس یورجٹیس دوم		۱۱۶ - ۱۴۵ "
۸۔	بطلی موس سوٹر	(SOTER)	۸۰ - ۱۱۶ "
۹۔	بطلی موس الیکزینڈر اوّل		۸۹ - ۹۶ "

نوٹ:۔ سوٹر یونانی جزائر پر حکم راں تھا اور الیکزینڈر مصر پر۔ ۸۹ میں الیکزنڈر کو لوگوں نے معزول کر دیا اور سوٹر جزائر اور مصر دونوں پر حکومت کرنے لگا۔

۱۰۔ بطلی موس الیکزینڈر دوم نے صرف بیس یوم حکومت کی اور ۸۰ ق م میں قتل ہو گیا۔

۱۱۔ بطلی موس فیلو پٹر فیلاڈل (PHILOPATOR PHILADEL) ۵۱ - ۸۰ قم

۱۲۔ بطلی موس فیلو پٹر دوم ۵۱ - ۴۷ قم

(بقیہ نوٹ ۵۶ پر)

کی اور کئی گردن کشوں کا سرِ غرور خم کیا۔ آخر کار اہلِ روٗمہ نے ان کی سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔ اور یوٗنان سلطنتِ بابل و ایران کی طرح سلطنتِ روٗمہ کا ایک حصّہ بن کر رہ گیا۔

یوٗنان کی سرحدیں

یوٗنان زمین کے شمال مغربی رُبع (چوتھائی) میں واقع ہے۔ اس کے جنوب میں بحیرۂ روٗم۔ حدوٗدِ شام وحدودِ جزری واقع ہیں۔ شمال میں بلادِ لان[۵۱] و دیگر ممالک۔ مغرب میں بلادِ المانیہ[۵۲] (جن کا دارالخلافہ روٗمیہ تھا) شرق میں ارمینیہ[۵۳] کی سرحدیں۔ باب الابواب[۵۴] اور وہ خلیج جو

(صفحہ ۵۵ کا بقیہ نوٹ ملاحظہ ہو:۔

۱۳	بطلی موس فیلوپٹر سوم	۴۷ - ۴۴ قم
۱۴	قلو پطرہ	۴۴ - ۳۰ قم

قلو پطرہ کے بعد مصر سلطنت روٗمہ کا ایک صوٗبہ بن گیا۔ (انسائیکلو پیڈیا برطانیکا)

۵۱ بحیرۂ خزر کے مغرب اور گرجستان کے شمال میں ایک علاقہ جس کا ایک شہر الان بھی ہے۔ اسے فیروز بن قباد ساسانی نے بنایا تھا (نزہت صفحہ ۹۳)

۵۲ یوٗنان کے مغرب میں کوئی المانیہ آج موجود نہیں۔ البتہ البانیہ موجود ہے۔ اگر یوٗنان کی سرحد کو روٗمانیہ سے گزار کر لینن گراڈ تک پہنچا دیا جائے۔ اور پولینڈ کا کچھ حصہ یوٗنان میں شامل کر دیا جائے تو پھر ایک المانیہ مغرب کی طرف ملتا ہے جسے آج کل جرمنی کہتے ہیں۔ میرا ناقص خیال یہ ہے کہ اس زمانے میں کچھ مغربی بلقان و وسطی یوٗرپ کو بھی المانیہ کہتے تھے۔

۵۳ ارمینیہ۔ تبریز کے شمال اور طفلس کے جنوب میں۔ موجودہ سلطنتِ ترکی (سنہ ۱۹۳۲ء) کی مشرقی سرحد پر ایک علاقہ۔ ۵۴ باب الابواب۔ قفقاز میں ایک قلعہ یا شہر جسے اہلِ ایران دربند، ترک دمور کاپی اور عرب باب الابواب کہتے ہیں۔ یہ قلعہ کوہِ قاف و بحیرۂ خزر کے درمیان تھا حضرت عمرؓ کے زمانے میں اس قلعے کو عبدالرحمٰن بن ربیعہ نے فتح کیا تھا (تاریخ خلفائے عرب مطبوعہ نول کشور۔ مصنفہ ابوالعلا شاہ محمد کبیر صفحہ ۲۱۶) منتہی الارب "بوب" کے ذیل میں درج ہے۔ باب الابواب دربندے است بخزر م

بحیرۂ روم و بحرِ نیطس شمالی کے درمیان ہے، بلادیوں کے عین وسط میں واقع ہے۔

یُونان کی زبان اغریقیہ کہلاتی ہے اور یہ دُنیا کی وسیع ترین و اہم ترین زبان ہے۔ اہلِ یُونان مذہباً کواکب پرست و بُت پرست تھے۔ ان کے علما فلاسفہ (فلسفی کی جمع یعنی محبّ الحکمۃ) کہلاتے تھے۔ اہلِ یُونان اُن آٹھ اقوام میں سے ہیں جن کی علمی خدمات کو زمانہ فراموش نہیں کرسکتا۔ وہ اقوام یہ ہیں:۔

(۱) ہندستانی (۲) ایرانی (۳) کلدانی (۴) یُونانی (۵) رُومی (۶) مصری (۷) عربی (۸) عبرانی۔ ان اقوام نے علوم و فنوُن کی بے انتہا خدمات سرانجام دی ہیں۔ اور دُنیا کی باقی اقوام کا کھلانے، پینے اور نکاح کرنے کے سوا کوئی اور کام نہیں رہا۔ افلاطوُن دُعا مانگتے وقت کہا کرتا تھا:

" اے میری رُوح! جو رُوحِ اعلا سے متصل ہے، تو اپنی عِلّت کے پاس سفارش کر کہ وہ عقلِ فعّال سے کہے۔ کہ جب تک میں اس عالم کون و فساد میں زندہ رہوُں، صحتِ مزاج کی نعمت سے مجھے محرُوم نہ کرے۔"

ارسطوُطالیس

ارسطوُطالیس کے معنی ہیں۔ " تمام خوُبیوں کا مالک، بہت بڑا عالِم و ہُنرمند"۔ ارسطوُ بن نیقوماخس فیثاغورثی جہراشی افلاطوُن کا شاگرد تھا اور اُستاد کا صحیح جانشین تھا۔ جن دو خوبیوں (عظمتِ علمی و عملی) نے اُستاد کی زندگی میں چار چاند لگا دیے تھے، وہی اوصاف شاگرد کے لیے بھی سرمایۂ افتخار تھے۔ حصولِ علم کی غرض سے افلاطوُن کے ساتھ بیس سال رہا۔ افلاطوُن اسے تمام شاگردوں سے بہتر سمجھتا اور عموُماً کہا کرتا تھا کہ ارسطوُ عقلِ مجسّم ہے۔

یونانی فلسفے کی انتہا ارسطو پر ہوتی ہے۔ جہاں تک یونانی حکمت کا تعلق ہے، یہ حکیم خاتم الحکما و سید العلما سمجھا جاتا ہے۔ اور یہ پہلا فاضل ہے جس نے فنِ استدلال کو منطقی پیچیدگیوں سے آزاد کر کے اشکالِ ثلثہ (صغریٰ۔ کبریٰ۔ حدِ اوسط) کی سادہ سی صورت دی۔ اس صورت کو علومِ نظریہ کا آلۂ حصول قرار دیا۔ اور فن کا نام منطق رکھا۔

ارسطو نے فلسفے کے تمام شعبوں پر کتابیں لکھیں۔ جن میں سے بعض چھوٹی ہیں۔ اور بعض بڑی۔ چھوٹی کتابوں سے مُراد وہ رسائل ہیں جو علاحدہ علاحدہ مسائل پر لکھے گئے تھے اور ہر رسالے میں صرف ایک مسئلے پر بحث ہے۔ بڑی کتابوں میں ستّر ایسے تذکرے ہیں جو اوذارس کے لیے لکھے گئے تھے۔ اور جنھیں پڑھ کر اندازہ ہو سکتا ہے کہ ارسطو کے علم سے دُنیا کس حد تک مستفید ہوئی۔ بعض کتب ہدایات پر مشتمل ہیں۔ اور تین چیزوں کی تعلیم دیتی ہیں: (۱) علومِ فلسفہ (۲) اعمالِ فلسفہ اور (۳) آلاتِ فلسفہ (جو علمِ فلسفہ وغیرہ میں استعمال ہوتے ہیں) اس حکیم کی تصانیفِ فلسفہ تین طرح کی ہیں، ایک وہ جو علومِ تعلیمیہ سے بحث کرتی ہیں۔ مثلاً کتاب فی المناظر، کتاب فی الخطوط اور کتاب فی الحیل۔ دوسری وہ جن کا موضوع طبیعیات ہے۔ ان کی پھر دو قسمیں ہیں: اوّل جن میں طبیعت کے امورِ خاصہ سے بحث ہے۔ دوم جن میں طبیعت کے امورِ عامّہ سے بحث ہے۔ مثلاً "سمع الکیان"۔ یہ کتاب چار چیزوں پر روشنی ڈالتی ہے۔ اوّل مبادی۔ مثلاً عناصر و صورت۔ دوم وہ جو درحقیقت مبادی نہیں بلکہ شابہ بالمبادی ہیں مثلاً عدم (عدم کسی چیز کا مبدا نہیں۔ لیکن ہر چیز سے متقدم ضرور ہے اس لیے شابہ بالمبادی ٹھیرا) سوم توابع مبادی مثلاً زمان و مکان (کہ گو یہ وجودِ شے سے پیش تر موجود ہوتے ہیں، تاہم علّتِ وجود نہیں ہو سکتے اس لیے توابع مبادی ہوئے) چہارم۔ شابہ بالتوابع مثلاً خلا و بُعدِ غیر متناہی۔ (کہ یہ توابع مبادی نہیں، صرف توابع یعنی زمان و مکان سے مشابے ہیں) ....

....

اگر ارسطو کی کتاب کو غور سے دیکھا جائے تو مختلف عنوانات کے ماتحت ایک دل چسپ فہرست مرتب ہو سکتی۔ چوں کہ یہ امر ہمارے موضوع سے تعلق نہیں رکھتا اس لیے نظر انداز کیا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ ارسطو کی تصانیف پر بحث کرنے کے لیے ایک الگ کتاب درکار ہے جس کی تالیف میں معاصرین کی جہالت و بلادت حائل ہے۔

ارسطو اسکندر بن فیلبس شاہِ مقدونیہ کا استاد تھا۔ انتظامِ سلطنت میں اسکندر تعلیماتِ ارسطو پر عمل کیا کرتا تھا۔ نتیجتاً تمام بلادِ یونان سے شرک کا خاتمہ ہو گیا، بدی مٹ گئی اور ہر طرف عدل و انصاف کی نہریں بہنے لگیں۔ ارسطو نے اسکندر کے لیے کافی رسائل لکھے ہیں جو علمی دُنیا میں مشہور ہیں اور جن کی تدوین بھی ہو چکی ہے۔ یہ ارسطو ہی تھا جس کی بہ دولت بلادِ اسلامی میں فلسفہ پھیلا۔ محمد بن اسحٰق الندیم[1] نے اپنی کتاب میں ایک دل چسپ حکایت درج کی ہے۔ کہتا ہے کہ مامون[2] نے ایک رات خواب میں دیکھا۔ کہ ایک تخت پر ایک آدمی بیٹھا ہوا ہے۔ جس کا رنگ سُرخ و سفید ماتھا چوڑا، بھویں ملی ہوئیں، بال کم، آنکھیں نیل گوں سیاہ۔ اور خد و خال از بس دل کش۔ مامون پر ہیبت چھا گئی، آگے بڑھ کر پُوچھا "آپ کون ہیں" کہا "میں ارسطو ہوں" مامون بہت خوش ہوا، اور پُوچھا "کیا میں آپ سے کچھ پُوچھ سکتا ہوں" کہا "ہاں" پُوچھا "حُسن کیا چیز ہے" کہا "جو عقل کو پسند آئے" پُوچھا "حُسن کا دُوسرا درجہ

---

[1] الفہرست کا مصنف۔ (مزید تفصیل اقلیدس کے ضمن میں آئے گی)

[2] مامون (۸۱۳-۸۳۳ء / ۱۹۸-۲۱۸ھ) ابن ہارون بن مہدی بن ابو جعفر منصور بن ابو العبّاس محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن علیؓ بن ابی طالب خلافتِ عبّاسیہ کا ساتواں خلیفہ تھا۔ بہت بڑا علم دوست۔ اس کے دربار میں بڑے بڑے منجّم، اطبّا، علما و حکما رہا کرتے تھے۔ مامون و ہارون کا عہد اسلام کا عہدِ زریں کہلاتا ہے۔ انیس ۱۹ سال تک نہایت شان سے حکومت کی اور ۲۱۸ھ / ۸۳۳ء میں انتقال ہو گیا۔

کیا ہے" کہا "جو شریعت کو پسند آئے" پوچھا "حسن کا کوئی اور درجہ بھی ہے" کہا "نہیں" پھر گزارش کی "کوئی اور نصیحت ارشاد فرمایئے" کہا "رفیقِ سفر کو سونے کی طرح قیمتی سمجھو اور ایک اللہ کی عبادت کرو"۔

جب مامون بیدار ہوا۔ تو اُس کے دل میں تصانیفِ ارسطوؒ کی تلاش کا بے پناہ شوق لہریں لے رہا تھا۔ اسلامی ممالک میں ہر طرف قاصد بھیجے لیکن کوئی کتاب نہ ملی۔ مجبوراً شہنشاہِ روم کو خط لکھا (کچھ عرصے پہلے مامون شاہِ روم پر حملہ کرکے اسے نیچا دکھا چکا تھا) کہ تصانیفِ ارسطوؒ کہیں سے پیدا کی جائیں۔ شاہِ روم نے ہر چند تلاش کیں، مگر نہ مل سکیں۔ حالتِ مایوسی میں کہنے لگا۔

"مسلمانوں کے بادشاہ نے میرے آباواجداد کا علم مجھ سے مانگا ہے اور کس قدر مقامِ افسوس ہے کہ مجھے کوئی کتاب نہیں ملتی، میں اسے کیا مُنہ دکھاؤں گا۔ اور اس کے ہاں میری قوم کی کیا وقعت رہ جائے گی (جو غفلت کی وجہ سے آباواجداد کی تصانیف تک گم کر چکی ہے)" شہنشاہِ روم نے تفتیش جاری رکھی۔ ایک دن ایک راہب جو قسطنطنیہ سے دُور کسی معبد میں گوشہ نشین تھا، بادشاہ کے ہاں آیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ تمھاری مشکل کا حل میرے پاس موجود ہے۔ بادشاہ نے پوچھا۔ "وہ کیوں کر؟" کہا "فلاں موضع میں ایک گھر ہے جسے ہر نیا بادشاہ نئے سرے سے مقفّل کرتا ہے"۔ بادشاہ نے کہا۔ "اس کی وجہ تو یہ ہے کہ اُس گھر میں قدیم بادشاہوں کا کچھ سامان پڑا ہے، چوں کہ اس سامان کی کسی کو ضرورت نہیں پڑتی اس لیے اس گھر کو ہمیشہ تالا لگا رہتا ہے"۔ راہب نے کہا۔ "معاملہ یوں نہیں، اصل قصّہ یوں ہے کہ وہاں ایک معبد ہے جہاں عیسائیت سے پہلے اہلِ یونان عبادت کیا کرتے تھے۔ جب سرزمینِ یونان میں عیسائیت نے قدم رکھا۔ اور قسطنطینؔ[1] بن ہلانتہ کا عہدِ حکومت آیا تو حکمت و فلسفے کی تمام کتابیں

---

[1] قسطنطین نام کے دو بادشاہ گزرے ہیں۔ ایک قسطنطینِ اوّل (بقیہ نوٹ صہ ۶۱ پر)

اِدھر اُدھر سے جمع کر کے اس معبد میں بند کر دی گئیں "۔

جب شہنشاہِ رُوم نے یہ حکایت سُنی تو فوراً ارکانِ سلطنت کو مشورے کے لیے طلب کیا۔ نیز راہب سے پُوچھا کہ فلسفۂ یُونان کو ممالکِ اسلامیہ میں بھیجنے سے کوئی دنیوی یا اخروی خرابی تو پیدا نہ ہو گی؟ راہب نے جواب دیا۔ "اُلٹا آپ کو ثواب حاصل ہو گا اس لیے کہ یہ فلسفہ جہاں پہنچتا ہے، اُس قوم کی تعمیر سیاست و مدنیت کو تباہ کر دیتا ہے"۔ مشورے کے بعد بادشاہ اُس مقام پر گیا۔ دروازہ کھولا تو اندر ایک بہت بڑا کتب خانہ دیکھا۔ کتابوں کو دیکھے بھالے بغیر ایک طرف سے پانچ گٹھڑیاں بندھوا کر مامون کو بھیج دیں۔ کچھ پُوری کتابیں تھیں اور کچھ نامکمّل جو آج تک نامکمّل چلی آتی ہیں۔ مامون نے مترجم بُلوا کر ان کا رُومی زبان سے عربی میں ترجمہ کرایا۔ مامون کے بعد چند دیگر متلاشیانِ علم نے بھی ارسطو کی تصانیف ڈھونڈ نکالیں۔

ابو سلیمان[1] منطقی سجستانی ثم بغدادی (جو ایک قابل و ذہین فاضل تھا) بیان کرتا ہے کہ منجم[2] کے بیٹوں نے نقل و ترجمے کے لیے حُنین بن اسحاق، حُبیش[3] بن الحسن اور ثابت[4] بن قرہ جیسے فضلائے زمانہ پان پان سو دینار ماہوار پر مقرر کر رکھے تھے۔ موسیٰ بن شاکر منجم

(صفحہ ۶۰ کا بقیہ نوٹ) :۔ (۳۳۷ء۔ ۳۲۴ء) جس نے عیسائیت قبول کر لی تھی۔ اور دوسرا قسطنطینِ دوم جو مغربی رُومہ کا ۳۲۳ء سے ۳۴۰ء تک بادشاہ رہا۔ یہاں اوّل الذکر مُراد ہے اس لیے کہ موخر الذکر کا قسطنطنیہ سے کوئی تعلق نہ تھا]

[1] اپنے زمانے کا بہت بڑا فاضل تھا۔ ابو حیّان التوحیدی کا اُستاد اور غلامِ زُحل یعنی عبید اللہ ابن الحسن ابو القاسم کا دوست و معاصر تھا۔ چوتھی صدی ہجری کے رُبع آخر میں فوت ہوا۔

[2] المنجم سے مُراد موسیٰ بن شاکر ہے۔ جو مامون کا ایک منجم تھا۔ اُس کے تین بیٹے تھے۔ محمد، احمد و حسن۔ ہر سہ کا ذکر کتاب کے آخر میں آئے گا۔

[3] حُبیش بن الحسن الاعسم۔ حُنین کا شاگرد اور کئی کتابوں کا مصنف و مترجم۔ ایک کتاب کا نام کتاب الزیادۃ ہے۔

[4] ثابت بن قرۃ بن مروان بن ثابت بن کرایا بن ابراہیم بن کرایا بن مارینوس بن سالامانس ابو الحسن الحرّانی (متوفی ۲۸۸ھ) کے حالات حرف الثا میں دیکھیے۔

کے تین بیٹے یعنی محمد، احمد اور الحسن بلادِ روم سے علم و ادب کا بے شمار ذخیرہ نکال لائے تھے۔ ہم اُن کے متعلق اوراقِ آیندہ میں کچھ عرض کریں گے، یہاں صِرف اتنا کہنا چاہتے ہیں۔ کہ زرِ کثیر صَرف کرنے کے بعد یہ حضرات کہیں سے نایاب نسخے تلاش کر لائے۔ جن میں سے کچھ فلسفہ و ہندسہ۔ کچھ موسیقی و ارثماطیقی اور کچھ طب وغیرہ پر تھے۔ اسی طرح جب قُسطا[1] بن لوقا بعلبکی بغداد پہنچا تو اس کے پاس بھی چند ایسی کتابیں موجود تھیں جنھیں خود قُسطا نے ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کیا اور کرایا۔

محمد بن اسحاق الندیم بیان کرتا ہے کہ میں نے ایک محفل میں ابو اسحاق بن شہرام کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ روم کے ایک شہر میں ایک پُرانا معبد تھا جس کا آہنی دروازہ اتنا بڑا تھا کہ آج تک اُس کی نظیر دیکھنے میں نہیں آئی۔ اس معبد میں قدیم یونانی دُعا و عبادت کے لیے جمع ہوا کرتے تھے لیکن اب وہ مدّت سے بند پڑا تھا۔ ایک دن میں نے شہنشاہِ روم سے التجا کی کہ یہ دروازہ کھولا جائے۔ شاہ نے جواب دیا کہ یہ دروازہ اُس وقت سے بند ہے، جب اہلِ روم نے یونان کو فتح کیا تھا۔ اور میں اسے کھولنا پسند نہیں کرتا۔ اس انکار کے باوجود میں شافہتاً و مکاتبتاً مُصر رہا چنانچہ بادشاہ نے میری درخواست کو شرفِ قبول بخشا اور دروازہ کھول دیا۔ میں اندر گیا۔ تو معلوم ہوا کہ یہ معبد سنگِ مرمر اور دیگر بڑے بڑے رنگین پتھروں سے بنا ہوا ہے۔ ہر طرف حسین تصاویر و نقوش کی ایک دُنیا نظر آتی ہے۔ اور ایک اتنا بڑا کتب خانہ موجود ہے کہ ہزار اونٹ بھی اس کی کتابیں نہ اٹھا سکیں۔ بعض کتب شکستہ حالت میں تھیں۔ اور بعض تقریباً نئی نظر آتی تھیں۔ ایک طرف نذر و نیاز پیش کرنے کے سُنہری و رپہلی برتن رکھے تھے اور اسی قسم کی چند اور چیزیں اِدھر اُدھر پڑی تھیں۔

---

[1] قُسطا بن لوقا نصرانی۔ شامی۔ الکندی کا معاصر جو بغداد میں تراجمِ کتب پر متعین تھا۔ حالات حرف القاف میں دیکھیے۔

جب ہم سیرِ ملاحظہ کے بعد باہر آئے اور دروازہ بند کر دیا گیا تو بادشاہ کہنے لگا "یہ سب کچھ تمہاری خاطر کیا گیا ہے ورنہ آج سے پہلے کسی اور کی خاطر یہ دروازہ کبھی نہیں کھولا گیا"۔ یہ واقعہ سیف الدولہ[1] کے زمانے میں ہوا تھا۔ یہ معبد قسطنطنیہ سے تین روز کی مسافت پر واقع ہے۔ اس کے مجاور کلدانی[2] کواکب پرست ہیں جنھیں تبدیلِ مذہب پر مجبور نہیں کیا گیا۔ یہ لوگ شہنشاہِ روم کو جزیہ ادا کرتے ہیں۔

محمد بن اسحاق الندیم اپنی کتاب "ارسطوطالیس" میں بیان کرتا ہے کہ لفظِ ارسطوطالیس کے معنی ہیں "شیدائیِ حکمت" اور بہ قولِ بعض "کامل الفضل"
ارسطو کے والد کا نام نیقوماخس اور دادے کا اسمِ گرامی ماخاؤن تھا۔ اس کا جدِ امجد اسقل بیوس (اسقل بیاؤس) تھا جس نے فنِ طب ایجاد کیا۔ اس کی والدہ افسطیا بھی اسقل بیوس کی پشت سے تھی۔ یہ حکیم یونان کے ایک شہر اسطاغاریا کا رہنے والا تھا۔ اور اس کا والد نیقوماخس سکندرِ اعظم کے والد فیلبس کے ہاں شاہی طبیب کے فرائض سر انجام دیا کرتا تھا۔ ارسطو افلاطون کا شاگرد تھا۔
بطلیموس[3] الغریب کہتا ہے کہ بوثیون کے معبد میں بہ ذریعہ وحی یہ حکم دیا گیا تھا کہ ارسطو حصولِ تعلیم کے لیے افلاطون کے ہاں جائے۔ ارسطو نے تعلیم پر بیس[20] سال

---

[1] سیف الدولہ ابوالحسن علی (۳۳۳ - ۳۵۶ھ) حلب کا مشہور امیر جس کی طرف ابوالفرج نے کتاب الاغانی منسوب کی۔ جس کے دربار میں متنبّی قصائد پڑھا کرتا تھا اور ابونصر فارابی جیسا فاضلِ دہر تصنیف و تالیف میں معروف رہتا تھا۔ اس کا پورا نام امیر سیف الدولہ علی بن عبداللہ بن حمدان تھا۔ سالِ وفات ۳۵۶ھ

[2] کلدانی۔ کلدہ کا اسم منسوب۔ دجلہ و فرات کے دوآبے کو آج کل عراق اور قدیم زمانے میں کلدہ کہتے تھے۔

[3] بطلیموس نام کے دو حکیم ہیں۔ اول بطلیموس القلوذی مصنف المجسطی و مشہور منجم جس کے شمسی نظام کا اب تک چرچا ہے۔ دوم بطلیموس الغریب۔ ارسطو کا دوست و ہم عصر جس نے ارسطو پر ایک کتاب بھی لکھی تھی یعنی کتاب اخبار ارسطوطالیس و وفات و مراتب کتبہ۔ (تاریخ الحکماء ص ۸۹ - ۹۰)

حرف کیے۔ جب افلاطون سسلی گیا تو اس کی غیر حاضری میں ارسطو معلمی کے فرائض سرانجام دیتا رہا۔ کہتے ہیں کہ ارسطو نے تیس سال کی عمر میں فلسفے کا مطالعہ شروع کیا تھا۔ یہ حکیم یونانی علما میں افلاطون کے بعد بلیغ ترین، متین ترین و عظیم ترین عالم سمجھا جاتا ہے۔ بادشاہ اس کی تعظیم کرتے تھے۔ اور سکندرِ اعظم ہر معاملے میں اس کے مشورے پر چلتا تھا۔ جب سکندر مہماتِ مُلکی پر روانہ ہوگیا تو ارسطو نے دنیا سے کنارہ کرلیا اور اپنی تعمیر کردہ عمارات میں گوشہ گزیں ہوگیا۔ ان عمارات میں وہ دارالتعلیم بھی شامل ہے جس میں مشائین درسِ فلسفہ لیا کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ بہبودیٔ عوام اور کم زوروں کی مدد ارسطو کا خاص مشغلہ بن گیا۔ شہرِ شامیطا کی تعمیر از سرِ نو کرا ڈالی اور کچھ کنویں بھی بنوا دیے۔

ارسطو کی وفات

بطلیموس[۱] لاغوس کی تخت نشینی کو تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ ارسطو داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گیا۔ اس کا بھانجا ثاؤفرسطس اس کا خلیفۂ تعلیم قرار پایا۔

وفات سے پہلے ارسطو نے یہ وصیت کی :—

"میری تمام جائداد کا متولی انطیبطرس ہوگا۔ نیقانر کے آنے تک ارسطومانس، طیمرخس، ابرخس[۲] اور ذیوطالیس کو چاہیے کہ وہ میرے عیال، خادمہ (اربلس نامی) کنیزوں، غلاموں وغیرہ کے آرام و راحت میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑیں۔ اگر ثاؤفرسطس (ارسطو کا بھانجا و خلیفہ) بھی ان کے ساتھ شامل ہو سکے تو وہ بھی اس وصیت میں شامل سمجھا جائے۔ جب میری بیٹی جوان ہو جائے تو نیقانر

---

[۱] بطلیموس لاغوس اسکندرِ اعظم کے بعد اسکندریہ میں ۳۲۳ ق م کو تخت نشین ہوا۔ یہ بطالسہ کا پہلا فرماں روا تھا۔ [۲] ابرخس کے حالات آگے آئیں گے۔

اس کا والی قرار پائے۔ اگر میری بیٹی شادی سے پہلے مرجائے تو تمام معاملات کا فیصلہ نیقانر کرے۔ اسی طرح نیقانر کو اختیار ہوگا کہ وہ میرے بیٹے نیقوماخس کے تمام معاملات کو اپنے ہاتھ میں لے لے۔ اور اگر میری بیٹی کی شادی سے پہلے یا بعد نیقانر کی اس حال میں وفات ہوجائے کہ میری بیٹی لاولد ہو تو نیقانر کو وصیّت کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ اور یہ وصیّت ہر طرح سے جائز ہوگی۔ اگر نیقانر بلا وصیّت مرجائے۔ تو میری خواہش یہ ہو کہ تاؤفرسطس اس کی جگہ لے لے اور میری اولاد و جایداد کی نگرانی کرے۔ اگر تاؤفرسطس کو اتنی فرصت نہ ہو تو پھر مذکورہ بالا حضرات انطیبطرس کے ہاں مشورے کے لیے جائیں اور اتفاق آرا سے جس فیصلے پر پہنچیں، اُسے جامۂ عمل پہنائیں۔

اوصیا (TRUSTEES) اور نیقانر کو چاہیے کہ وہ اربلس کا خاص خیال رکھیں کہ اس مخلص خادمہ نے میری بے حد خدمت کی ہو اور مجھے آرام پہنچانے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ اس کی تمام ضروریات پوری کی جائیں۔ اگر یہ نکاح پر مائل ہو تو کوئی فاضل مرد اس کے لیے تلاش کیا جائے۔ مالِ مملوکہ کے علاوہ اسے ۱۲۵ رطل[1] چاندی اپنی کنیز کے علاوہ تین لونڈیاں اور ایک غلام دیا جائے۔ اگر یہ خلقیس میں رہنا پسند کرے تو میرے گھر کا وہ حصّہ جو دارالقیافہ کہلاتا ہو اور جو باغ کی طرف واقع ہو، اس کے لیے خالی کردیا جائے۔ اور اگر اسطاغیرا (ارسطو کا مولد) میں رہنا چاہے تو میرے آبائی گھروں میں جو نسا پسند

---

[1] رطل ایک وزن ہو۔ شام میں پانچ پونڈ (اڑھائی سیر) کا۔ اور مصر میں ۱۵ ½ اونس کا۔ اونس تقریباً نصف چھٹانک کے برابر ہوتا ہو۔

کرے لے۔ اور اوصیا کا فرض ہوگا کہ وہ اس کی تمام حاجات کا خیال رکھیں۔

اپنے بیٹے اور بیوی کے متعلق میں کوئی وصیت نہیں کرنا چاہتا۔ نیقانر کو ہدایت کرتا ہوں کہ وہ میرے غلام مرقس کا ہر طرح سے خیال رکھے اور اُسے تمام مال و دولت کے ہمراہ اس کی جائے سکونت میں پہنچا دے۔ میری کنیز امارقیس کو آزاد کر دیا جائے۔ آزادی کے بعد اگر وہ میری بیٹی کی خدمت میں شادی تک رہنا چاہے۔ تو اُسے پان سو درخم[1] بہ مع اس کی کنیز کے دیے جائیں۔ تالیس کو وہ لڑکی دے دی جائے۔ جو حال ہی میں ہمارے قبضۂ اقتدار میں آئی تھی اور ساتھ ہی ایک غلام اور ایک ہزار درخم بھی اُسے دیے جائیں۔ سیمس کو پہلے غلام کے ..... علاوہ ایک اور غلام خریدنے کے لیے رقم دی جائے اور اس کے علاوہ جو مناسب سمجھیں اُسے دے دیں۔ جب میری بیٹی کی شادی ہو جائے تو تاخن، فیلن اور البیوس کو آزاد کر دیا جائے۔ اولمبیوس کے بیٹے کو بہ طورِ غلام نہ بیچا جائے اور نہ میرے غلاموں میں سے کسی اور کو خریدا جائے۔ یہ تمام غلام میرے گھر میں مصروفِ خدمت رہیں اور جب جوان ہو جائیں تو سب کو آزاد کر کے حسبِ استحقاق ان کو کچھ نہ کچھ دے دیا جائے۔"

اسحاق بن حنین کہتا ہے کہ ارسطو ۷۰ سال کی عمر میں فوت ہوا۔

تصانیف

ارسطو کی تصانیفِ منطقی بہ مع اسمائے مترجمین، شارحین و مختصر نویسین یہ ہیں:۔

(۱) قاطیغوریاس یعنی مقولات (۲) باری ارمینیاس یعنی عبارت (۳) انولوطیقا الاول یعنی تحلیلِ قیاس (۴) ابودیقطیقا یا انولوطیقا الثانی یعنی برہان (۵) طوبیقا یعنی بحث و جدل۔

---

[1] درخم ڈیڑھ درہم کے برابر ہوتا ہے۔ اور ایک درہم کا وزن ۱/۲ اونس ہوتا ہے۔

(۶) سوفسطیقا۔ اس لفظ کے معنی ہیں "مغالطہ میں ڈالنے والا یا فریب انگیز فلسفہ"۔
(۷) ریطوریقا یعنی خطاب کرنا (۸) ابوطیقا یا بوطیقا۔ یعنی شاعری۔

پہلی کتاب یعنی قاطیغوریاس کو حنین بن اسحاق نے رومی زبان سے عربی میں منتقل کیا اور چند یونانی وعربی علمانے اس کی شرحیں قلم بند کیں۔ بعض شارحین کے نام یہ ہیں:۔ فرفوریوس یونانی۔ اصطفن الاسکندرانی رومی۔ اللّبس رومی۔ یحییٰ نحوی (اسکندریہ کا پادری) امونیوس رومی۔ ثامسطیوس رومی۔ ثاؤفرسطس یونانی۔ سنبلیقیوس یونانی۔ ثاؤن نے سریانی وعربی میں ترجمہ کیا۔ الینخس نے ایک عجیب تفسیر لکھی۔ ابوزکریا یحییٰ بن عدی کا خیال یہ ہے کہ اس تفسیر کی نسبت الینخس کی طرف غلط ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
۔ ۔ ۔ ۔ (یہاں تین سطریں اس قدر محرّف ہیں کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ مترجم)

ابوسلیمان منطقی سجستانی کہتا ہے کہ ابوزکریا یحییٰ بن عدی نے اس کتاب کا (اسکندر افرودیسی کی شرح سمیت) تقریباً تین سو اوراق میں ترجمہ کیا ہے۔ اس کتاب کے مسلّم شارحین ابونصر فارابی و ابوبشر متّی[1] ہیں۔ علما کی ایک جماعت نے اس کتاب کی مختصرات[2] اور مشجّر[3] و غیر مشجّر جوامع[4] تیار کی ہیں، جن میں سے مشہور علما یہ ہیں:۔ ابن المقفّع[5]۔ ابن بہریز۔ الکندی۔ اسحاق بن حنین۔ احمد بن الطیّب[6]۔ الرازی[7]۔

---

[1] ابوبشر متّی بن یونس منطقی نصرانی نزیل بغداد (سنہ ۳۲۰ھ میں زندہ) کے حالات آگے آئیں گے۔
[2] مختصرات۔ کسی لمبی کتاب کو یوں مختصر کرنا کہ ضروری تفاصیل نظرانداز نہ ہوں اور تمام اصول منضبط ہوجائیں۔ [3] مشجّر۔ بیل بوٹوں سے آراستہ کرنا یا کوئی چیز یوں لکھنا کہ بوٹا تیار ہوجائے (قاموس)
[4] جوامع۔ خلاصہ۔ کسی کتاب کا نچوڑ۔ کسی مصنف کی تمام کتابوں کا ایک جلد میں خلاصہ تیار کرنا کہ کوئی اہم چیز نظرانداز نہ ہوجائے۔ [5] عبداللہ بن المقفّع (سنہ ۷۶۰ء) کے حالات حرف العین میں۔ [6] احمد بن محمد بن مروان بن الطیّب السرخسی۔ الکندی کا شاگرد۔ حالات آگے آئیں گے۔
[7] محمد بن زکریا ابوبکر الرازی مشہور فلسفی (متوفی سنہ ۳۲۰ھ)

باری ارمینیاس

حُنین نے الفص کا ترجمہ سریانی میں اور اسحاق[1] نے عربی میں کیا۔ تفسیر اسکندر افرودیسی[2] نے لکھی جو آج ناپید ہو۔ یحییٰ نحوی۔ الیخس اور فرفوریوس نے بھی اس کتاب کی تفاسیر لکھی ہیں۔ اصطفن کی تیار کردہ جوامع (مختصر یا خلاصہ) بھی نایاب ہو۔

جالینوس، قویری، ابو بِشر متّی[3]، فارابی اور ثاؤفرسطس نے اس کتاب کی شرحیں لکھیں۔ اور حُنین، اسحاق، ابن المقفع، ابن بہرین، رازی۔ ثابت بن قرۃ اور احمد بن الطیّب نے مختصرات تیار کیں۔

انولوطیقا الاوّل

اس کتاب کو ثیاذورس[4] نے عربی میں ترجمہ کرکے بہ روے اصلاح حُنین کے سامنے پیش کیا۔ اس کا کچھ حصّہ حُنین نے اور کچھ اسحاق نے سریانی زبان میں منتقل کیا۔ "اشکال حملیہ" تک والے حصّے کی اسکندر نے دو تفسیریں لکھیں جن میں سے ایک زیادہ مکمّل تھی۔ ثامسطیوس[5] نے اس کے دو مقالوں کی شرح تین مقالوں میں کی یحییٰ نحوی نے بھی صرف "اشکال حملیہ" تک کی تفسیر لکھی۔ ابو بشر متّی اور کندی بھی اس کتاب کے مفسّر ہیں۔ اوّل الذکر نے پورے دو مقالوں کی شرح لکھی ہو۔

انولوطیقا ثانی

حُنین نے اس کتاب کا کچھ حصّہ اور اسحاق نے ساری کتاب کو سریانی زبان میں

---

[1] اسحاق بن حُنین بن اسحاق ابو یعقوب بن ابی زید العبادی۔ (م ۲۹۸ھ)

[2] اسکندر افرودیسی، جالینوس کا ہم عصر تھا۔ تفصیل اوراقِ آیندہ میں آئے گی۔

[3] ابو بشر متّی بن یونس جیسے فاضل دہر کا اُستاد جس نے ارسطو کی کئی کتابوں کی شرح لکھی۔

[4] مصر کا مشہور ریاضی داں و مہندس۔ اس کی تصانیف وغیرہ باب الثا میں دیکھیے۔

[5] ثامسطیوس یونان کا ایک فلسفی۔ حالات آگے آئیں گے۔

منتقل کیا، اور متّی نے اسحاق کے ترجمے کو عربی لباس پہنایا۔ اس کتاب کے شارحین یہ ہیں:
ثامسطیوس، اسکندر۔ (اسکندر کی شرح گم ہو چکی ہے) یحییٰ نحوی (یحییٰ نحوی کی شرح کو متّی نے ابو یحییٰ المروزی سے سبقاً سبقاً پڑھا تھا[1] اور ابو یحییٰ مروزی کی اس پر کچھ اعتراضات بھی ہیں)۔ متی، فارابی و کندی۔

طوبیقا

اسحاق نے اس کتاب کو سریانی زبان میں منتقل کیا اور یحییٰ بن عدی نے اسحاق کے سریانی ترجمے کو عربی لباس پہنایا۔ ابو عثمان الدمشقی[2] نے پہلے سات مقالوں اور ابراہیم بن عبداللہ[3] نے آٹھویں مقالے کا ترجمہ کیا ہے۔ اس کے کچھ قدیم مفسروں کا بھی پتا چلا ہے۔ یحییٰ بن عدی نے شرحِ کتاب کے آغاز میں بیان کیا ہے کہ متقدمین میں سے جن حضرات نے اس کی شروح لکھی ہیں، ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ اسکندر رومی نے مقالۂ اولا کے کچھ حصے نیز پانچویں، چھٹے، ساتویں اور آٹھویں مقالے کی تفسیر کی۔ اور امونیوس[4] نے پہلے چار مقالوں کی شرح لکھی۔ میں نے اپنی شرح میں اسکندر و امونیوس کی تفاسیر سے مدد لی اور کہیں کہیں ان میں اصلاح بھی کر دی۔ یحییٰ کی شرح تقریباً ہزار اوراق پر مشتمل ہے۔ یحییٰ کے علاوہ امونیوس نے پہلے چار مقالوں اور اسکندر نے آخری ساڑھے چار مقالوں کی شرح قلم بند کی۔ ثامسطیوس نے بھی کئی حصّوں کو واضح کیا۔ فارابی اس

---

[1] ابو بشر متی کا اُستاد و بغداد کا ایک طبیب۔ حالات اوراقِ آیندہ میں۔

[2] ابو عثمان الدمشقی بن یعقوب دمشقی طبیب۔

[3] ابراہیم بن عبداللہ الناقد النصرانی۔ ارسطو کی کتابوں کا مترجم۔

[4] امونیوس کا مشہور نام فرفوریوس تھا۔ اور شام کے ایک ساحلی شہر صور کا رہنے والا تھا۔ منطق کی مشہور کتاب ایساغوجی کا مصنف یہی حکیم ہے۔ مزید تفاصیل کے لیے دیکھو حرف الفا (فرفوریوس)

کتاب کا مفسر بھی ہی۔ اور مختصر نویس بھی۔ متی نے صرف مقالہ اوّل کو واضح کیا۔ اسحاق نے امونیوس و اسکندر کی تفاسیر کا ترجمہ کیا، اور ابو عثمان الدمشقی نے اصل کتاب کو عربی میں منتقل کیا۔

سوفسطیقا

ابن ناعمہ اور ابوبشر متی نے اس کتاب کو سریانی زبان میں منتقل کیا اور یحییٰ بن عدی نے عربی زبان میں۔ ابراہیم بن[1] بکوش العشاری نے ابن ناعمہ کے سریانی ترجمے کا عربی ترجمہ کیا اور قویری و کندی نے شرحیں لکھیں۔

ریطوریقا

اس کتاب کا ایک بہت پرانا ترجمہ بھی ملتا ہی۔ کہتے ہیں کہ اسحاق نے اسے عربی زبان میں منتقل کیا۔ ابراہیم بن عبداللہ بھی اس کے مترجمین میں سے ہی اور ابونصر فارابی اس کا شارح ہی۔ سُنا ہی کہ احمد بن الطیّب السرخسی نے اس کتاب کو سو اوراق میں نقل کیا تھا اور یہ نسخہ کافی پرانا ہی۔

ابوطیقا

اس کتاب کو ابوبشر متی نے سریانی سے عربی میں منتقل کیا۔ اور یحییٰ بن عدی نے بھی اس کا ترجمہ کیا ہی۔ ثامسطیوس کو اس کتاب کے تصنیفِ ارسطو ہونے میں شبہ ہی۔ بعض دیگر علما کا خیال بھی یہی ہی کہ یہ ارسطو کی تصنیف نہیں۔ کندی نے اس کتاب کی مختصر تیار کی ہی۔

ارسطو کی تصانیفِ طبیعی

ایک کتاب کا نام "سماعِ طبیعی" یا "سمع الکیان" ہی۔

---

[1] ابراہیم بن بکوش بغداد کے شفاخانہ عضدیہ میں درسِ طب دیا کرتا تھا۔ اس نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ جن میں سے مشہور یہ ہیں۔ بیاض مطب، قرابادین، نیز چیچک پر ایک رسالہ۔ (قاموس المشاہیر مصنفہ نظامی بدایونی مطبوعہ نظامی پریس بدایوں ص ۱۳)

آٹھ مقالات پر مشتمل ہی۔ اسکندر افرودیسی نے اس کی شرح لکھی ہی جس میں ارسطو کے
مقالہ اولا کی تفسیر دو مقالوں میں پیش کی ہی۔ پہلا مقالہ تو بتمامہا موجود ہی۔ لیکن
دوسرے مقالے کا کچھ حصّہ ضایع ہوچکا ہی۔ ابو روح الصابی نے اس کا ترجمہ کیا جس
کی اصلاح یحیٰی بن عدی نے کی۔ دوسرے مقالے کی شرح صِرف ایک مقالے میں ہوئی
تھی۔ حُنین نے اس مقالے کو یونانی سے سریانی میں اور یحیٰی نے سریانی سے عربی
میں منتقل کیا۔ تیسرے مقالے کی شرح نہیں مل سکی۔ چوتھے مقالے کی تفسیر تین مقالوں
میں ہوئی تھی۔ جن میں سے تیسرے مقالے کا کچھ حصّہ گُم ہوگیا ہی اس کا ترجمہ قُسطا اور
عثمان الدمشقی ہر دو نے کیا تھا۔ موخر الذکر کا ترجمہ ملتا ہی۔ اور اوّل الذکر کا ناپید ہوچکا ہی۔
چھٹے مقالے کا ترجمہ صِرف ایک مقالے میں ہوا تھا جس کا نصف سے زائد حصّہ گُم ہوچکا
ہی۔ ساتویں مقالے کو قُسطا نے ایک مقالے میں ترجمہ کیا تھا اور آٹھویں کا بھی ایک
ہی مقالے میں ترجمہ ہوا تھا لیکن آج صِرف چند اوراق ملتے ہیں وبس۔

قُسطا نے اس کتاب کے صِرف پہلے چار مقالوں کا ترجمہ کیا ہی جو مواعظ و
نصائح پر مشتمل تھے۔ اور عبدالمسیح بن ناعمہ نے باقی چار مقالوں کا ترجمہ کر ڈالا۔ اس
کتاب کی کافی تفاسیر لکھی گئیں۔ مثلاً فرفوریوس نے پہلے چار مقالوں کی شرح لکھی
تھی جس کا ترجمہ بسیل نے کیا۔ اسی طرح اس کتاب کی سریانی تفسیر مصنّفہ ثامسطیوس
کا ترجمہ ابو بشر متّی نے کیا۔ متّی نے پہلے مقالے کی بعض مباحث کو نظر انداز کر دیا ہی۔
ابو احمد بن کرنیب[1] نے مقالہ اولا کے بعض حصّوں اور مقالہ رابعہ میں "الکلام
فی الزمان" تک کا ترجمہ کر ڈالا۔ ثابت بن قرۃ نے مقالہ اولا کے کچھ حصّے اور
ابراہیم بن الصلت نے تمام پہلے مقالے کا ترجمہ کیا۔ ابن الصلت کا ترجمہ یحیٰی بن

---

[1] الحسین بن اسحاق بن ابراہیم بن یزید الکاتب ابو الحسن بن ابی الحسین ابو احمد المعروف
بہ ابن کرنیب بغدادی۔

عدی کے قلم سے لکھا ہوا آج ملتا ہے۔ ابوالفرج قدامہ بن جعفر بن قدامہ نے مقالۂ اولا کی بحث "سماع طبیعی" کا ترجمہ کیا اور ثامسطیوس نے مختصر الفاظ میں اس مقالے کی شرح لکھی۔ یحییٰ نحوی نے دس جلدوں میں اس کی تفسیر قلم بند کی جو بعد میں رومی زبان سے عربی میں بھی منتقل ہوگئی۔ یہ کتاب کچھ عرصے میرے قبضے میں رہی ہے۔ اس تفسیر پر جورجس البیرودی نے حاشیہ لکھا جس میں ثامسطیوس کے خیالات ظاہر کیے گئے۔ عیسیٰ ابن الوزیر علی بن عیسیٰ بن الجرّاح بھی اس نسخے کا مالک رہا ہے۔ عیسیٰ اس کتاب کو یحییٰ بن عدی سے سبقاً سبقاً پڑھتا رہا اور حاشیے پر کچھ لکھتا بھی رہا۔ عیسیٰ کا خط نہایت عمدہ تھا۔ اس کتاب کی ایک مختصر سی شرح ابن السمح[1] نے لکھی ہے۔ چند دیگر علما کی شرحیں بھی موجود ہیں لیکن ان کا ذکر طوالت سے خالی نہیں۔

کتاب السماء والعالم — یہ کتاب چار مقالات پر مشتمل ہے۔ اس کا ترجمہ ابن البطریق[2] نے کیا ہے۔ پہلے مقالے کے کچھ حصے کا ترجمہ ابو بشر متی نے کیا۔ اسکندر افرودیسی نے مقالۂ اولا کے بعض حصوں کی شرح لکھی۔ ثامسطیوس نے تمام کتاب کی تفسیر قلم بند کی۔ جس کا یحییٰ بن عدی نے ترجمہ کیا اور کچھ اصلاح بھی کی ہے۔ حنین بن اسحاق نے اس تفسیر میں سولہ[16] نئے مسائل داخل کیے ہیں۔ ابو زید البلخی نے اس کتاب کے ابتدائی حصص کی شرح لکھ کر ابو جعفر الخازن کو بھیجی تھی۔ ابو ہاشم[3] جبائی نے اس کتاب کی تردید میں "التصفح" لکھی جس میں ارسطو کے اصول و قواعد

---

[1] ابوالقاسم اصبغ محمد بن السمح علم ہندسہ کا ماہر تھا۔ اصلی وطن اسپین تھا۔ ۴۲۶ھ کو بہ مقام غرناطہ ۵۶ برس کی عمر میں فوت ہوا۔ (قاموس المشاہیر ص۱)

[2] یوحنا بن البطریق (حالات حرف الیا میں) [3] ابو ہاشم عبدالسلام بن ابی علی جبا بن عبدالوہاب بن سلام بن خالد بن حمران بن آبان بصرے کا رہنے والا تھا۔ ۲۴۷ھ میں پیدا ہوا اور ۳۲۱ھ میں وفات پائی۔ اس کا فلسفہ معتزلوں کو بہت پسند تھا۔

پر سخت نکتہ چینی کی ہی۔

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ یحییٰ بن عدی بغداد میں ایک وزیر کے ہاں گیا۔ اس محفل میں کچھ متکلمین بھی آ گئے۔ وزیر نے کہا کہ یحییٰ فلسفی متکلمین کا رئیس ہی۔ اس لیے آج کچھ علمی گفتگو ہو جائے۔ یحییٰ نے معذرت کرتے ہوے کہا کہ یہ لوگ میرے اصولوں سے ناواقف ہیں اور میں ان کی اصطلاحات سے ناآشنا، ایسا نہ ہو کہ کہیں مجھ سے وہی غلطی سرزد ہو جائے، جو الجبائی سے کتاب التصفح میں ہوئی تھی۔ الجبائی قواعدِ منطقی سے ناآشنا تھا۔ اس لیے اس کی تردید محض دُور از کار و غلط ہی۔ اگر الجبائی اُن قواعد سے آگاہ ہوتا تو تردید کی کبھی جُرأت نہ کرتا۔

وزیر نے جب یہ دلیل سُنی تو اپنے مطالبے سے دست بردار ہو گیا۔

کتاب الکوْن والفساد

اس کتاب کو حُنین نے سریانی اور اسحاق اور ابو عثمان الدمشقی نے عربی میں منتقل کیا۔ ابراہیم ابن بکوش نے نے الدمشقی کے ایک ترجمے کا بھی کہیں ذکر کیا ہی۔ اسکندر اس کتاب کا شارح ہی۔ اس کا ایک ترجمہ اسطات[1] نے کیا تھا۔ اس ترجمے کی شرح امقیذورس نے لکھی اور متّی نے اپنے ترجمے کی بنیاد اسطات کے ترجمے پر رکھی۔ قسطا نے مقالۂ اوّلا کا ترجمہ کیا۔ ابوزکریا یحییٰ بن عدی نے ترجمۂ متی کی اصلاح کی۔ اور یحییٰ نحوی نے شرح لکھی۔ یحییٰ نحوی کی شرح سریانی زبان میں تھی جس کا بعد میں عربی میں ترجمہ کیا گیا۔ اربابِ علم کا خیال یہ ہی کہ سریانی نسخہ بہ لحاظِ فصاحتِ زبان و تسہیل مضامین عربی ترجمے سے بہت بلند ہی۔ اور عربی مترجم سے ترجمے میں کافی غلطیاں سرزد ہوئی ہیں۔

---

[1] بقراط کا شاگرد اور یونانی کے مشہور فلسفی اوریباسیوس کا بیٹا جس نے اسطات کی خاطر نو مقالوں پر مشتمل ایک کتاب لکھی۔ جس کا ترجمہ حُنین بن اسحاق نے کیا۔ اوریباسیوس کتاب تشریح الاعضاء و کتاب السبعین کا بھی مصنف تھا۔

کتاب الآثار العلویہ امقیذورس نے اس کتاب کی شرح لکھی اور ابو بشر الطبری نے اس شرح کا ترجمہ کیا۔ اسکندر نے بھی اس کی شرح لکھی۔ جو عربی میں تو منتقل ہوئی لیکن سریانی میں اس کا ترجمہ نہ ہو سکا۔ یحییٰ بن عدی نے اس کا ترجمہ بعد میں کیا ہے۔

کتاب النفس اس کتاب میں صرف تین مقالے ہیں۔ حنین نے ان کا ترجمہ سریانی زبان میں کیا۔ اسحاق نے پہلے کچھ حصے کا اور پھر تمام کتاب کا بہت عمدہ ترجمہ تیار کیا۔ ثامسطیوس نے اس کتاب کی ایک مفصل شرح لکھی۔ مقالۂ اولا و ثانیہ کی دو دو مقالوں اور مقالۂ ثالثہ کی تین مقالوں میں تفسیر کی۔ امقیذورس نے بھی ایک اچھی شرح لکھی ہے۔ ایک سریانی تفسیر سنبلی قیوس[1] کی طرف منسوب ہے۔ اثاوالس نے بھی اس کتاب پر چند تحریرات سپردِ قلم کی تھیں جن کا ترجمہ عربی میں ہو چکا ہے۔ اسکندر نے اس کتاب کا ملخص ۱۰۰ اوراق میں قلم بند کیا اور ابن البطریق نے مختصر تفاسیر لکھیں۔ ثامسطیوس کی شرح کو اسحاق نے پہلے ایک ردّی نسخے سے عربی میں منتقل کیا اور تیس سال کے بعد ایک اچھے نسخے کے ساتھ مقابلہ کر کے اس کی اصلاح کر لی۔

کتاب الحسّ والمحسوس یہ کتاب دو مقالوں پر مشتمل ہے۔ اس کا کوئی صحیح نسخہ نہیں مل سکا۔ اور نہ کہیں اس کا ذکر ملتا ہے۔ ہاں ابو بشر نے اس کا کچھ حصہ کہیں سے پیدا کر لیا ہے۔

کتاب الحیوان یہ انیس ۱۹ مقالوں پر مشتمل ہے جس کا ترجمہ ابن البطریق نے کیا ہے۔ سریانی زبان میں ایک ترجمہ ملتا ہے۔ جو عربی ترجمے سے زیادہ

---

[1] سنبلی قیوس یونان کا ایک مہندس و ریاضی داں تھا۔ اقلیدس کے بعد گزرا۔ شرح کتاب اقلیدس اس کی مشہور تصنیف ہے۔ (تاریخ الحکماء ص ۲۰۶)

فصیح ہے۔ یحییٰ بن عدی کہتا ہے کہ اس کتاب کی چند قدیم مختصر تفاسیر موجود ہیں۔ نیقالوس نے اس کا ملخص قلم بند کیا تھا جسے ابو علی[1] بن زُرعہ نے عربی میں نہ صرف منتقل کیا۔ بلکہ کچھ اصلاح بھی کی۔ خوش قسمتی سے میرے پاس اس کا ایک نسخہ موجود ہے۔

کتاب الالٰہیات یہ کتاب "الحروف و ما بعد الطبیعۃ" کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی ترتیب یونانی ابجد کے مطابق ہے۔ ابتدا چھوٹے الف سے ہوتی ہے۔ اسحاق اس کا مترجم ہے۔ جو نسخہ اس وقت ملتا ہے، وہ حرف "مو" تک ہے۔ ابوزکریا یحییٰ بن عدی نے اس حرف (مو) کی تمام بحث کا ترجمہ کیا ہے۔ یونانی نسخہ حرف تو تک ہے وبس۔ ان حروف کو اسطاث نے کندی کی خاطر یونانی سے نقل کیا تھا۔ اور اصل کتاب میں اسطاث کا بھی کچھ ذکر ملتا ہے۔ ابوبشر متّی نے مقالۂ لام (یونانی ابجد کا گیارھواں لفظ) کو عربی میں اور حُنین بن اسحاق نے سریانی میں منتقل کیا۔ ثامسطیوس نے اسی مقالے کی تفسیر لکھی جس کا ابوبشر متّی اور شملی نے ترجمہ کیا۔ اسحاق بن حُنین نے کئی مقالات کا ترجمہ کیا۔ سوریانوس[2] نے مقالۂ "با" کی شرح قلم بند کی اور بہ قولِ یحییٰ بن عدی یہ شرح عربی زبان میں منتقل ہو چکی ہے۔

خلقیات

کتاب الاخلاق یہ بارہ مقالات پر مشتمل ہے۔ فرفوریوس نے اس کی تفسیر لکھی اور حُنین بن اسحاق نے ترجمہ کیا۔ ابوزکریا یحییٰ بن عدی کے پاس ایک سریانی نسخہ تھا جو اسحاق بن حُنین کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا۔ اس نسخے سے

---

[1] ابو علی بن زُرعہ کا اصلی نام عیسیٰ تھا۔ ۳۷۱ھ کو بغداد میں پیدا ہوا۔ فلکیات، عقلیات، طب، اور منطق پر کئی کتابیں لکھیں۔ ۴۳۸ھ میں وفات ہوئی (قاموس المشاہیر صد ۵۲)

[2] سوریانوس کے حالات حرف السین میں ملاحظہ ہوں۔

چند مقالے غائب تھے۔ متن کے ساتھ ثاسطیوس کی تفسیر بھی شامل تھی۔

کتاب المرآۃ ۔ اس کتاب کا ترجمہ حجاج بن مطر نے کیا تھا۔

کتاب اثولوجیا۔ اس کی تفسیر الکندی نے لکھی تھی۔

خلقیات کے ضمن میں ارسطو کی دو اور کتابیں بھی ملتی ہیں۔ یعنی قول الحکما فی الموسیقی واختصار الاخلاق۔

بطلیموس نے ارسطو کی چند دیگر تصانیف کے نام اغلس کو لکھ کر بھیجے تھے جنھیں ہم ذیل میں درج کرتے ہیں:۔

نام کتاب	موضوعِ کتاب	تعدادِ مقالات
رطاریقیس فیلسوفیس	فلسفہ	تین "
سوفسطس	۔	ایک "
ذیقااوسونیس	عدل	چار "
فاری فاذلیس	ریاضت وادب	چار "
فاری اوغانلیس	شرفِ جنس	چار "
کتاب فی الشعرا		تین "
فاری فاسلیس	مُلک	چار "
فاری اغاثو	خیر	پانچ "
بارخوطس	۔	تین "
فاری طون اطومن غرمّون	خطوطِ غیر منقسمہ	تین "
فاری دیقاؤن	صفۃ العدل	چار "
فاری دیافوراس	تباین واختلاف	چار "
ارطیقون	عشق	تین "

نام کتاب	موضوعِ کتاب	تعداد مقالات
فاری ایدولن	آیا صورت کا وجود ہے یا نہیں	تین "
فلاطونس فولیطس ۔	افلاطون کی تدبیرِ مدنیہ کا خلاصہ	دو "
فاری ایدوالسماطا	لذّت ہے	• "
فاری قینیساؤن	حرکات	آٹھ "
میخانیقا فربلیماطا	مسائلِ حیلیہ	دو "
کتاب فی صناعۃ الشعر ۔	فیثا غورس و اصحابِ فیثا غورس کے ہاں شعر کی حقیقت کیا ہے؟	دو "
فاری بنوماطس	روح	تین "
بروبلیماطن	مختلف مسائل	تین "
فاری طونیل	دریائے نیل	تین "
فاری طوفولین	حیوانوں کی پناہ گاہیں	ایک "
فاری طخنون سوناغی	صنعتیں	پانچ "
فیلیس	محبّت	تین "
بباریرمینیاس	منطق	ایک "
انالوطیقا	•	دو "
افودقطیقا	•	دو "
کتاب فی السوفسطائین	•	ایک "
ایثیقون ماغالن	اخلاق پر بڑے بڑے مقالے	دو "
ایثیقون اوذیمس	اخلاق پر چھوٹے چھوٹے مقالے (یہ کتاب اوذیمس کے لیے لکھی تھی)	آٹھ "

نام کتاب	موضوعِ کتاب	تعدادِ مقالات
نولیطیقون	تدبیرِ مدنیہ	آٹھ "
کتاب فی ضاعۃ ریطوری	فنِ تقریر	تین "
کتاب فی سمع الکیان	۔	آٹھ "
کتاب فی السماء والعالم	۔	چار "
فی الکون والفساد	۔	دو "
کتاب فی الآثار العلویہ	۔	چار "
کتابہ فی النفس	۔	تین "
کتاب فی الحِس والمحسوس		ایک "
کتاب فی الذکر والنوم		ایک "
قینیساؤس طبن زواؤن اناطومن	۔	سات "
طبائع الحیوانات	۔	دس "
زوالیقون موریون	اعضائے ذی حیات	چار "
فاری زواغناساؤس	وجودِ حیوان	پانچ "
فاری بوریس	زمین پر رہنے والے حیوانات کی حرکات	ایک "
فی طول اعمار الحیوان وقصرہا۔	حیوانات کی عمریں	ایک "
کتاب فی الحیواۃ والموت	موت وحیات	ایک "
کتاب فی النبات	نباتات	دو "
کتاب فی مابعد الطبیعۃ	الٰہیات	تیرہ "
کتاب فی مسائلِ ہیولا	مادّہ	ایک "
کتاب فی مسائل طبیعیہ	طبعیات	چار "

نام کتاب	موضوعِ کتاب	تعدادِ مقالات
ذیاراسیس	اس کتاب میں مندرجۂ ذیل امور پر بحث کی گئی ہے۔ اقسامِ زمانہ، اقسامِ نفس، اقسامِ شہوت، فاعل، فعل و منفعل، محبت، انواعِ خیر (خیرِ عقلی و نفسی) خیر و شر، انواعِ علوم، انواعِ حرکات، انواعِ قول و انواعِ موجودات۔	
قسم افلاطون	.	چھ مقالات
قسمۃ الشروط التی تشترط فی القول توضع		تین "
ایفخیراماطی۔	مقدماتِ نقیضِ نفسِ قول سے لیے جائیں	اُنتالیس "
ثاسیس اروطیقا	مسائلِ عشقیہ	ایک "
ثاسیس فوسیقا	مسائلِ طبیعیہ	ایک "
ثاساؤن انغرا	.	.
اوری یا کتاب الحدود	.	سولہ "
اورسطا	اشیائے تحدیدیہ	چار "
کتاب فی التحدید الطوبیقی	.	ایک "
بروس اورس طوبیقون یا تقویم حدودِ مستعملۃٍ فی طوبیقا		چار "
بروس اورس ثاسیس ابنخیریماطا یا کتاب موضوعات تقوم بہا حدود من الحدود۔		دو "
بروس طس اورسمس یا فی تقویم التحدید۔	.	دو "
برو بلیماطا	مختلف مسائل	اڑسٹھ "

نام کتاب	موضوعِ کتاب	تعدادِ مقالات
بروبلیماطن برواغراوا یا مقدّمات للمسائل	.	تین "
بروبلیماطا انقلیا یا المسائل الدوریہ	یہ کتاب معلّمین کے لیے لکھی گئی تھی	چار "
بارنغلماطا یا کتاب الوصا	.	چار "
ایبو نیماطا یا کتاب التذکرات	.	دو "
بروبلیماطا قاطدی ایاطریقا	طبّی مسائل	پانچ "
باریدیاتاطس	غذا	ایک "
غاریقون یا کتاب فی الفلاحہ ۔ اس میں ایک مقالہ رطوبت ایک یبوست، ایک عام عوارض، تین آثارِ علویہ، دو تناسلِ حیوانات اور دو مسائلِ متعلقہ پر ہیں۔		دس "
بروطاسیس یا کتاب فی المقدّمات	.	تینتس "
کتاب فی مقدّماتِ آخر	.	سات "
بولیطیا	اس کتاب میں یونان کی (ایک سو اکھتر) قوموں و شہروں کے نظامِ حکومت کا ذکر ہے۔ ان کا شجرۂ نسب بھی دیا ہوا ہے۔	—
ایبو نیماطا یا تذکرات	۔	سولہ "
ایبو نیماطا کی طرز پر ایک اور کتاب	.	ایک "
ابیخیریماطن یا کتاب فی المناقضات	۔	ایک "
باری طس سی یا کتاب فی المضاف	.	ایک "

باری خرونو یا کتاب فی الزمان — ایک مقالہ

ایک شخص اُبلیقون نامی کے خزانے میں سے مندرجۂ ذیل کُتب برآمد ہوئی تھیں:۔

(۱) ایک کتاب جو کسی کی یاد میں لکھی تھی ۔

(۲) مجموعۂ رسائلِ ارسطو۔ مرتبۂ ارطامن ۔ آٹھ جلد۔

(۳) بولیطیا ۔ یہ دو مقالوں میں سیاستِ مدن پر ایک کتاب ہو ۔

(۴) چند اور رسائل ۔ جو بہ قولِ اندرونیقس بیس جِلدوں میں تھے ۔

(۵) تذکروں پر مشتمل چند کُتب ۔ جن کی تعداد وغیرہ تصانیفِ ارسطو کی فہرست مرتّبۂ اندرونیقس کے پانچویں مقالے میں ملتی ہو ۔

(۶) کتاب فی مسائل من عویص شعر اومیرس ۔ دس جلد ۔

(۷) اباطریقیس ۔ یہ کتاب فنِ طب پر ہو ۔

ان چند کتب کا ذِکر کرنے کے بعد ابلیقون نے وہ تمام اسما درج کردیے ہیں جن کا ذِکر ہم اوراقِ گزشتہ میں کرچکے ہیں اور جو بطلیموس نے اغلس کو لکھ کر بھیجے تھے ۔

فہرستِ کتب ختم ہوئی ۔ الحمد للہ ۔

حُلیہ ایک کتاب میں ارسطو کا حُلیہ یوں درج ہو ؛ رنگ سفید ۔ پیشانی کے اوپر کے بال گرے ہوے ۔ خوب صورت قد ۔ موٹی ہڈیاں ۔ مُنہ چھوٹا ۔ آنکھیں باریک ۔ سینہ چوڑا ۔ گھنی ڈاڑھی ۔ سُرمئی آنکھیں ۔ عُقابی ناک ۔ تنہائی میں تیز رفتار اور احباب کے ہمراہ رفتار میں متانت ۔ ہر وقت کوئی کتاب زیرِ مطالعہ ۔ ہر لفظ پر گہری سوچ ۔ سوال کو خاموشی سے سُننا ۔ کم سے کم الفاظ میں جواب دینا ۔ دِن کو بیاباں میں چلے جانا ۔ شام کو شوقِ نغمہ نیز اربابِ علم وریاضت سے علمی گفتگو کرنا ۔ مناظروں میں انصاف کو ہاتھ سے نہ دینا ۔ اپنی غلطی کا دیانت داری سے اعتراف کرنا ۔ اکل وشرب ونکاح ولباس میں اعتدال سے کام لینا اور نجوم وساعات کا آلہ خود اٹھانا ۔ ارسطو

کی وفات اڑسٹھ برس کی عمر میں ہوئی۔

گوشہ گزینی

فیلقوس کی وفات کے بعد جب سکندر اعظم تختِ سلطنت کا مالک بنا اور کچھ عرصے کے بعد ایشیائی طرف فتحِ ممالک کے لیے روانہ ہوگیا تو ارسطو نے شاہی درباروں اور دنیوی راحتوں سے یکسو ہوکر ایک درس گاہ کی بِنا ڈالی، جہاں وہ ہر ملک و قوم کے طلبۂ علم و ادب کو درسِ فلسفہ دیا کرتا تھا۔ اب ارسطو کے مشاغلِ حیات یہ تھے۔ بہبودیٔ عوام کی کوشش، غربا کی امداد، بیوہ عورتوں کا انتظامِ نکاح، تعلیم و تدریس اور نظامِ مدنی کی اصلاح۔ اسی دوران میں شہر اسطاغیرا کو از سرِ نو بنوایا۔

عوام ارسطو کو بے حد تعظیم و احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور سلاطین کے ہاں اس کی بہت زیادہ عزت ہوتی تھی۔ کہتے ہیں کہ باشندگانِ اسطاغیرا نے ارسطو کی بوسیدہ ہڈیوں کو تانبے کے برتن میں ڈال کر ارسطو طالیسی (ایک مقام کا نام) میں دفن کردیا۔ جہاں وہ گاہے ماہے اہم معاملات کے متعلق مشورہ کرنے کے لیے جمع ہوجاتے اور حوادث و مصائب میں روحِ ارسطو سے استمداد کرتے تھے۔ مشہور ہے کہ جب علما علمی مشکلات سے دوچار ہوجاتے تو تربتِ ارسطو پر جمع ہوکر بحث و مباحثہ کرتے اور اللہ ان کی مشکلات کو حل کردیتا۔ اُن لوگوں کا خیال یہ تھا کہ تربتِ ارسطو کی زیارت عقول کو جِلا دیتی ہے، اذہان میں لطافت اور افکار میں سلامت پیدا کرتی ہے۔ ارسطو کی موت اہلِ یونان کے لیے ایک حادثۂ عظیم تھی اس لیے کہ تشنہ لبانِ علم اُن عیونِ حکمت سے محروم ہوگئے تھے جو ارسطو کے دم سے جاری تھے۔ ان لوگوں کے درد و کرب میں تسکین پیدا کرنے کی صرف یہی صورت باقی رہ گئی تھی کہ وہ قبرِ ارسطو پر جاکر اپنے جذباتِ رنج والم کا اظہار کریں۔

ارسطو شاگردوں کی ایک بہت بڑی تعداد پیچھے چھوڑ گیا جن میں بادشاہ،

شاہ زادے اور شریف النسب فضلا شامل ہیں۔ ایک چھوٹا سا لڑکا اور ایک لڑکی پیچھے رہ گئی۔ لڑکے کا نام نیقوماخس تھا۔ جایداد بھی کافی چھوڑی۔

اگر ہم ارسطو کے مفصّل حالاتِ زندگی قلم بند کرنے بیٹھیں تو شاید کئی جلدوں میں بھی ختم نہ ہوں اس لیے اس مختصر سی کتاب میں ان مجمل حالات پر اکتفا کی جاتی ہے۔

حکما کے طبقے

جن حکمانے موجودات کے اہم امور اور صفاتِ باری پر غور کیا ہے جو متقدمین کی تحقیق و کاوش (صفات واسماے صفات کے متعلق) کا نگہِ ژرف سے مطالعہ کیا ہے ان کی دو قسمیں ہیں طبیعی و الٰہی۔

دہریوں کا فرقہ وجودِ باری کا منکر ہے۔ ان لوگوں کا خیال یہ ہے کہ یہ تمام کائنات خود بہ خود پیدا ہوگئی ہے اسے کسی خالق یا صانع کی کوئی ضرورت نہ تھی اور کائنات کی حرکاتِ دوریہ (مثلاً گٹھلی سے آم۔ آم سے گٹھلی۔ مرغی سے انڈا۔ انڈے سے مرغی وغیرہ) کی کوئی ابتدا نہیں۔ انسان نطفے سے اور نطفہ انسان سے پیدا ہوا۔ پودا بیج سے اور بیج پودے سے نکلا۔ وقس علیٰ ہذا۔ اس فرقے کا مرشدِ اعظم تالیس الملطی تھا جس کے حالات حرف تا کے ضمن میں آئیں گے۔ اس فرقے کے عقائد زندیقانہ ہیں۔ اور اس لیے یہ لوگ زندیق کہلاتے ہیں۔

علمائے طبیعی وہ لوگ ہیں جو انفعال و انفعالِ طبائع سے بحث کرتے ہیں اور تمام انواعِ موجودات مثلاً حیوانات و نباتات کے اعمالِ طبیعی کا مطالعہ کرتے ہیں۔ یہ لوگ خواص نباتات، تشریح حیوانات، ترکیب اعضا و اعمالِ قوا پر غور کرنے کے بعد الٰہی مجد و ثنا کے ترانے گاتے ہیں اور اس حقیقت کا بہ زورِ دلائل اعلان کرتے ہیں کہ اللہ وہ فاعلِ مختار، قادرِ مطلق اور حکیم و علیم خالق ہے جس نے اپنی حکمت و قدرت اور علم و مشیت سے تمام کائنات کو پیدا کیا۔

ان فلسفیوں نے صرف ایک مقام پر ٹھوکر کھائی اور وہ یوں کہ ان کے ہاں تمام موجودات بہ شمولیت انسان بلاک و فنا میں برابر ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ تمام موجودات کی ترکیب فنا پزیر عناصر سے ہوئی ہے اس لیے نباتات و دواب کی طرح ؎

انسان کا انجام بھی مکمل فنا ہے جس کے بعد کوئی اور زندگی نہیں ہوگی۔ یہ برزخ و محشر کے افسانے سب فرضی ہیں اور انسان جسم کے ساتھ مٹ جائے گا اور یہ جو انبیا و رسل نے یوم آخرت کا بار بار اعلان کیا ہے، اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ لوگ ڈر کر معاشرتی و مجلسی جرائم سے بچیں تاکہ نظام مدنی درہم و برہم نہ ہو جائے۔

فلسفیوں کا یہ فرقہ نہ صرف خود گم راہ ہے بلکہ دوسروں کو گم راہ کر رہا ہے۔ ان میں اور زنادقہ میں کوئی فرق نہیں۔ صحیح مسلم وہ ہے، جو اللہ کے بعد یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو، بعث و نشور کا قائل ہو۔ اور کتبِ سماویہ کے بیان کردہ امور کو مانتا ہو۔

تیسرا فرقہ الہیّون کا ہے۔ یہ لوگ حکمائے یونان میں سقراط کی طرح متاخرین سمجھے جاتے ہیں۔ سقراط، افلاطون کا اُستاد اور افلاطون ارسطو کا اُستاد تھا۔ ارسطو الہیات کا تقریباً بانی خیال کیا جاتا ہے۔ اس نے علومِ الہیہ کو مرتب کیا، قواعد وضع کیے، اصول تراشے۔ فوائد بیان کیے، ہر پہلو کو بہترین الفاظ میں پیش کیا، امور ظنیہ کو زورِ کلام سے محقق بنایا، دہریوں و طبیعیوں کی زبردست تردید کی، ان کے قواعد و اصول کی بے ثباتی کو واضح کیا اور اُن سے بڑے بڑے علمی مباحثے کیے۔ اس کے بعد اپنے اُستاد افلاطون اور اُستادِ اُستاد سقراط کے اقوال و تصانیف کا مطالعہ شروع کیا تو اُسے معلوم ہوا کہ ان ہر دو بزرگوں کے اصول و قواعد پر بے شمار اعتراضات ہو سکتے ہیں۔ چناں چہ اس نے ضعیف و بے بنیاد اصول کو خارج کر دیا، باقی ماندہ کو محکم دلائل سے استوار کیا اور ہر اعتراض کا اطمینان بخش جواب دیا۔ اس جہاد میں خلوص و تقوے کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ نتیجتاً ارسطو کے اصول محکم ترین و بلند ترین اصول تسلیم کیے گئے اور دلائل ارسطو کی موجودگی میں مسلمانوں کو اُن فرقہائے ضالّہ کی ضرورتِ تردید محسوس نہ ہوئی۔

یہاں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اس سلسلے میں جہاں کہیں ارسطو نے اپنی رائے سے

کام لیا اور اقوالِ انبیا سے تمسک نہ کیا، وہیں اس کے قدم ڈگمگائے اور حقیقت اس کی نگاہ سے اوجھل ہوگئی۔ یہی وجہ ہے کہ ارسطو کی تصانیف میں گُم راہ متقدمین کی کُفریات پائی جاتی ہیں۔ ان کُفریات کی وجہ سے یہ حکیم عمر بھر گرفتارِ ظن وتخمین رہا۔ میں نے تصانیفِ ارسطو کا مطالعہ کیا ہے، اور چند ایسی چیزیں خود میری نگاہ سے بھی گزری ہیں۔

مقامِ افسوس ہے کہ جن حضرات نے تصانیفِ ارسطو کو یونانی، سریانی، رومی، فارسی اور عربی زبان میں منتقل کیا ہے، انھوں نے قدم قدم پر (غالباً حُسنِ اعتقاد کی وجہ سے) تحریف سے کام لیا ہے۔ ارسطو کا مطلب کچھ تھا اور ترجمہ کچھ کردیا۔ ابونصر فارابی اور ابنِ سینا صِرف دو ایسے بزرگ ہیں جنھوں نے ارسطو کے خیالات کو نہایت دیانت داری سے بیان کیا اور طلبۂ علم کے سامنے تعلیمِ حکیم کی صحیح تصویر کھینچ کر رکھ دی۔ چوں کہ یہ ہر دو بزرگ ارسطو کے بہت معتقد ہیں اس لیے انھیں بھی دائرۂ اسلام سے خارج سمجھا گیا۔ اور جہاں تک کفر و اسلام سے تعلق ہے انھیں ارسطو کے برابر خیال کیا گیا ہے۔ اگر یہ حضرات مصنف المعتبر کی طرح ارسطو کی تردید کرتے تو ان کا اسلام سالم رہتا۔ لیکن فیصلۂ تقدیر کو ٹالنا دشوار ہے۔

ارسطو، فارابی اور بوعلی سینا کی تحریرات تین قسم کی ہیں، اوّل جو موجبِ کفر ہیں۔ دوم جنھیں بدعت کہنا چاہیے۔ سوم جن کا انکار ناممکن ہے۔ ان تحریرات کا تعلق چھ مضامین سے ہے۔ یعنی ریاضی، منطق، طبیعیات، الٰہیات، سیاستِ مدنیہ و منزلیہ و اخلاق۔ ریاضی کا تعلق حساب، ہندسہ و ہیئت سے ہے۔ یہ علوم مذہب سے کوئی تعلق نہیں رکھتے بلکہ یہ وہ یقینیات ہیں۔ جن کا انکار ناممکن ہے۔ ہاں ایک خطرہ ضرور ہے اور وہ یہ کہ ایک طالبِ علم علمِ ریاضی کی یقینیات سے متاثر ہو کر یہ سمجھنے لگ جاتا ہے کہ شاید یہ تمام علومِ حکمی اسی طرح کے ہیں۔ نتیجتاً وہ گُم راہ ہوجاتا ہے۔

اسی طرح منطق کا بھی مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ وہ علم ہے جو دلائل، مقدمات دلائل، ترکیبِ مقدمات و شرائطِ براہین سے بحث کرتا ہے۔ اس میں کوئی چیز قابلِ اعتراض موجود نہیں۔ ہاں جب لوگ ان اصول کو مذہبی امور میں استعمال کرنے لگ جاتے ہیں، اور نتائج سے مطمئن نہیں ہوتے تو دھوکا کھا جاتے ہیں۔ ان کے قدم راہِ راست سے دور جا پڑتے ہیں اور وہ منطقی پیچیدگیوں میں گرفتار ہو کر رہ جاتے ہیں۔ یہی حال علمائے طبیعی کا ہے۔ کہ ایک طرف تو الٰہی حمد و ثنا کے گیت گاتے ہیں۔ اور دوسری طرف خود ساختہ اصول کی روشنی میں بعث و نشو کا انکار کر گزرتے ہیں۔ چوں کہ الٰہیات کی بنیاد طبیعیات پر رکھی گئی ہے اس لیے یہاں بھی قدم قدم پر ٹھوکر لگتی ہے۔ الٰہیات میں بھی منطقی براہین سے کام لیا جاتا ہے حالاں کہ منطق کے بے سر و بن ہونے میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا۔ یہ منطق ہی ہے جس نے خود پیروانِ ارسطو میں اصولی اختلاف پیدا کر دیا تھا۔ علما میں سے اگر کوئی شخص عقائد ارسطو کے زیادہ قریب ہے تو وہ بوعلی سینا یا فارابی ہے۔

ارسطو کے تین قول تعلیم اسلام کے صریحاً خلاف ہیں: اوّل، حشرِ اجساد نہیں ہوگا۔ دوم، آخرت میں ثواب و عذاب محض روحانی ہوگا نہ کہ جسمانی۔ سوم، یہ کہ اللہ صرف کلّیات کا عالم ہے اور جزئیات سے بے خبر ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ عقائد کافرانہ ہیں اس لیے کہ قرآنِ حکیم میں بار بار ارشاد ہوا ہے کہ اللہ تعالا کی نگاہ سے کوئی ذرہ تک (خواہ وہ زمین پر ہو یا آسمانوں میں) مخفی نہیں۔

مصنّف معتبر بھی ارسطو کے بعض ایسے عقائد کا قائل ہے۔ ہر چند کہ اس نے ہاتھ پانو مارے اور ان اباطیل سے بچنے کی کوشش کی۔ لیکن اختلافِ دلائل کی دلدل میں پھنس کر رہ گیا۔ اور باہر نہ نکل سکا۔

یہ لوگ قِدمِ عالم کے قائل ہیں لیکن بدحواسی کی یہ کیفیت ہے کہ حدوثِ نسبتی

پر بھی دلائل دیتے رہتے ہیں۔ ان حضرات کے خیال میں عالم بہ یک وقت قدیم بھی ہے اور حادث بھی۔ پریشاں خیالی کی حد ہو گئی۔

ان فلسفیان عظام کے سترہ مسائل ایسے ہیں جنھیں بدعت کہنا چاہیے۔ یہاں تفصیل کا موقع نہیں اس لیے ہم نظر انداز کرتے ہیں۔

ان بزرگوں کا فلسفۂ سیاسی حقیقتاً قابلِ تعریف ہے۔ اس کا مقصد دُنیا میں امن و سلام پیدا کرنا ہے اور اس فلسفے کے اصول کتبِ سماویہ سے لیے گئے ہیں۔

اخلاقی فلسفے کا ماخذ وہ اربابِ زہد و تقوا ہیں جن کی زندگیاں صبر و رضا، مخالفتِ اہوا و تلاشِ خدا میں بسر ہوئیں۔ یہ لوگ نفس کے ذمائم و مدائح سے آگاہ تھے اس لیے حسنات کے متلاشی بنے اور سیئات سے اجتناب کیا۔ یہ فلسفۂ نفس کی تمام صفات (عیوب و مدائح) ان کی اقسام و انواع اور علاجِ امراض (روحانی) پر روشنی ڈالتا ہے اور جیساکہ ہم بتلا چکے ہیں اس فلسفے کا ماخذ اہلِ رضا و تقوا ہیں۔ اللہ تعالا ہمیں اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔

اسکندرِ افرودیسی

اسکندرِ اعظم کے بعد طوائف الملوکی کے زمانے میں پیدا ہوا۔ جالینوس طبیب کا ہم عصر تھا۔ اور اس سے کئی مناظرے بھی کیے۔ سکندر نے جالینوس کا نام خچر کے سر والا جالینوس رکھا ہوا تھا۔ وجہ یہ ہے کہ جالینوس مناظروں میں از بس ہٹ دھرمی، ضد اور شور و غُل سے کام لیتا تھا۔ چناں چہ اسکندر طبیب نے تنگ آکر اسے خچر کے سر والا جالینوس کہنا شروع کر دیا۔ خچر کا سر موٹا اور مضبوط ہوتا ہے۔

اسکندر اپنے عہد کا عظیم المرتبت فلسفی تھا۔ اُس نے ارسطو کی کئی کتابوں

کی تفسیر لکھی۔ اور اس کی تصانیف اس قدر مقبول ہوئیں کہ عہدِ روما سے لے کر آج تک مسلسل فلسفیوں کے زیرِ مطالعہ رہیں۔

یحییٰ بن عدی کہتا ہے کہ اسکندر کی دو کتابیں شرحِ سماعِ طبیعی و شرحِ کتاب البرہان، ابراہیم بن عبداللہ الناقد النصرانی کے کتب خانے میں ملیں۔ میں نے چاہا کہ انھیں خرید لوں۔ ایک سو بیس دینار قیمت مقرر ہوئی۔ میں نے چند روز کی مہلت طلب کی تاکہ رقم کا کچھ انتظام کروں۔ واپس آیا تو معلوم ہوا کہ ایک خراسانی ان کتابوں کو بہ مع چند دیگر کتب کے تین ہزار دینار میں خرید چکا ہے۔ ایک آدمی نے مجھے بتلایا کہ یہ تمام کتابیں ایک جھولی میں سما سکتی تھیں۔

یحییٰ بن عدی بیان کرتا ہے کہ میں نے ابراہیم بن عبداللہ ناقد نصرانی سے سوفسطیقا، خطابہ اور الشعرا کے ملخّص پندرہ دینار میں طلب کیے لیکن اس نے فروخت کرنے سے انکار کر دیا اور اس کے وارثین نے اس کی وفات کے بعد ان کتابوں کو جلا ڈالا۔

غور فرمائیے کہ ان دنوں لوگوں کو تحصیلِ علوم اور فراہمیٔ کتب کا کتنا شوق تھا۔ اگر آج وہی کتابیں موجودہ علما کے ہاں فروخت کی جائیں تو شاید اُس قیمت سے دس گنا کم پر بھی کوئی خریدار پیدا نہ ہو۔

تصانیفِ اسکندر

اسکندر کی تصانیف یہ ہیں:-

(۱) کتاب النفس۔ ایک مقالہ۔

(۲) کتاب الردّ علی جالینوس۔ ایک مقالہ

(۳) کتاب الاصول العالیہ۔ ایک مقالہ

(۴) کتاب عکس المقدمات۔ ایک مقالہ

(۵) کتاب العنایۃ۔ ایک مقالہ

(۶) کتاب فی الفرق بین الہیولا والجنس

(۷) کتاب الرد علیٰ من قال اِنہٗ لایکون شئ اِلّا من شئ ۔

(۸) کتاب الرد علیٰ من یقول اِنّ الابصار لاتکون اِلّا بشعاعات تنبث من العین ۔

(۹) کتاب الکون ۔ ایک مقالہ

(۱۰) کتاب الفصل علیٰ رائے ارسطوطالیس ۔ ایک مقالہ ۔

(۱۱) کتاب الثاولوجیا ۔ ایک مقالہ

افلاطون دوم

کہتے ہیں کہ یہ جالینوس کا اُستاد تھا۔ اس کی کئی کتابیں ہیں جن میں سے زیادہ مشہور کتاب الکی ہے جس کا ترجمہ ہوچکا ہے۔ لیکن مترجم کا نام معلوم نہیں۔

اقریطون

نام اقریطون ۔ عُرف المزین ۔ بُقراط کے بعد اور جالینوس سے پہلے گزرا ہے۔ اس کی ایک تصنیف کا نام کتاب الزینۃ ہے۔

الاسکندروس

یہ ایک طبیب ہے جو جالینوس سے پہلے گزرا تھا۔ اس کی چند تصانیف کے نام یہ ہیں:۔ (۱) کتاب علل العین وعلاتہا ۔ تین مقالے ۔ بہت پہلے کسی نے ترجمہ کیا تھا۔ مترجم کا علم نہیں۔

(۲) کتاب البرسام۔ جس کا ترجمہ ابن البطریق نے تحطبی کے لیے کیا۔
(۳) کتاب الحیات والدیدان التی تتولد فی البطن ۔ ایک مقالہ۔ پرانا ترجمہ۔

اولیطراؤس الطرسوسی

آغازِ اسلام میں یحییٰ نحوی کے بعد گزرا ہے۔ اسے لوگ الہلال کہتے تھے اس لیے کہ یہ تصنیف و مطالعے میں اس قدر محو رہتا تھا۔ کہ باہر تک نکلنے کی فرصت نہ ملتی تھی۔ اس خلوت نشینی کی وجہ سے ہلال کہلانے لگا۔

اریباسیوس

یہ اسکندریہ کا رہنے والا ایک طبیب تھا جو آغازِ اسلام میں یحییٰ نحوی کے بعد گزرا۔ فنِ طب میں اس کی شہرت دور دور تک پہنچی ہوئی تھی۔ دُنیائے طب میں اس کے چند اصول (سریانی زبان میں اصول کے لیے کناشہ کا لفظ ہے۔ جمع کنانیش) مشہور ہیں۔ اور اسی لیے اطبا کے ہاں یہ صاحب الکنانیش (اصول) کہلاتا ہے۔

اصطفن

حرّان[۱] کا ایک طبیب، جس کا ذکر ابن بختیشوع[۲] کی تاریخ میں صرف اس قدر

---

[۱] حرّان۔ شام کا مشہور شہر، جو موصل۔ شام و روم کی سڑک پر واقع ہے۔ کہتے ہیں کہ طوفانِ نوح کے بعد یہ پہلا شہر تھا۔ جو سطحِ ارضی پر تعمیر ہوا تھا۔ اس میں مدتوں تک مجوسی آباد رہے۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۱ پر)

آتا ہی۔ کہ وہ ایک طبیب تھا۔ وبس۔

اریباسیوس دوم

یہ حکیم "قوابلی" (قابلہ کی جمع۔ دایہ۔ نرس) کے نام سے مشہور تھا۔ وجہ یہ کہ یہ لوگ عموماً عورتوں کے متعلق اسی سے مشورہ لیتے تھے اس لیے یہ نام پڑگیا۔ ملاحظہ ہو تاریخ ابنِ بختیشوع۔

اقرن

ابنِ بختیشوع نے اس کے متعلق صرف اتنا لکھا ہی کہ یہ ایک طبیب تھا جو یحییٰ نحوی کے بعد گزرا۔

ابراہیم بن حبیب الفزّاری

یہ ایک مشہور ومعروف اسلامی حکیم ہی جس نے پہلی دفعہ اصطرلاب کو استعمال کیا۔ اس کی مشہور کتاب فی تسطیح الکرۃ تمام اسلامی حکما کا ماخذ رہی۔ یہ حکیم سمرۃ بن جندب کی اولاد میں سے تھا۔ اور علمِ ہیئت سے خاص دل چسپی رکھتا تھا۔ اس کی مشہور

(صفحہ ۹۰ کا بقیہ حاشیہ):۔ اور بڑے بڑے حکما نے یہاں جنم لیا۔ مروان بن محمد (اُمیہ) نے امام ابراہیم (منصور سفاح کا بھائی) کو یہیں قید رکھا تھا۔ حضرت فاروقؓ کے عہد میں عیاض بن غنم نے اس شہر کو فتح کیا (اختصار معجم البلدان۔ یاقوت رومی صفحہ ۶۲۶) ۲ابنِ بختیشوع دو ہیں (۱) جورجیس بن بختیشوع (حالات حرف الجیم میں)۔ (۲) جبرئیل بن بختیشوع بن جورجیس بن بختیشوع۔ (حالات حرف الجیم میں)۔ مترجم یہ تحقیق نہیں کرسکا کہ یہاں کون سا ابن بختی شوع مراد ہی۔

تصانیف یہ ہیں :-

(۱) کتاب القصیدۃ فی علم النجوم (۲) کتاب المقیاس للزوال

(۳) کتاب الزیج علی سنی العرب (برلن کے دو نسخوں نمبر ۱۰۰۵۳ / ۱۰۰۵۴ میں سنن العرب درج ہے)

(۴) کتاب العمل بالاصطرلاب ذوات الحلق

(۵) کتاب العمل بالاصطرلاب المسطح -

ابو اسحاق ابراہیم بن یحییٰ النقّاش المعروف بولد الزرقیال الاندلسی

یہ حکیم اپنے زمانے میں علم الافلاک والکواکب کا سب سے بڑا ماہر تھا۔ اس نے مشاہدۂ نجوم کے لیے کئی نئے آلات ایجاد کیے ۔ اس نے آسمان کا ایک نقشہ تیار کیا تھا جو صفیحہ الزرقیال کے نام سے مشہور ہے۔ اور جو علماے ہیئت کے ہاں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ فاضل مصنّف نے اس مختصر سے نقشے میں تمام حرکاتِ فلکیہ کا پورا پورا حال درج کیا ۔جب یہ نقشہ زمینِ مشرق میں پہنچا تو بہت کم علما اسے سمجھنے میں کام یاب ہوئے

اس حکیم نے کئی رصد گاہیں تیار کی تھیں جن کی بعد میں دیگر علما نے نقل اُڑائی ۔ نقالوں میں سب سے زیادہ مشہور ابن الحماد[1] الاندلسی ہے جس نے ابراہیم بن یحییٰ کے وضع کردہ اصول کو سامنے رکھ کر تین تقاویم (جنتریاں) تیار کیں جن میں سے ایک کا

---

[1] ابو عبداللہ محمد بن علی المعروف با بن حماد۔ اندلس کے مشہور مورخ تھے ۔ آپ کے عہد کا یقینی علم حاصل نہیں۔ صرف اتنا معلوم ہے کہ آپ دولتِ موحدین کے بعد اور ابن خلدون سے پہلے گزرے ہیں۔ آپ کی مشہور کتاب کا نام کتاب العبر ہے یہ کتاب غالباً مطبوع نہیں ہوئی ۔ اس کا ایک مخطوطہ نیشنل لائبریری پیرس اور دوسرا نیشنل لائبریری جزائر میں موجود ہے، موخر الذکر ناقص نسخہ ہے۔ (انسائیکلو پیڈیا آف اسلام۔ اردو ترجمہ۔ حصہ ۳) مطبوعہ جدید پریس بیگم پور۔ پٹنہ ۔

نام الکور علی الدور - دوسری کا الامد علی الابد (برلن کے نسخے نمبر ۴۰۰۵ میں الاصل علی الاصل درج ہے) اور تیسری کا المقتبس ہے - یہ تیسری تقویم دوسری کا ملخص ہے -

---

ابراہیم بن سنان بن ثابت بن قُرّہ

کنیت ابو اسحق - مذہباً کواکب پرست اور وطناً شام کے ایک شہر حرّان کا باشندہ تھا - بڑا ذکی، عاقل اور فہیم تھا - حکمت کی مختلف شاخوں میں کافی دست رس رکھتا تھا اور علم ہندسہ کا بہت بڑا ماہر تھا - کہتے ہیں کہ اتنا قابل مہندس آج تک پیدا نہیں ہوا -

مجھے ایک چھوٹا سا رسالہ ملا ہے جس میں اس حکیم کی تصانیف دی ہوئی ہیں - علم ہیئت پر تین کتابیں درج ہیں - اوّل کتاب آلات الاظلال - اس کتاب کو حکیم نے سولہ یا سترہ برس کی عمر میں لکھنا شروع کیا تھا - بڑھتے بڑھتے بہت لمبی ہو گئی - چناں چہ نظرِ ثانی کرنے کے بعد صرف تین مقالے رہنے دیے - پچیس برس کی عمر میں ان کی تصیح کی - دوم .... (یہ حصّہ اس قدر فنی ہے کہ میں سمجھ نہیں سکا - مترجم) ....

چوبیس برس کی عمر میں مصنّف نے ایک اور کتاب لکھی جس میں بطلیموس القلوذی پر تنقید کی کہ اُس نے زحل، مریخ اور مشتری کے اختلاف قلم بند کرنے میں تساہل (غیر بُرہانی طریق) سے کام لیا ہے ورنہ اس کے نتائج اچھے رہتے -

اس حکیم نے علم ہندسہ پر تیرہ مقالے لکھے ہیں - گیارہ مقالوں میں خطوط، دوائر پر بحث کی ہے - تمام کتاب میں علمِ ہندسہ کے اکتالیس مشکل مسائل کو حل کیا ہے اور دوائر، خطوط و مثلثات وغیرہ پر سیر حاصل بحث کی ہے - کتاب میں طریقۂ تحلیل سے کام لیا ہے - صرف تین مقالات پر ترکیب کی طرف توجہ دی ....

.... (یہاں چند سطور فنی و مغلق ہونے کی وجہ سے سمجھ میں نہیں آئیں - (مترجم)

ابراہیم و محمد و حسن ابناء الصباح

یہ تینوں بھائی بلند پایہ منجم تھے۔ ان کی چند مشترکہ کتب ملتی ہیں جو ہر سہ نے مل کر تصنیف کی ہیں۔ کچھ ایسی کتب بھی ہیں جو انفرادی کوششوں کا نتیجہ ہیں۔ مثلاً کتاب برہان الاصطرلاب ہر سہ بھائیوں کی مشترکہ تصنیف تھی لیکن نامکمل رہ گئی تھی۔ بعد میں ابراہیم نے کچھ وقت نکال کر مکمل کر ڈالی۔ اسی طرح کتاب عمل نصف النہار محمد نے شروع کی تھی اور حسن نے مکمل کی۔ کتاب فی صنعۃ الرخامات محمد کی تصنیف ہے اور کتاب الکرہ و کتاب العمل بذات الحلق کا مصنف حسن ہے۔

اثافرودیطیس (ایک نسخے میں اثافرودنطیس)

یہ ایک رومی فلسفی ہے۔ اس کے متعلق یحییٰ بن عدی نے لکھا ہے کہ اس حکیم نے ایک کتاب فی الاثار العلویہ تصنیف کی تھی۔ جو دراصل ارسطو کے مقالۂ قوسِ قزح کی تفسیر تھی۔ اس کا ترجمہ ثابت بن قرۃ نے کیا ہے۔

ارسطن

یہ روم کا باشندہ تھا۔ اس کی تصنیف کتاب النفس سے پتا چلتا ہے کہ یہ طبیعیات کا ماہر تھا۔

اودیمس[۱]

یہ روم کا ایک بلند پایہ و شہرۂ آفاق حکیم تھا جس نے ارسطو کی بعض تصانیف

---

[۱] برلن کے نسخے نمبر ۵۰۳۲ و میونخ کے نسخے نمبر ۴۴۰ میں اوریمس دیا ہوا ہے۔

کی شروح بھی لکھی ہیں۔

ارمینس

رُوم کا باشندہ، مشہور فلسفی اور ارسطو کی بعض تصانیف کا شارح تھا۔

ایامطیخس

اپنے عہد کا مشہور رُومی فلسفی جس نے ارسطو کی بعض تصانیف کا ترجمہ کیا اور اس کی اپنی چند کتب بھی عربی و سریانی میں منتقل ہوئیں۔

اراسیس

رُوم کا باشندہ۔ اپنے عہد کا ایک مقتدر فلسفی اور بعض تصانیفِ ارسطو کا شارح تھا۔ اس کی اپنی چند کتب بھی عربی میں منتقل ہوئی ہیں۔

انکساغورس

ارسطو کا تقریباً ہم عصر اور یُونان کے مشہور فلسفیوں میں سے تھا۔ اس کے مقالے آج تک مدارس میں پڑھائے جاتے ہیں۔

افلیمون

مشہور فاضل، فنونِ طبیعہ کا ماہر اور بُقراط کا ہم عصر تھا۔ غالباً شام کا باشندہ تھا۔ اس کی فراست اس قدر تیز تھی کہ بیرُونی رنگ ڈھنگ دیکھ کر عادات و اخلاق کا صحیح پتا دے سکتا تھا۔ اس موضوع پر اس نے ایک بلند پایہ کتاب بھی لکھی ہے جس کا عربی میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ بقراط کے حالات میں ہم اس حکیم کا ایک دل چسپ قصّہ آپ کو

سُنائیں گے۔ چوں کہ اس قصّے کا تعلق اصحابِ بقراط سے تھا اس لیے الاتِ بقراط میں درج ہُوا۔

ابلّونیوس النجّار

پُرانے زمانے کا ریاضی داں ہے اور اقلیدس سے بھی بہت پہلے گُزرا ہے۔ اس نے ٹیڑھے خطوط (خطوطِ قوسیہ و مستقیمہ شامل نہیں) پر ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام کتاب المخروطات تھا۔ جب یہ کتاب مامون الرشید کے ہاں پہنچی تو اس نے اس کتاب کے پہلے سات مقالے علاحدہ کر لیے اور جب ان مقالوں کا ترجمہ نکلا تو مقدمے میں آٹھ مقالوں کا ذکر ملا۔ یہ آٹھواں مقالہ دراصل پہلے سات مقالوں کا فرہنگ تھا جس میں چند مفید حواشی وغیرہ بھی موجود تھے۔

اُس زمانے سے لے کر آج تک دُنیا آٹھویں مقالے کو تلاش کر رہی ہے لیکن ہنوز کام یاب نہیں ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کتابوں کی قدر صرف ملوکِ یونان کے ہاں تھی اور وہ لوگ جواہرِ نایاب کی طرح ان کی حفاظت کیا کرتے تھے۔

آج سے کچھ عرصہ پہلے مجھے ایک ایسے شخص سے ملنے کا اتفاق ہُوا جو مدّعیِ حکمت تھا۔ دوَرانِ گفتگو میں کہنے لگا کہ "مَیں نے کتاب مذکور کا آٹھواں مقالہ پڑھا ہے"۔ اس کے بعد جب اس مقالے کے مندرجات بیان کرنے لگا۔ تو مجھے یقین ہو گیا کہ جھوٹ بول رہا ہے اور اس نے کتاب کو دیکھا تک نہیں۔

اقلیدس کی مشہور تصنیف کی محرّک ابلّونیوس کی دو تصانیف تھیں:۔

(۱) کتاب المخروطات۔

(۲) نام معلوم نہیں۔ تفصیل اقلیدس کے حالات میں دیکھیے۔

موسیٰ[1] بن شاکر کے بیٹے کتاب المخروطات کے دیباچے میں بیان کرتے ہیں کہ یہ حکیم اسکندریہ کا باشندہ تھا۔ اور اس کی کتاب المخروطات تقریباً مسخ ہو چکی ہو۔ جس کی کئی وجہیں ہیں:۔ اوّل، کتاب تقریباً نایاب تھی۔ دوم جن کے ہاں کوئی نسخہ موجود تھا، انھوں نے اصلاح کی کوشش نہ کی۔ سوم پُرانے نسخے پھٹ گئے، نئے تیار نہ کرائے گئے۔ نتیجتاً کسی کے پاس کوئی حصہ باقی رہ گیا اور کسی کے ہاں کوئی۔

حالات یونہی چلتے گئے، یہاں تک کہ عسقلان[2] میں ایک مہندس اوطیقوس نامی پیدا ہوا۔ جو بہ قول بنوموسیٰ کافی کتابوں کا مصنف تھا لیکن آج اس کی کوئی کتاب دست یاب نہیں ہو سکتی۔ اس مہندس نے کتاب المخروطات کو اِدھر اُدھر سے تلاش کر کے اس کے پہلے چار مقالوں کی اصلاح کر ڈالی۔

بنوموسیٰ کہتے ہیں کہ کتاب آٹھ مقالوں پر مشتمل تھی جن میں سے پہلے سات مقالے اور آٹھویں کا کچھ حصہ یعنی صِرف چار اشکال موجود ہیں۔ پہلے چار مقالوں کا احمد[3] بن موسیٰ و ہلال بن ہلال الحمصی نے اور آخری تین مقالوں کا ثابت بن قُرّۃ الحرّانی نے ترجمہ کیا ہو۔

اس کی چند تصانیف (جو ہم تک پہنچی ہیں) کے نام یہ ہیں:۔

(۱) کتاب المخروطات۔ ساڑھے سات مقالے۔

(۲) کتاب قطع الخطوط علیٰ نسبۃ۔ ایک مقالہ۔ (۳) کتاب فی النسبۃ للمحدود۔ دو مقالے۔ پہلے مقالے کی اصلاح ثابت نے کی اور دوسرے کا عربی میں ترجمہ ہوا لیکن یہ ترجمہ لوگوں کی سمجھ سے بہت بالا ہو۔

---

[1] محمد، احمد و الحسن۔ حالات باب الکنیٰ ابناء موسیٰ کے ذیل میں دیکھیے [2] عسقلان۔ ساحلِ شام پر ایک حسین شہر جسے عروس الشام بھی کہتے تھے (قاموس) لیکن نزہت القلوب ص ۲۷۱ میں مذکور ہو کہ عسقلان فلسطین کا ایک شہر ہو بعض جغرافیہ دانوں نے فلسطین کو شام کا ایک حصہ قرار دیا ہو [3] احمد بن موسیٰ بن شاکر۔ ابناء موسیٰ میں ایک۔

(۴) کتاب قطع السطوح علی النسبۃ - ایک مقالہ۔ (۵) کتاب الدوائر المماسۃ۔

(۶) بقول ثابت بن قرۃ - اس کا ایک مقالہ مندرجہ ذیل موضوع پر بھی موجود ہے:-

"[illegible] دو خط اس طرح علاحدہ ہوں کہ وہ زاویہ قائمہ سے کچھ کم زاویے بنائیں تو [illegible] مل جاتے ہیں"

اقلیدس المہندس النجار الصوری

اقلیدس بن نوقطرس بن برنیقس علم ہندسہ میں شہرۂ آفاق اور جیومیٹری کا تقریباً موجد سمجھا جاتا ہے۔ اس کی تصنیف کتاب فی الہندسہ کا یونانی نام الاسطرو شیا (اصولِ ہندسہ) ہے۔ یہ ایک قدیم یونانی طرز کا حکیم ہے۔ جس کا وطن شام تھا۔ گاؤں کا نام صور[1] اور پیشے کے لحاظ سے بڑھئی تھا۔ علم ہندسہ میں ید طولا رکھتا تھا۔ حکمائے یونان میں اس کی تصنیف کتاب الارکان کے نام سے مشہور ہے۔ روم میں استقصات اور مسلمانوں کے ہاں الاصول کہلاتی ہے۔ اس عظیم الشان کتاب سے پہلے یونان میں علم ہندسہ کی کوئی ایسی جامع کتاب موجود نہ تھی اور نہ بعد میں کوئی دیکھی گئی۔ تمام علمائے ہندسہ خواہ وہ یونانی تھے یا رومی و اسلامی، اسی کتاب سے استفادہ کرتے رہے اور اسی کی تفاسیر و شروح لکھتے رہے۔ تمام دنیائے اسلام میں کوئی ایسا مہندس موجود نہیں جو اقلیدس کی عظمتِ علمی کے سامنے سرِ تعظیم خم نہ کرتا ہو۔

حکمائے یونان نے اپنے مکانات کے دروازوں پر لکھ رکھا تھا:-

"اس مدرسے میں صرف مہذب النفس لوگ داخل ہو سکتے ہیں"

---

[1] صور: شام کے مغربی حصے میں ایک ساحلی شہر جہاں حکیم فرفوریوس پیدا ہوا تھا اور جہاں طبیب ابو الخیر مبارک بن شرارۃ الحلبی کی قبر ہے۔

ان کے ہاں تہذیبِ نفس سے مُراد کتابِ اقلیدس کا مطالعہ تھا۔ اسی فن پر اقلیدس کی چند اور کتابیں بھی ہیں۔ مثلاً کتاب المفروضات۔ کتاب المناظر۔ کتاب تالیف اللحون۔

یعقوب بن اسحاق کندی اپنی ایک تصنیف میں بیان کرتا ہے۔ کہ ایک یونانی فرماں روا کو کسی قدیم لائبریری میں سے دو کتابیں دستیاب ہوئیں۔ جو ابلونیوس النجار کی طرف منسوب تھیں اور جن کا موضوع تھا صفۃ الاجسام الخمسۃ۔

بادشاہ ایسے علما کی تلاش میں پڑ گیا جو ان کتب کو سمجھ سکیں لیکن سرزمین یونان سے کوئی ایسا شخص نہ نکلا۔ دُوسرے ممالک کے مسافروں سے پُوچھنا شروع کیا، ہوتے ہوتے ایک دن ایک مسافر نے بادشاہ کو بتلایا کہ صُور میں ایک بڑھئی اقلیدس نامی علمِ ہندسہ کا ماہر سمجھا جاتا ہے، شاید وہ ان کتب کو سمجھ لے۔ بادشاہ نے بلادِ سواحل کے فرماں روا کو وہ دو کتابیں بھیج کر التجا کی کہ اقلیدس سے ان کی شرح لکھوائی جائے۔ چناں چہ ملک السواحل نے اقلیدس کو طلب کر کے اس کام پر لگا دیا۔ حکیم نے ان کتب کی ہر شکل کو حل کیا۔ ابلونیوس کے مافی الضمیر کو شرح و بسط سے پیش کیا اور ایسے اصول وضع کیے جن کی روشنی میں ابلونیوس کے اجسامِ خمسہ کی حقیقت سمجھ میں آجائے۔ اقلیدس کے تیرہ مقالے جن سے دُنیائے علم آگاہ ہے، دراصل ابلونیوس ہی کے خیالات ہیں، جنھیں اقلیدس نے ذرا شرح و بسط کے ساتھ پیش کیا ہے۔

اقلیدس کی وفات کے بعد کسی نے دو اور مقالے لکھ کر اس حکیم کی کتاب میں شامل کر دیے۔ ان الحاقی مقالوں میں چند ایسی چیزیں درج ہیں جن کا ذکر ابلونیوس نے کہیں نہیں کیا۔ مثلاً اجسامِ خمسہ میں سے ایک کی نسبت دُوسرے کے ساتھ وغیرہ۔ یہ مقالے اقلیدس کی طرف منسوب ہیں لیکن بہ قولِ محققین ان کا اصلی مصنف کوئی اور تھا۔

بعض مورّخین کا خیال یہ ہے کہ اقلیدس ارشمیدس سے پہلے گزر چکا تھا اور

یہ حکیم ایک ریاضی داں فلسفی تھا۔ اس کی کتاب اصولِ ہندسہ کے دو تراجم حجاج بن یوسف بن مطر الکوفی نے تیار کیے۔ ایک کا نام نقل ہارونی اور دوسرے کا نقل مامونی تھا۔ دوسرا ترجمہ زیادہ اچھا ہے۔ اسحٰق بن حُنین نے بھی اس کا ترجمہ کیا جس کی اصلاح ثابت بن قرۃ الحرّانی نے کی۔ ابو عثمان دمشقی نے بھی چند مقالات کا ترجمہ کیا۔

ابن[1] الندیم کہتا ہے کہ دسواں مقالہ موصل میں علی[2] بن احمد العمرانی کے کتب خانے میں ملا۔ نیز شام کے ایک اور عالم ابو الصقر القبیصی کے ہاں بھی دیکھنے میں آیا۔ آج کل یعنی سنہ ۳۷۷ھ (ابن الندیم کا زمانہ) میں ابو الصقر سے لوگ المجسطی پڑھنے آتے ہیں۔

اس کتاب کے شکوک کو ایرن[3] نے حل کیا۔ النیریزی[4]، الکرابیسی[5] اور الجوہری[6] نے شرحیں لکھیں اور ماہانی[7] نے پانچویں مقالے کی تفسیر پیش کی

نظیف[8] المتطبب لکھتا ہے کہ "رومی زبان میں اقلیدس کا دسواں مقالہ عربی زبان

---

[1] محمد بن اسحاق الندیم (جو ابو یعقوب الورّاق کے نام سے بھی مشہور ہے) عربی تصانیف کی مشہور و معروف "الفہرست" کا مصنف ہے۔ ابن الندیم نے یہ فہرست ۳۷۷ھ میں مرتب کی تھی جس کے کچھ حصے ضائع ہو گئے ہیں۔ چار جلدیں پیرس کی شاہی لائبریری میں موجود ہیں۔ اور پنجاب یونی ورسٹی لائبریری میں بھی چند جلدیں محفوظ ہیں۔ عربی کتب کی یہ سب سے پرانی اور قابلِ اعتماد فہرست ہے۔

[2] علی بن احمد العمرانی الموصلی۔ حساب و ہندسہ کا فاضل اور کئی کتابوں کا مصنف تھا۔ تفصیل حرف العین میں دیکھیے۔ [3] ایرن مصری و اسکندرانی کے حالات آگے آئیں گے۔ [4] الفضل بن حاتم النیریزی ایرانی النسل منجم و مہندس تھا۔ حالات اوراقِ آیندہ میں۔ [5] احمد بن عمر الکرابیسی حالات آگے آئیں گے۔

[6] الجوہری سے مُراد غالباً ابو نصر اسمٰعیل بن حمّاد جوہری فارابی ہے جس نے صحاح اللغات لکھی تھی۔ وفات سنہ ۳۹۳ھ۔ [7] محمد بن عیسیٰ ابو عبد اللہ الماہانی۔ حالات حرف المیم میں۔

[8] نظیف النفس الرّومی عضد الدولہ کا مصاحب تھا۔ بعد میں اُسے شفاخانہ بغداد میں طبیب مقرر کیا گیا۔ حالات حرف النون میں۔

کے دسویں مقالے سے بڑا ہے۔ رومی مقالے میں ۱۴۹ شکلیں ہیں اور عربی مقالے میں ۱۰۹۔ اور میں اس رومی مقالے کو عربی میں ترجمہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔"

یوحنا پادری کہتا ہے:۔

"ثابت بن قرہ نے کہا تھا کہ اقلیدس کے مقالۂ اولیٰ میں ایک شکل موجود تھی۔ جو اب ترجمے میں باقی نہیں رہی۔"

ثابت ٹھیک کہتا ہے، میں نے یہ شکل یونانی مقالے میں دیکھی تھی۔

نظیف کہتا ہے کہ یوحنا نے وہ شکل مجھے دکھلائی تھی۔

اقلیدس کے چند دیگر شارحین کے نام یہ ہیں، (۱) ابوحفص الحارث الخراسانی۔ (۲) ابوالوفا[1] البوزجانی (اس کی شرح قدرے نامکمل ہے) (۳) ابوالقاسم الانطاکی کی تفسیر آج ہر طالب علم کو یاد ہے۔ (۴) سند بن علی نے پہلے نو مقالوں اور کچھ دسویں کی تفسیر لکھی۔ (۵) ابو یوسف رازی نے ابن العمید[2] کی خاطر دسویں مقالے کی نہایت عمدہ تفسیر قلم بند کی۔

الکندی اپنی کتاب فی اعراض کتاب اقلیدس میں لکھتا ہے:۔

"اس کتاب کا اصل مصنف ابلّونیوس النجّار تھا جس سے صرف پندرہ اقوال منقول ہیں۔ جب ان اقوال پر بہت زمانہ گزر گیا۔ اور دنیا ان

---

[1] محمد بن محمد بن یحییٰ بن اسمٰعیل بن العبّاس ابوالوفاء البوزجانی کے حالات حرف المیم میں۔

[2] ابن العمید کا نام ابوالفضل محمد بن ابی عبداللہ الحسین بن محمد الکاتب تھا اور آپ کے والد کا لقب عمید تھا۔ ۳۲۸ھ میں ابن العمید رکن الدولہ بویہی کا وزیر بنا۔ ۳۵۹ھ میں کردی امیر حسنویہ کے خلاف جنگ کے لیے نکلا لیکن راستے ہی میں فوت ہو گیا (ماہِ صفر ۳۶۰ھ) ابن العمید علمی عظمت کی بنا پر جاحظِ ثانی کہلاتا تھا۔ اس کی ایک کتاب کا ذکر بو علی بن سینا کے حالات میں آئے گا۔ اس کا بیٹا ابوالفتح علی بن محمد (پ ۳۲۵ھ) بھی ابن العمید کے نام سے مشہور تھا۔

غافل ہوگئی تو اسکندریہ کے ایک بادشاہ کو علمِ ہندسہ کی ترقی کا خیال پیدا ہوا۔ اس نے اقلیدس کو دربار میں طلب کیا اور اس کتاب کی اصلاح و تفسیر پر مامور فرمایا۔ اسی تفسیر کا دوسرا نام ہے " اقلیدس کے تیرہ مقالے" اس کے بعد ابسقلاؤس[1] کو دو اور مقالے کہیں سے مل گئے۔ جو ان تیرہ مقالوں کے ساتھ شاہی اجازت سے شامل کردیے گئے۔"

علی[2] الحسن بن الحسن بن الہیثم البصری۔ حال واردِ مصر نے اس کتاب کی شکلات کو حل کیا ہے، نیز شکوک کا جواب دیا ہے۔ ایک یونانی عالم بلیس[3] نامی نے مقالۂ عاشرہ کی شرح قلم بند کی تھی۔ جو عربی میں بھی منتقل ہو چکی ہے۔ اس کا ایک نسخہ ابنِ کاتب[4] حلیم نے تیار کیا تھا جو اس وقت میرے قبضے میں ہے۔ اسی مقالے کی ایک عمدہ شرح قاضی ابو محمد بن عبدالباقی البغدادی الفرضی المعروف بہ قاضیِ بیمارستان نے لکھی تھی اور اس کو اشکال سے واضح کیا تھا۔ ایک نسخہ جو خود شارح کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے، میرے ہاں موجود ہے۔

جب ۵۹۵ھ میں میری ملاقات ابوالحسن القشیری الاندلسی سے بیت المقدس میں ہوئی تو اس نے ایک اندلسی کا ذکر کیا جس نے اس کتاب کی شرح لکھی تھی۔ اور شرح کا نام بھی لیا تھا، لیکن اب دماغ سے اتر چکا ہے۔

اقلیدس کی چند دیگر کتب کے نام یہ ہیں:۔

(۱) کتاب الظاہرات (۲) کتاب اختلاف المناظر
(۳) کتاب المعطیات (۴) کتاب النغم المعروف بہ الموسیقی۔
اس کتاب کی نسبت اقلیدس کی طرف درست نہیں۔

---

[1] ابسقلاؤس اقلیدس کا ہم عصر و شاگرد [2] مفصل حالات حرف الحاء میں دیکھیے۔

[3] میونخ کے نسخے نمبر ۳۴۰ میں تلبس اور ویآنہ کے نسخے نمبر ۱۰۶۲ میں البلینس درج ہے۔

[4] برلن کے دو نسخوں ۵۴-۱۰ و ۷۸۶ میں کاتب الحکیم درج ہے۔

(۵) کتاب القسمۃ۔ ثابت کی اصلاح شدہ (۶) کتاب الفوائد۔ نسبت غلط ہے۔
(۷) کتاب القانون (۸) کتاب الثقل والخفۃ
(۹) کتاب الترکیب۔ غلط طور پر منسوب۔
(۱۰) کتاب التحلیل۔ غلط طور پر منسوب۔

الیانوس الرومانی

یہ ایک یونانی عالم تھا جس کی شاگردی کا دعوا جالینوس نے بھی کیا ہے۔ جالینوس ایک مقام پر کہتا ہے کہ تقریباً ہر طبیب الیانوس کو اپنا اُستاد سمجھتا ہے۔ الیانوس بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ انطاکیہ[1] میں زبردست وبا پھیل گئی، لوگ دھڑا دھڑ مرنے لگے، کوئی تدبیر کارگر نہ ہوتی اور اطبا و سلاطین پر ایک طرح کا خوف مسلط ہوگیا۔ اس اثنا میں چند علما نے اہالیانِ شہر کو مشورہ دیا کہ وہ باقی تمام دوائیں چھوڑ کر صرف دریاق[2] استعمال کریں۔ تو جن لوگوں نے بیمار ہونے کے بعد یہ دوا پی، ان میں سے بعض بچ گئے۔ اور بعض چل بسے۔ اور جن خوش قسمتوں نے بیمار ہونے سے پہلے اس کا استعمال شروع کر دیا وہ بالکل محفوظ رہے۔

---

[1] انطاکیہ۔ حلب کے مغرب اور الیگزنڈریٹا کے جنوب مشرق میں ساحلِ شام کے قریب ایک مشہور شہر جو ہرقل کے زمانے میں شام کا دارالخلافہ تھا۔ حضرت خالد بن ولید و ابو عبیدہ بن الجراح نے اس شہر کو ۱۷ھ۔ ۲۱ اگست ۶۳۸ء میں فتح کیا۔

[2] قاموس میں دریاق کے دو معنے دیے ہوئے ہیں: تریاق و شراب۔ المنجد میں ایک تیسرا مفہوم بھی دیا ہوا ہے۔ یعنی ایک پھل دار پودا۔

ارشمیدس[1]

ارشمیدس یونانی فلسفے کا ماہر اور ریاضی کا بہت بڑا فاضل تھا۔ یہ اپنے وطن کو چھوڑ کر مصر میں آگیا جہاں مصریوں سے علم ہندسہ سیکھا اور بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔

الخطیب امین الدین ابوالحسن علی بن احمد بن جعفر بن عبدالباقی الابانی العثمانی الاموی القفطی (علم و فضل و فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے اپنے زمانے میں بے نظیر تھا) کہتا ہے۔ کہ ہمارے ملک کے بڑے بڑے علما اس امر پر متفق ہیں کہ ارشمیدس ہی وہ انسان ہے جس نے مصر کی بستیوں میں سیلابِ نیل سے بچنے کے لیے بند لگوائے تھے اور ایک گانو سے دوسرے گانو تک آمد و رفت کے لیے پُل بنوائے تھے اور یہ سب کچھ کسی بادشاہ کے حکم سے کیا تھا۔

اس اجمال کی تفصیل یوں ہے۔ کہ ارشمیدس سے پہلے جب دریائے نیل طغیانی پر آتا تو دیہاتی لوگ دوڑ کر پہاڑوں پر چڑھ جاتے اور جب نیل کا پانی کم ہو جاتا تو نیچے آجاتے۔ لیکن وادیوں اور پستیوں کو عبور نہ کر سکتے، اس لیے کہ وہاں بدستور پانی موجود ہوتا۔ اس طرح ان غریب دیہاتیوں کو بہت نقصان اٹھانا پڑتا۔ کاشت کی ہوئی فصلیں بہ جاتیں اور انتظار میں نئی فصلوں کا موسم نکل جاتا۔ جب ارشمیدس کو ان تکالیف کا علم ہوا تو اس نے پستیوں و وادیوں میں پُل بنا دیے جن کے نیچے سے پانی اور اوپر سے انسان گزرتے۔ ہر گانو کی مملوکہ زمین میں سے کچھ حصے کی آمدنی ان پُلوں اور بندوں کی تعمیر کے لئے وقف کر دی گئی۔ یہ پُل آج تک مصری دیہات میں موجود ہیں۔ ان کی نگرانی

---

[1] ارشمیدس حضرت مسیح سے ۲۱۳ سال پہلے زندہ تھا۔ سسلی کے ایک شہر سیراکوزا میں پیدا ہوا اور جب رومنز نے اس شہر کو فتح کیا تو ارشمیدس ایک سپاہی کے ہاتھوں مارا گیا اور اس کی تصانیف کی پندرہ گٹھڑیاں جلادی گئیں۔

کے لیے ایک باقاعدہ سرکاری دفتر موجود ہے۔ اور ان کی مرمّت وغیرہ پر پوری توجہ دی جاتی ہے۔ ان دیہات اور چند دیگر اضلاعِ شرقی میں میرے والدِ محترم مدّت تک بہ حیثیتِ ناظرِ متعین رہے۔ میں اُن دنوں آٹھ دس سال کا بچّہ تھا۔ اور میرے والد کے ماتحت ناظموں۔ نگرانوں اور مزدوروں کا ایک بہت بڑا عملہ تھا اور یہ کام کوئی معمولی کام نہ تھا بلکہ ازبس مشکل خیال کیا جاتا تھا۔

ارشمیدس کی تصانیف یہ ہیں :۔

(۱) کتاب المسبّع فی الدائرۃ (۲) کتاب مساحۃ الدائرۃ
(۳) کتاب الکرۃ والاسطوانۃ (۴) کتاب تربیع الدائرۃ۔ ایک مقالہ
(۵) کتاب الدوائر المتماسۃ۔ ایک مقالہ (۶) کتاب المثلّثات۔ ایک مقالہ
(۷) کتاب الخطوط المتوازیہ (۸) کتاب الماخوذات فی اصول الهندسہ
(۹) کتاب المفروضات۔ ایک مقالہ۔
(۱۰) کتاب خواص المثلّثات القائمۃ الزوایا۔ ایک مقالہ
(۱۱) کتاب ساعات آلات الماء التی ترمی بالبنادق

محمد بن اسحاق الندیم اپنی کتاب میں کہتا ہے:۔

"مجھے ایک معتبر آدمی نے بتلایا تھا کہ اہلِ روم نے تصانیف ارشمیدس کی پندرہ گٹھڑیاں جلا ڈالی تھیں اور یہ کہانی ذرا لمبی ہے۔"

ابن الندیم نے غالباً طوالت ہی کی وجہ سے کہانی بیان نہیں کی۔

اومیرس الشاعر الیونانی

یہ ایک یونانی شاعر تھا جس نے شاعری کو معراجِ کمال پر پہنچایا۔ اس کی عظمت

---

[1] یوسف القفطی (م ۶۲۴ھ)

کا اندازہ صرف اسی واقعے سے ہو سکتا ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص ابنا بوالماجن نامی اس شاعر کے پاس آیا اور کہنے لگا میں آپ کے قصائد مدحیہ کا قابل نہیں اس لیے ذرا میری ہجو ہی کہہ دیجیے تاکہ اقران و اماثل میں سر افتخار بلند کر سکوں۔ شاعر نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ تم میری ہجو کے قابل نہیں۔ وہ شخص کہنے لگا اگر تم نے میری آرزو کو پورا نہ کیا تو میں رؤسائے شہر کے پاس جا کر تمہاری اس بزدلی کا چرچا کروں گا۔ شاعر جھٹ بول اٹھا، جزیرہ قبرص[1] کا واقعہ ہے کہ ایک کتا ایک شیر کے پاس لڑائی کے ارادے سے گیا۔ شیر نے لڑنے سے انکار کر دیا۔ کتا کہنے لگا اگر تم نے میری خواہش کو پورا نہ کیا تو میں تمام جنگلی جانوروں میں تمہاری بزدلی کا چرچا کروں گا۔ شیر کہنے لگا میں جنگلی وحوش سے ضعف و بزدلی کا طعنہ گوارا کر لوں گا لیکن تم جیسے ذلیل جانور کے خون سے ہاتھ رنگنے کی ذلت کبھی برداشت نہیں کروں گا۔

اصطفن البابلی

یہ ایک کلدانی حکیم تھا۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ بعثت (سنہ ۶۱۰ء) کے قریب زندہ تھا اور افلاک و نجوم کا بہت بڑا عالم تھا۔ اس کی ایک کتاب فی احکام النجوم ماہرین ہیئت کے ہاں بہ نگہ احترام دیکھی جاتی ہے۔

ارخمیدس

یونان میں اقلیدس کے بعد سب سے بڑا ریاضی داں بلکہ اس کا جانشین سمجھا

---

[1] قبرص کو سائپرس بھی کہتے ہیں۔ قبرص (قبرس) بحیرۂ روم کے مشرق میں ساحلِ شام کے پاس ایک مشہور جزیرہ ہے جس پر آج کل برطانیہ کا قبضہ ہے۔

جاتا ہے۔ یہ دُنیا کو علمِ اقلیدس سکھلاتا تھا۔ اس نے عِلم اقلیدس پر چند کتابیں بھی لکھی ہیں۔ رؤم کا ایک عالِم اس کے ہاں حصولِ علم کے لیے آیا تھا۔ عِلم ریاضی میں اس کے اقوال سے استناد کیا جاتا ہے۔

ابوسندریئوس

رؤم کا ایک ریاضی داں جو اقلیدس کے بعد گزُرا۔ سرزمینِ رؤم میں اشاعتِ ریاضی کی بہت کوشش کی۔ بڑے بڑے فضلا اس کے حلقۂ درس میں شامل رہے۔ ملوکِ رؤم تعمیرات میں اس سے مشورہ لیا کرتے تھے۔

اقطیمن

اسکندریہ کا ایک ریاضی داں جس کا سب سے بڑا مشغلہ رصد گاہوں میں بیٹھ کر اجرامِ سماوی کا مشاہدہ تھا۔ یہ اور میطن[1] اسکندریہ کی ایک رصد گاہ پر مل کر کام کرتے تھے۔ ان کے نتائجِ مشاہدہ بطلیموس القلوذی کے زمانے تک قابلِ اعتماد رہے۔ یہ بطلیموس سے ۵۷۱ سال پہلے گزرے تھے۔

ایلیخون

میرے خیال میں یہ حکیم یونان کا رہنے والا تھا۔ اس کی ایک تصنیف کتاب الفراسۃ کافی مشہور ہے۔ ابومعشر نے اپنی تصانیف میں اس حکیم کا ذکر کیا ہے۔

---

[1] میطن اسکندریہ کا ایک منجم تھا جو بطلیموس سے ۵۷۰ - ۵۷۱ سال پہلے گزرا ہے۔ علمائے افلاک میں اس کے نتائجِ مشاہدہ بہ نظرِ احترام دیکھے جاتے ہیں۔

ابرخس یا ایپرخس

عروجِ یونان کے زمانے میں یہ حکیم کالدیہ میں پیدا ہوا تھا۔ علم ریاضی کا فاضل اور علم الارصاد (رصد کی جمع) کا بہت بڑا ماہر تھا۔ میطن و اقطیمن سے تقریباً تین سو سال بعد گزرا۔ اس نے اپنے مشاہداتِ فلکی پر وہ محکم دلائل دیے کہ بطلیموس جیسے منجم کو سرِ تسلیم خم کرنا پڑا۔ المجسطی میں بطلیموس اس کا بار بار ذکر کرتا ہے۔

اس کی مشہور تصنیف کتاب اسرار النجوم ہے جس میں اقوام و ملل کے عروج و زوال اور سیاسی جنگوں کا مفصل ذکر ملتا ہے۔ عربی میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ جن حضرات نے اس کتاب کو پڑھا ہے، انھیں اس حکیم کے تبحّرِ علمی کا کچھ نہ کچھ اندازہ ہو گیا ہو گا۔ اہلِ بابل کا علمِ نجوم ہم تک نہیں پہنچ سکا اس لیے کہ ان کی سلطنت[1] تباہ ہو چکی تھی اور غلاموں کے علم و فضل کی قدر کم ہو جاتی ہے۔ اُن کی چند رصد گاہوں کا ذکر بطلیموس نے المجسطی میں مجبوراً کیا ہے اس لیے کہ اہلِ یونان کے ہاں مشاہدۂ کواکب کا کوئی انتظام موجود نہ تھا۔ اس لیے اسے اپنے نظریوں کی بنیاد کلدانیوں کے مشاہدات پر رکھنی پڑی۔

ابرخس (شاعر)

یہ شاعر یونان کا رہنے والا تھا۔ اس میں اور اومیرس میں شاعرانہ رقابت رہا

---

[1] آشوریوں کا ایک بادشاہ آسوربانی پال تھا۔ جب اس کا لڑکا تخت پر بیٹھا تو اس کے عہد میں بابل کے حاکم نابوپلاسر نے خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ اور یہ بابل کا پہلا بادشاہ کہلاتا ہے۔ بابل کا آخری بادشاہ بال تھازر تھا جس پر شہنشاہِ ایران سیرس نے حملہ کیا۔ اور ۵۳۸ ق م میں بابل کو فتح کر کے سلطنتِ بابل کا خاتمہ کر دیا۔ (تاریخِ مللِ قدیمہ۔ مطبوعۂ انجمنِ ترقیٔ اُردو)

کرتی تھی۔ ایک دن ابرخس کہنے لگا "میں اومیرس سے بڑا شاعر ہوں اس لیے کہ میرے اشعار زیادہ ہیں اور خیالات کو موزوں الفاظ میں بہت جلد منتقل کرلیتا ہوں۔ دوسری طرف اومیرس کے اشعار تعداد میں کم ہیں۔ اور ایک شعر پر کئی گھنٹے لگا دیتا ہے"۔

اومیرس نے کہا کہ ایک دفعہ انطاکیہ میں ایک خنزیر (مادہ) نے شیرنی کو طعنہ دیا کہ تمھاری اولاد کم اور زمانۂ حمل بہت طویل ہوتا ہے، میرے ہاں بچے بھی زیادہ اور عرصۂ حمل بھی بہت کم ہوتا ہے۔ شیرنی نے جواب دیا کہ تمھارا الزام درست ہے۔ لیکن شاید تم اس حقیقت کو بھول گئی ہو کہ میں جو بچہ جنتی ہوں وہ شیر ہوتا ہے۔

ارسطیفس یا ارسطیقوس

قورینا کا رہنے والا۔ قورینا شام میں حمص کے پاس ایک شہر ہے جسے پرانے زمانے میں رفنیہ کہتے تھے۔ کسی کتاب میں اس حکیم کے نام کے ساتھ الرفنی (رفنیہ کا رہنے والا) بھی دیکھا ہے (لیکن کتاب کا نام یاد نہیں رہا) یہ حکیم یونانی فلسفیوں میں بہت احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اور اپنے فن کا امام سمجھا جاتا تھا۔ فلسفیوں میں ایک ایسا گروہ بھی ہو گزرا ہے جو اس کی پیروی کا دم بھرتا تھا۔ موجودہ فلسفے سے پہلے اسی کا فلسفہ رائج تھا۔ اس کا فرقہ ان سات فرقوں میں شمار ہوتا ہے جن کا ذکر حالاتِ افلاطون میں آچکا ہے۔ اس کے پیرو قورینائین (قورینا کی طرف منسوب) کہلاتے تھے۔ جب مشائین کا فلسفہ چمکا تو اس کا فلسفہ مدھم پڑ گیا۔

اس کی ایک تصنیف کا نام کتاب الجبر المعروف بالحدود ہے جس کی اصلاح ابوالوفا[1] محمد بن محمد الحاسب نے کی۔ اسی نے اس کا ترجمہ کیا اور تفسیر بھی لکھی۔ نیز

---

[1] عہدِ بویہ کا ایک منجم جب شرف الدولہ نے ویجن بن رستم کو چند دیگر منجموں (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۱ پر)

اس کے بیان کردہ قواعد کو حسابی دلائل سے ثابت کیا۔ اس کی ایک اور تصنیف بھی ہے جس کا نام کتاب قسمۃ الاعداد ہے۔

ارسطرخس یا ارسطوخس

فلسفے کے لحاظ سے یونانی۔ مولد کے لحاظ سے اسکندرانی (اسکندریہ کا رہنے والا) علم الفلک کا فاضل اور کتاب حد الشمس والقمر کا مصنف ہے۔

انبون البطریق

ریاضی داں، مہندس، منجم چھٹی صدی عیسوی کے اواخر میں پیدا ہوا۔ اس کی مشہور تصنیف کتاب العمل بالاسطرلاب المسطح ہے۔

انقیلاوس

یہ حکیم اسکندریہ کا باشندہ اور علوم طبیعی کا ماہر تھا۔ اس نے تصانیفِ جالینوس کے ملخص تیار کیے اور بعض کتب کو سوال وجواب کی شکل میں ڈھالا۔ ان اختصارات کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکیم مختصر نویسی میں ماہر اور فنِ طب کا بہت بڑا حامی تھا۔ اسکندریہ کے چند دیگر حکما نے بھی جالینوس کی کتابوں کے اختصارات لکھے اور فنِ طب کو ترقی دی لیکن یہ ان سب کا سردار تھا۔ اس نے جالینوس کے اقوالِ پراگندہ کو جمع کرکے تیرہ مقالے مرتب کیے۔ ان کا موضوع تھا "اسرارِ حرکات" اور ایسے بیمار

(صفحہ ۱۰۹ کا بقیہ حاشیہ):- کے ہمراہ ۳ جمادی الاخر ۳۷۰ھ کو مشاہدۂ آفتاب کا حکم دیا اور ان لوگوں نے اپنے نتائج قلم بند کیے تو اس محضر نامے پر ابوالوفا محمد بن محمد کے دستخط بھی ثبت تھے۔ یہ محضر نامہ حرف الواو۔ ویجن بن رستم کے حالات میں ملاحظہ فرمایئے۔

کے لیے لکھے گئے تھے جسے کوئی پُرانی بیماری ہو اور وہ مجامعت کر بیٹھا ہو۔ ان مقالوں میں ایسی بیماری کے اسباب و علاج کا مفصل ذکر موجود ہی۔

حُنین بن اسحاق (جس نے اکثر تصانیف جالینوس یونانی سے سریانی زبان میں منتقل کیا۔) کہتا ہی کہ جالینوس کی اکثر تصانیف انقیلاوس نے مرتب کیں۔ اور بعض لوگ تصانیفِ جالینوس کے خلاصوں کو بھی اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

کسی زمانے میں اہلِ اسکندریہ نے ایک طبّی درس گاہ قائم کی تھی جس میں بڑے بڑے طبیب جالینوس کی کتابیں پڑھا کرتے تھے۔ اُن لوگوں نے تصانیفِ جالینوس کو موجودہ شکل میں مرتّب کیا، ان کی تفاسیر لکھیں اور ایسے خلاصے قلم بند کیے جن کا یاد کرنا آسان ہو اور طلبۂ علم سفر میں لیے پھریں۔ بہ قولِ اسحاق بن حُنین چار حکیموں نے اس کام میں بہت زیادہ حصّہ لیا۔ یعنی اصطفن الاسکندرانی۔ جاسیوس۔ انقیلاوس اور مارینوس۔ یہ اسکندریہ کے مشہور چار طبیب تھے۔ جن کی کوششوں سے مذکورہ بالا تفاسیر و جوامع تیار ہوئیں اور انقیلاوس کو یہ فخر حاصل ہی کہ اس نے ان پراگندہ کتب کو کہیں سے ڈھونڈ کر مرتّب کیا۔

ابلّن

علومِ طبیعی کا ماہر اور بلادِ رُوم میں پہلا طبیب تھا۔ بہت پُرانے زمانے میں گزرا۔ اس نے منافیس کے کہنے پر اغریقیہ[1] زبان کی ابجد تیار کی اور فنِ طب کو کافی ترقی دی۔ یہ حکیم موسیٰ علیہ السلام کے بعد پیدا ہوا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ براق حکیم کے زمانے میں تھا۔ اس کے متعلق رُوم میں اسی طرح کی بڑی حکایات مشہور ہیں، جس طرح کہ اسقلبیوس کے متعلّق یُونان میں۔

---

[1] اغریقیہ سے مُراد یُونانی زبان ہی۔

اندروماخس

یہ حکیم صرف سکندرِ اعظم کے زمانے میں مشہور رہا۔ اس کے چند مقالے مدارسِ طب میں آج بھی پڑھائے جاتے ہیں۔ اردن[1] میں رئیس الاطبا تھا اور یہ وہی طبیب ہے جس نے معجون مثرودیطوس[2] میں کچھ گھٹا بڑھا کر اسے اور زیادہ مفید بنا ڈالا تھا۔ گھٹانے کا تو علم نہیں۔ البتہ جو چیز بڑھائی تھی، وہ سانپ کا گوشت تھا۔

البسقلاؤس

یونان کا مشہور ریاضی داں جو اقلیدس کے بعد گزرا تھا۔ اس کی مشہور کتابیں یہ ہیں:۔ (۱) کتاب الاجرام والابعاد۔ ایک مقالہ۔ (۲) کتاب المطالع۔ (۳) اقلیدس کے چودھویں و پندرھویں مقالے کی اصلاح کی۔

اوطوقیوس

فلسفے کے لحاظ سے یونانی، مولد کے لحاظ سے اسکندرانی۔ علمِ ہندسہ کا ماہر اور مشہور مصنّف ہے۔ ارشمیدس و بطلیموس کے بعد ہوا۔ مدارسِ ریاضی میں اس کے نام سے ہر کوئی واقف ہے۔ اس کی چند تصانیف کے نام یہ ہیں:۔

---

[1] اردن نہر سوئز کے مشرق، فلسطین کے جنوب اور عرب کے شمال میں ایک چھوٹا سا ملک جو آج کل ایک نیم آزاد سلطنت ہے۔ فرماں روا کا نام امیر عبداللہ فیصل بن شریف مکہ ہے۔

[2] مثرودیطوس ایک طبیب (غالباً یونانی) تھا۔ جس نے سانپ بچھو اور دیگر زہریلے جانوروں کے زہر کا حتمی علاج دریافت کر لیا تھا۔ اس کا معجون (جو خود طبیب کے نام سے مشہور تھا) اس کام کے لیے بے مثال تھا۔

(۱) شرح المقالۃ الاولیٰ من کتاب ارشمیدس فی الکرۃ والاسطوانہ
(۲) کتاب فی الخطّین (اس کتاب میں فلسفی مہندسین کے اقوال سے استناد کیا ہی)
(۳) کتاب تفسیر المقالۃ الاولیٰ من کتاب بطلیموس فی القضاء علی النجوم۔

اوطولوقس

یونان کا مشہور مہندس وریاضی داں جس کی تصانیف سے کوئی عالم ناآشنا نہیں۔ بعض تصانیف یہ ہیں:۔
(۱) کتاب الکرّۃ المتحرکہ (اس کی اصلاح کندی نے کی)
(۲) کتاب الطلوع والغروب۔ تین مقالے۔

ایرن

اسکندریہ کا رہنے والا اور مختلف فنون کا عالم تھا۔ اس کی تصانیف میں ریاضی کے کئی اسرار بے نقاب ملتے ہیں۔ چند تصانیف کے نام یہ ہیں:۔
(۱) کتاب فی حلِّ شکوک اقلیدس۔ (۲) کتاب الحیل الروحانیہ۔

ارستجانس

یہ طبیب جالینوس سے پہلے گزرا تھا اور اس سے بڑا سمجھا جاتا تھا۔ جالینوس نے اس کے اقوال کو اپنی تصانیف میں نقل کر کے ان کی زبردست تردید کی ہی اور اس کے وضع کردہ اصول وقواعد کو باطل قرار دیا ہی۔ اس حکیم کی ایک کتاب فن طب پر ہی جس کا نام ہی کتاب طبیعۃ الانسان۔

اوریباسیوس

یہ ایک یونانی طبیب تھا۔ اطبا کی تواریخ میں اس کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔ اور نہ یہ معلوم ہو کہ آیا جالینوس سے پہلے گزرا تھا یا بعد میں آیا۔ اس کی تصانیف سے صرف اتنا پتا چلتا ہو کہ یہ ایک یونانی حکیم تھا وبس۔ اس کی تصانیف یہ ہیں:۔

(۱) کتاب الیٰ ابنہ اسطاث ۔ نو مقالے ۔حنین نے ترجمہ کیا۔

(۲) کتاب تشریح الاعضا ۔ ایک مقالہ ۔

(۳) کتاب الادویۃ المستعملۃ ۔ اصطفن بن بسیل نے ترجمہ کیا۔

(۴) کتاب السبعین۔ ایک مقالہ ۔ حنین اور عیسےٰ بن یحییٰ سریانی نے اس کا ترجمہ کیا۔

ابراہیم بن فزارون

اپنے زمانے کا مشہور طبیب اور فزارون کی اولاد میں سے تھا۔ غسانؔ[1] بن عبادؔ کے ساتھ بلادِ سندھ میں آیا۔ کچھ عرصے یہاں رہا۔ اور پھر واپس چلا گیا۔ جب تک سندھ میں رہا، سور کا گوشت کھاتا رہا۔

ابراہیم ایک عجیب حکایت بیان کرتا ہو۔ کہتا ہو کہ سندھ میں ایک دریا بہتا ہو جس

---

[1] غسان بن عباد مامون کی طرف سے خراسان کا حاکم تھا۔ لیکن احمد بن ابی خالد الاحول (وزیر مامون متوفی ۲۱۲ھ) کے کہنے پر مامون نے اسے معزول کر کے اس کی جگہ طاہر بن الحسین کو مقرر کر دیا (یہ ۲۰۵ھ کا واقعہ ہو) اور طاہر نے ۲۰۷ھ میں تقریباً خود مختاری و بغاوت کا اعلان کر دیا۔
(دائرۃ المعارف الاسلامیہ ج ۱ ص ۴۵۴)

کا نام مہراؔن[1] ہی۔ اس میں ایک ایسی مچھلی ملتی ہی جو شکل و صورت میں بزغالے سے ملتی جلتی ہی۔ لوگ اس کو پکڑ کر ایک حصے (سر وغیرہ) پر کیچڑ مل دیتے ہیں اور دوسرا حصہ آگ پر رکھ دیتے ہیں۔ انتڑیاں وغیرہ پہلے نکال لیتے ہیں۔ جب یہ حصہ پک کر تیار ہو جاتا ہی تو گوشت کھالیتے ہیں اور باقی پانی میں پھینک دیتے ہیں۔ اگر اس مچھلی کی استخوانِ پُشت سالم ہو تو یہ پھر زندہ ہو جاتی ہی اور گوشت دوبارہ پیدا ہو جاتا ہی۔ اور اگر پیٹھ کی ہڈی توڑ دی جائے تو دوبارہ زندہ نہیں ہو سکتی۔ جب غسان نے یہ حکایت سُنی تو اپنے گھر میں ایک تالاب بنوایا اور ہمیں کہا کہ جاؤ مچھلیاں پکڑ لاؤ۔ ہم ہر روز کئی مچھلیاں پکڑ لاتے جن میں سے بعض کی استخوانِ پُشت توڑ ڈالتے اور بعض کی یونہی رہنے دیتے۔ پھر ان کے اگلے حصے پر کیچڑ مل کر پچھلا حصہ آگ پر رکھ دیتے۔ جب پک کر تیار ہو جاتی تو اس حصے کا گوشت کھا لیتے اور باقی تالاب میں پھینک دیتے۔ اللہ کی شان دیکھیے کہ تمام وہ مچھلیاں جن کی ہڈیاں سالم ہوتیں، دوبارہ جی اٹھتیں اور ان پر دوبارہ گوشت چڑھ جاتا۔ یہ گوشت سفید رنگ کا ہوتا اور جن مچھلیوں کو ہم نے بغیر تالاب میں پھینک دیتے تھے، ان کا نیا گوشت کالے رنگ کا ہوتا تھا۔

ابراہیم بن ہلال بن ابراہیم بن زہرون الصابی ابو اسحٰق

یہ کئی رسائل کا مصنف تھا۔ اس کے آبا و اجداد حرّان کے رہنے والے تھے۔ یہ خود بغداد میں پیدا ہؤا اور وہیں تعلیم حاصل کی۔ نظم و نثر ہر دو میں کمال پیدا کیا اور علمِ ریاضی، ہندسہ و ہیئت میں لازوال شہرت کا مالک بنا۔

---

[1] نہر مہران۔ جوئے است بہ سندھ۔ (منتہی الارب) لیکن نزہت صہ ۲۱۹ پر مذکور ہی کہ آبِ مہران دریاے جہلم کا دوسرا نام ہی۔

جب شرف[۱] الدولہ بن عضد الدولہ نے بغداد میں ایک رصدگاہ بنوانے کا ارادہ کیا اور اس کام پر ویجن[۲] بن رستم القوہی کو مقرر کیا اور ویجن نے چند علما کی موجودگی میں اپنے مشاہدات کو قلم بند کرکے اس تحریر پر ان سب کے دستخط لیے تو ابراہیم بن ہلال نے بھی اس تحریر پر بہ حیثیت شاہد دستخط کیے تھے۔ اس تحریر میں مشاہدہ و معائنے کی مفصل کیفیت اور آفتاب کا بعض برجوں میں داخل ہونے کے حالات درج تھے۔

مجھے مصنف کی ایک کتاب فی المثلثات دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے جو مصنف کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھی۔ اس موضوع پر اس کے چند اور رسائل بھی ملتے ہیں جو بعض سوالات کے جواب میں لکھے گئے تھے۔ بہترین رسائل لکھنے اور بلیغ الکلامی میں کافی شہرت کا مالک تھا۔ شاہانِ عراق کے ایک سلسلے یعنی بنو بویہ[۳] کے دربار میں مدتوں رہا۔ اس کی زندگی

۱ہ آلِ بویہ کا ایک فرماں روا (وفات ۳۷۲ھ)

۲ہ ویجن کے حالات حرف الواو میں دیکھیے۔

۳ہ خاندانِ بویہ :- (۳۲۰ - ۴۴۸ھ)۔ بویہ خاندانِ دیلمی کا ایک رئیس تھا جو بحرِ خزر کے ساحلی علاقوں میں چھوٹی سی سلطنت بنانے کی کوشش میں تھا۔ ۳۱۲ھ میں سامانی دربار کو چھوڑ کر مرداویج زیاری کے ہاں چلا گیا۔ مرداویج نے اس کے لڑکے علی عماد الدولہ کو حکومت کرج عنایت کردی۔ علی نے دیلمیوں اور گیلی سرداروں کی مدد سے اصفہان، ارجان اور نوبندجان پر قبضہ کرلیا۔ علی کے ساتھ اس کے دو بھائی یعنی حسن رکن الدولہ اور احمد معز الدولہ بھی شامل ہوگئے اور ان تینوں نے ۳۲۲ھ میں شیراز پر قبضہ جمالیا۔ ان کی بڑھتی ہوئی طاقت کو دیکھ کر خلیفہ مستکفی نے اِن تینوں بھائیوں کو خطاباتِ شاہی (عماد الدولہ۔ رکن الدولہ۔ معز الدولہ) سے نوازا اور معز الدولہ کو امیر الامرا بنالیا۔ بس یہیں سے بنو بویہ کی عمارت و عظمت کی داغ بیل پڑتی ہے اور ان کا اثر یہاں تک بڑھ جاتا ہے کہ خلیفہ ان کے ہاتھ میں کھلونا بن کر رہ جاتا ہے۔

اِن بھائیوں کی حکومت مختلف علاقوں پر قائم تھی۔ تفصیل آگے دیکھیے (طبقات سلاطین اسلام ص۱۲۵)

(بقیہ حاشیہ ص۱۱۷ پر دیکھیے)

میں نشیب و فراز بہت زیادہ ہیں۔ کبھی دینوی وجاہت کی آخری بلندیوں پر پہنچ جاتا تھا اور کبھی ذل و مسکنت کی انتہائی پستیوں میں پھینک دیا جاتا۔ اس سلسلے کی ایک افسوس ناک حکایت یوں ہے کہ جب عضد الدولہ پہلی بار عراق میں داخل ہوا تو ابراہیم کی بڑی عزت کی۔ اسے شرفِ باریابی

(صفحہ ۱۱۶ کا بقیہ حاشیہ ملاحظہ ہو)۔

علاقہ	تاریخ جلوس ہجری	نام	علاقہ	تاریخ جلوس ہجری	نام
دیالمۂ فارس	۳۲۰ھ	عماد الدولہ ابوالحسن علی	صرف عراق	۴۱۱	مشرف الدولہ
	۳۳۸ ※	عضد الدولہ ابو شجاع خسرو		۴۱۶	جلال الدولہ
	۳۷۲ ※	شرف الدولہ		۴۳۵	عماد الدین (ملکِ فارس)
	۳۷۹	صمصام الدولہ ابوکالیجار مرزبان		۴۴۰/۴۴۸	ابو نصر خسرو فیروز (")
	۳۸۰ ※	بہاء الدولہ (عراق)	کرمان	۴۰۳	قوام الدولہ ابوالفوارس
	۴۰۳ ※	سلطان الدولہ ابو شجاع		۴۱۹	عماد الدین (ملکِ فارس)
	۴۱۵ ※	عماد الدولہ ابوکالیجار مرزبان		۴۴۰/۴۴۸	ابو منصور فولاد ستون
	۴۱۷/۴۴۰ ※	ابو نصر خسرو فیروز رحیم	دیالمۂ رے۔ ہمدان	۳۶۶	رکن الدولہ ابو علی حسن
دیالمۂ عراق و اہواز و کرمان	۳۲۰	معز الدولہ ابوالحسین احمد	اصفہان	۳۶۶/۳۷۲	موید الدولہ ابو منصور (اصفہان فقط)
	۳۵۶	عز الدولہ بختیار		۳۶۶	فخر الدولہ ابوالحسن علی
	۳۶۷	عضد الدولہ (ملکِ فارس)		۳۸۷/۴۲۰	مجد الدولہ ابوطالب رستم
	۳۷۲	شرف الدولہ (")		۳۸۷	شمس الدولہ (ابوطاہر)
	۳۷۹	بہاء الدولہ ابو نصر فیروز		۴۱۲-۱۳	سماء الدولہ ابوالحسن
	۴۰۳	سلطان الدولہ (ملکِ فارس)	(نوٹ) دیالمہ کو آلِ کاکویہ، غزنویوں اور سلجوقیوں نے تباہ کیا		

※ ان فرماں رواؤں نے بعض دیگر علاقوں پر بھی حکومت کی تھی۔

بخشا، صحبتیں کیں اور آخر میں ایران جانے کی دعوت دی۔ ابراہیم نے پہلے یہ دعوت منظور کر لی لیکن پھر یہ سوچ کر کہ اس کی غیر حاضری میں اہل و عیال کو تکلیف ہوگی۔ اور کواکب پرستوں (صابئین) کے تمام مذہبی و مجلسی امور درہم برہم ہو جائیں گے، عضد الدولہ کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔

جب عضد الدولہ اور عز الدولہ (عضد الدولہ کا عم زاد بھائی) کی غلط فہمیاں رفع ہو گئیں اور ان کی آپس میں صلح ہونے لگی تو عز الدولہ ابراہیم کے پاس آیا اور کہا کہ معاہدے کی شرائط قلم بند کرو۔ ابراہیم نے حکم کی تعمیل کی اور ایک ایسا معاہدہ تیار کیا جس کی شرائط عضد الدولہ کو ناگوار گزریں۔ اُس وقت تو دستخط کر دیے لیکن جب دوبارہ عراق میں داخل ہوا تو ابراہیم کو جیل خانے میں ڈلوا دیا۔ اور ساتھ ہی کہلا بھیجا کہ اگر جیل سے آزاد ہونے کی تمنا ہے تو پہلے خاندانِ بویہ کی تاریخ مرتب کرو۔ ابراہیم نے نہایت فصیح و بلیغ عبارت میں کتاب التاجی کی تکمیل کی اور کچھ قصائدِ مدحیہ بھی جیل خانے سے لکھ بھیجے۔ اس کے بعد ابراہیم جب تک زندہ رہا، اخلافِ عضد الدولہ اور وزرائے بویہ کا مورد الطاف رہا۔ آخر سوموار کے دن ۱۲ شوال سنہ ٣٨٤ھ کو بغداد میں فوت ہوا اور ایک مقام جُنینہ[1] متصل شونیزیہ میں دفن ہوا۔ اس کی ولادت شبِ جمعہ ۵ رمضان سنہ ٣١٣ھ کو ہوئی تھی۔

ابراہیم کی وفات پر الشریف الرضی ابوالحسن[2] الموسوی نے کئی مرثیے کہے جن میں سے ایک کا مطلع یہ تھا ؎

---

[1] جنینہ بغداد میں ایک موضع کا نام ہے۔ (القاموس ج ن ن)۔ [2] محمد بن حسین بن موسیٰ بن محمد بن موسیٰ بن ابراہیم بن موسیٰ الکاظم ایک بہت بڑا ادیب، شاعر اور شیعی فاضل تھا۔ شیعوں کی مشہور کتاب نہج البلاغۃ کا مصنف یا تو یہی رضی ہے اور یا اس کا بھائی مرتضیٰ۔ رضی بغداد میں سنہ ٤٠٦ھ کو فوت ہوا۔

(وفیات الاعیان لابن خلکان)

أَعلِمتَ من حَملُوا عَلَى الاعواد   أَرَأَيتَ كيف خبا ضِيَاء النادي

(کیاتم جانتے ہو کہ تابوت پر کسے لیے جا رہے ہیں؟ - دیکھا تم نے کہ محفل کا چراغ کیوں کر بجھ گیا)

یہ ایک لمبے مرثیے کا مطلع ہے۔ جب رضی (شاعر) کے بھائی مرتضیٰ نے یہ مطلع سنا، تو آگ بگولہ ہو کر کہنے لگا۔

"ہاں ہم جانتے ہیں کہ تابوت پر کون جا رہا ہے۔ ایک مشرک اور کافر کتا جہنم کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کی طرف جا رہا ہے۔"

ابراہیم بن زہرون ابو اسحٰق

یہ حرّان کا ایک طبیب اور غالباً ابراہیم بن ہلال الکاتب کا دادا تھا۔ ثابت بن سنان بن ثابت بن قرہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ یہ حکیم شبِ جمعرات (یہ جمعرات ماہ صفر کے آخری گیارہ دنوں میں آئی تھی) ماہِ صفر ۳۰۹ھ کو فوت ہوا۔

ابراہیم قُویریؔ ابو اسحاق

ابو بشر متّی بن یونان اس کے شاگردوں میں سے تھا اور یہ اپنے زمانے میں کافی مشہور رہا ہے۔ اس کی چند تصانیف یہ ہیں:-

(۱) کتاب تفسیر قاطیغوریاس مُشجَّر (۲) کتاب باریرمینیاس مُشجَّر

(۳) کتاب انالوطیقا الاولیٰ مُشجَّر

اس کی کتابیں ازبس مُغلق و خشک ہیں اس لیے انھیں کوئی نہیں پڑھتا۔

احمد بن محمد بن مروان بن الطیب السرخسی

یہ ایک اسلامی فلسفی ہے جو یعقوب بن اسحاق کندی کا شاگرد تھا۔ اس نے فلسفے میں کمال پیدا کیا۔ اور موسیقی و منطق وغیرہ پر کتابیں لکھیں۔ اس کا کلام فصیح، مختصر نویسی میں ماہر، علومِ متقدمین و فنونِ عرب میں کامل، ذہین۔ قابل و بلیغ تھا۔ اس کی تصانیف نہایت عمدہ ہیں۔ یہ آغاز میں معتضد[1] باللہ کا اُستاد تھا۔ پھر اس کا ندیم و جلیس بن گیا۔ معتضد

---

[1] معتضد باللہ بن موفق بن متوکل خلفائے عباسیہ میں سے تھا۔ عباسیہ کے بانی ابوالعباس عبداللہ سفاح بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم نے ۱۳۲ھ میں ابومسلم مروی خراسانی (وفات ۱۳۷ھ) کی مدد سے سلطنتِ اسلامی کے بیش تر حصے پر قبضہ کرلیا اور یہیں سے دولتِ عباسیہ کی بنیاد پڑ گئی۔ جو سوا پانچ سو سال تک جاری رہی۔ خلفا کی تعداد ۳۷ تھی چوں کہ خلفاءِ عباسیہ کا ذکر بار بار کتاب میں آتا ہے، اس لیے یہ جدول یہاں دیا جاتا ہے:

شمار	سال جلوس	نام خلیفہ	دار الخلافہ	کوئی قابلِ ذکر امر
۱	۱۳۲ھ	ابوالعباس عبداللہ سفاح بن محمد	انبار	انبار کوفہ کے پاس ایک شہر تھا جو سفاح نے خود آباد کیا تھا۔ اور اس کا نام ہاشمیہ رکھا تھا۔ سفاح خوں ریز کو کہتے ہیں۔ چوں کہ اس نے آلِ اُمیہ کے بے شمار آدمی قتل کیے تھے۔ اس لیے سفاح مشہور ہوگیا۔
۲	۱۳۶ھ	ابوجعفر منصور (ابوالعباس کا بھائی) بن محمد	بغداد	
۳	۱۵۸ھ	مہدی بن ابوجعفر	"	
۴	۱۶۹ھ	ہادی بن مہدی	"	
۵	۱۷۰ھ	ہارون الرشید بن مہدی (ہادی کا بھائی)	"	
۶	۱۹۳ھ	امین بن ہارون	"	
۷	۱۹۸ھ	مامون بن ہارون	"	
۸	۲۱۸ھ	معتصم باللہ بن ہارون	"	

(بقیہ حاشیہ صـ ۱۲۱ پر دیکھیے)

اس سے امورِ مملکت میں مشورہ کیا کرتا تھا۔ احمد میں ایک نقص تھا کہ اس پر علم غالب تھا اور عقل مغلوب۔ اور یہی نقص اس کے قتل کی وجہ بنا۔ قصہ یوں ہے۔ کہ ایک دفعہ معتضد نے

(صفحہ ۱۲۰ کا بقیہ حاشیہ ملاحظہ ہو):۔

شمار	سالِ جلوس	نامِ خلیفہ	دارالخلافہ	کوئی قابلِ ذکر امر
۹	۲۲۷ھ	واثق باللہ بن مُعتصم	بغداد	
۱۰	۲۳۲ھ	متوکّل بن مُعتصم	"	
۱۱	۲۴۷ھ	المنتصر بن متوکّل	"	
۱۲	۲۴۸ھ	المستعین بن محمد بن مُعتصم	"	
۱۳	۲۵۱ھ	المعتز باللہ بن متوکّل	"	
۱۴	۲۵۵ھ	المہتدی باللہ بن واثق	"	
۱۵	۲۵۶ھ	المعتمد علی اللہ بن متوکّل	"	
۱۶	۲۷۹ھ	مُعتضد باللہ بن موفق بن متوکّل	"	
۱۷	۲۸۹ھ	المکتفی باللہ بن مُعتضد	"	
۱۸	۲۹۵ھ	المقتدر باللہ بن مُعتضد	"	
۱۹	۳۲۰ھ	القاہر باللہ بن معتضد	"	
۲۰	۳۲۲ھ	الراضی بن مقتدر	"	
۲۱	۳۲۹ھ	المتقی بن مقتدر	"	
۲۲	۳۳۳ھ	المستکفی بن المکتفی	"	
۲۳	۳۳۴ھ	المطیع اللہ بن المقتدر	"	
۲۴	۳۶۳ھ	الطائع اللہ بن المطیع	"	

(بقیہ حاشیہ صد ۱۲۲ پر دیکھیے)

اسے قاسم[۵] بن عبیداللہ اور بدر (معتضد کا غلام) کے متعلق کوئی راز کی بات کہ دی۔ اس نے قاسم کے فریب میں آکر راز افشا کردیا۔ بادشاہ کو جو غصہ آیا تو اپنے دربار سے ہٹا کر قاسم و بدر

(صہ ۱۲۱ کا بقیہ حاشیہ ملاحظہ ہو):۔

شمار	سالِ جلوس	نامِ خلیفہ	دارالخلافہ	کوئی قابلِ ذکر امر
۲۵	۳۸۱ھ	القادر باللہ بن المتقی	بغداد	
۲۶	۴۲۲ھ	القائم بامراللہ بن قادر باللہ	"	اسے ارسلان ترکی نے ۴۵۰ھ میں پکڑ لیا تھا اور طغرل بیگ سلجوقی نے چھڑایا تھا۔
۲۷	۴۶۷ھ	المقتدی بن قائم	"	
۲۸	۴۸۷ھ	المستظہر بن مقتدی	"	
۲۹	۵۱۲ھ	المسترشد بن مستظہر	"	
۳۰	۵۲۹ھ	الراشد بن مسترشد	"	
۳۱	۵۳۰ھ	المقتفی لامراللہ بن مستظہر	"	
۳۲	۵۵۵ھ	المستنجد بن مقتفی	"	
۳۳	۵۶۶ھ	المستضئ بنوراللہ بن مستنجد	"	
۳۴	۵۷۵ھ	الناصر لدین اللہ بن المستضی	"	
۳۵	۶۲۲ھ	الظاہر بامراللہ بن الناصر	"	
۳۶	۶۲۳ھ	المستنصر بن الظاہر	"	
۳۷	۶۴۰ھ	مستعصم بن مستنصر	"	مستعصم آخری بادشاہ تھا جسے ہلاکو خاں نے ۶۵۶ھ = ۱۲۵۸ء میں قتل کردیا تھا۔

نوٹ:۔ مصر کے خلفائے عباسی المستنصر بن الظاہر کی اولاد ہیں۔

(طبقاتِ سلاطین اسلام ترجمۂ عباس اقبال)

[۵] معتضد کا وزیر۔ ابن رومی کا ممدوح و قاتل۔ اپنے والد عبیدہ اللہ کی وفات کے بعد وزیر معتضد بنا۔ وفات ۲۹۱ھ۔

کے حوالے کردیا۔ ان دونوں نے پہلے تو اس کے مال ومتاع پر ہاتھ صاف کیا اور پھر جیل خانے میں ڈال دیا۔ جب کچھ عرصے کے بعد معتضد نے آمد[1] پر چڑھائی کی اور احمد بن عیسیٰ بن شیخ[2] کے خلاف اعلانِ جنگ کیا تو خوارج کا ایک گروہ جیل خانے سے بھاگ نکلا جسے المعتضد کے ایک نواب مونس الفحل نے فوراً گرفتار کرلیا لیکن احمد جیل سے نہ ہلا، بہ ایں خیال کہ شاہ اس پر رحم کیا جائے گا۔ معتضد نے قاسم کو حکم دیا کہ وہ تمام واجب القتل باغیوں کی ایک فہرست تیار کرے۔ قاسم نے احمد کا نام بھی اس فہرست میں جڑ دیا چناں چہ یہ قتل ہوگیا۔ معتضد کو اس واقعے کی خبر نہ تھی۔ اس نے باتوں باتوں میں احمد کا حال دریافت کیا تو قاسم نے مقتولین کی فہرست سامنے کردی۔ معتضد نے اُس کا نام پڑھا اور خاموش ہو رہا۔ یہ شخص انتہائی عزت کے بعد نہایت ذلت کی موت مرا۔ اس کی تصانیف یہ ہیں :۔

(۱) کتاب قاطیغوریاس	(۲) کتاب باریرمینیاس
(۳) کتاب انولوطیقا	(۴) کتاب غش الصناعات
(۵) کتاب اللهو والملاهی	(۶) کتاب السیاسۃ
(۷) کتاب المدخل إلی صناعۃ النجوم	(۸) کتاب الموسیقی الکبیر۔ دو مقالے
(۹) کتاب الموسیقی الصغیر	(۱۰) کتاب المسالک والممالک
(۱۱) کتاب الارثماطیقی والجبر والمقابلہ	(۱۲) کتاب المدخل الی الطب
(۱۳) کتاب المسائل	(۱۴) کتاب فضائلِ بغداد
(۱۵) کتاب الطبیخ (ایک نسخے میں البطیخ)	(۱۶) کتاب زاد المسافر

---

[1] آمد۔ دریائے دجلہ کے کنارے دیار بکر کا اہم شہر (نزہت صد ۱۰۲)

[2] معتضد نے پہلے احمد بن عیسیٰ پر چڑھائی کی اور ۲۸۵ھ میں اس کے لڑکے محمد پر۔ محمد نے معافی مانگ لی لیکن اپنی حرکات سے باز نہ آیا، اس لیے اسے تمام خاندان کے ساتھ گرفتار کرکے جیل میں ڈال دیا۔ احمد و محمد دیار بکر کے فرماں روا تھے (طبری)

(۱۷) کتاب المدخل اِلی علم الموسیقی
(۱۸) کتاب الجلساء والمجالسہ
(۱۹) کتاب جوابات ثابت
(۲۰) کتاب النمش والکلف
(۲۱) کتاب الشاکین وطریق اعتقادہم
(۲۲) کتاب منفعتہ الجبال
(۲۳) کتاب وصف مذہب الصابئین
(۲۴) کتاب فی اِنّ مُبدَعات لامتحرکتہ ولاساکنتہ

احمد بن محمد بن کثیر الفرغانی

یہ عہد مامون کا ایک منجم ہے جس کی ایک تصنیف المدخل اِلی علم ہیئتہ الافلاک و حرکات النجوم ازبس مفید و بلند پایہ کتاب سمجھی جاتی ہے۔ یہ تین ابواب پر مشتمل ہے اور اس میں بطلیموس کے تمام اصول نہایت بلند عبارت میں پیش کیے گئے ہیں۔

احمد بن یوسف المنجم

علم النجوم میں کافی شہرت کا مالک ہے۔ اس کی دو تصانیف کے نام یہ ہیں:۔
(۱) کتاب النسبتہ والتناسب۔ (۲) کتاب شرح الثمرۃ لبطلیموس۔ یہ کتاب نجوم پر ہے۔

احمد بن محمد الصاغانی ابو حامد الاصطرلابی

علم ہندسہ و ہیئت میں ماہر اور اپنے زمانے میں بڑا مشہور عالم تھا۔ یہ بغداد میں اصطرلاب اور دیگر آلاتِ رصدیہ کی تکمیل میں لگا رہتا تھا۔ اس کے آلات آج تک استعمال ہو رہے ہیں۔ وہ شاگردوں کی ایک بہت بڑی جماعت پیچھے چھوڑ گیا ہے جنھیں اُستاد کی قابلیت پر بجا ناز

ہر۔اس کے پاس قدیم زمانے کے چند ایسے آلات بھی تھے جن سے دیگر ماہرینِ افلاک نا آشنا ہے۔
جب شرف الدولہ بن عضد الدولہ نے ویجن بن رستم الکوہی کی زیرِ نگرانی بغداد میں شاہی باغ کے پاس ایک رصدگاہ بنوائی اور مشاہدات کا ایک چارٹ تیار کیا گیا تو اس پر احمد بن محمد الصاغانی کے دستخط بھی ثبت تھے۔ تفصیل ویجن کے حالات میں دیکھو۔ اس کی موت ماہِ ذی القعد یا ذی الحجہ ۳۷۹ھ میں بہ مقامِ بغداد واقع ہوئی۔

احمد بن عمر الکرابیسی

علومِ ہندسہ و اعداد میں بہت بڑی شہرت کا مالک تھا۔ اس کی تصانیف عربی زبان میں ہیں۔ چند ایک کے نام یہ ہیں:-

(۱) کتاب شرحِ اقلیدس
(۲) کتاب حساب الدور
(۳) کتاب الوصایا
(۴) کتاب مساحت الحلقۃ
(۵) کتاب الحساب الہندی۔

اسحٰق بن حُنین بن اسحٰق ابو یعقوب بن ابی زید العبادی النصرانی

علم و فضل اور یونانی و سریانی سے ترجمہ کرنے میں اپنے فاضل باپ کا صحیح جانشین تھا۔ اور فصاحت و بلاغت میں والد سے بہ درجہا بڑھا ہوا تھا۔ یہ انھی امرا کے دربار میں رہا جہاں اس کا والد رہ چکا تھا۔ زندگی کے آخری ایام میں قاسم[1] بن عبید اللہ کے

---

[1] اپنے والد عبید اللہ کی وفات (۲۷۹ھ) کے بعد المعتضد کا وزیر بنا۔ (بقیہ حاشیہ صـ۱۲۶ پر)

دربار میں آگیا۔ اور اس کا مشیرِ خاص بن گیا۔ قاسم کا کوئی راز اُس سے مخفی نہ تھا۔ اس کی موت فالج سے ربیع الاول ۲۹۸ھ میں واقع ہوئی۔ اس نے تراجم کے علاوہ بھی چند کتابیں لکھیں جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں:۔

(۱) کتاب الادویۃ المفردۃ (۲) کتاب کناش الخف

(۳) کتاب تاریخ الاطبا

اہرن القس

آغازِ اسلام میں پیدا ہوا۔ اس کی کتاب کناش سریانی زبان میں تھی جسے ماسرجیس نے عربی میں منتقل کیا۔ اصل کتاب تیس مقالوں میں تھی، مترجم نے دو اور بڑھا دیے۔

اُمیہ بن عبدالعزیز بن ابی الصلت الحکیم المغربی

زمانے میں بے مثال، گیتی میں یکتا، نظم و نثر میں یگانہ، علومِ اوائل میں بے ہمتا اور مختلف فنون و فضائل میں بے نظیر تھا۔ تحصیلِ علوم اپنے وطن میں کی، پھر سیاحت کے لیے نکل پڑا۔ پھرتے پھراتے مصر میں پہنچا لیکن بدقسمتی سے یہاں اس کی کوئی قدر نہ ہوئی اور اربابِ دولت نے اس کی پرواتک نہ کی۔ تنگ آکر اہلِ مصر کی ایک ہجو لکھ ڈالی جس کے چند اشعار کا ترجمہ درجِ ذیل ہے:۔

(۱) میری آرزو تھی کہ مصر میں مجھے کوئی ایسا انسان مل جائے جو مصائب میں میری مدد کرے اور دل کو تسلی دے۔

(صہ ۱۲۵ کا بقیہ حاشیہ ملاحظہ ہو):۔ علم و فضل میں اس کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ وفات ۲۹۱ھ (الکامل للمبرد)

(۲) لیکن یہاں ایک ایسی قوم سے پالا پڑا۔ کہ جب یہ سچ بولیں تو ان کے وعدے سراب سے زیادہ وقیع نہیں ہوتے (اور جب جھوٹ بولنے پر اُتر آئیں تو اللہ کی پناہ)

(۳) میں یہ سمجھا تھا۔ کہ میرا علم دفعِ آلام کا وسیلہ بنے گا۔ اور میں راحت حاصل کروں گا لیکن اب معلوم ہوا ہی کہ میرا یہ وسیلہ (علم) ہی تمام تکالیف کا منبع ہی۔

(۴) حقیقت یہ ہی کہ میرے ناخنوں کو میرے قلم نے کاٹا ہی اور میرے صبر و سکون پر کتابوں کی فوج نے ڈاکہ ڈالا ہی۔

اسی شاعر کی ایک نظم اصطرلاب پر ملاحظہ ہو:۔

(۱) ایک شریف انسان کا بہترین رفیقِ سفر و حضر اصطرلاب ہی۔

(۲) ہی تو چھوٹا سا اور تانبے کا بنا ہوا ہی لیکن سونے سے زیادہ قیمتی ہی۔

(۳) ایک مختصر سی چیز ہی لیکن اگر اس سے بلند علمی مسائل کے متعلق سوال کرو تو اس کے جوابات مختصر نہیں ہوں گے۔

(۴) اس کی ایک آنکھ بھی ہی جو دیکھنے میں غلطی نہیں کرتی اور جو کچھ دیکھتی ہی، بتلا دیتی ہی۔

(۵) تم اس کو اٹھائے ہوئے ہو اور یہ آسمان کو اٹھائے پھرتا ہی۔ اگر تمھارے ہاتھ میں یہ نہ گھومے تو آسمان بھی گھومنا چھوڑ دیں۔

(۶) زمین اس کا مسکن ہی لیکن باتیں آسمانوں کی بتاتا ہی۔

(۷) اس کی ایجاد کسی ایسے دانا نے کی جس کی بلندیٔ تخیّل کا اندازہ لگانا بے حد مشکل ہی۔

(۸) ذوقِ سلیم رکھنے والے حضرات کا فرض ہی کہ موجد کا شکریہ ادا کریں۔

(۹) اصطرلاب اس حقیقت کا سب سے بڑا شاہد ہی کہ انسانی عقول نیز انسانی فطرتوں میں کافی اختلاف ہی۔

(۱۰) اور کہ اجسام میں بھی اتنا ہی اختلاف ہی، جتنا کہ صورتوں میں۔

اخوان الصّفا

یہ ایک فلسفیوں کی جماعت ہے جس نے اکیاون مقالوں میں ایک کتاب مرتب کی۔ پچاس مقالوں میں پچاس انواعِ حکمت سے بحث کی گئی ہے۔ اور آخری مقالہ پہلے مقالوں کا ملخص ہے۔ چوں کہ اس کتاب کا مقصد فلسفے کا شوق پیدا کرنا تھا، اس لیے اس میں محض اشارات ملتے ہیں۔ مفصّل مضامین موجود نہیں اور لمبے چوڑے دلائل سے کام لیا گیا ہے۔

اس کتاب پر مصنفین کے نام درج نہیں، اس لیے مصنّفین کے متعلق محققین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض کا خیال یہ ہے کہ حضرت علیؓ کی نسل سے ایک امام اس کا مصنّف تھا۔ اس امام کی تعیین میں پھر اختلاف ہے جس سے ہم کسی نتیجے تک نہیں پہنچ سکتے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ کسی قدیم معتزلہ کی تصنیف ہے۔

میں خود اس تلاش میں سرگرداں تھا کہ اتفاقاً ابو حیان[1] التوحیدی کا کلام پڑھنے کا اتفاق ہوا اور میری پریشانی جاتی رہی۔ وہاں درج تھا کہ ایک دفعہ صمصام الدولہ بن عضد الدولہ کے وزیر[2] نے ابو حیان سے ایک سوال پوچھا، جس کے جواب میں

---

[1] ابو حیان عضد الدولہ کے عہد کا آدمی ہے۔ ابو سلیمان السجستانی المنطقی کا خاص دوست تھا۔ اور یہ دونوں مل کر سارے شہر (بغداد) کے واقعات عضد الدولہ کو بتلایا کرتے تھے۔ ابو حیان نے ایک مشہور کتاب، کتاب الامتاع والموانسۃ لکھی تھی جس کے متعلق ایک قرطبی عالم نے کہا تھا۔ اِبتدأ ابو حیّان کتابہٗ صوفیاً و توسّط، مُحدِّثاً و ختمہٗ، سائلاً ملحِفاً (ابو حیّان کتاب کے آغاز میں صوفی نظر آتا ہے، درمیان میں جاکر محدث بن جاتا ہے اور آخر میں ایک گداگر بن کر رہ جاتا ہے۔)

[2] ابوالفضل عبداللہ بن العارض الشیرازی۔

ابو حیان نے اخوان الصفا کی تمام حقیقت کھول کے رکھ دی۔ سوال و جواب درج ذیل ہیں۔

وزیر۔ ابوحیان! میں تم سے ایک اہم بات پوچھنے لگا ہوں۔ وہ یہ کہ میں زید بن رفاعہ سے ایسی باتیں سنتا ہوں جن سے میرے شکوک بڑھ جاتے ہیں۔ وہ کوئی ایسا مذہب بیان بیان کرتا ہے جس سے میں ناواقف ہوں۔ اور ایسے کنایات و اشارات سے کام لیتا ہے جن کی حقیقت مجھ سے مخفی ہے۔ وہ نقطوں اور حرفوں تک کی بحث پر اُتر آتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ 'با' کے نیچے ایک نقطہ کسی حکمت پر مبنی ہے۔ یہ 'تا' کے دو نقطے اور 'الف' کا بے نقط ہونا حکمت سے خالی نہیں وغیرہ وغیرہ۔ اور تعجب یہ کہ وہ بڑے فخر سے اپنے مذہب کی تبلیغ کرتا ہے۔ کیا تم اس کے متعلق کچھ جانتے ہو؟ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اُس سے اکثر ملتے رہتے ہو۔ بڑی لمبی لمبی صحبتیں رہتی ہیں، اور ظاہر ہے کہ اگر ایک آدمی سے بار بار ملاقات کی جائے تو اُس کا کوئی راز ملنے والے سے مخفی نہیں رہتا، اس لیے میرا خیال یہ ہے کہ تم اُس کے مخفی مذہب کے متعلق کچھ نہ کچھ جانتے ہوگے۔

ابوحیان۔ جناب والا! آپ اس شخص کو بہت پہلے سے جانتے ہیں، پھر یہ آپ کا ملازم ہے، ان حالات میں مجھ سے پوچھنا محض کسرِ نفسی ہے۔

وزیر۔ تم ان باتوں کو چھوڑو اور جو کچھ اس کے متعلق جانتے ہو، بیان کرو۔

ابوحیان۔ میں تو اتنا جانتا ہوں۔ کہ یہ شخص بڑا ذہین اور قابل ہے، نظم و نثر ہر دو کا دھنی ہے۔ حساب، علمِ بلاغت و تاریخ میں ماہر ہے، مذاہبِ عالم پر اسے عبور حاصل ہے، دانش مندوں کی آرا و مقالات کو نگہِ تحقیق سے پرکھتا ہے، الغرض ہر فن مولا ہے۔ تین باتوں میں سے ایک بات یقینی ہے۔ یا تو اس کا علم بالکل کم ہے اور لوگوں کو طلاقتِ لسانی سے دھوکا دے رہا ہے، یا متوسط درجے کا عالم ہے۔ اور اس کی بات ہر دماغ میں اُتر جاتی ہے۔ اور یا اپنے زبردست علم سے دوسروں کو مرعوب کر لیتا ہے۔

وزیر۔ اس کا مذہب کیا ہے۔؟

ابو حیّان ۔ اس کے مذہب کی تعیین قدرے مشکل ہو اس لیے کہ یہ ہر چھوٹی بڑی بلت سے تاثر لے لیتا ہو۔ پھر اس قدر قادر الکلام ہو کہ متضاد بیانات میں بھی تطابق پیدا کر لیتا ہو۔ یہ شخص مدت تک بصرے[1] میں رہا، وہاں علما کی ایک جماعت سے اس کے تعلقات قائم ہو گئے جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں:۔ (۱) ابو سلیمان[2] محمد بن معشر البیستی المعروف بالمقدسی۔ (۲) ابو الحسن علی بن ہرون الزنجانی (۳) ابو احمد المہرجانی اور (۴) العوفی وغیرہ۔ اس جماعت کا مقصدِ زندگی صداقت، تقدس، پارسائی اور نیکی کی تبلیغ تھا۔ ان لوگوں نے ایک مذہب وضع کیا جو ان کے خیال میں الٰہی رضا حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہو۔ یہ کہتے تھے کہ شریعت میں جاہلانہ خرافات و اباطیل داخل ہو چکے ہیں اور اب شریعت کی تجدید و تطہیر فلسفے کے بغیر نا ممکن ہو، اس لیے کہ فلسفہ امورِ یقینی کی تعلیم دیتا ہو۔ پس اگر فلسفہ و شریعت کو ملا دیا جائے۔ تو ظنی و غیر یقینی امور خود بہ خود شریعت سے نکل جائیں گے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ان بزرگوں نے علمی و عملی فلسفے کی تمام انواع پر پچاس مقالے لکھے (فہرست مندرجات علاحدہ) اور ان کا نام رسائل اخوان الصفا رکھا۔ ان رسائل کو ایک جلد میں اکٹھا کر دیا اور کتاب پر اپنے نام ثبت نہ کیے۔ اس کے بعد کاتبوں سے اس کے کئی نسخے لکھوا کر لوگوں میں مفت تقسیم کیے۔ ان رسائل میں دینی کلمات و شرعی امثال کافی تعداد میں ملتی ہیں۔ کہیں کہیں ذو معنیین فقرات سے کام لیا گیا ہو اور کہیں منطقی داؤ چلائے

---

[1] خلیج فارس پر عراق کی مشہور بندرگاہ: جسے عمر فاروق رضؓ کے عہدِ خلافت میں عتبہ ابن عزوان نے ایک تجارتی بنایا۔ اور جامع مسجد کی بنیاد عبداللہ بن عامر نے ڈالی۔ (نزہت ص۳۰)

[2] بیہقی نے اپنی کتاب صوان الحکمۃ ص۲۱ پر مصنفینِ اخوان الصفا کے جو نام دیے ہیں، وہ ان اسماء سے قدرے مختلف ہیں۔ مثلاً ابو سلیمان محمد بن معشر البُستی المقدسی (نہ کہ البیستی) ابو الحسن علی بن زہرون الریحانی (نہ کہ ہرون الزنجانی) ابو احمد النہرجوری (نہ کہ المہرجانی) العوفی اور زید بن رفاعۃ۔

گئے ہیں۔

وزیر ۔ کیا تم نے ان رسائل کا مطالعہ کیا ہے؟

ابوحیان ۔ جی ہاں، لیکن اطمینان نہیں ہوا۔ ان لوگوں نے ہر فن پر کچھ نہ کچھ لکھ مارا ہے۔ جسے پڑھ کر تسلّی نہیں ہوتی۔ نیز ان میں خرافات، کنایات، غلط و غیر محکم مسائل بھرے ہوئے ہیں۔ ان میں سے چند رسائل میں اپنے اُستاد ابوسلیمان المنطقی السجستانی محمد بن بہرام کے ہاں لے گیا۔ اُستاد نے چند دنوں تک ان کا مطالعہ کیا اور واپس کرتے وقت فرمایا:

"ان لوگوں نے بے فائدہ تکلیف اٹھائی۔ کوشش کی لیکن بے کار۔ یہ پیاسے تھے لیکن چشمے تک نہ پہنچ سکے۔ ان کے گیت بے لذّت اور ان کا تیار کیا ہوا کپڑا بے طاقت۔ بالوں میں کنگھی کی لیکن انھیں اور الجھا دیا۔ یہ ایک ایسی بات کرنا چاہتے تھے جو ناممکن الوقوع ہے۔ اِن کا ارادہ یہ ہے کہ یہ علمِ نجوم، علم المقادیر، المجسطی، طبعیات، موسیقی (سُروں، گیتوں، آوازوں کی ہم آہنگی و توازن کا علم) اور منطق (جس میں اقوال کو اضافت و کم وکیف کے معیار پر پرکھا جاتا ہے) کو شریعت میں شامل کر دیں اور فلسفے کو جزوِ مذہب بنا دیں حالاں کہ یہ ناممکن ہے۔ اس سے پہلے بھی چند علما یہ کوشش کر چکے ہیں۔ اُن کے ذرائع ان سے زیادہ وسیع تھے۔ ان کے ہاں وسائل کی کثرت تھی اور دنیوی شان و شکوہ کی کمی نہ تھی لیکن ان کی مساعی کی انتہا چند خرافات و اباطیل و چند لچر اصول تھے۔ جو چند دن بھی زندہ نہ رہ سکے۔"

ابن العباس بخاری ۔ حضرت! اس کی کیا وجہ تھی؟

ابوسلیمان ۔ "اس کی وجہ یہ تھی کہ شریعت اللہ کی بنائی ہوئی ہے، جو ہم تک اس کے سفیروں کے ذریعے پہنچی ہے۔ ان سفیروں کی صداقت پر مختلف شہادتیں موجود ہیں۔ مثلاً وحی کی شہادت، قبولیتِ دُعا اور ظہورِ علامات و معجزات۔ شریعت میں بحث و مباحثے کی کوئی گنجایش

نہیں۔ "کیسے" "کیوں" "اگر" اور "کاش" کا یہاں گزر نہیں۔ اور سرِ تسلیم خم کیے بغیر کوئی اور چارۂ کار موجود نہیں۔ شریعت مکمل نیکی کی تعلیم دیتی ہے، اس کی تفاصیل دل میں اُتر جاتی ہیں، کوئی ہدایت پیچیدہ و مغلق نہیں، کوئی تاویل غیر معروف نہیں۔ مُلک کی زبان اس کی مدد پہ آمادہ۔ براہینِ قاطعہ حمایت کے لیے تیار، اعمالِ صالحہ کی طرف بلانے والی، عام بولی میں بات سمجھانے والی، واضح دلائل سے کام لینے والی، خبر و سنت سے تمسک کرنے والی، اتفاق و اجماعِ امت کو اصول قرار دینے والی، جس کے حرام و حلال پر سب متفق اور جس میں منجم کی تاثیرِ کواکب و حرکاتِ فلکی کے جھگڑے نہیں، مشاہداتِ طبیعی کے مخمصے نہیں۔ حرارت و برودت، رطوبت و یبوست، فاعل و منفعل اور توافق و تنافر کی دُور از کار بحثیں نہیں، مقادیرِ ہندسہ و اقوال و اسمائے منطقی کی پیچیدگیاں نہیں۔ اخوان الصفا کے لیے قطعاً مناسب نہ تھا کہ وہ شریعت و فلسفے کو ملا کر ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالتے۔ اگر آج فلسفیوں کی اس حرکت کو ہم نے گوارا کر لیا تو کل چند گروہ اور اُٹھ کھڑے ہوں گے (مثلاً فسوں گر، اہلِ کیمیا، جادوگر، علمائے تعبیر (خواب) اور مدّعیانِ سحر) جو اپنے اپنے فنون کو جزوِ شریعت بنانے کی کوشش کریں گے۔ اگر ان علوم کا مذہب سے کوئی رشتہ ہوتا۔ تو اللہ سبحانہ کہیں تو ان اشیا کا ذکر فرماتا۔ اور انبیا ان علوم کو سیکھ کر شریعت کو محکم کرتے۔ یا کم از کم فلسفیوں ہی کو یہ ہدایات دے جاتے کہ شریعت تمھارے فلسفے کے بغیر نامکمل رہے گی، اس لیے فلسفے کو مذہب کا جز بنا دینا۔

آنحضرتؐ نے قطعاً کوئی ایسی ہدایت جاری نہیں فرمائی۔ نہ خود ان علوم کی طرف متوجہ ہوئے اور نہ ان کے خلفا میں سے کسی نے یہ کام کیا۔ ہاں اُن علوم سے اجتناب و احتراز پر چند ہدایات ملتی ہیں۔ مثلاً آنحضرت صلعم فرماتے ہیں:۔

"جو شخص کسی جوتشی، کاہن یا منجم سے غیب کی باتیں پُوچھنے جاتا ہے، وہ اللہ کے خلاف اعلانِ جنگ کرتا ہے۔ اور جو شخص اللہ سے لڑنے آتا ہے،

وہ پٹ جاتا ہے۔ اور چاروں شانے چت گرتا ہے۔"

ایک اور موقع پر نبی کریم صلعم نے فرمایا:۔

"اگر سات سال تک بارش نہ برسے اور پھر ایک دن برس پڑے، تب بھی بعض لوگوں کے مُنہ سے یہ کلمۂ کفر سُنا جائے گا کہ یہ بارش مجدحؒ کی برکت ہے۔"

مدت سے علمائے اسلام میں بعض اصول و فروع، حلال و حرام، تفسیر و تاویل و دیگر امور میں اختلاف چلا آتا ہے۔ لیکن آج تک کوئی عالم فیصلہ لینے کے لیے کسی منجم، مہندس، منطقی، طبیب، فسوں گر، شعبدے باز، کیمیا گر یا جادوگر کے پاس نہیں گیا۔ یہ اس لیے کہ دین ہر لحاظ سے مکمل ہے۔ اور اسے ان فلسفیوں کے فیصلوں کی ضرورت نہیں۔ یہ خوبی علمائے اسلام ہی میں نہیں پائی جاتی بلکہ اُمتِ موسوی، ملتِ عیسوی و علمائے مجوسی نے بھی آج تک فلسفیوں کو کبھی اپنا حکَم تسلیم نہیں کیا۔

اُمتِ اسلامیہ میں اختلافِ آرا کی وجہ سے کئی فرقے، مثلاً معتزلہ[۵۲]،

[ا] مجدح یا مُجدح ثریّا و دبران کے درمیان ایک چھوٹا سا ستارہ اور بہ قولِ بعض تین ستارے جن سے عرب لوگ بارش کا شگون لیتے تھے۔ [۵۲] معتزلہ اس فرقے کا بانی واصل بن عطا (۸۰ھ۔۱۳۱ھ) حسن بصری کا شاگرد تھا۔ اُستاد کے ساتھ کسی معاملے میں اختلاف ہوگیا۔ اس نے قدیم عقائد سے ہٹ کر بعض نئے عقائد کا اعلان کیا تو اُستاد نے فرمایا اعتزل عنّا۔ اُس دن سے یہ فرقہ معتزلہ کہلانے لگا۔ واصل، ہشام بن عبدالملک (۱۰۵ھ۔۱۲۵ھ) کے عہدِ خلافت میں تھا۔ معتزلہ کے بڑے بڑے اصول یہ ہیں (۱) اعمالِ انسانی کا خالق اللہ نہیں (۲) اللہ صفات سے عاری ہے۔ (۳) معتزلہ حضرت علیؓ و معاویہؓ میں سے ایک کو جہنمی قرار دیتے ہیں۔ یعنی ان میں سے جو بھی وجہِ جنگ بنا وہ جہنمی ہے۔ (۴) خلقِ قرآن کے قائل ہیں۔ (۵) قیامت میں رویتِ الٰہی کے منکر ہیں۔ ان کے بڑے بڑے شیوخ یہ تھے۔ ابراہیم بن سیار النظام۔ (م ۲۲۱ھ) ابوالہذیل محمد العلاف۔ جعفر بن مُبشر۔ المزدار عیسیٰ بن صبیح۔ عمرو بن بحر الجاحظ (م ۲۵۵ھ) ابوعلی الجبائی۔ ابوہاشم عبدالسلام بن ابوعلی الجبائی وغیرہ۔

(بقیہ حاشیہ صہ ۱۴۳ پر دیکھیے)

مرجیہ[1]، شیعہ[2]، سُنی اور خارجی[3] پیدا ہوئے۔ فقہا میں بھی بعض مسائل کی وجہ سے اختلاف رہا۔ لیکن ان حضرات نے نہ تو فلسفیوں کو حکم بنایا اور نہ ان کے اقوال و قواعد سے استشہاد

(صـ ۱۳۳ کا بقیہ حاشیہ)۔ ان کے کئی فرقے ہیں۔ مثلاً البہشمیہ (پیروانِ ابو ہاشم عبد السلام بن الجبائی) الحائطیہ (پیروانِ احمد بن الحائط) معتزلہ، قدریہ وغیرہ۔ موخر الذکر دونام عام ہیں اور ہر معتزلی پر ان کا اطلاق ہوتا ہے۔

[1] المرجیہ۔ ان لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ ایمان زبانی قرار و دلی تصدیق کا نام ہے۔ اعمال کا ایمان سے کوئی تعلق نہیں۔ ایک بدکار مومن بہشت میں اور ایک نیکوکار کافر جہنم میں جائے گا۔ اس عقیدے کا پہلا قائل الحسن بن محمد بن الحنفیہ تھا۔ بصرے میں اس کی تبلیغ حسان بن بلال المزنی (بہ قولِ بعض ابو سلت السمان) متوفی سنہ ۱۵۲ھ نے کی۔

المرجیہ کے مشہور فرقے دو ہیں۔ اول ثوبانیہ (پیروان ثوبان خارجی)۔ دوم ضراریہ (پیروانِ ضرار بن عمرو)

معتزلہ کے عقائد میں افراط اور مرجیہ میں تفریط ہے۔ یہ اہلِ سنت ہی ہیں جو ہمیشہ اعتدال پر گامزن رہے ہیں۔ (میری مراد قدیم اہل السنت ہیں)

[2] شیعہ۔ حامیانِ علیؓ جو رسول صلعم کے بعد خلافت کا حق علیؓ کو سمجھتے تھے۔ اور اس لیے یہ فرقہ خلفائے ثلٰثہ کو برا بھلا کہتا ہے۔ اس فرقے کا بانیٔ اول عبد اللہ بن سبا ایک یہودی تھا جو بعد میں مسلمان ہو گیا۔ یہ شخص یا تو مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کی خاطر اور یا اعتقاداً حضرت علیؓ سے بہت زیادہ محبت کیا کرتا تھا۔ اس نے یہاں تک کہ دیا تھا کہ علیؓ میں اللہ حلول کر چکا ہے۔ اسے عثمانؓ نے مدائن کی طرف جلاوطن کر دیا تھا۔ شیعوں کو رافضی بھی کہا جاتا ہے۔ اس لفظ کا مادہ رفض ہے یعنی چھوڑنا۔ جب حضرت حسینؓ کے پوتے اور امام زین العابدین کے بیٹے زید نے ہشام بن عبد الملک کے خلاف لشکر کشی کی۔ اور تبرا (خلفائے ثلٰثہ پہ لعنت بھیجنا) بند کر دیا تو آپ کے تمام سپاہی (شیعے) ناراض ہو کر علاحدہ ہو گئے۔ آپ نے فرمایا۔ رفضتمونی۔ (تم نے مجھے چھوڑ دیا) اُس روز سے (بقیہ حاشیہ صـ ۱۳۵ پر دیکھیے)

گیا۔ بھلا فلسفہ و شریعت میں نسبت ہی کیا ہو سکتی ہے۔ شریعت وحی سے حاصل کی گئی ہے اور فلسفہ انسانی عقل کی اختراع ہے۔ گو عقل اللہ ہی کی دی ہوئی ہے لیکن اس کے ادراکات عموماً ناقص و نا استوار ہوتے ہیں۔ اور دوسری طرف شریعت دنیائے دل کو انوارِ ایمان

(صہ ۱۳۴ کا بقیہ حاشیہ)۔ شیعہ رافضی کہلانے لگے۔ ان کے کئی فرقے ہیں مثلاً زیدیہ (زید بن علی بن حسین کی امامت کے قائل) امامیہ (امامت کو آلِ علیؓ میں محدود ماننے والے) الکیسانیہ (پیروان کیسان و محمد بن الحنفیہ کی حیات کے قائل) البیانیہ (بیان بن اسماعیل التمیمی کی امامت کے قائل) جناحیہ (پیروان عبداللہ بن معاویہ ذو الجناحین۔ انبیا میں حلول کے قائل) المفوضہ (جو محمدؐ و علیؓ کو خالقِ عالم کہتے تھے) ملوک بویہ، فاطمین مصر اور صفوی خاندان (ایران) نے شیعیت کو پھیلانے میں بہت زیادہ حصہ لیا۔ ۳۵ صفین کی مشہور جنگ (جو علیؓ و معاویہؓ میں ہوئی تھی) میں جب افواجِ معاویہؓ نے گھبرا کر قرآن بلند کیا تو فیصلہ کیا گیا کہ معاملہ ثالثوں کے سپرد کیا جائے۔ حضرت علیؓ کی طرف سے موسیٰ اشعریؓ اور معاویہؓ کی طرف سے عمرو بن عاصؓ (فاتحِ مصر) ثالث مقرر ہوئے۔ ان ہر دو نے غور و خوص کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ معاویہؓ و علیؓ ہر دو کو تختِ خلافت سے علاحدہ کر دیا جائے۔ دوسرے دن مجمعِ عام میں جب موسیٰ اشعریؓ اپنا فیصلہ سُنا چکا تو عمرو کہنے لگا کہ خود بہ خود فیصلہ ہو گیا۔ علیؓ معزول ہو چکے ہیں۔ اب پیچھے صرف معاویہؓ رہ گیا ہے جسے میں دُنیائے اسلام کا واحد خلیفہ قرار دیتا ہوں۔

حضرت علیؓ نے اس فیصلے کو منظور نہ کیا۔ نتیجتاً ان کی اپنی فوج کے بہت سے سپاہی باغی ہو گئے۔ یہ باغی سپاہی بڑھتے بڑھتے ایک پورا لشکر بن گئے۔ حضرت علیؓ کے علاوہ، معاویہؓ و ابن زبیرؓ سے بھی لڑے۔ یہ علیؓ کو کافر کہا کرتے تھے کہ علی نے خود ہی حکم مقرر کیا۔ اور پھر فیصلے سے سرتابی کی۔

خوارج میں بڑے بڑے بہادر، مناظر، شعرا و خطبا ہو گزرے ہیں۔ شعرا میں سے بہت مشہور یہ تھے:۔ قطری بن الفجاۃ۔ ابو خالد القنانی۔ ابو بلال مرداس بن حدیر۔ عمران بن حطان۔ ابو حمزہ یحییٰ بن عوف المختار الازدی وغیرہ۔ (بقیہ حاشیہ صہ ۱۳۶ پر دیکھیے)

ویقین سے آباد کردیتی ہے۔ اگر انسانی نجات کے لیے صرف عقل کافی ہوتی تو پھر وحی کی ضرورت باقی نہ رہتی۔

انسانی عقول اور ان کے افکار میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اگر عقلِ انسانی کو راہ بر بنایا جائے تو دُنیا میں کروڑوں مذاہب پیدا ہو جائیں گے، اس لیے کہ ہر انسان کے افکار دوسرے سے الگ ہیں۔ اور اگر آپ یہ کہیں کہ ہر شخص اپنی محدود عقل کے مطابق اپنی راہ تجویز کرلے اور اسی پر زندگی بھر چلتا جائے۔ تو میں یہ عرض کروں گا کہ اس انفرادی مذہب کا نتیجہ نظامِ عالم کی مکمل تباہی ہوگا۔

اگر کوئی آدمی ایسا ہے جو دوسروں کے پیچھے نہیں چلنا چاہتا، اور دین و دُنیا کی تمام مشکلات پر عقل کے زور سے غالب آنا چاہتا ہے تو ایسا انسان غالباً جُلاہے، موچی بڑھئی اور دیگر پیشہ وروں کا احسان بھی نہیں اٹھائے گا اور اپنے سارے کام خود کرے گا۔ ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ ناممکن ہے۔

(صفحہ ۱۴۵ کا بقیہ حاشیہ)۔ خوارج کئی ناموں سے یاد کیے جاتے ہیں۔ مثلاً المحکمۃ الاولیٰ (یہ کہتے تھے: لاحکم الا اللہ)۔ شُرَاۃ (ان کا قول تھا کہ شرینا الاٰخرۃ بالدنیا) الناصبہ والحروریہ۔ (الحرورؔ اس لیے کہ خوارج کا پہلا اجتماع حروراء میں ہوا تھا)

ان کے فرقوں کے نام یہ ہیں:۔ (۱) ازارقہ (پیروانِ ابوراشد نافع بن ازرق) (۲) شبیبیہ پیروانِ شبیب بن یزید الشیبانی ابوالصحاری)۔ (۳) نجدات (پیروانِ نجدۃ بن عویمر الحنفی)۔ (۴) عجاردۃ (پیروانِ عبدالکریم بن عجرد) (۵) معلومیۃ (ان کا اعتقاد تھا کہ جو لوگ اللہ کے تمام اسمائے واقف نہیں وہ کافر ہیں)۔ (۶) مجہولیہ (ان کا خیال تھا کہ اللہ کے چند اسما جاننا کافی ہیں)۔ (۷) حمزیہ (پیروانِ حمزہ بن ادرک)۔ (۸) میمونیہ (پیروانِ میمون بن عمران)۔ (۹) صفریہ (پیروانِ زیاد بن اصفر) (۱۰) بہیسیہ (پیروانِ ابوالبہیس)۔ (۱۱) اباضیہ (پیروانِ عبداللہ بن اباض)۔ (۱۲) ثعالبہ۔ (پیروانِ ثعلبہ بن مشکان)۔ (الفرق الاسلامیہ تالیف محمود البشبیشی طبع مصر ۱۹۳۲ء)

بخاری۔ ہمیں بہ ذریعۂ وحی یہ خبر دی گئی ہے کہ انبیا کے مدارجِ نبوّت میں اختلاف تھا۔ (یعنی کسی کی نبوّت بنی اسرائیل تک محدود تھی اور کسی کی تمام عالم پر حاوی وغیرہ وغیرہ) اگر اس اختلافِ مدارج کے باوجود نبوّت قابلِ اطاعت ہے تو عقولِ انسانی کا اختلاف متابعتِ عقل کی راہ میں کیوں حائل ہو؟۔

ابوسلیمان ۔انبیا کے مدارجِ نبوّت میں اختلاف تھا لیکن ان کی نبوّت میں کسی کو شبہ نہ تھا اور ان کی لائی ہوئی شریعت تمام شکوک سے بالاتر تھی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو ان پر پورا پورا اعتماد تھا۔ ان پر وحی نازل کرتا تھا، ان کی دعائیں سنتا تھا، اور انھیں رسالت کی شانِ امتیازی عطا کر رکھی تھی۔ کیا فلسفیوں میں کوئی ایک خوبی بھی ایسی پائی جاتی ہے۔ ان پر کس کو اعتبار ہے اور ان کے ہفوات کون سنتا ہے؟"

وزیر ۔کیا تمھارے استاد کی یہ باتیں المقدسی تک نہیں پہنچیں؟

ابوحیان ۔میں نے مقدسی کے سامنے بارہا ان چیزوں کا ذکر کیا۔ کئی دفعہ باب الطاق میں کاتبوں کے سامنے بھی گفتگو ہوئی۔ لیکن وہ خاموش رہا، اور مجھے جواب کے قابل نہ سمجھا۔ ایک دن ابن[1] طارۃ کے ایک حریری[2] نوکر نے چند اسی طرح کی باتیں کہ کر المقدسی کو مشتعل کر دیا۔ اور وہ یوں بول اٹھا۔

" شریعت بیماروں کی طب ہے۔ اور فلسفہ تن دوستوں کی طب۔ انبیا

---

[1] ابوالفرج المعافیٰ بن زکریا المعروف بہ ابن طارہ ایک نہروانی فقیہ و ادیب نیز شاعر تھا۔ بغداد میں قاضی رہا۔ ابوالقاسم البغوی وغیرہ سے درسِ حدیث لیتا رہا۔ اور ۱۸ ذی الحجہ ۳۹۰ھ کو وفات پائی۔

(وفیات الاعیان لابن خلکان)

[2] حریری۔ بکسرِ را۔ ریشم فروش۔ اگر بضمِ حا و فتحِ را پڑھیں تو معنی ہوں گے۔ حُریرہ کا باشندہ۔ حُریرہ نخلہ (مکہ و طائف کے درمیان ایک موضع ہے جسے بطن النخلہ بھی کہتے ہیں نیز مکہ سے ایک رات کی مسافت پر دو دریاہ ایک کا نام نخلۃ الیمانیہ اور دوسرے کا نخلۃ الشامیہ ہے۔ پانچ اور مواضع کا نام بھی نخلہ ہے) کے پاس ایک موضع ہے۔ (قاموس)

روحانی بیماریوں کا علاج کرتے ہیں تاکہ وہ اچھے ہوجائیں یا کم از کم ان کی بیماری نہ بڑھنے پائے۔ اور فلسفی حاصل شدہ صحت کو قائم رکھنے کی تدابیر سوچتا ہے تاکہ بیماری کا حملہ ہی نہ ہو سکے۔ ان ہر دو کے طریق ہائے کار و مقاصد ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ انبیا کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ بیمار اچھا ہو جائے۔ اور یہ اُسی صورت میں ممکن ہے کہ دوا عمدہ، طبیعت قابل اور طبیب ہمدرد ہو۔ اور فلسفیوں کا منشا یہ ہے کہ تن درست کی صحت کو قائم رکھا جائے۔ تاکہ وہ فضائل و کمالات حاصل کرنے کے بعد سعادتِ عظمیٰ (یعنی حیاتِ الٰہیہ جس کا دوسرا نام حیاتِ جاودانی ہے) کی دولت سے بہرہ ور ہو جائے

اور اگر بالفرض کوئی مریض مرض سے چھٹکارا حاصل کرنے کے بعد فضائل حاصل بھی کرنا چاہے تو بھی ہر دو میں بڑا فرق ہوگا۔ پیرو شریعت کے فضائل محض تقلیدی، ظنی اور وقتی ہوں گے۔ اور فلسفی کے فضائل یقینی، قطعی اور جاودانی ہوں گے۔"

ابوحیان نے اپنی کتاب میں اس حریری غلام اور المقدسی کا تمام مناظرہ درج کیا ہے جسے یہاں بہ خوف طوالت نظر انداز کیا جاتا ہے۔

حرف الباء

بُرقلس دیدوخس الافلاطونی

اطاطولیہ کا رہنے والا ایک دہریہ تھا جس کی تردید میں یحییٰ نحوی نے ایک ضخیم کتاب[1] لکھی تھی جو میرے پاس موجود ہے۔ یحییٰ نحوی اپنی اس کتاب میں لکھتا ہے۔کہ

---

[1] یہ کتاب سولہ مقالوں پر مشتمل ہے اور نام ہے الرّد علی برقلس۔

برقلس دقلطیانوس[1] القبطی کا ہم عصر تھا اور علوم قومی و ملکی میں کافی شہرت رکھتا تھا۔ اس کی چند تصانیف کے نام یہ ہیں:۔

(۱) کتاب حدود اوائل الطبیعیات (۲) کتاب شرح افلاطون ان النفس غیر مائتہ تین مقالے

(۳) کتاب اثاؤلوجیا (ربوبیت) (۴) کتاب وصایا فیثاغورس الذہبیہ

(۵) کتاب برقلس۔ اس کتاب کا دوسرا نام دیادوخس ہے۔ یعنی پیرو۔ اس میں افلاطون کی دس مسائل میں پیروی کی ہے۔

(۶) کتاب فی المثل الذی قالہ افلاطون فی کتابہ المسمّی غرغیاس سُریانی۔

(۷) کتاب برقس الافلاطونی الموسوم باسطوخوبیس[2] الصغری وغیرہ۔

المختار[3] بن عبدون بن بطلان الطبیب النصرانی البغدادی کہتا ہے کہ برقلس لاذقیہ[4] کا رہنے والا تھا۔

---

[1] یحییٰ نحوی کے حالات سے پتا چلتا ہے کہ دقلطیانوس چوتھی صدی ہجری کے وسط میں زندہ تھا۔

[2] ایک نسخے میں طوخرییس درج ہے۔ (حاشیۂ تاریخ الحکما مطبوعۂ برلن ۱۳۲۰ھ ص ۸۹)

[3] یہاں نام غلط دیا ہوا ہے۔ پورا نام یہ ہے۔ المختار بن الحسن بن عبدون ابوالحسن المعروف بابن بطلان (م ۴۴۴ھ) حالات حرف المیم میں۔

[4] لاذقیہ۔ شام کا ایک شہر جس کے متعلق چند تفاصیل مختار بن الحسن کے حالات میں دیکھیے۔ حکیم نیقولاؤس (حالات حرف النون میں) اسی شہر میں پیدا ہوا تھا۔ (تاریخ الحکما ص ۲۹۷ و ص ۳۳۶) منتہی الارب لاذق کے ذیل میں لکھا ہے۔ "شہرے است از اعمالِ حلب و از آں است ربیع بن محمد لاذقی شیخ نسائی"۔ اور دوسری طرف تاریخ الحکما ص ۲۹۷ پہ درج ہے۔ "......ثم خرجت من انطاکیۃ الی اللاذقیۃ وھی مدینۃ یونانیۃ"۔ "ثم خرجت" یہ ۴۴۰ھ سے چند سال پہلے کا واقعہ ہے۔ اس وقت شام پر مسلم حکومت تھی اس لیے اس لاذقیہ سے مراد شامی لاذقیہ نہیں ہو سکتا بلکہ کوئی یونانی لاذقیہ ہے اور یا مصنف نے غلطی کھائی ہے۔

ابنِ بطلان تاریخ و علومِ اوائل کا بہت بڑا عالم اور ترجمہ کرنے میں کافی قابلیت کا مالک تھا۔

بطلیموس الغریب

رُوم کا باشندہ، اپنے زمانے کا فلسفی اور ارسطوؔ کا بہت بڑا شیدائی و حمایتی تھا الجبلی والا بطلیموس الگ ہی۔ اس نے علوم ارسطوؔ کی اشاعت میں کافی حصّہ لیا۔ اپنے زمانے کے مشہور فلسفیوں میں شمار ہوتا تھا۔ ملوک و علمائے بطالسہ کا یہ قاعدہ تھا کہ تخصیص و امتیاز کی خاطر اپنے نام کے ساتھ کوئی اسمِ صفت بڑھا لیتے تھے (اور غالباً بطلیموس کے ساتھ غریبؔ کا لفظ اسی امتیاز کو ظاہر کرتا ہی۔ مترجم)۔ یہ ارسطوؔ پر اس قدر مہربان تھا کہ اس کے حالاتِ زندگی مرتب کیے اور اس کی تصانیف کی عظمت بیان کی۔

برانیوس

یہ رومی فلسفی اپنے زمانے میں کافی مشہور رہا ہی۔ اس نے ارسطوؔ کی بعض تصانیف کی شروح قلم بند کیں۔ سوانح نگاروں نے اس کا نام شارحینِ ارسطوؔ میں درج کیا ہوا ہی۔

بُقراط بن ایراقلس

بُقراط علمِ طب کا مشہور امام اور ہم عصر علمائے طبیعی کا رئیس تھا۔ اسے بعض انواعِ فلسفہ میں یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ اسکندرِ اعظم سے تقریباً سنو سال پہلے گزرا۔ فنِ طب میں اس نے چند نہایت عمدہ جوامع لکھیں جن سے دُنیا کا ہر طبیب آگاہ ہی۔ کہتے ہیں کہ بُقراط اسقلبیوس کی نسل سے تھا۔ اگر اس سے مُراد اسقلبیوس دوم ہی تو درست۔ اور اگر اوّل ہی تو ناممکن،

اس لیے کہ مورخین بالاتفاق اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں۔ کہ اسقلبیوسِ اوّل طوفانِ نوح سے پہلے گزرا تھا۔ (بُقراط اور اسقلبیوسِ اوّل کے درمیان ہزار ہا سال کا عرصہ مانا جاتا ہے) اور طوفان کے بعد اولادِ نوح (حام۔ سام۔ یافث) کے بغیر کوئی اور نسل باقی نہ رہی تھی اس لیے بُقراط کو اسقلبیوسِ اوّل کی طرف صرف اسی صورت میں منسوب کیا جا سکتا ہے کہ طوفانِ نوح کو عالم گیر نہ سمجھا جائے۔ بلکہ مقامی قرار دیا جائے۔ اور ایسے لوگ موجود ہیں جو طوفان کو مقامی حیثیت دیتے ہیں۔

بُقراط فیروہا[1] کا رہنے والا تھا۔ یہ عموماً دمشق چلا جاتا اور وہاں کے گھنے جنگلوں میں تعلیم و عبادت کے فرائض سر انجام دیا کرتا۔ آج بھی دمشق کے ایک باغ میں ایک چبوترا صُفّہ بُقراط کے نام سے مشہور ہے۔

بُقراط بڑا خدا پرست و زاہد انسان تھا۔ لوگوں کا علاج مفت کرتا اور دیہات میں پھر پھر کر مریضوں کو ڈھونڈتا تھا۔ یہ حکیم دارا بن دارا کے دادا۔ اردشیر[2] کے زمانے میں تھا۔ جالینوس ایک رسالے میں لکھتا ہے کہ ایک دفعہ اردشیر بیمار پڑ گیا۔ اور بُقراط کو علاج کے لیے بُلایا۔ بُقراط نے اس بنا پر انکار کر دیا۔ کہ ایرانی یونانیوں کے دشمن ہیں۔ ہاں یونان کے دو بادشاہوں کے علاج کے لیے بقراط خوشی سے گیا تھا اس لیے کہ وہ بادشاہ بہ قولِ جالینوس جمیل سیرت تھے۔ جب یہ بادشاہ صحت یاب ہو گئے تو بقراط فوراً واپس

---

[1] ایک نسخے میں قبروہا دیکھا گیا۔ قدیم زمانے میں یہ اُس شہر کا نام تھا جسے آج حمص کہا جاتا ہے۔ اور جو ملکِ شام کا ایک مشہور شہر ہے۔

[2] اردشیر کیانی خاندان کا ساتواں بادشاہ تھا جس نے ۱۱۰ سال حکومت کی۔ سلاطینِ کیانی کے نام بہ ترتیب جلوس یہ ہیں۔ (۱) کیقباد (۲) کیکاؤس (۳) کیخسرو (۴) لہراسپ (۵) گشتاسپ (۶) اسفندیار (۷) بہمن اردشیر (۸) ہُما زوجۂ بہمن (۹) دارا (۱۰) دارا۔ آخری دارا کو اسکندرِ اعظم نے شکست دے کر ایران پر قبضہ کر لیا تھا۔ ان کا عرصۂ سلطنت تقریباً ۳۲۲ سال تھا۔

آگیا اور اُن کے ہاں ٹھیرنا گوارا نہ کیا اس لیے کہ دینوی مال و متاع کے لالچ سے آزاد تھا۔

مشہور ہے کہ جب اردشیر کی بیماری بڑھ گئی تو اس نے بُقراط کو طلب کرنے کے لیے سونے کے ہزار قنطار[1] دینے منظور کیے لیکن بُقراط نہ مانا۔ اور پیغام کا جواب تک نہ دیا۔

حکیم افلیمون حدس و فراست میں جواب نہ رکھتا تھا۔ وہ انسان کے ظاہری رنگ ڈھنگ سے اندرونی اخلاق و عادات کا صحیح اندازہ لگا لیتا تھا۔ ایک دفعہ بُقراط کے شاگردوں نے مشورہ کیا کہ بُقراط کی صحیح تصویر بنا کر افلیمون کے پاس جائیں۔ اور اس کی فراست کا امتحان لیں کہ دیکھیں بُقراط کے متعلق کیا کہتا ہے۔ چناں چہ ایسا ہی کیا۔ بُقراط کی ہو بہو تصویر تیار کی۔ (یونانی تصاویر کی عبادت کیا کرتے تھے اور اس فن میں لاثانی تھے۔ متاخرین مصوری کے اُس درجے تک نہ پہنچ سکے) اور افلیمون کے آگے رکھ دی۔ افلیمون کہنے لگا کہ "یہ شخص زنا کو بہت پسند کرتا ہے"۔ شاگرد کہنے لگے "تم غلط کہتے ہو، یہ بُقراط کی تصویر ہے"۔ افلیمون نے جواب دیا۔ "تصویر کسی کی ہو، بات میں نے ٹھیک کہی ہے، جاکر دریافت کرلو"۔ چناں چہ یہ بُقراط کے پاس گئے۔ اور تمام ماجرا کہ سُنایا۔ بُقراط کہنے لگا "افلیمون ٹھیک کہتا ہے۔ میں زنا کو پسند کرتا ہوں۔ یہ الگ بات ہے کہ میں اس فعل کا مرتکب نہیں ہوتا"۔

بُقراط کی بعض تصانیف میں نرمی، شفقت، انکسار، تواضع و محبت پر گراں بہا

---

[1] قنطار کی تعیین میں اختلاف ہے۔ فرائد الدریہ و المنجد میں قنطار کا وزن سو رطل دیا ہوا ہے۔ قاموس فیروز آبادی میں قنطار کے آگے لکھا ہے۔ قنطار = دو صد دینار۔ یا ستر ہزار دینار۔ یا اسی ہزار درم یا سو رطل سونا۔ یا گائے کی کھال چاندی سے پُر۔ رطل کے متعلق پھر جھگڑا ہے۔ فرائد میں اس کا وزن اڑھائی سیر، قاموس میں نصف سیر۔ اور المنجد میں دس اوقیہ (ایک اوقیہ نصف چھٹانک کے برابر) یعنی پانچ چھٹانک دیا ہوا ہے۔ واللہ اعلم

ہدایات ملتی ہیں۔ چوں کہ ہمارے ہاں اس کی تصانیف کا سب سے پہلے ترجمہ ہوا اور یہ دُنیا کا کابل ترین طبیب تھا۔ (جس کے بعد جالینوس کا درجہ آتا ہے) اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ فنِ طب کی ایجاد پر لوگوں کی رائے یہاں نقل کروں۔

فنِ طب کی اختراع و مخترع کے متعلق علما میں اختلاف ہے۔ اسحٰق بن حُنین اپنی تاریخ میں کہتا ہے کہ ایک قوم اہلِ مصر کو فنِ طب کا موجد سمجھتی ہے اور ساتھ ہی ایک حکایت بھی سُناتی ہے۔ کہ پُرانے زمانے میں مصر کی ایک عورت ہمیشہ رنج و غم و غیض و غضب کا شکار رہا کرتی تھی اور ساتھ ہی چند بیماریوں۔ مثلاً ضعفِ معدہ، فسادِ خون۔ احتباسِ حیض میں بتلا تھی۔ ایک دفعہ اتفاقاً زنجبیلِ شامی (ایک پودا) کو کھا بیٹھی اور تمام روگ دُور ہو گئے۔ اس تجربے سے اہلِ مصر نے فائدہ اٹھایا۔ اور فنِ طب کا آغاز ہو گیا۔

بعض علما فلسفے، طب اور دیگر صنائع کا موجد ہرمس (حضرت ادریسؑ) کو قرار دیتے ہیں۔ بعض اختراع کا سہرا اہلِ قوس (یا قولوس) کے سر باندھتے ہیں۔

بعض ساحروں کو اس کا موجد قرار دیتے ہیں۔ بعض کے ہاں اس کی ابتدا بابل، بعض کے ہاں ایران، بعض کے ہاں ہندستان، بعض کے ہاں یَمن اور بعض کے ہاں صقلب[۱] سے ہوئی۔

یحییٰ نحوی اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ جالینوس کے زمانے تک آٹھ بڑے بڑے طبیب (رؤس الاطبا) گزُرے ہیں۔ (۱) اسقلبیوس الاوّل (۲) غورس (۳) مینس۔ (۴) برمانیدس (۵) افلاطون الطبیب (۶) اسقلبیوسِ دوم (۷) بُقراط (۸) جالینوس۔ اسقلبیوسِ اوّل اور جالینوس کے درمیان ۵۵۶۰ سال کا عرصہ حائل ہے۔ اسی طرح ہر طبیب کی وفات اور دوسرے کی ولادت تک سیکڑوں سال کے لمبے لمبے وقفے ہیں۔

بقراط اپنے زمانے میں رئیس الاطبا تھا۔ یہ اسقلبیوسِ ثانی کے شاگردوں میں سے

---

[۱] صقلب سسلی کا ایک شہر ہے۔ (منتہی الادب)

ہے۔ اسقلبیوس کی وفات کے وقت اس کے تین شاگرد زندہ تھے یعنی ماغاریس۔ فارخس۔ و بقراط۔ ماغاریس و مارخس کی وفات کے بعد بقراط رئیس الاطبا قرار پایا۔

یحییٰ نحوی اسکندرانی (آغازِ اسلام میں اسکندریہ کا پادری) کہتا ہے کہ بقراط یگانۂ دہر، کامل، فاضل، تمام اشیا سے واقف اور ایک فلسفی طبیب تھا۔ بعض لوگ اس کی عبادت کیا کرتے تھے۔ اس نے صنعتِ قیاس و تجربے کو اس قدر تقویت دی کہ اب کسی ردو قدح کی گنجایش باقی نہیں رہی۔

بقراط پہلا حکیم ہے جس نے اپنی اولاد کی طرح غربا کو بھی فنِ طب کی تعلیم دی۔[1] اس حکیم کو یہ خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں امرا کی بے توجہی سے یہ فن مٹ ہی نہ جائے، اس لیے غربا کو بھی شامل کر لیا۔ مزید تفصیل کے لیے بقراط کی تصنیف کتاب عہدہ الی الاطبار الغربا ملاحظہ ہو۔

ایک مورخ نے ذکر کیا ہے کہ بقراط بہمن[2] بن اردشیر کے زمانے میں تھا۔ ایک دفعہ بہمن بیمار پڑ گیا اور بقراط کو بلا بھیجا۔ شہر والوں نے بہمن کی اس خواہش کے خلاف سخت صدائے احتجاج بلند کی اور کہا کہ اگر ہم سے بقراط کو چھیننے کی کوشش کی گئی تو ہم علمِ بغاوت بلند کر دیں گے اور سر دھڑ کی بازی لگا دیں گے۔ بہمن کو ان لوگوں پر رحم آگیا اور بقراط کو وہیں رہنے دیا۔

بقراط کا ظہور ۹۶ھ سال بخت[3] نصر اور شاہِ بہمن کے چودھویں سال جلوس میں ہوا تھا۔

---

[1] اوراقِ گزشتہ میں ذکر ہو چکا ہے کہ ان دنوں فنِ طب صرف امرا و شرفا کو پڑھایا جاتا تھا اور غربا اس نعمت سے محروم تھے۔ [2] بہمن بن اردشیر- کیانیوں کا ساتواں بادشاہ۔

[3] کالڈیۂ قدیم میں یوں تو کافی بادشاہ گزرے ہیں۔ لیکن دو بہت مشہور تھے۔ اوّل نمرود بن کنعان بن سنحاریب بن نمرودِ اکبر (نمرودِ اکبر طوفانِ نوح کے بعد بابل میں پہلا بادشاہ تھا، یہ نمرود وہی ہے جس نے حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں پھینکا تھا۔ دوم۔ بخت نصر بن مرداذاذان بن سنحاریب۔ (بقیہ حاشیہ صہ ۱۴۵ پر)

یحیٰی نحوی کہتا ہے کہ دُنیا کے مشہور بڑے طبیبوں میں یہ ساتواں تھا۔ اور جالینوس آٹھوں کہ جس پر ریاستِ طب ختم ہوگئی۔ بُقراط اور جالینوس میں ۶۶۵ سال کا عرصہ تھا۔ بقراط کی عمر ۹۵ سال تھی جن میں سے سولہ سال بچپن وطلبِ علم میں گزرے۔ اور ۷۹ سال تعلیم و تدریس میں بسر کیے۔ اس کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ بیٹوں کے نام ثاسلوس و دارقن ہیں اور بیٹی کا نام مانارلیا۔ بہن بھائیوں سے زیادہ ذہین تھی۔ بُقراط کے دو پوتوں کا نام بھی بُقراط تھا۔ ایک ثاسلوس کا بیٹا تھا اور دُوسرا دارقن کا۔

تلامذۂ بقراط کے اسماء ہیں، لاذن۔ ماسرجس۔ ساوری۔ فولوس (سب سے بڑا شاگرد)۔ اسطاث۔ غورس۔

جالینوس کے عہد تک مندرجۂ ذیل حضرات بُقراط کے مفسّر رہے ہیں:۔

سنبلقیوس، نسطاس، دلیسقوریدس الاول، طیماوس الفلسطینی، مانطیاس۔ ارسراطس ثانی۔ القیاسی بلاذیوس۔

تفاسیرِ جالینوس

بقراط کی چند کتابوں کی تفسیر جالینوس نے بھی کی ہے۔ تفصیل یہ ہے:۔ (۱) کتاب عہدِ بقراط۔ جالینوس نے تفسیر کی اور حُنین نے یونانی سے ترجمہ کر کے کچھ اپنی طرف سے بھی اضافہ کر دیا۔ عیسٰی بن یحیٰی نے اس کا عربی میں ترجمہ کیا۔

(۲) کتاب الفصول۔ مفسِّر جالینوس۔ حُنین و عیسٰی نے عربی میں ترجمہ کیا۔

(۳) کتاب الکسر۔ مفسِّر جالینوس۔ حُنین نے محمد بن موسٰی کے لیے عربی میں ترجمہ کیا۔ چار مقالے۔

(ص ۱۴۳ کا بقیہ حاشیہ):۔ یہ چھوٹے نمرود کی اولاد میں سے تھا۔ اس نے یہودیوں کو کافی تباہ کیا۔ مصر پر قبضہ جمایا، سلطنت کو کافی وسیع کیا اور آخر ایرانیوں نے اس سلطنت کا خاتمہ کر دیا)۔ (طبقات الامم تالیف ابوالقاسم صاعد بن احمد الاندلسی (م ۴۶۲ھ) مطبوعہ مصر۔ ص ۲۰) بخت نصر کا سالِ جلوس ۶۳۰ قائم تھا۔

(۴) کتاب الامراض الحادۃ ۔ مفسّر جالینوس ۔ عیسیٰ بن یحییٰ[1] نے عربی میں ترجمہ کیا۔
تین مقالے ۔

(۵) کتاب جراحات الراس ۔ مفسّر جالینوس ۔ ایک مقالہ ،

(۶) کتاب ابیذیمیا ۔ مفسّر جالینوس ۔ سات مقالے ۔ جالینوس نے پہلے
مقالے کی تفسیر تین مقالوں میں، اور دوسرے کی بھی تین مقالوں میں
لکھی ۔ چوتھے، پانچویں اور ساتویں مقالے کو بلا تفسیر رہنے دیا۔ اور
چھٹے کی آٹھ مقالوں میں شرح لکھی جنھیں عیسےٰ بن یحییٰ نے عربی
میں منتقل کیا ۔

(۷) کتاب الاخلاط ۔ مفسّر جالینوس ۔ عیسےٰ بن یحییٰ نے احمد بن موسیٰ کی خاطر
عربی میں ترجمہ کیا ۔ تین مقلے ۔

(۸) کتاب قاصیطرون ۔ مفسّر جالینوس ۔ حُنین نے محمد بن موسےٰ کی خاطر عربی
میں منتقل کی ۔ تین مقالے ۔

(۹) کتاب الماء والهواء ۔ مفسّر جالیتوس ۔ کُل تین مقالے جن میں سے صِرف
دو کو حُنین نے عربی میں منتقل کیا ۔
اور حُبیش بن الحسن[2] نے تمام تفسیر کا
عربی میں ترجمہ کیا

(۱۰) کتاب طبیعۃ الانسان ۔ جالینوس کی تفسیر ۔ تین مقالات پر مشتمل جس کے
ملخّص کو حُنین نے اور تمام تفسیر کو عیسےٰ بن یحییٰ نے
عربی میں منتقل کیا ۔

---

[1] عیسیٰ بن یحییٰ بن ابراہیم السریانی ۔ حالات حرف العین میں ۔

[2] حُبیش بن الحسن الاعسم ۔ حالات حرف الحاء میں ۔

بولس

یونان کا قدیم طبیعی حکیم جس کے اقوال کو اطبّا نے اپنی تصانیف میں اکثر نقل کیا ہے۔ چوں کہ اُس وقت فنِّ طب ابتدائی مدارج میں تھا۔ اس لیے اس نے اس فن پر بحث کرتے ہوئے جابجا ٹھوکریں کھائی ہیں۔ ارسطو نے اپنی طبیعی تصانیف میں اس حکیم کی تردید کی ہے اور واضح دلائل سے اس کی اغلاط کو واضح کیا ہے۔ ارسطو کے بعد جالینوس نے براہینِ قاطعہ سے اقوالِ بولس کا رد لکھا۔

بطلیموس القلوذی

یُونان کا رہنے والا علمِ ریاضی کا ماہر اور المجسطی وغیرہ کا مصنّف تھا۔ یہ حکیم اندریاسیوس[1] وانطلیموس[2] (شاہانِ روم) کے زمانے میں تھا۔ یعنی ابرخس سے دُوسواسَو سال بعد۔ علمائے طبقات الامم کا خیال ہے کہ بطلیموس اُن بطالسہ یا بطالمہ میں سے تھا جنھوں نے اسکندرِ اعظم کے بعد اسکندریہ وغیرہ پر حکومت کی۔ لیکن یہ خیال درست نہیں۔ اس لیے کہ بطلیموس المجسطی کے تیسرے مقالے کی آٹھویں نوع (جہاں حرکاتِ شمس و دیگر حالات و مشاہداتِ آفتاب کا ذکر کیا ہے) میں لکھتا ہے:-

"میں نے اندریانوس[3] کے انیسویں سال میں آفتاب کا مشاہدہ کیا بُخت نصر

---

[1] اندریاسیوس HADRIAN کا مُعرَّب۔ جس نے سنہ ۱۱۷ء سے سنہ ۱۳۸ء تک حکومت کی۔

[2] انطیموس ANTONINUS کا مُعرَّب۔ جس نے اندریاسیوس کے معاً بعد سنہ ۱۳۸ء سے سنہ ۱۶۱ء تک حکومت کی۔

[3] اندریانوس اور اندریاسیوس ایک ہی چیز ہیں۔

کے پہلے سال سے اس وقت تک۔ کہ خریف کا معتدل سا موسم ہے، ۸۷۹ سال ۶۶ دن اور چھ گھڑیاں گزر چکی ہیں۔ بخت نصر کے سالِ اوّل سے اسکندر کی موت تک جو سکندر ذوالقرنین کا دادا تھا، ۴۲۴ مصری سال گزرے۔ اسکندر کی موت سے پہلے شہنشاہِ روم یعنی اغسطس کی سلطنت تک ۲۹۴ سال گزرے اور اغسطس کے پہلے سالِ جلوس سے اس وقت تک[1] ۱۶۱ سال ۶۶ یوم اور دو گھڑیاں گزر چکی ہیں۔"

اِس قول سے بطلیموس کے زمانے کی تعیین مشکل نہیں۔ یعنی بطلیموس اغسطس سے ۱۶۱ سال بعد گزرا تھا۔ اور مورخین اس امر پر متفق ہیں کہ اغسطس[2] ایک رومی فرماں روا تھا۔ جس نے بطالسہ کی آخری فرماں روا ملکہ قلوبطرہ کو شکست دے کر یونانی بطالسہ کی سلطنت ختم کر دی تھی۔ اس لیے یہ خیال کہ بطلیموس فرماں روایانِ بطالسہ میں سے تھا، غلط ہے۔

علم الافلاک کے متعلق جس قدر مواد یونانیوں و رومیوں نے جمع کیا تھا، وہ بطلیموس کے سامنے موجود تھا۔ اس نے کچھ مواد خود بھی جمع کیا۔ اور اس فن پر وہ تصانیف چھوڑ

---

[1] آگسٹس کی موت ۱۴ء ق م میں ہوئی تھی۔ اگر اس میں ۱۶۱ سال اور بڑھا دیے جائیں۔ تو یہ ۱۴۷ء بعد از مسیح بنا ہو۔ اور یہ وہی سال ہے جب اندریا نیوس تخت پر بیٹھا تھا۔ چوں کہ انسائیکلو پیڈیا کی دی ہوئی تاریخیں بالکل یقینی نہیں ہوتیں اس لیے بطلیموس کے قول کے مطابق ۱۴۷ء کو اندریانیوس کا انیسواں سالِ جلوس تسلیم کرنا پڑے گا نہ کہ پہلا۔

[2] اغسطس مُعرّب ہے آگسٹس کا۔ روم کے مشہور بادشاہ جولیس سیزر (۴۴ - ۱۰۲ ق م) نے ۲۷ء ق م میں اپنی بادشاہت کا اعلان کیا اور اپنا نام آگسٹس رکھا۔ سیزر سے پہلے روم میں جمہوریت قائم تھی جس میں تمام اختیارات دو مجسٹریٹوں کے سپرد تھے۔ اور اہم امور میں عوام سے بھی مشورہ لیا جاتا تھا۔ (انسائیکلو پیڈیا برطانیکا بہ زیر لفظ روم)

گیا کہ آج تک دُنیا ان کا جواب پیدا نہ کرسکی۔ المجسطی اس وقت تک لاثانی کتاب خیال کی جاتی ہے۔ لوگوں نے اس کی شرحیں تو لکھیں۔ مثلاً فضل[۱] بن حاتم (ایک نسخے میں بن ابی حاتم) وغیرہ نے۔ لیکن اس کا کوئی جواب پیدا نہ ہو سکا۔ محمد بن جابر البتّانی نے المجسطی کا اختصار لکھا۔ ابوریحان[۲] البیرونی الخوارزمی نے مسعود بن محمود بن سبکتگین کی خاطر قانونِ مسعودی تصنیف کی جس میں بطلیموس کے نقشِ قدم پر چلا۔ کوشیار بن لبّان الجیلی نے اپنی تقویم بطلیموسی اصول پر تیار کی۔ الغرض بطلیموس کے بعد علما کا سب سے بڑا کمال یہ رہا ہے کہ المجسطی کو کسی طرح سمجھ سکیں۔ یا اس کے بیان کردہ اصول پر چند اور دلائل تراش سکیں و بس۔

کہتے ہیں کہ ازمنۂ قدیمہ سے لے کر آج تک مختلف فنون میں صرف تین کتابیں ایسی لکھی گئی ہیں جو ہر لحاظ سے مکمل ہیں۔ اور فنونِ متعلقہ کی کوئی بات ایسی نہیں جو ان میں موجود نہ ہو۔ (۱) علم الافلاک پر المجسطی (۲) علم المنطق پر کتاب ارسطو اور نحو پر (۳) کتاب سیبویہ[۳] بصری۔

محمد بن اسحٰق الندیم لکھتا ہے کہ المجسطی کا مصنف بطلیموس اذریانوس وانطونیس (روم کے بادشاہ جو یونان پر مسلّط تھے۔) کے زمانے میں تھا۔ اس حکیم نے کواکب کا مشاہدہ کیا اور مذکورہ بالا فرماں رواؤں میں سے کسی ایک کے لیے المجسطی لکھی۔ یہ پہلا حکیم ہے،

---

[۱] فضل بن حاتم النیریزی۔ حالات حرف الفا میں۔

[۲] ابوریحان البیرونی (۱۰۴۸ء) خوارزم کا مشہور مورّخ و سیّاح جس نے ہندستان کا بھی سفر کیا تھا۔ علم و فضل میں اس قدر بلند درجہ رکھتا تھا کہ آج تک ایران اس کی نظیر نہ پیدا کرسکا۔ اس کی چند مشہور کتابیں یہ ہیں: (۱) تاریخ ہند (۲) آثار الباقیۃ۔

[۳] سیبویہ ایرانی النسل تھا۔ بصرے میں اقامت اختیار کرلی۔ علم نحو کا امام و مجتہد سمجھا جاتا ہے۔ (نکلسن کی تاریخ ادبِ عربی)

جس نے اصطرلاب کرّی، دیگر آلاتِ رصد و آلاتِ سطح کرہ و پیمانے استعمال کیے۔ بعض علما کا خیال یہ ہے کہ ابرخس پہلا حکیم ہے جس نے آلاتِ رصد کو استعمال کیا تھا۔ بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ ابرخس بطلیموس کا اُستاد تھا حالاں کہ یہ قطعاً غلط ہے اس لیے کہ ان ہر دو میں نو سو سال کا فاصلہ تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ بطلیموس سب سے بڑا ماہرِ افلاک تھا۔ اس نے آلاتِ رصدیہ کے نقائص دُور کیے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جس نے رصد کی ابتدا کی ہوگی، اُسی نے آلاتِ رصد بھی ایجاد کیے ہوں گے۔

المجسطی تیرہ مقالوں پر مشتمل ہے یحییٰ[1] بن خالد بن برمک پہلا انسان ہے جس نے اس کتاب کی تفسیر و ترجمے کی طرف توجہ دی۔ کئی علمانے اس کا عربی

---

[1] یحییٰ بن خالد برمکی بہ قول حمداللہ ستوفی مصنف نزہت القلوب (تصنیف ۷۴۰ھ) اردشیر کے وزیر گودرز کی اولاد سے اور بہ قول مصنف "مبداو معاد" جاماسپ کی نسل سے تھا۔ ابن الفقیہ اپنی تصنیف کتاب البلدان کے صفحہ ۳۲۲ پہ لکھتا ہے: کہ بلخ کا مشہور آتش کدہ نوبہار لہراسپ کیانی کے زمانے میں برامکہ نے بنوایا تھا۔ اور بہ قول زکریا بن محمد بن محمود القزوینی (م ۶۸۲ھ) یہ آتش کدہ منوچہر بن ایرج بن فریدون نے تیار کردیا تھا۔ اور برمک صرف متولی تھے۔ مسعودی (م ۳۴۶ھ) اپنی کتاب مروج الذہب جلد ۵ صفحہ ۶ پر لکھتا ہے کہ نوبہار کا متولی برموک کہلاتا تھا۔ اور یاقوت الحموی (م ۶۲۶ھ) کا خیال یہ ہے کہ نوبہار کے موبد (پادری) کا خطاب برمک تھا۔

تازہ تحقیق یہ ہے کہ نوبہار میں مہ (چاند) کی پرستش ہوتی تھی اور وہ "مہ گاہ" کہلاتا تھا۔ چوں کہ عرب گ نہیں بول سکتے تھے اس لیے "مہ کہ" کہتے رہے۔ چوں کہ "مہ کہ" کی ترکیب ذوقِ سلیم پر گراں گزرتی تھی۔ اس لیے یہ لفظ "مک" بن گیا۔ اور بر کے معنی والی و دستور بھی ہوتے ہیں۔ مثلاً دستور بر سے اس لیے یہ لفظ برمک بن گیا۔

خالد کا جدِ اعلا جاماسپ بن یشتاسپ تھا۔ جو نوبہار کا متولی بھی تھا۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۱ پر)

میں ترجمہ کیا۔ لیکن یحییٰ کو کوئی ترجمہ پسند نہ آیا۔ آخر ابو حسان و سلم (ایک نسخے میں سلمان) صاحب بیت الحکمۃ کو اس کام پر لگایا۔ تمام ترجموں میں سے ان کا ترجمہ بہتر و فصیح تھا چناں چہ اسے پسند کیا۔ کہتے ہیں کہ حجّاج بن مطر نے بھی اس کا ترجمہ کیا ہے۔ نیریزی کا

(ص ۱۵۰ کا بقیہ حاشیہ) :- اس خاندان کا ایک فرد فیروز سنہ ۳۰ھ میں مشرف بہ اسلام ہو کر عبداللہ کہلایا۔ جس کے بیٹے کا نام جعفر تھا۔ جب سنہ ۸۶ھ میں ولید بن عبدالملک اموی کے سپہ سالار قتیبہ بن مسلم باہلی نے بلخ کا محاصرہ کر کے نوبہار کو تباہ کر دیا تو جعفر نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ اور کچھ مدت بعد تنگیٔ رزق سے مجبور ہو کر سلیمان بن عبدالملک (۹۶ - ۹۹ھ) کے دربار کا رُخ کیا اور وہاں کاتب مقرر ہوا۔ اس کا بیٹا خالد سنہ ۹۰ھ میں پیدا ہوا۔

زوالِ اُمیّہ کے بعد خالد پہلے سفّاح کے دربار میں کاتبِ افواج۔ پھر وزیر۔ پھر سنہ ۱۴۸ھ میں موصل کا پھر رَے اور پھر فارس کا گورنر مقرر ہوا۔ سنہ ۱۵۸ھ میں خالد کا بیٹا یحییٰ آذربائیجان کا عامل بنا کر بھیجا گیا۔

یحییٰ سنہ ۱۱۹-۲۰ء میں پیدا ہوا۔ اور سنہ ۱۹۰ھ میں چل بسا۔ ہادی کے زمانے میں فضل ربیع وزیر تھا۔ اور یحییٰ شاہزادہ ہارون کا کاتب۔ جب سنہ ۱۶۹ھ میں وفاتِ ہادی کے بعد ہارون الرشید تخت پہ بیٹھا تو یحییٰ کو وزیرِ اعظم بنا لیا۔ جب یحییٰ کی عمر ذرا زیادہ ہوگئی تو پہلے فضل بن یحییٰ اور پھر جعفر بن یحییٰ کو وزیر بنا لیا۔

برمکی اس قدر فیاض، عالم اور با اقبال تھے کہ ہارون الرشید آتشِ حسد میں جلنے لگا۔ اور ایک رات جلاد کو بُلا کر حکم دے دیا کہ جعفر کا سر کاٹ کر فوراً حاضر کرو۔ یہ سنہ ۱۸۷ھ کا واقعہ ہے یحییٰ، فضل اور دوسرے برامکہ کو جیل میں پھینک دیا، ان کا سامان ضبط کر لیا اور اس طرح اس عظیم الشان خاندان کا چراغ ہمیشہ کے لیے گُل ہو گیا۔ ہر چند کہ ہارون اس واقعے پہ اظہارِ ندامت کرتا رہا۔ لیکن دمِ واپسیں تک اس نے یحییٰ وغیرہ کو جیل سے رہا نہ کیا۔ جب ہارون کے بعد مامون تخت پہ بیٹھا تو اس نے فوراً تمام برامکہ کو رہا کر دیا لیکن اس وقت تک یحییٰ و فضل مر چکے تھے اور جعفر قتل ہو چکا تھا اس لیے کوئی کام کا آدمی جیل میں باقی نہ تھا۔ (بقیہ حاشیہ ص ۱۵۲ پر دیکھیے)

ترجمہ (جس کی اصلاح ثابت نے کی تھی) مقبول نہیں ہؤا۔ اسحاق نے بھی اس کا ترجمہ کیا تھا جس کی اصلاح ثابت نے دو دفعہ کی لیکن پہلی اصلاح دوسری سے بہ درجہا بہتر ہی۔

دیگر تصانیف بطلیموس کی چند دیگر تصانیف کا بھی عربی میں ترجمہ ہو چکا ہی۔ مثلاً

(۱) کتاب کتبہ الی سوری تلمیذہ ۔ ابراہیم بن الصلت نے ترجمہ کیا۔ حنین بن اسحٰق نے اصلاح کی اور اوطوقیوس[1] (ایک نسخے میں انطرقیوس) نے پہلے مقالے کی تفسیر قلم بند کی۔ اس مقالے کا مرتب و جامع ثابت ہی اور عمر بن فرخان، ابراہیم بن الصلت۔ النیریزی و البتانی مفسر و شارح ہیں۔

(۲) کتاب الموالید (۳) کتاب الحرب والقتال (۴) کتاب استخراج السہام۔

(۵) کتاب تحویل سنی العالم (۶) کتاب المرض وشرب الدواء۔

(۷) کتاب سیر السبعہ (۸) کتاب الاسرٰی والمحبسین (۹) کتاب فی اختیار السعود واصطناعہا (ایک نسخے میں فی اسرار السعود ہی)۔

(۱۰) کتاب الخصمین ایہما یفلح (۱۱) کتاب القرعۃ مجدول

(۱۲) کتاب اقتصاص احوال الکواکب۔

(۱۳) کتاب الجغرافیا فی المعمورۃ من الارض۔ اس کتاب کا سریانی نیز عربی میں ترجمہ ملتا ہی۔ عربی ترجمہ الکندی نے کیا تھا۔

(صفحہ ۱۵۱ کا بقیہ حاشیہ ملاحظہ ہو):۔

یحیٰی کے نو لڑکے تھے۔ یعنی فضل۔ جعفر۔ محمد۔ موسےٰ۔ عباس۔ احمد۔ خالد۔ عبداللہ اور ابراہیم ان میں سے فضل (۱۴۸ - ۱۹۳ھ) اور جعفر (۱۵۱ - ۱۸۷) اس قدر فیاض، عاقل، طباع اور زیرک تھے۔ کہ برامکہ کی شہرت انھی کی بہ دولت ثریا تک جا پہنچی تھی۔

[1] اوطوقیوس کے حالات اوراقِ گزشتہ میں درج ہو چکے ہیں۔

برقطوس

اسکندریہ کا رہنے والا، علم الاعداد کا ماہر اور اپنے زمانے میں کافی مشہور تھا۔ اس کی منزلتِ علمی کا اندازہ اس کی بلند تصنیف المقالات الاربع فی طبائع العدد و خواصّہ سے ہو سکتا ہے۔

بطلیموس بدّس

یونان کا فرماں روا جو بطالسہ سے تعلق رکھتا تھا۔ علم کا شیدائی اور تحقیق و تلاش پر مرتا تھا۔ ایک دفعہ اسے شہر بابل کی ابتدا، تخلیقِ عالم اور اسلافِ نمرود کے متعلق تحقیق کا خیال پیدا ہوا۔ اِدھر اُدھر بھٹکنے کے بعد آخر بنی اسرائیل کے ہاں بیت المقدس میں اس کی تشفی ہوئی۔ یہ اُس زمانے کا واقعہ ہے جب بنی اسرائیل کی دوبارہ حکومت قائم ہوئی تھی۔ بنی اسرائیل نے اس کی خاطر عبرانی تورات کو یونانی میں منتقل کیا جس میں نمرود کا ذکر موجود تھا۔ اس یونانی تورات کو حنین بن اسحاق نے عربی لباس پہنایا۔

اس نے فلسفیوں کی ایک جماعت کو اپنا شریکِ کاربنا رکھا تھا، جو اس کے لیے زمین کا قطر نکالتے اور ربع سکوں کو ناپتے تھے۔ اُسے علم الافلاک میں یدِطولیٰ حاصل تھا۔ علما کی ایک جماعت کا خیال یہ ہے کہ یہی شخص مشہور بطلیموس تھا۔ لیکن یہ خیال بے حقیقت ہے۔ ملاحظہ ہوں حالاتِ بطلیموس۔ اِس فرماں روا نے ۳۸ برس تک حکومت کی اور اس کا اُستاد ارسطوس المنجم تھا۔

باذینوس

رُوم کا رہنے والا منجم جس کی مشہور تصانیف یہ ہیں :۔

کتاب الطوفان و کتاب الکواکب المذنبۃ۔

بنس

رُوم کا ریاضی داں و مہندس جس نے بعد میں اسکندریہ کو اقامت کے لیے پسند کر لیا۔ یہ حکیم بطلیموس کے بعد آیا۔ اس کی چند تصانیف یہ ہیں :۔

(۱) تفسیر کتاب بطلیموس فی تسطیح الکرۃ ۔ ثابت نے عربی میں ترجمہ کیا۔

(۲) اقلیدس کے دسویں مقالے کی تفسیر ۔ دو مقالے ۔

باذروغوغیا الہندی الرّومی الجیلی

اس کی کتاب استخراج المیاہ تین ابواب پر مشتمل ہے۔ اور ہر باب کے کئی مقالے ہیں۔

البقراطون

ثابت بن قرۃ حرّانی سے کسی نے پُوچھا کہ بقراط نام کے حکیم کتنے ہیں؟ کہا چار ہیں۔ اوّل، نسلِ اسقلبیوس کا مشہور بُقراط ۔ دوم، ابرقلیدس کا بیٹا جو پہلے بُقراط سے نو پشت بعد ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس میں اور اسقلبیوس میں نو پشتیں حائل تھیں۔ بُقراطِ ثانی کے آخری ایامِ حیات میں قومِ کبولونیاس کی جنگ شروع ہو گئی تھی۔ سوم، بُقراط بن دراقن بن بُقراطِ ثانی، جو اسقلبیوس اوّل کی گیارھویں پُشت سے تھا۔ چہارم، بُقراطِ سوم کا چچازاد بھائی۔

جب ان کی تصانیف علما و مترجمین تک پہنچیں تو ان لوگوں نے تمام بُقراطوں کو خلط ملط کر دیا۔ بدقسمتی سے یہ تمام بُقراط اطبا واقع ہوئے تھے۔ اور ان کی تصانیف مضامین میں ایک دوسرے سے ملتی تھیں، آخر ٹھیرے جو ایک دوسرے کے شاگرد۔ اس لیے ان کی تصانیف بھی وجہِ امتیاز نہ بن سکیں۔

کہتے ہیں۔ کہ طب کی پہلی کتاب بُقراطِ اوّل بن اغنوسوہوس نے لکھی تھی۔

بختیشوع بن جورجیس بن بختیشوع الجندیسابوری

کنیت ابوجبرئیل، مذہب کا نصرانی، ابوالعباس[1] سفّاح کا ہم عصر و مُعالج اور فنِ طب میں خاص شہرت کا مالک تھا۔ ہارون الرشید کے زمانے تک جیتا رہا۔ کچھ تو علمی عظمت اور کچھ مصاحبتِ خلیفہ کی وجہ سے اہلِ بغداد اس کی بہت تعظیم کیا کرتے تھے۔

محمد بن اسحاق اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ بختیشوع خلفائے بغداد کے درباریوں میں سے تھا۔ رشید، امین، مامون، معتصم، واثق اور متوکل کا زمانہ دیکھا۔ فنِ طب میں یگانۂ روزگار تھا۔ خلفائے بغداد کے حرم میں بھی برائے علاج جایا کرتا تھا۔ اس کی مشہور تصنیف کتاب التذکرہ ہے جو اپنے بیٹے جبرئیل کے لیے لکھی تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ بختیشوع جندیسا پور[2] کا باشندہ تھا۔ اس نے سفّاح و منصور کا زمانہ

---

[1] ابوالعباس عبداللہ سفاح بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس (م ۱۳۶ھ) دولتِ عباسیہ کا پہلا خلیفہ۔ [2] دجلہ کے پار عراق کے مشرق میں ایک علاقہ پہلے اِلآم کہلاتا تھا۔ کلدانی عروج کے زمانے میں اس علاقے کا دارالخلافہ شوش تھا اور اب یہ خِطّہ خوزستان کہلاتا ہے۔ جندیسا پور اسی خطّے کا ایک مشہور شہر ہے۔ جسے شاپور نے بنوایا تھا۔ یہاں پہلے ایک گانو تھا جس کا مالک جندی نامی ایک زمین دار تھا۔ اُس نے اس شرط پر یہ شہر بنوانے کی اجازت دی کہ اس کا نام (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۱)

نہیں دیکھا، البتہ اس کا والد جورجیس منصور کا معالج رہا تھا۔ (تفصیل جورجیس کے حالات میں آئے گی) والد کی غیر موجودگی میں بختیشوع شفاخانہ جندیساپور کے انتظام پر متعین رہا۔ مہدی کے زمانے میں جب شہزادہ ہادی بن مہدی کسی مرض میں مبتلا ہو گیا تو علاج کے لیے بختیشوع کو جندیساپور سے طلب کیا گیا۔ اُن دنوں شاہی طبیب ابو قریش[1] تھا۔ ہادی کی والدہ خیزران کو یہ امر سخت ناگوار گزرا کہ باہر سے ایک طبیب بُلا کر شاہی طبیب کی ہتک کا سامان کیا گیا ہو۔ چناں چہ ملکہ بختیشوع کے پیچھے پڑ گئی۔ اور اس غریب کو ایک آدھ دفعہ جوتے بھی لگوا دیئے۔ جب مہدی کو اس حرکت کا علم ہوا تو جھگڑا ختم کرنے کے لیے بختیشوع کو نہایت اکرام و احترام کے ساتھ جندیساپور بھیج دیا جہاں وہ ۱۷۱ھ تک بیمارستان کے انتظام میں مصروف رہا۔

جب ہارون الرشید تخت پر بیٹھا اور کچھ عرصے کے بعد کسی سخت مرض کا شکار بن گیا تو اس نے یحییٰ بن خالد کو بلا کر کہا کہ میرے لیے کوئی قابل طبیب تلاش کرو۔ یحییٰ کہنے لگا حضورِ والا! ابو قریش آپ کا خاندانی طبیب ہو اور آپ کے والد محترم اور والدۂ ماجدہ کا معالج رہا ہو، اسی سے کیوں نہ علاج کرایا جائے۔ ہارون الرشید کہنے لگا کہ یہ شخص فنِ طب سے تقریباً نابلد ہو اور ہم نے اسے محض اس لیے اپنی ملازمت میں رکھا ہوا ہو۔ کہ قدیم نمک خواروں میں سے ہو۔ اس لیے میری خواہش یہ ہو کہ میرے لیے کوئی نہایت قابل طبیب تلاش کیا جائے۔

(صفحہ ۱۵۵ کا بقیہ حاشیہ): بھی بانیان شہر میں شمار کیا جائے۔ شاپور نے یہ شرط مان لی۔ اس کے بعد ہر کوئی کہتا پھرتا کہ جندی اور شاپور مل کر ایک شہر بنوا رہے ہیں۔ چناں چہ شہر کا نام ہی جندیساپور پڑ گیا۔ یہاں بڑے بڑے حکما پیدا ہوے۔ مثلاً جبرئیل بن بختیشوع، جورجیس بن بختیشوع، سابور بن سہل۔ عیسیٰ بن چہار بخت۔ عیسیٰ بن شہلافا اور یوحنا کا والد ماسویہ۔ (القفطی)

[1] ابو قریش عیسیٰ الصیدلانی خلیفہ المہدی کا طبیبِ خاص تھا۔ حالات باب الکنی میں ملاحظہ فرمائیے۔

خالد۔ جب آپ کا بھائی ہادی بیمار ہوا تھا تو آپ کے والد مہدی نے جندیسا پور سے ایک طبیب منگوایا تھا جس کا نام بختیشوع تھا۔

رشید۔ تو پھر وہ واپس کیوں چلا گیا؟

خالد۔ آپ کی والدہ اور عیسےٰ ابو قریش کی سازشوں سے گھبرا کر آپ کے والد نے اُسے واپس بھیج دیا تھا۔

رشید۔ اسی وقت تیز رفتار قاصد روانہ ہوں اور اگر حکیم زندہ ہو تو اُسے دربار میں فوراً حاضر کریں۔

حکم کی تعمیل ہوئی اور چند روز کے بعد بختیشوع دربار میں آ پہنچا۔ ہارون الرشید نے اس کی بہت عزت کی۔ زرّیں خلوت عطا کی اور بے شمار مال و دولت سے نوازنے کے بعد فرمایا کہ آج سے تمھیں رئیس الاطبا بنایا جاتا ہے اور اس گھڑی سے دُنیا تمھارے ہر حُکم کی تعمیل کرے گی۔

بختیشوع بن جبرئیل بن بختیشوع

طبیب ابن طبیب۔ اپنے فن میں ماہر۔ سخاوِ مروّت، حُسنِ معرفت، کثرتِ تقوا و قیامِ صلوٰۃ کی وجہ سے بہت نیک نام تھا۔ جہاں جاتا، لوگ دیدہ و دِل میں بٹھلاتے۔ اس کی یہ خوبیاں محمد[1] بن عبد الملک الزّیات۔ اور ابنِ[2] ابی داؤد کو ایک آنکھ نہ بھاتیں۔

---

[1] محمد بن عبد الملک الزّیات پہلے معتصم (۲۱۸ - ۲۲۷ھ) اور پھر واثق (۲۲۷ - ۲۳۲ھ) کا وزیر رہا۔ بہت بڑا ادیب اور مشہور عالمِ نحو و لغت تھا۔ المتوکل (۲۳۲ - ۲۴۷ھ) اس پر ناراض ہو گیا اور اسے اس قدر عذاب دیا کہ یہ ۲۳۳ھ میں فوت ہو گیا۔ (وفیات الاعیان لابن خلکان)

[2] ابنِ ابی داؤد غلط ہے۔ صحیح نام ہے، احمد بن ابی داؤد۔ معتصم کا وزیر۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۸ پر)

چناں چہ یہ واثق باللہ کو اس کے خلاف ہمیشہ اُکساتے رہتے۔ واثق ان کے بھرّے میں آگیا۔ اُس غریب کی تمام جائیداد پر قبضہ کرنے کے بعد اسے دارالخلافہ سے نکل جانے کا حکم دے دیا اور وہ اپنے وطن میں واپس چلا گیا۔

کچھ عرصے کے بعد واثق بیمار پڑ گیا۔ جب مقامی طبیب ناکام ہو گئے۔ اور مرض بہت بڑھ گیا تو بختیشوع کی طرف قاصد دوڑائے گئے لیکن بختیشوع کے آنے سے پہلے ہی اوپر سے بُلاوا آگیا۔ اور واثق چل بسا۔

جب متوکل نے مسندِ خلافت سنبھالی تو بختیشوع کا سویا ہوا ستارہ جاگ اُٹھا۔ جاہ وجلال، کثرتِ اموال، جواں مردی، ظاہری زیب وزینت (لباس، ہیئت، صورت، اسباب، قالین وغیرہ) مہماں نوازی اور بذل و انفاق کے اُس معراج تک پہنچا کہ قلم لکھ نہیں سکتا۔

کہتے ہیں کہ متوکل کے زمانے میں شہزادہ معتز باللہ سخت بیمار پڑ گیا، یہاں تک کہ دوا و غذا تک سے رہ گیا۔ اطبا نے لاکھ سر پٹکا لیکن شہزادے کو کوئی افاقہ نہ ہوا۔ بڑی مصیبت یہ تھی کہ شہزادہ قطعاً کوئی دوا نہ پیتا تھا۔ اور نہ اسے غذا کی خواہش ہوتی تھی۔ اس اثنا میں بختیشوع آپہنچا۔ اس کے بدن پر یمن کا نہایت قیمتی جُبّہ تھا۔ شہزادے کے پاس بیٹھ گیا۔ اور لگا اِدھر اُدھر کی دل چسپ کہانیاں سُنانے۔ شہزادے کا دل کچھ بہلنے لگا۔ حکیم کے جُبّے پہ جو نظر پڑی تو ہاتھ سے چھو کر کہنے لگا "کس قدر عمدہ کپڑا ہے۔" حکیم نے کہا۔ "بے شک، اس پر ایک ہزار درم خرچ ہوئے ہیں۔ اور اگر تم پسند کرو۔ تو نہایت ہلکی سی قیمت پر تمھارے ہاتھ بیچ ڈالوں گا۔" "بہت اچھا، تو فرمائیے!

(صہ ۱۵۷ کا بقیہ حاشیہ):۔ خلقِ قرآن کے فتنے کا موجد۔ بہت بڑا معتزلہ۔ علمیت کے لحاظ سے علاّمہ۔ امام احمدؒ بن حنبل کو کوڑوں سے پٹوانے والا اور امامؒ سے مناظروں میں شکست کھا کر بھی باز نہ آنے والا۔ اس کی وفات فالج سے محرّم ۲۴۰ھ میں ہوئی۔ (وفیات الاعیان لابن خلکان)

آپ کر پیسے لیں گے؟" "صِرف دو سیب کھا لیجیے اور جُبّہ آپ کا" معتز نے جھٹ دو سیب اُٹھا کر کھا لیے۔" ہاں یاد آ گیا، اس جُبّے کے ساتھ ایک اور کپڑا بھی پہننا پڑتا ہے جو میرے ہاں موجود ہے۔ اگر تم ایک گلاس سکنجبین کا پی کر دکھاؤ تو وہ کپڑا بھی مل جائے گا۔" المعتز نے لبالب گلاس اٹھایا اور غٹ غٹ پی گیا۔ بس پھر کیا تھا۔ جگر کی حرارت کم ہو گئی، مُنہ کا ذائقہ رفتہ رفتہ ٹھیک ہو گیا اور شہزادے صاحب بسترِ علالت سے اُٹھ بیٹھے۔ متوکّل طبیب کی اس حکمتِ عملی کا ہمیشہ تشکرانہ انداز میں ذکر کرتا تھا۔

بعض مورخین نے ایک حکایت درج کی ہے جس سے بختیشوع اور متوکل کے باہمی تعلقات پر روشنی پڑتی ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک دن متوکّل صحنِ حرم میں ایک چبوترے پر بیٹھا ہوا تھا کہ اوپر سے بختیشوع وارد ہوا۔ اور سلام کلام کے بعد متوکل کے ساتھ چبوترے پر جا بیٹھا۔ اُس روز طبیب دیبائے رُومی کی قمیص پہنے ہوئے تھا جس کا دامن ایک کنارے سے قدرے دریدہ تھا۔ متوکل باتیں بھی کرتا جاتا: اور اس پھٹے ہوئے حصّے سے کھیلتا بھی جاتا، یہاں تک کہ اس کی چھیڑ چھاڑ اور شرارت سے وہ شگاف نیفے تک جا پہنچا۔ اُس وقت موضوعِ گفتگو یہ تھا۔ کہ شیطان پر غلبہ حاصل کرنا چاہیے۔ متوکل پُوچھنے لگا

"کیا شیطان پر قابو پانا ضروری ہے؟"

بختیشوع بول اٹھا۔

"بہت ضروری ہے اور خصوصاً جب اُس کا ہاتھ شگاف سے ہوتا ہوا کسی کے نیفے تک پہنچ چکا ہو۔"

متوکّل اس قدر ہنسا کہ زمین پر لوٹنے لگا اور حُکم دیا۔ کہ حکیم کو بے شمار دولت اور خوب صورت خلعتیں بہ طور انعام دی جائیں۔

بختیشوع معبد میں لوبان کی دھونی کے ساتھ عبادت کیا کرتا تھا۔ لوبان کو جلانے

کے لیے بہ جائے معمولی کویلوں کے گلاب، درختِ لیموں اور بید کے کویلے استعمال کیا کرتا تھا۔
اور اوپر کافور، مُشک، پُرانی شراب اور مصری بید مجنوں کا پانی چھڑکتا تھا۔

ایک دن متوکّل نے کہا "بختیشوع! کبھی ہمیں دعوت تو کھلاؤ"۔ کہنے لگا "بہت اچھا اعلاحضرت" اور انتظام میں مصروف ہوگیا۔ موسمِ گرما کی شام تھی کہ متوکل طبیب کے گھر میں داخل ہوا۔ آرایش، شان وشکوہ اور شوکت وتجمّل دیکھ کر دنگ رہ گیا بے حد تعریف کی جس سے طبیب کا حوصلہ اور بڑھ گیا۔

خُدا کی شان چند یوم کے بعد خلیفہ کسی بات پر بگڑ گیا۔ فوراً الحسین بن مُخلّد کو حُکم دیا کہ طبیب کے املاک وخزائن پر قبضہ کرلو۔ کہتے ہیں کہ حکیم کے کپڑوں میں سے چار ہزار ایسے طلائی پاجامے برآمد ہوئے جو ارمینیہ کے ابریشم سے تیار ہوئے تھے۔ الحسین سامان کا کچھ حصہ تو شاہی محل میں پہنچا آیا اور باقی بیچ ڈالا۔ صرف چند چیزیں باقی رہ گئیں۔ یعنی کچھ لکڑی، کویلہ اور شراب وغیرہ۔ جنھیں خود حسین بن مخلّد نے چھ ہزار دینار پر خرید لیا۔ اور چند یوم کے بعد انھی اشیا کا ایک حصہ بارہ ہزار دینار پر بیچ ڈالا۔ حمدون نے بادشاہ کے ہاں اس کی بد دیانتی کی شکایت کردی۔ نیز باقی ماندہ کویلے، لکڑی وشراب کو خریدنے کا ارادہ بھی ظاہر کیا۔ کھچ کھچا کر چھ ہزار دینار قیمت طے ہوئی۔ حمدون نے رقم ادا کردی۔ اور صرف چند یوم کے بعد وہی اشیا بارہ ہزار دینار پر فروخت کر ڈالیں۔ یہ واقعہ ۲۴۴ھ کا ہے۔

اس طبیب کی وفات اتوار کے دن ۲۱-۲۲ صفر ۲۵۶ھ کو ہوئی۔ پیچھے ایک لڑکا عبیداللہ نامی، دو تین لڑکیاں چھوڑ گیا۔ حکام ووزرائے سلطنت باقی ماندہ مال کی خاطر سدا ان بچوں کے پیچھے پڑے رہتے۔ نتیجتاً ان کی جمعیت بکھر گئی اور پریشان روزگار بن کر بکھر گئے۔

بختیشوع

اپنے زمانے میں مشہور طبیب اور المتقی کا شاہی معالج تھا۔ المتقی کے دربار میں چند اور طبیب بھی موجود تھے۔ مثلاً علی بن[1] الراہبہ۔ انوش اور ثابت بن سنان بن ثابت۔

بختیشوع بن یحییٰ

یہ بختیشوعِ اوّل کی نسل میں سے مشہور طبیب تھا۔ المقتدر باللہ کے ہاں شاہی طبیب کی حیثیت سے کام کرتا تھا۔ وسنان بن ثابت بن قرۃ (ثابت بن سنان مصنّفِ تاریخ کا والد) بھی وہیں تھا۔ یہ ہر دو طبیب دربار میں قابل ترین طبیب خیال کیے جاتے تھے۔

حرف التاءِ

تینکلوش (یا تنکلوشا) پہلا نام زیادہ صحیح ہے۔

بابل کا رہنے والا تھا۔ ایک دفعہ ضحاک[2] نے سات بڑے سیاروں کے نام پر سات محل تیار کرائے۔ اور پھر سات قابل منجموں کو بخش دیے۔ یہ حکیم اُن سات میں سے ایک تھا۔ اس کی ایک مشہور تصنیف کتاب الوجوہ والحدوُد آج تک لوگوں کے پاس موجود ہے۔

---

[1] ابنِ راہبہ کے حالات حرف العین میں۔

[2] پشدادی خاندان کا پانچواں بادشاہ جس کے کندھوں پر دو سانپ تھے۔ اس کے خلاف کاوہ لوہار نے بغاوت کرکے اسے قتل کر دیا تھا۔ اور اس کی جگہ فریدون فرماں روا بنایا گیا تھا۔

تیاذوق

اُمیہ[1] خاندان کے زمانے میں یہ طبیب کافی مشہور تھا۔ اور حجاج[2] بن یوسف کا معالج خاص تھا۔ اس کے بعض شاگردوں نے بھی خاص شہرت حاصل کی۔ جن میں سے ایک فرات[3] بن شحناثا (عیسیٰ[4] بن موسےٰ کا طبیب) منصور عباسی کے زمانے تک زندہ رہا۔

---

[1] اُمیہ بن عبد الشمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن قریش .... بن اسمٰعیل۔ اس خاندان کا پہلا بادشاہ معاویہؓ تھا جس نے دمشق میں حضرت علیؓ کے خلاف بغاوت کرکے خود مختاری کا اعلان کر دیا تھا۔ معاویہؓ بن ابوسفیان بن حرب بن اُمیہ (۴۱ھ - ۶۰ھ) کے بعد یزید (۶۰ - ۶۴ھ) پھر معاویہ ثانی بن یزید (۶۴ھ) پھر مروان (۶۴ - ۶۵ھ) پھر عبد الملک بن مروان بن حکم (۶۵ - ۸۶ھ) پھر ولید اول بن عبد الملک (۸۶ - ۹۶ھ) پھر سلیمان بن عبد الملک (۹۶ - ۹۹ھ) پھر عمر بن عبد العزیز بن مروان (۹۹ - ۱۰۱ھ) پھر یزید بن عبد الملک (۱۰۱ - ۱۰۵ھ) پھر ہشام بن عبد الملک (۱۰۵ - ۱۲۵ھ) پھر ولید ثانی بن یزید بن عبد الملک (۱۲۵ - ۱۲۶ھ) پھر یزید بن ولید اول (۱۲۶ھ) پھر ابراہیم بن ولید اول (۱۲۶ - ۱۲۷ھ) اور آخر میں مروان بن محمدؒ مروان جسے مروان الحمار کہتے تھے تخت نشین ہوا۔ ابو مسلم خراسانی کے حملوں نے اس کی کمر توڑ دی اور حالتِ فرار میں قتل (۱۳۲ھ) ہوا۔ اس کے بعد عباسی دور شروع ہوا۔ [2] عبد الملک بن مروان کا ایک حاکم۔ جسے پہلے عبد اللہ بن زبیرؓ (مکہ) کے خلاف بھیجا۔ اس نے مکے کا محاصرہ کرکے کعبے پر بھی پتھر برسائے۔ اور ابنِ زبیرؓ کا سر کاٹ ڈالا۔ یہ ۷۳ھ کا واقعہ ہے۔ اس کے بعد عبد اللہ بن ہیزم امیرِ خراسان کو شکست دی۔ پھر عراق کا گورنر مقرر ہوا۔ عبد الرحمان بن محمد (جو عراق کے ارد گرد خلیفہ بن بیٹھا تھا) کو شکست دی۔ دجلہ پر الواسط شہر کی بنا ڈالی۔ چوّن برس کی عمر میں ۹۵ھ کو فوت ہوا۔ اس نے اپنی زندگی میں ایک لاکھ بیس ہزار آدمی قتل کیے [3] فرات کا ایک یہودی طبیب تھا جو جوانی میں حجاج اور پھر عیسیٰ بن موسیٰ کا معالج خاص رہا۔ [4] عیسیٰ بن موسیٰ عباسی عہدِ منصور (۱۳۶ - ۱۵۸ھ) میں ولی عہد تھا۔ لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔

توفیق بن محمد بن الحسین بن عبداللہ بن محمد ابو محمد

ممالک غربی کا ایک منجم۔ ادیب و مہندس جو دمشق میں آکر آباد ہوگیا۔ اور یہاں ایسے شاگرد پیدا کیے جو اُستاد کے علم و فہم کے مداح تھے۔ محمد بن نصر بن صغیر (ایک نسخے میں سعیر۔ دوسرے میں صغر اور تیسرے میں صقیر لکھا ہوا ہے) القیسرانی الشاعر بھی اس کا شاگرد تھا۔ اس کی وفات، دمشق میں ۵۱۶ھ کو ہوئی۔

التمیمی المقدسی الطبیب

اس کا پورا نام محمد بن احمد بن سعید تھا۔ چوں کہ اس کا نسبی نام (التمیمی) اصلی نام سے زیادہ مشہور تھا اس لیے میں نے اس کا حرف التا کے ضمن میں ذکر کیا۔

اس کا دادا سعید بھی بیت المقدس کا مشہور طبیب تھا۔ اس نے طب کی ابتدائی تعلیم دادے سے حاصل کی اور پھر مختلف شہروں میں گھوم کر تعلیم کو مکمل کیا۔ اس کے معلومات طبّی از بس محکم و مفید تھے اور دواؤں کی تیاری میں اسے یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ تریاقِ فاروق میں چند مفردات بڑھا کر اسے کامل ترین دوا بنا ڈالا۔ تریاق پر اس کی چند تصانیف بھی ہیں۔ جن میں سے کچھ بڑی کچھ درمیانی اور کچھ چھوٹی ہیں۔ یہ حسن بن عبیداللہ بن طغج (یا طفج) کے دربار میں رہا کرتا تھا۔ جو اس وقت رملہ[۱] و دیگر ہمسایہ بلاد پر حکمران تھا۔ ان کو ایک دوسرے سے بڑی محبت تھی۔ طبیب نے امیر حسن کے لیے وہ لخلخے (ایک قسم کی خوش بو) اور معجونیں تیار کیں جو وباؤں کے رد کرنے کے لیے اکسیر کا حکم رکھتی تھیں۔

---

[۱] رملہ:۔ رملہ نام کے عجم میں پانچ مواضع ہیں۔ ان میں سے مشہور فلسطین کا رملہ ہے۔ اسی شہر میں ادریس رملی اور زکی بن زمیلی پیدا ہوئے تھے۔

یہاں سے یہ طبیب مصر میں چلا گیا۔ دولتِ علویہ[1] کا زمانہ تھا اور یعقوب بن کلّس مسندِ وزارت پر متمکن تھا۔ (یہ المعزّ و العزیز ہر دو کا وزیر رہا ہے) پہنچتے ہی یعقوب کا مصاحب بن گیا اور اس کی خاطر کئی جلدوں میں ایک کتاب لکھی جس کا نام تھا "مادۃ البقاء باصلاح فسادِ الہواء والتحرز من ضرر الادبار" یہ کتاب قاہرہ میں (معزّ کا زمانہ تھا) تیار کی۔ المعزّ کے ہاں دیارِ مغرب و مشرق سے اطبا آیا کرتے تھے۔ جن سے تمیمی کے مناظرے

---

[1] دولتِ علویہ و خلافتِ فاطمیہ مترادف ہیں۔ اس خاندان کا بانی عبیداللہ تھا جس نے ادارسہ کی مدد سے مراکش میں رسوخ پیدا کر لیا۔ اور خود مختاری کا اعلان کر کے ٹیونس کے پاس ایک شہر مہدیہ کو اپنا دارالخلافہ بنا لیا۔ ۳۵۶ھ میں سلاطین اخشیدیہ سے علویوں نے مصر چھین لیا اور ۳۸۱ھ میں ان کی سلطنت شام سے سواحلِ مراکش تک پھیل گئی۔ جب ۴۴۰ھ میں نازمنز نے مہدیہ و قیروان پر قبضہ کر لیا تو فاطمیوں نے قاہرہ کو پایۂ تخت بنا لیا۔ اس خاندان کو صلاح الدین ایوبی نے ۵۶۷ھ میں ختم کیا۔ خلفا کی فہرست یہ ہے:۔

نمبر شمار	سالِ جلوس ہجری	نام	نمبر شمار	سالِ جلوس ہجری	نام
۱	۲۹۷	مہدی ابو محمد عبیداللہ	۸	۴۲۷	مستنصر ابو تمیم
۲	۳۲۲	قائم ابوالقاسم محمد	۹	۴۸۷	مستعلی ابوالقاسم احمد
۳	۳۳۴	منصور ابوطاہر اسماعیل	۱۰	۴۹۵	منصور امیر ابوعلی
۴	۳۴۱	معزّ ابو تمیم معد	۱۱	۵۲۴	حافظ ابوالیمون عبدالمجید
۵	۳۶۵	عزیز ابو منصور نزار	۱۲	۵۴۴	ظافر ابوالمنصور اسماعیل
۶	۳۸۶	حاکم ابوعلی منصور	۱۳	۵۴۹	فائز ابوالقاسم علیسی
۷	۴۱۱	ظاہر ابوالحسن علی	۱۴	۵۵۵-۵۶۷	عاضد ابو محمد عبداللہ

(طبقاتِ سلاطین اسلام ص ۶۰-۶۱)

اور لمبی لمبی صحبتیں رہتی تھیں۔ تیمی ایک پُر انصاف مناظر تھا۔ خواہ مخواہ کسی کی تردید نہیں کرتا تھا، اور جب تردید کرتا تھا تو نہایت محکم دلائل کے ساتھ۔

سنہ ۳۷۰ھ کے قریب تیمی مصر میں موجود تھا۔

حرف الثاء

ثاوفرسطس الحکیم

ارسطو کا بھتیجا، شاگرد اور وصی جسے مرتے وقت ارسطو اپنی جایداد وغیرہ کا متولی بنا گیا تھا۔ اُستاد کی وفات کے بعد یہ دار التعلیم میں فرائضِ تدریس سرانجام دیتا رہا۔ عموماً چچا کی تصانیف پڑھاتا۔ بڑا عالم، فہیم و ذہین تھا۔ اس کی تصانیف بہت عالمانہ ہیں۔ چند ایک کے نام یہ ہیں:۔

(۱) کتاب الآثار العلویہ۔ ایک مقالہ (۲) کتاب الادب۔ ایک مقالہ

(۳) کتاب مابعد الطبیعہ۔ ایک مقالہ۔ جس کا ترجمہ یحیٰی بن عدی نے کیا۔

(۴) الحس والمحسوس۔ چار مقالے۔ مترجم ابراہیم بن بکوش العشاری۔

(۵) کتاب النبات۔ مترجم ابراہیم بن بکوش العشاری۔

(۶) کتاب قاطیغوریاس۔ اس کی نسبت ثاوفرسطس کی طرف درست نہیں۔

ثالیس الملطی

اپنے زمانے کا مشہور فلسفی جو پہلے فیثاغورس کی صحبت میں تھا۔ اور پھر اہلِ مصر سے طبیعیات و فلسفہ سیکھتا رہا۔ یہ پہلا فلسفی ہے جس نے وجودِ خالق کا انکار کیا تھا۔ یہ کہا کرتا تھا

کہ ایک اچھا خدا ان تمام مختلف چیزوں (خیر و شر۔ قبیح و جمیل۔ نور و ظلمت وغیرہ) کا خالق نہیں ہو سکتا۔ ہندستان[1] کے عوام بھی اسی طرح کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

ثامسطیوس

تصانیفِ ارسطوؔ کی تصانیف کے سلسلے میں ہم ذکر کر چکے ہیں کہ یہ حکیم اپنے زمانے کا مشہور فلسفی تھا۔ یہ لیولیانس مرتد (جس نے نصرانیت چھوڑ کر فلسفیوں کا مذہب قبول کر لیا تھا) کا کاتب تھا۔ جالینوس کے بعد ہوا۔ تفاسیر کے علاوہ جن کا ذکر تصانیفِ ارسطوؔ کے ذیل میں آچکا ہے، مندرجۂ ذیل کتب کا بھی مصنف تھا:۔

(۱) کتاب لیولیانس فی التدبیر (۲) کتاب الرسالۃ الی لیولیان الملک

ثاذوسیوس

یونان کا مشہور مہندس و ریاضی داں، جس کی تصانیف ان فنون پر کافی مشہور ہیں۔ اس کی ایک تصنیف کتاب الأکر اتنی عمدہ ہے کہ علما اسے المجسطی سے کم اور اقلیدس سے زیادہ مرتبہ دیتے ہیں۔

---

[1] ہندستان کے عوام کا کبھی یہ عقیدہ نہیں ہوا کہ موجودات کا کوئی خالق موجود نہیں۔ اگر چند ایسے آدمی کسی زمانے میں پیدا بھی ہوئے ہوں۔ تو انھیں عوام و جمہورِ ہند نہیں کہا جا سکتا۔ قدیم یونانیوں کی طرح ہندستان میں مختلف مظاہر کے لیے مختلف دیوتا (یا نائب خدا۔ یا ربُّ النوع) ملنے جاتے ہیں۔ مثلاً ہوا کے لیے وایو۔ آگ کے لیے اگنی۔ بارش کے لیے اندر۔ لیکن ان سب کو بڑے خدا کا ایجنٹ سمجھا جاتا ہے۔ اس عقیدے کا عدمِ باری کے عقیدے سے کوئی تعلق نہیں۔

ثاؤن

اسکندریہ کا مشہور مہندس جس کی تصانیف تمام دنیا میں پھیل چکی ہیں بطلی موس کے بعد ہوا۔ چند تصانیف کے نام یہ ہیں:۔ (۱) کتاب العمل بذات الحلق (۲) کتاب جداول زیج بطلی موس المعروف بالقانون المسیر۔ (۳) کتاب العمل بالاصطرلاب (۴) کتاب المدخل الی المجسطی

ثیوذوفروس

اسکندریہ کا رہنے والا مشہور ریاضی داں و مہندس جس کی چند تصانیف کے نام یہ ہیں:۔ (۱) کتاب الاکر۔ تین مقالے۔ (۲) کتاب المساکن۔ ایک مقالہ (۳) کتاب اللیل والنہار۔ دو مقالے۔

ثاذون الطبیب

اوائلِ اسلام میں حجاج بن یوسف کا طبیب رہا ہے۔ اس نے اپنے بیٹے کے لیے اصولِ طب مرتب کیے تھے۔ کہتے ہیں کہ حجاج نے ایک دن ثاذون سے پوچھا "مٹی کھانے کا علاج کیا ہے؟"۔ کہا "تم جیسے فرماں روا کی قوتِ ارادی"۔ حجاج کے دل میں یہ بات یوں اُتر گئی، کہ پھر زندگی بھر مٹی کھانے کا نام نہ لیا۔

ٹیناس

ایک یونانی خطیب جس نے فلسفہ، خطابت و مناظرہ میں کافی کمال پیدا کیا ہوا تھا۔ غراب[1] الصقلی کا شاگرد تھا۔ اس فلسفے کا مقصد صرف یہ تھا کہ مناظروں میں مقابل کو شکست دی جا سکے۔ اس حکیم نے غراب الصقلی کے ساتھ پہلے کچھ اجرت طے کی اور پھر اس سے یہ فن سیکھنا شروع کیا۔ کہتے ہیں کہ فنِ مناظرہ و خطابت میں کمال حاصل کرنے کے بعد اُستاد سے اس امر پر مناظرہ شروع کر دیا کہ تم اُجرت کے حق دار نہیں ہو۔ تفصیل حرف الغین غراب کے نیچے دیکھیے۔

ٹوسیوس (ٹوستیوس)

ایک مشہور یونانی شاعر جس نے فنِ شاعری کو اپنے علم و ہنر سے جِلا دی تھی۔ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے کسی محفل میں ٹوسیوس کو بُرا بھلا کہا۔ جب شاعر کو اس امر کا علم ہوا تو فوراً یونانی طرز میں کہنے لگا، ایک دفعہ ایک بندر اور ایک کتا اکٹھا سفر کر رہے تھے۔ راہ میں وحشی درندوں کا قبرستان آگیا۔ بندر کہنے لگا، آ بھائی کتے! ذرا اِن مُردوں کے لیے دُعا کرتے جائیں۔ کتے نے پوچھا، میاں بندر! تمھارا اور ان درندوں کا کیا رشتہ؟ بندر کہنے لگا۔ واہ تمھیں اتنا بھی معلوم نہیں کہ یہ سب کے سب بابدولت کے غلام تھے۔ کُتا کہنے لگا ممکن ہے کہ ایسا ہی ہو۔ کاش ان میں سے کوئی زندہ ہوتا، اور حضورِ والا اس کے سامنے یہ ارشاد فرماتے۔

---

[1] غراب الخطیب الصقلی۔ حالات حرف الغین میں۔

توفیل بن ثوما النصرانی المنجّم الرہاوی (ایک نسخے میں الزہادی)

خلیفۂ مہدی کا رئیس المنجمین، جس نے مشاہداتِ فلکی کو نہایت صحت سے قلم بند کیا۔ تقریباً نوّے برس کی عمر پائی۔

ثابت بن سنان بن ثابت بن قرۃ

المطیع لللہ اور الاقطع[1] احمد بن بویہ ابوالحسن کے زمانے میں تھا اور جب تک خلیفہ الراضی زندہ رہا ثابت اس کے دربار میں رہا۔ ثابت فنِ طب کا ماہر اور اس کے اصول وفروع پر پوری طرح حاوی تھا۔ شفاخانۂ بغداد کا طبیبِ اعلیٰ رہا ہے۔ ہلال بن المحسن بن ابراہیم الصابیؔ[2] (جو ایک فصیح منشی تھا) کا ماموں تھا۔ اس کی تصنیف یعنی کتاب التاریخ۔ جس میں ۲۹۰ھ سے ۳۶۳ھ تک کے حالات درج ہیں، دنیا بھر میں وسعت معلومات کے لحاظ سے لاجواب ہے۔ اس تاریخ پر ہلال بن المحسن کے حواشی بھی موجود ہیں۔ اگر یہ ماموں بھانجے نہ ہوتے تو اس زمانے کے اکثر تاریخی واقعات ضائع ہو جاتے۔

---

[1] الاقطع معز الدولہ ابوالحسن احمد بن بویہ (۳۵۶ - ۳۲۰ھ) آلِ بویہ کا ایک فرماں روا۔ طبقاتِ سلاطین اسلام میں ابوالحسین احمد درج ہے۔

[2] ہلال بن محسن بن ابراہیم الصابی کتاب التاریخ کا مصنف، یحییٰ بن سہل وابن بطلان کا دوست تھا۔ ابن بطلان نے ہلال کو حلب۔ تکریت۔ انطاکیہ وغیرہ کے حالات کتاب التاریخ میں درج کرنے کے لیے لکھ بھیجے تھے۔ (ملاحظہ ہو حرف المیم المختار کی ذیل میں) ابن سہل کی بیان کردہ حکایات کافی تعداد میں درج کتاب ہیں۔ ہلال کی وفات ۴۴۸ھ میں ہوئی۔ ہلال کی بیماری کا ایک دل چسپ قصہ ابوالحسن بن سنان (باب الکنیٰ) کے حالات میں دیکھیے۔

اگر آپ تاریخ کے مفصّل و مسلسل واقعات کا مطالعہ کرنا چاہتے ہوں تو ابو جعفر طبری[۵۱] کی تاریخ پڑھیے۔ یہ تاریخ آغازِ عالم سے ۳۰۹ھ تک کے واقعات بتلاتی ہے۔ پھر احمد[۵۲] (ایک نسخے میں ابن احمد) بن ابی طاہر اور اس کے بیٹے عبید اللہ کی کتاب دیکھیے۔ اس میں آپ کو دولتِ عباسیہ کا مفصّل ذکر ملے گا (طبری نے خلافتِ عباسیہ کا ذکر نہایت اختصار سے کیا ہے) یہ کتاب بھی تقریباً ۳۰۹-۱۰ھ تک کے واقعات پر مشتمل ہے۔ اس کے بعد ثابت کی تاریخ ملاحظہ فرمائیے۔ اس نے طبری کے بعض سنین (جمع سنہ = سال) درج کرنے کے بعد ۳۶۳ھ تک کے واقعات بیان کر دیے ہیں۔ اس کے بعد فرغانی[۵۳] کی کتاب پڑھیے جو تاریخِ طبری کے حاشیے پر درج ہے۔ اس نے بعض واقعات ثابت سے بھی زیادہ مفصّل بیان کیے ہیں۔

---

۵۱ ابو جعفر محمد بن جریر الطبری (۸۳۸-۹۲۲ء) نے بغداد، مصر، شام وغیرہ کے سفر کے بعد تاریخ الملوک والرسل لکھی جس میں روایات بہ حوالۂ راویان بیان ہوئی ہیں۔ کتاب نہایت قیمتی معلومات سے لبریز ہے۔ طبری کی دوسری مشہور کتاب تفسیر القرآن ہے۔ طبری المتوکل عباسی کے وزیر عبداللہ بن یحییٰ کے لڑکے کا اتالیق بھی رہا ہے۔

۵۲ ابو الفدا احمد بن ابی طاہر طیفور کی ولادت بہ مقام بغداد ۲۰۴ھ میں ہوئی۔ طیفور کے آبا و اجداد خراسان سے بغداد میں آئے تھے۔ یہ پینتالیس کتابوں کا مصنف ہے جن میں سے مشہور سرقات الشعرا، تاریخ بغداد اور کتاب المنثور والمنظوم ہیں۔ تاریخِ بغداد کی چھٹی جلد کے سوا جو برٹش میوزیم میں محفوظ ہے، باقی تمام تصانیف گم ہو چکی ہیں۔ ان کی وفات ۲۸۰ھ میں ہوئی۔ (انسائیکلوپیڈیا آف اسلام)

۵۳ احمد بن محمد بن کثیر الفرغانی، مامون کے عہد میں زندہ تھا۔ یہ مؤرّخ بھی تھا اور منجّم بھی۔ اس نے فنِ نجوم کی ایک کتاب کا مقدمہ لکھا تھا۔ یہ کتاب ۱۶۶۹ء میں امسٹرڈم میں بہ مع حواشی طبع ہوئی۔ (قاموس المشاہیر صہ ۱۲۳)

پھر ہلال بن المحسن بن ابراہیم الصابیٔ کی کتاب کا مطالعہ کیجیے۔ اس نے اپنے ماموں ثابت کے درج کردہ حالات کو بیان کرنے کے بعد ۴۴۷ھ تک کے واقعات درج کردیے ہیں۔ چوں کہ ہلال منشی لگا ہوا تھا، اور ہر روز سیکڑوں واقعات اس کے قلم سے نکل جاتے تھے، اس لیے اس کی کتاب میں بعض ایسی تفاصیل اور سلطنتوں کے وہ مخفی راز ملتے ہیں جو اور کہیں سے دست یاب نہیں ہو سکتے۔ یہ خود بھی منشی تھا۔ اور اس کا دادا (ابراہیم الصابیٔ) بھی وقائع نگار تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی معلومات دیگر مورخین سے بہت وسیع ہیں۔

ان کتابوں کے بعد غرس النعمۃ محمد بن ہلال بن المحسن بن ابراہیم الصابیٔ کی کتاب دیکھیے، جس میں تقریباً ۴۷۶ھ تک کے واقعات درج ہیں۔ اس نے کسی رُکاوٹ کی وجہ سے کتاب کو نامکمل چھوڑ دیا۔ ورنہ اگر چاہتا تو چند اور سالوں کے واقعات بھی لکھ جاتا۔ اس کے بعد ابن الہمدانی آیا جو ۵۱۲ھ تک کے واقعات لکھ گیا۔ ان میں ابوالحسن بن الزاغونی نے ۵۱۰ھ تک کے واقعات کا اضافہ کیا۔ چوں کہ ابن الزاغونی اس فن کا آدمی نہ تھا۔ اس لیے اس کی کتاب مقبول نہ ہوئی۔ اس کے بعد العفیف صدقۃ الحدّاد نے سلسلۂ واقعات کو تقریباً ۵۷۰ھ تک پہنچایا۔ ابن الجوزی[1] نے تقریباً دس سال کا اضافہ کیا۔ اور ابن القادسی نے ۶۱۶ھ تک کے واقعات قلم بند کر ڈالے۔

بہ قولِ ہلال بن المحسن (ثابت کا بھانجا) ثابت کی وفات ۱۱ ذی القعد ۳۶۵ھ کو ہوئی۔

---

[1] ابن الجوزی (وفات ۵۹۷ھ = ۱۲۰۰ء)

ثابت بن ابراہیم بن زہرون الحرانی الصابئ ابوالحسن

یہ ابواسحق ابراہیم بن ہلال الصابئ الکاتب کا چچا تھا۔ بغداد میں رہا کرتا تھا۔ بہ حیثیتِ طبیب کافی شہرت کا مالک تھا لیکن دوسروں کو فائدہ پہنچانے میں بُخل سے کام لیتا تھا۔ اس کی چند تصانیف کے نام یہ ہیں :-

(۱) اصلاح مقالات من کتاب یوحنا بن سرافیون -

(۲) کتاب جوابات مسائل سُئل عنہا -

ابوالحسن ہلال بن المحسن کہتا ہے کہ ایک دفعہ عزّالدولہ بختیار بن معزّالدولہ احمد بن بویہ کا وزیر ابن بقیۃ سخت بیمار ہوگیا۔ مرض کا تعلق خون سے تھا اور کافی تیز و گرم تھا۔ بیماری کے دوسرے دن وزیر کی فصد کھولی گئی۔ اسی شام کو پاگل ہوگیا اور بیل کی طرح ڈکارنا شروع کر دیا۔ کھانا، پینا، سوال و جواب سب متروک۔ مُنہ سے جھاگ بہنے لگی۔ سانس اُکھڑ گئی۔ تنفّس تقریباً رُک گیا۔ مُنہ کھنچ گیا، اور موت کے تمام آثار ہویدا ہو گئے۔ جب عزّالدولہ کو خبر پہنچی تو عیادت کے لیے آیا۔ یہ حال دیکھ کر فوراً ابوالحسن ثابت بن ابراہیم الصابئ الحرانی اور دیگر اطباّے بغداد کو طلب کیا۔ رات بھر سوچتے اور مریض کو دیکھتے رہے لیکن کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکے۔ ہر سُو یاس ہی یاس تھی کہ اتنے میں ابوالحسن ثابت نے دوبارہ فصد کھولنے کا مشورہ دیا۔ لیکن دوسرے طبیبوں نے اس کے خلاف رائے دی۔ ثابت پوچھنے لگا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اگر فصد کھولی گئی تو مر جائے گا اور یوں بچ رہے گا؟ سب نے جواب دیا کہ بچنا تو محال نظر آتا ہے۔ عزّالدولہ کہنے لگا کہ جب فصد کے بغیر کوئی صورت نظر نہیں آتی تو پھر ہچکچانے کے کیا معنی؟ ابھی فصد کھول دو۔ چناں چہ حکم کی تعمیل ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وزیر کی بے چینی رفع ہوگئی۔ وہ بے کلی جاتی رہی اور وزیر اچھا بھلا ہوگیا، لیکن بول نہ سکتا تھا۔ چوتھے دن قوتِ گویائی بھی عود کر آئی اور حسبِ دستور

قصرِ شاہی کی طرف نہایت شان سے روانہ ہوا۔ طبیب نے اسے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ فلاں روز تم شاہی محل کی طرف پوری صحت کے بعد سوار ہوکر جاؤ گے۔ چناں چہ ایسا ہی ہوا۔ عزّ الدولہ اور ابن بقیہ ہر دو نے طبیب کو بے شمار دولت بہ طور انعام دی۔

ابو علی بن مکنجا النصرانی الکاتب کہتا ہے کہ جب ۳۶۷ھ میں عضد الدولہ مدینۃ السلام (بغداد) میں بہ معیتِ ابومنصور نصر بن ہارون وارد ہوا تو ابومنصور نے مجھے بُلاکر پوچھا کہ آج کل بغداد میں سب سے اچھا طبیب کون ہے؟ تاکہ اسے بُلاکر عضد الدولہ کا معائنہ کرایا جائے اور پوچھا جائے آیا بغداد کی آب و ہوا اسے موافق ہے یا مخالف وغیرہ وغیرہ۔ میں مشورے کے لیے عبدیشوع الجاثلیق کے پاس گیا۔ وہ کہنے لگا بغداد کے تمام طبیب نالائق ہیں۔ ہاں ابوالحسن الحرّانی[۱] اپنا جواب نہیں رکھتا۔ فیروز طبیب (ایک نسخے میں فہروز) کم علم ہے۔ اور ابوالحسن صدیقی بھی کچھ ایسا ویسا ہی ہے۔ بہر حال میں ابوالحسن سے مل کر بات کروں گا کہ آیا وہ عضد الدولہ کی ملازمت کے لیے تیار ہے یا نہیں۔ جب ان کی ملاقات ہوئی، اور تمام ماجرا بیان کیا تو ابوالحسن ملازمت کے لیے تیار ہوگیا لیکن اس شرط پر کہ اسے عضد الدولہ کے مکمل حالات (کھانا۔ پینا وغیرہ) سے پوری طرح آگاہ کیا جائے۔

ابوالحسن عضد الدولہ کے ہاں گیا۔ پہلے اس کی صورت دیکھی، آب و خورش کی کیفیت پوچھی، اس کے بعد فرّاش خاص سے عضد الدولہ کے پرائیویٹ حالات دریافت کیے اور اس کام پر تین دن صرف کر دیے۔

چند دن تک تو بادشاہ کا معائنہ کرتا رہا۔ اس کے بعد دفعتاً آنا جانا بند کر دیا۔ جاثلیق کو خبر پہنچی تو اس نے ترکِ خدمت پر پہلے تو کچھ ڈانٹ ڈپٹ کی، اور پھر وجہ پوچھی۔ ابوالحسن وجہ بتلانے سے کتراتا تھا اور جاثلیق بہت مُصر تھا۔ آخر کہنے لگا۔ میں وجہ بتلاتا تو ہوں لیکن اگر تم نے عضد الدولہ سے سب کچھ کہہ دیا تو میں صاف مُکر جاؤں گا، اور کہوں گا کہ

---

[۱] ثابت بن ابراہیم بن زہرون الحرّانی ابوالحسن۔

حضور! یہ مفسد اپنی طرف سے گھڑ کر پیش کر رہا۔ وعدہ وعید کے بعد ابوالحسن کہنے لگا کہ عضد الدولہ رات کا اکثر حصّہ بیداری میں گزارتا ہے۔ امورِ سلطنت میں بے حد منہمک رہتا ہے۔ کھانے پینے اور مجامعت میں اسراف کرتا ہے۔ اگر یہ کسی وقت بغداد میں پورے ایک سال رہا تو عقل کھو بیٹھے گا اور تمام الزام مجھ پر آئے گا۔ ان حالات میں کنارہ کشی بہتر تھی۔

جاثلیق نے یہ راز مخفی رکھا۔ اور جب عضد الدولہ دوسری بار عراق میں آیا تو واقعی پاگل ہو گیا۔

ابوالحسن[1] بن ابی الفرج بن ابی الحسن بن سنان کہتا ہے کہ ابوالحسن اپنے زمانے کا بہترین طبیب تھا، اور گزشتہ بڑے بڑے اطبا سے کسی طرح کم نہ تھا۔ ابوالحسن بن ابوالفرج مندرجۂ ذیل حکایت سناتا ہے:۔

"مجھے والد نے یہ بات سنائی، اور والد کو میرے دادا ابوالحسن نے بتلایا کہ ایک دن میں اور ابوالحسن الحرّانی ابو محمد[2] المہلبی الوزیر کے گھر بیٹھے تھے کہ ابوعبداللہ بن الحجّاج الشاعر نے الحرّانی کی طرف نبض دکھلانے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ الحرّانی نے نبض دیکھ کر کہا۔ آج تم نے کوئی غلیظ غذا بہت زیادہ کھائی ہے۔ تم نے غالباً پھٹا ہوا دودھ بچھڑے کے گوشت کے بعد پیا ہے۔ شاعر نے جب تصدیق کی تو حاضرین دنگ ہو کر رہ گئے۔

اس کے بعد ابوالعبّاس بن المنجّم نے ہاتھ آگے بڑھایا۔ نبض دیکھ کر کہنے لگا کہ آپ ٹھنڈی چیزیں بہت کھاتے ہیں اور آج پورے گیارہ انار کھائے ہیں۔ ابوالعباس کہنے لگا یہ طب نہیں نبوّت ہے۔ میں

---

[1] ابوالحسن بن سنان کا پوتا۔ حالات باب الکنی میں۔

[2] ابو محمد الحسن بن محمد المہلبی معز الدولہ دیلمی کا وزیر تھا۔ سلسلۂ نسب مہلب بن ابی صفرہ سے ملتا ہے۔ ۳۳۹ھ میں وزیر بنا اور ۳۵۲ھ میں وفات پائی (وفیات الاعیان لابن خلکان)

خود بھی بے حد حیران ہوا۔ وزیر نے ہمیں اندر بلا بھیجا اور کہا۔ بھائی یہ معجزات دکھا رہے ہو یا طبابت کر رہے ہو۔ وزیر ابوالحسن کی چند منٹ تک گفتگو رہی، اس کے بعد باہر آئے تو میں نے پوچھا۔ بھائی ابوالحسن! فنِ طب کے تمام اصول و فروع سے تو میں بھی آشنا ہوں لیکن طب کی کسی بات میں یہ لکھا نہیں دیکھا کہ اگر کوئی شخص کوئی چیز کھائے۔ تو اس کا نام، وزن و تعداد تک بتائی جا سکتی ہے۔ خدا کے لیے بتاؤ یہ کیا معاملہ ہے۔ اور تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ شاعر نے بچھڑے کا گوشت کھایا تھا۔ اور گائے یا بیل کا نہیں کھایا تھا۔ اور کہ انار گیارہ ہی تھے دس نہ تھے۔

الحرّانی کہنے لگا کہ یہ چیزیں پہلے میرے دل میں آتی ہیں پھر انھیں زبان ادا کر دیتی ہے۔ فنِ طب کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ میں نے کہا آپ درست فرماتے ہیں۔ ذرا چلیے آپ کی تاریخ پیدائش و جنم پتری دیکھیں۔ جنم پتری پر جو نگاہ پڑی تو کیا دیکھتا ہوں کہ سہم الغیب اور سہم السعادۃ جیسے زبردست ستارے مشتری کے درجے میں پڑے ہوئے ہیں۔ بس مجھے یقین ہو گیا کہ الحرّانی نہیں بولتا بلکہ یہ ستارے بول رہے ہیں۔ اور اس کی فراست و ذہانت کی وجہ یہ ستارے ہیں"۔

المحسن بن ابراہیم الصابئی کہتا ہے کہ ایک دفعہ مجھ پر بخار نے دفعتاً حملہ کر دیا۔ جب چچا جان (ابوالحسن الحرّانی) عیادت کو آئے اور نبض دیکھی تو کچھ کہے بِن چل دیے۔ حضرتِ والد (ابراہیم) نے پوچھا، اتنا تو بتاتے جایئے کہ کس طرح کا بخار ہے۔ فرمانے لگے۔ یہ راز کی بات ہے، آج نہیں بتاؤں گا، ہاں پچاس دن کے بعد کچھ عرض کروں گا۔ اللہ کی قسم وہ بخار ۵۳ دن تک مسلسل رہا۔

ابوالحسن کی پیدایش بہ مقامِ رقّہ[1] شبِ جمعرات (ذی القعدہ کے آخری دو دنوں میں یہ جمعرات وارد ہوئی تھی) ۲۸۳ھ کو ہوئی۔ اور وفات جمعے کی شام۔ (ماہِ شوال کے ابھی گیارہ دن باقی تھے) ۳۶۹ھ کو بغداد میں واقع ہوئی۔

ثابت بن قرّۃ

پورا نسبی نام ثابت بن قرّۃ بن کرایا بن ابراہیم بن کرایا بن ماریوس بن سالا مانس (ایک نسخے میں میلا مانس) ابوالحسن الحرّانی الصابیٔ۔ اصلی وطن حرّان۔ بعد میں بغداد چلا گیا، اور وہیں رہایش اختیار کرلی۔ فلسفے سے خاص لگاؤ رکھتا تھا۔ المعتضد کے زمانے میں تھا۔ مختلف فنون مثلاً منطق، حساب، علم ہندسہ و علم الافلاک وغیرہ پر کافی کتابیں لکھیں۔ اس کی تصنیف کتاب مدخل الی۔ کتاب اقلیدس بہت عمدہ کتاب ہے۔ اس کی تصنیف کتاب مدخل الی المنطق دراصل کتاب الارشماطیقی کا ترجمہ ہے۔ اس نے کتاب حیلۃ البرء کا اختصار بھی لکھا ہے۔

ثابت بہ مقام حرّان ۲۲۱ھ کو پیدا ہوا۔ پیشے کے لحاظ سے صرّاف تھا۔ جب محمد بن موسیٰ بن شاکر بلادِ روم سے واپس آیا تو ثابت سے دوستی گانٹھ لی، اس لیے کہ ثابت بڑا فصیح البیان آدمی تھا۔ بعض مورخین کہتے ہیں کہ ثابت حصولِ علم کے لیے محمد بن موسیٰ کے گھر جایا کرتا تھا۔ چوں کہ محمد، ثابت کا استاد بن چکا تھا، اس لیے اُستادی نباہنی پڑگئی۔ وہ یوں کہ ثابت کو المعتضد کے منجموں میں داخل کرادیا۔ ثابت نے اپنے رسوخ سے یوں

---

[1] رقّہ مختلف شہروں کا نام رہا ہے۔ مثلاً ایک رقّہ فرات کے کنارے پر۔ دوسرا بغداد کے مغرب میں اور تیسرا اسفل بغداد میں تقریباً ایک فرسنگ دور۔ یہاں اوّل الذکر رقّہ مُراد ہے۔ جو شام کے شمال میں حلب سے ۱۰۵ میل مشرق میں ہے۔ یہاں سے صفین کا گانو، جہاں علیؓ و معاویہؓ کی جنگ ہوئی تھی، صرف چند میل دور ہے۔

فائدہ اٹھایا کہ سرزمینِ عراق میں صابیوں کی ایک چھوٹی سی ریاست تسلیم کرالی جس سے ان لوگوں کی مالی حالت درست ہو گئی۔ ثابت کے تعلقات المعتضد سے نہایت دوستانہ تھے، یہاں تک کہ خلیفہ کے سامنے بیٹھ جاتا تھا اور ایک دوسرے سے خوب مخول کرتے تھے۔

تصانیف ابو علی الحسن بن ابراہیم بن ہلال الصابیؔ نے بڑی محنت سے ثابت بن قرۃ کی تمام تصانیف کی ایک فہرست تیار کی ہے جس میں ثابت کا شجرۂ نسب بھی دیا ہوا ہے۔ وہ فہرست یہ ہے:-

(۱) کتاب فی سکون بین حرکتی الشریان ۔ دو مقالے ۔ یہ کتاب کندی کے رد پر مشتمل ہے۔ یہ دراصل سریانی زبان میں تھی۔ ثابت کے ایک شاگرد عیسےٰ بن اسید النصرانی نے عربی میں منتقل کی اور ثابت نے اصلاح کی۔ بعض علما کا خیال یہ ہے کہ اس کتاب کا مترجم حُبیش[1] بن الحسن الاعسم تھا۔ لیکن یہ خیال درست نہیں۔

ثابت کی وفات کے بعد ابو[2] احمد الحسین بن اسحٰق المعروف بابن کرنیب نے اس کتاب کا رد لکھا جس میں کوئی خاص بات پیدا نہیں کی۔

تکمیل کے بعد ثابت نے یہ کتاب اسحاق بن حُنین کے پاس بھیجی اسحاق نے بہت تعریف کی اور کتاب کے آخر میں ایک تقریظ بھی لکھی۔

(۲) کتابہ فی شرح السماع الطبیعی (۳) کتابہ فی قطوع الاسطوانۃ وبسیطہا

(۴) کتابہ فی السبب الذی لہ جُعلت میاہ الارض مالحۃ۔

(۵) کتابہ فی اختصار کتاب جالی نوس فی الاغذیۃ ۔ تین مقالے

---

[1] ایک نسخے میں جیش بن الحسن الاعسم دیا ہوا ہے (MÜNCH ۴۴۰ WIEN 1062) حُبیش حُنین بن اسحاق (وفات ۲۶۰ھ) کے شاگردوں میں سے تھا

[2] ابن کرنیب بغداد کا مشہور فلسفی تھا۔ حالات آگے آئیں گے۔

(۶) کتاب فی انّ الخطین المستقیمین اذا خرجا علی اقل من زاویتین قائمتین التقیا فی جہۃ خروجہا۔ (۷) ایک اور کتاب اسی مضمون (نمبر ۶) پر

(۸) کتابہٗ فی استخراج المسائل الہندسیۃ (۹) کتابہ فی المربع وقطرہ

(۱۰) کتاب فیما یظہر فی القمر من آثار الکسوف وعلاماتہ

(۱۱) کتابہٗ فی علۃ کسوف الشمس والقمر۔ یہ کتاب مکمل کرنے سے پہلے وفات ہوگئی۔ اس زمانے کے چند علمانے اس کی تکمیل کرنی چاہی لیکن نہ کرسکے۔

(۱۲) جواب لہٗ عن کتاب احمد بن الطیب الیہ۔

(۱۳) کتاب الی ابن سنان فی الحثّ علیٰ تعلم الطب والحکمۃ۔

(۱۴) جوابان عن کتابیٔ محمد بن موسیٰ بن شاکر الیہ فی امر الزمان۔

(۱۵) کتابہٗ فی المسائل المشوقۃ (۱۶) کتابہٗ فی انّ سبیل الاثقال التی تعلق علی عمودٍ واحدٍ مفصّلۃً علیٰ سبیلہا اذا جعلت ثقلاً واحداً مبثوثاً فی جمیع العمود علیٰ تساوٍ۔

(۱۷) کتابہٗ فی مساحۃ الاشکال المسطحۃ وسائر البسط والاشکال المجسمۃ۔

(۱۸) کتابہٗ فی طبائع الکواکب وتاثیراتہا۔

(۱۹) مختصرہٗ فی الاصول من علم الاخلاق (۲۰) کتابہ فی مسائل الطبیب العلیل

(۲۱) کتابہٗ فی سبب خلق الجبال (۲۲) کتابہٗ فی ابطاء الحرکۃ فی فلک البروج وسرعتہا وتوسطہا۔ (۲۳) تین کتابیں المجسطی پر، جن میں سے ایک مکمل نہ کرسکا۔ اور یہی سب سے بڑی تھی۔

(۲۴) کتابہٗ فی الاعداد المتحابۃ (۲۵) کتابہٗ فی آلات الساعۃ التی تسمّی رُخامات

(۲۶) کتابہٗ فی عمل شکل مجسم ذی اربع عشرۃ قاعدۃ تحیط بہ کرۃ معلومۃ۔

(۲۷) کتابہٗ فی ایضاح الوجہ الذی ذکر بطلیموس انّہٗ بہ استخرج من تقدمہ مسیرات القمر الدوریۃ وہی المستویۃ۔

(٢٨) کتابہ فی صفة (ایک نسخے میں صنعتہ) استواء الوزن واختلافہ وشرائط ذالک ۔
(٢٩) کتابہ فیما سألہ ابوالحسن علی بن یحییٰ المنجم[1] من ابواب علم الموسیقی ۔
(٣٠) جوامع عملہا لکتاب نیقوماخس فی الارثماطیقی ۔ دو مقالے ۔
(٣١) مقالة فی الموسیقی ۔ (٣٢) اشکال لہ فی الحیل ۔
(٣٣) جوامع عملہا للمقالة الاولیٰ من الاربع لبطلیموس ۔
(٣٤) جوامع عملہا لباریر مینیاس ۔ (٣٥) جاباتہ عن مسائل سألہ عنہا ابوسہل النوبختی ۔
(٣٦) کتابہ فی قطع المخروط المکافی (٣٧) کتابہ فی مساحة الاجسام المتکافئة ۔
(٣٨) کتابہ فی مراتب قرأة العلوم (٣٩) کتابہ فی سنة الشمس
(٤٠) کتاب فی رویة الاہلة بالجنوب (٤١) کتاب فی رویة الاہلة من الجداول ۔
(٤٢) کتابہ فی العمل بالکرة (٤٣) کتاب فی اختصار ایام البحران لجالی نوس
تین مقالے
(٤٤) کتاب فی النبض (٤٥) مختصر لہ فی الاسطقسات لجالی نوس ۔
(٤٦) کتاب فی اختلاف الطول
(٤٧) کتاب فی اشکال طرق الخطوط التی یمر علیہا ظل المقیاس
(٤٨) کتاب فی الشکل الملقب بالقطاع (٤٩) مقالة فی الہندسة الفہا لاسمٰعیل
بن بلبل (٥٠) کتاب فی وجع المفاصل والنقرس ۔
(٥١) کتاب فی صفة کون الجنین (٥٢) کتاب فی المولودین لسبعة اشہر ۔
(٥٣) جوامع عملہا لکتاب بقراط فی الاہویة والمیاہ والبلدان
(٥٤) کتاب فی البیاض الذی یظہر فی البدن (٥٥) کتاب فی العروض ۔
(٥٦) جوامع عملہا لکتاب جالی نوس فی الذبول والادویة المنقیة.......

---

[1] برلن کے دو نسخوں میں ابن المنجم درج ہے۔ (برلن نمبر ٥٠١٠ و نمبر ٦٠٨٦)

(۵۷) کتاب فی الکرۃ (۵۸) جوامع علمہا لکتاب جالی نوس فی الاعضاء الالمۃ
(۵۹) کتاب فی اوجاع الکلی والمثانۃ واوجاع الحصی (۶۰) کتاب فی جوامع انالوطیقا الاول۔
(۶۱) منطق پر تین مختصر کتابیں (۶۲) مقالۃ فی اختیار وقت لسقوط النطفۃ۔
(۶۳) ما وُجد فی کتابہ فی النفس (۶۴) کتاب فی التصرّف فی اشکال القیاس
(۶۵) کتاب فی ما اغفلہ ثاؤن فی حساب کسوف الشمس والقمر۔
(۶۶) مقالۃ فی حساب کسوف الشمس والقمر (۶۷) کتاب فی الانواء
(۶۸) کتاب فی الطریق الی اکتساب الفضیلۃ (۶۹) کتاب فی النسبۃ المؤلفۃ
(۷۰) رسالۃ فی العدد الوفق (ایک نسخے میں الفوق، دوسرے میں القوف دیا ہوا ہے)
(۷۱) مقالۃ فی تولّد النار بین حجرین (۷۲) مقالۃ فی النظر فی امر النفس -
(۷۳) کتاب فی العمل بالممتحن (ایک نسخے میں بالمنجمین ہے) وترجمۃ ما استدرکہ عسلی
حبش فی الممتحن (۷۴) کتاب فی مساحۃ قطع الخطوط (۷۵) کتاب فی آلۃ الزمر۔
(۷۶) جوامع علمہا لجالی نوس فی الادویۃ المفردۃ -
(۷۷) کئی کتابیں شاہداتِ فلکی پر سریانی و عربی ہر دو زبانوں میں -
(۷۸) کتاب فی تشریح بعض الطیور (۷۹) کتاب فی اجناس ما تنقسم الیہ الادویۃ -
(۸۰) کتاب فی اجناس ما توزن بہ الادویہ (۸۱) کتاب فی ہجاءِ السریانی واعرابہ من العربی۔
(۸۲) مقالۃ فی تصحیح مسائل الجبر بالبراہین الہندسیۃ (۸۳) کتاب فی الصُفار وصنافہٖ وعلاجہ
(۸۴) اصلاحہ للمقالۃ الاُولیٰ من کتاب ابلونیوس فی قطع النسبۃ المحدّدہ۔ دو مقالے -
پہلے مقالے کی تو ثابت نے خوب تفسیر و تشریح کی -اور بہت عمدہ اصلاح بھی کی لیکن
دوسرے مقالے کی اصلاح نہ کر سکا اس لیے سمجھ میں نہیں آتا۔
(۸۵) اسحٰق بن حُنین نے المجسطی کو عربی میں منتقل کیا تھا۔ ثابت نے اس کی نہایت عمدہ
اصلاح کی۔ اور اس کتاب کا ایک عمدہ، اعلا واضح ومشرح نسخہ تیار کیا جو ثابت

ہی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہمارے پاس موجود ہے۔

(۸۶) المجسطی کا اختصار لکھا۔ اور تیرھویں مقالے کو جوں کا توں رہنے دیا۔ کسی نے وجہ پوچھی تو کہا کہ اس مقالے کا اختصار ناممکن تھا۔

(۸۷) المجسطی کے پہلے دو مقالوں کی شرح لکھی۔ جسے بعض معاصرین نے اپنی طرف منسوب کر لیا ہے

(۸۸) اقلیدس کا عربی میں ترجمہ کیا۔ نیز دو دفعہ اصلاح کی۔ دوسری اصلاح پہلی سے بدرجہا اچھی ہے۔

(۸۹) اقلیدس کے چودھویں و پندرھویں مقالے کی شرح لکھی (الحسن بن ابراہیم الصابی نے جو نسخہ تیار کیا تھا۔ اس میں اس امر کا ذکر تھا)

(۹۰) علم نجوم و ہندسہ پر چند مختصرات، جو ثابت نے محمد بن موسیٰ بن شاکر کی اولاد کے لیے لکھی تھیں۔ یہ مختصرات بہ مع ترجمۂ ثابت خود ثابت کے قلم سے لکھی ہوئی دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔

(۹۱) جوابات۔ دو جزو۔ اُن سوالات کے جواب جو المعتضد نے پوچھے تھے۔

(۹۲) رسالۃ فی عددِ البقارطہ۔ (۹۳) کلام فی السیاستہ جس کا عربی میں ترجمہ ہو چکا ہے

(۹۴) جواب لہ عن سبب الخلاف بین زیج بطلی موس و بین الممتحن۔

(۹۵) اُن سوالات کے جوابات جو سند بن علی نے پوچھے تھے۔

(۹۶) رسالۃ فی حلِّ رموز کتاب السیاستہ لافلاطون۔

(۹۷) اختصارہٗ لقطاغوریاس و باریرمانیاس والقیاس۔

ثابت نے ایک زبان سے دوسری زبان میں کافی تراجم کیے ہیں جن سے ہر صاحبِ علم واقف ہے۔

ثابت کی طرف مندرجۂ ذیل دو کتب بھی منسوب ہیں ۱۔ ذخیرہ، یہ کتاب

عربی زبان میں ایک اہم کتاب ہے۔ دوم رسالۃ فی مذہب الصابئین، عربی میں نے ایک روز ابوالحسن ثابت بن سنان (ثابت بن قرہ کے پوتے) سے ان کتب کے متعلق پوچھا تو کہنے لگا۔ ان دو کتب کی نسبت ثابت بن قرہ کی طرف غلط ہے۔ اس کی فہرستِ تصانیف میں ان کا کہیں نام نہیں ملتا۔

ثابت نے سُریانی زبان میں بھی چند کتب اپنے مذہب کے متعلق لکھی ہیں مثلاً
(۹۸) رسالۃ فی الرسوم والفرائض والسُنَن (۹۹) رسالۃ فی تکفین الموتیٰ و دفنہم
(۱۰۰) رسالۃ فی اعتقادِ الصابئین (۱۰۱) رسالۃ فی الطہارۃ والنجاستہ۔
(۱۰۲) رسالۃ فی السبب الذی لاجلہ النخز الناس فی کلامہم
(۱۰۳) رسالۃ فیما یصلح من الحیوان للضحایا ومالا یصلح۔ (۱۰۴) رسالۃ فی اوقاتِ العبادات
(۱۰۵) رسالۃ فی ترتیب القراۃ فی الصلوٰۃ وصلوات الابتہالِ الی اللہ عزّ وجلّ۔
(۱۰۶) ایک سُریانی کتاب، ۵۰۰ اوراق پر مشتمل، جس کا ایک باب علمِ موسیقی پر تھا۔
یہ کتاب عربی میں منتقل نہ ہو سکی۔

ثابت نے موسیقی و علمِ ہندسہ پر کافی کتابیں لکھی ہیں

حکایت ابوالحسن[1] بن سنان الصابیؔ کہتا ہے:۔

"میرے ایک بزرگ نے ایک دن مجھے یہ حکایت سُنائی کہ ایک دفعہ ہمارا دادا ثابت بن قرہ شاہی محل کی طرف جا رہا تھا کہ ایک گھر کے پاس رونے دھونے کی آواز سُنی۔ وہیں ٹھیر گیا اور پوچھنے لگا کہ آیا وہ قصاب جو اس دُکان پر بیٹھا کرتا تھا، مر گیا ہے۔ لوگوں نے کہا جی ہاں، کل دفعۃً چل بسا۔ ثابت کہنے لگا۔ وہ نہیں مرا، مجھے اس کی میّت تک لے چلو۔ قصاب کے گھر جا کر عورتوں کو رونے پیٹنے سے منع کیا۔ اور نرم سی غذا

---

[1] ابوالحسن بن سنان بن ثابت بن قرہ الحرانی الصابیؔ۔ حالات آگے آئیں گے۔

تیار کرنے کی ہدایت کی۔ پھر ایک غلام کو کہا کہ قصاب کے ٹخنوں پر لاٹھیاں
برسانا شروع کرو۔ ہاتھ اس کی نبض پر رکھ لیا۔ اور کچھ دیر کے بعد ٹھہرنے
کا حکم دیا۔ پھر ایک پیالہ منگوایا۔ بغل سے دوا کی ایک شیشی نکالی۔ تھوڑی
سی دوا پانی میں ملا کر قصاب کے مُنہ میں انڈیل دی۔ اور قصاب پی گیا۔
ہر طرف شور مچ گیا کہ "مُردہ جی اٹھا، مُردہ جی اٹھا"۔ طبیب بہ مشکل بڑے
دروازے تک پہنچا تھا کہ قصاب نے آنکھیں کھول لیں۔ اسے وہ نرم
غذا کھلائی گئی۔ طبیب واپس آکر کچھ دیر قصاب کے پاس بیٹھا۔ باتوں
میں مشغول تھا کہ اُدھر سے شاہی پیادے حکیم کو بُلانے کے لیے آ پہنچے۔
حکیم شاہی محل کو چل دیا۔ لوگوں کا ایک ہجوم قصرِ شاہی تک ساتھ گیا۔
جب خلیفہ کے سامنے پہنچا، تو خلیفہ پُوچھنے لگا۔ ثابت! آج تم نے کمال
کر دیا۔ اصل معاملہ کیا تھا۔ ثابت کہنے لگا۔ جہاں پناہ! بات یہ ہے کہ میں
جب بھی قصاب کی دُکان کے پاس سے گزرتا تھا۔ تو وہ بکرے کا دل
چیر کر اور کچھ نمک چھڑک کر کھا رہا ہوتا تھا۔ میں اس کی اس حرکت سے
نفرت تو کرتا تھا لیکن روکنے کی ضرورت نہ سمجھتا تھا۔ آخر مجھے یقین
ہو گیا کہ اس پر مکمل سکتے کا حملہ ہو گا۔

میں چند روز سے اس حملے کی علامات دیکھ رہا تھا۔ اس لیے دوا
کی ایک شیشی ہر وقت پاس رکھتا تھا۔ آج جب اس کی دُکان پر سے
گزرا اور رونے پیٹنے کا شور سُنا تو پُوچھا کہ کیا قصاب مر گیا ہے۔ لوگوں
نے کہا جی ہاں۔ کل اچانک۔ تو میں جھٹ سمجھ گیا کہ سکتے کا شکار ہوا ہے۔
میں اندر گیا اور نبض دیکھی تو بند تھی۔ میں نے ایک غلام کو ہدایت
کی کہ اس کے ٹخنے پر چند ایک ضربیں لگائے۔ تاکہ نبض میں کچھ حرکت

پیدا ہو۔ چناں چہ ایسا ہی ہوا۔ پھر ثابت نے اس کے مُنہ دوا ڈال دی۔ کچھ دیر کے بعد اُس نے آنکھیں کھول لیں۔ اور اُسے نرم غذا کھلائی گئی۔ آج رات کو وہ تیتر کے شوربے سے روٹی کھائے گا اور کل اُٹھ کر چلنے پھرنے لگ جائے گا۔"

ثابت بن سنان (مصنفِ تاریخ) کا دادا ثابت بن قرۃ جمعرات کے دن ۲۶ ماہِ صفر ۲۸۸ھ کو چل بسا۔ ثابت کے دوست ابو احمد[1] یحییٰ بن علی بن یحییٰ المنجم الندیم نے ثابت کی وفات پر ایک مرثیہ لکھا تھا۔ جس کے چند اشعار یہ ہیں:۔

(۱) اللہ کے بغیر ہر ذی حیات کو آخر مرنا ہے۔ ایک مسافر کے واپس آنے کی اُمید تو ہو سکتی ہے، لیکن جو مر جائے وہ واپس نہیں آسکتا۔

(۲) کچھ لوگ چلے گئے ہیں اور بعض یہاں بہ دستور خیمہ زن ہیں جب مسافر کسی زمین میں اُترتے ہیں تو کچھ سو جاتے ہیں اور کچھ آگے چل پڑتے ہیں۔

(۳) علوم فلسفہ اس کے فراق میں رو رہے، اور روشنیاں مدھم پڑ رہی ہیں۔

(۴) ثابت کے انتقال پر اس کے اقربا بے حد پریشان ہیں، اس لیے کہ آج علم کا ایک محکم مینار منہدم ہو گیا ہے۔

(۵) جب موت کا فرشتہ آ پہنچا تو ثابت کی طب اور اس کے احباب و اقارب اُسے نہ بچا سکے۔

(۶) اگر موت کو روکا جا سکتا، تو ثابت کے بہادر حمایتی اُسے ضرور بچا لیتے۔

(۷) اس کے بھائی اس کی محبت کی آج تعریفیں کر رہے ہیں۔ سچ ہے، الٰہی قضا کو روکنا محال ہے۔

(۸) اے ابوالحسن، ہمیں یوں چھوڑ کر نہ جا کہ تیری جُدائی کا صدمہ ہم سب کو پچھاڑ کر رکھ

---

[1] یحییٰ بن علی بن یحییٰ المنجم الندیم المتوفی سنہ ۳۰۰ھ کے حالات باب الکُتّی میں ملاحظہ فرمائیے

دے گا۔

حرف الجیم

جالی نوس

یونان کے ایک شہر فرغاموس[1] کا رہنے والا مشہور فلسفی، جو اپنے زمانے میں اطبا کا امام اور علمائے طبیعی کا رئیس سمجھا جاتا تھا۔ اس نے فنِ طب و علم البرہان وغیرہ پر نہایت عمدہ کتابیں لکھی ہیں جن کی فہرست خود جالی نوس نے مرتب کی ہے۔ اس فہرست کے ابتدا میں ان تصانیف کے طریقۂ تعلیم پر بحث کرنے کے علاوہ یہ بھی بتلایا ہے کہ کس کتاب کو پہلے پڑھا جائے اور کس کو بعد میں۔ کتابوں کی تعداد ۱۰۰ سو سے زائد ہے۔

ابو الحسن علی بن الحسین المسعودی[2] لکھتا ہے کہ جالی نوس حضرت مسیح سے تقریباً ۲۰۰ دو سو سال، بقراط سے تقریباً چھ سو سال اور اسکندر اعظم سے تقریباً پان سو سال بعد گزرا تھا۔ ارسطو کے بعد بقراط و جالی نوس جیسا کوئی اور حکیم پیدا نہیں ہوا۔

ابن جلجل الاندلسی کہتا ہے کہ فرغاموس (جالی نوس کا شہر) یا فرغمین قسطنطنیہ کے مشرق میں ایشیا کا ایک شہر تھا۔ جہاں ایک بہت بڑا جیل خانہ تھا۔ ملوک یونان جس پر ناراض ہو جاتے اُسے اس جیل خانے میں ڈال دیتے۔ یہ حکیم رومیہ کے چھٹے قیصر نیرن[3]

---

[1] قسطنطنیہ سے مشرق کی طرف ایشیا میں ایک شہر (تاریخ الحکماء ص ۱۲۳) [2] مسعودی مشہور مورخ اور مروج الذہب کا مصنف ہے ۳۳۲ھ میں ہندستان آیا۔ اور ۳۴۶ھ میں وفات پائی (وفیات الاعیان لابن خلکان) [3] سیزر (۴۴ - ۱۰۲ قم) سے پہلے رومہ میں جمہوریت تھی۔ سیزر نے ۴۷ قم میں اعلانِ ملوکیت کیا۔ اور اس کے بعد سلسلۂ قیاصرہ چل پڑا۔ سیزر پہلا قیصر تھا۔ دوسرا اوکٹیوین سیزر (۲۷ قم تا ۱۴ء) تیسرا ٹیبریس (۱۴ - ۳۷ء) چوتھا گائس کالی گولا (۳۷ - ۴۱ء) پانچواں کلاڈیس (۴۱ - ۵۴) ۔ اور چھٹا نیرو (NERO) (۵۴ - ۶۸ء)

کے زمانے میں تھا۔ سیاحت کا بہت شوق رکھتا تھا۔ رومیہ میں دو دفعہ گیا۔ رومیہ کے بادشاہ سے مل کر زخمیوں کا علاج کیا کرتا تھا۔

سترہ برس کی عمر میں طب، فلسفہ اور ریاضی میں کمال پیدا کر لیا۔ چوبیس سال کی عمر میں ہر فن [illegible] بن گیا۔ اس نے بقراط کے علم کو جلا دی اور اس کی درسی کتابوں کی شرحیں لکھیں۔ جالی نوس حقیقتاً اپنے زمانے کا بڑا فاضل تھا۔

رومیہ میں چند علمی مجالس بنی ہوئی تھیں۔ جن کے سامنے یہ علمی تقاریر کیا کرتا تھا۔ یہی وہ تقریریں ہیں، جن سے دنیا کو اس کی منزلتِ علمی کا پتا چلا۔ اس کا والد علمِ مساحت میں بے نظیرِ زماں تھا۔ نصرانیت کو فروغ اسی کے زمانے میں حاصل ہوا تھا۔ کہتے ہیں کہ کسی شخص نے جالی نوس کو کہا کہ قیصر بیت المقدس کے آخری ایام میں ایک ایسا انسان (مسیح) پیدا ہوا تھا، جو مادر زاد اندھوں اور برص والوں کو اچھا کر دیتا تھا اور مُردوں کو زندہ کیا کرتا تھا۔ جالی نوس کہنے لگا کہ کیا اس بزرگ انسان کے ساتھیوں میں سے کوئی باقی بھی ہے؟ راوی نے کہا کہ ہاں ہے۔ حکیم رومیہ کو چھوڑ کر بیت المقدس کے ارادے سے چل پڑا۔ راہ میں ارادہ بدل گیا، اور صقلیہ (اب اس کا نام سلطانیہ[1] ہے) جا نکلا۔ بقیہ ایام زندگی وہیں گزارے اور اس کی قبر بھی وہیں ہے۔ اس کی عمر ۸۸ برس تھی۔

یہ حکیم طب کا سب سے بڑا محسن۔ مفسّر و شارح تھا۔ اس نے طب پر سولہ دیوان مرتب کیے۔ جن کا ایک دوسرے سے تعلق ہے، اور طب کے طالب العلم کا فرض ہے کہ وہ ان کو غور سے پڑھے بلکہ یاد کر لے۔ جالی نوس علم البرہان کا بھی بڑا بھاری فاضل تھا، اور اس فن پر تقاریر بھی کیا کرتا تھا۔

---

[1] سُلطانیہ عراقِ عجم کا ایک مشہور شہر ہے جو قزوین سے انیس[19] فرسنگ کے فاصلے پر واقع ہے۔ ارغوان خان بن اباقا خاں بن ہلاکو خاں نے اسے بنایا تھا۔ ممکن ہے کہ کسی زمانے میں صقلیہ (سسلی) کو بھی سلطانیہ کہتے ہوں لیکن اس پر کوئی اور شہادت نہیں مل سکی۔ (انسائیکلوپیڈیا برطانیکا)

جالی نوس نے ایک کتاب ردِّ شعرا اور ایک اغلاط عوام پر لکھی ہو، علم تشریح پر سترہ مقالے لکھ گیا ہو۔

اس حکیم کے زمانے میں پیروانِ ارسطو کی ایک جماعت اصحاب المنطقؔ کے نام سے مشہور تھی۔ یہ لوگ رُوحانی بھی کہلاتے تھے، اور ان کا خیال یہ تھا کہ روحِ انسانی ترقی کی راہ میں ایک رُکاوٹ ہے۔ جالی نوس نے اس اصول کی تردید میں ایک کتاب فی الاسباب الماسکۃ لکھی۔ مسئلہ فصد میں اسقلبیاذس کی تردید کی، سوفسطائین اور چند دیگر متقدمین کی لغزشیں واضح کیں، اور ایک کتاب اصحابُ الحِیَل کے خلاف لکھی۔ اپنی تصنیف فی الامراض العسرۃ البرءُ میں ایک بزرگ کی کہانی جو اصحاب الحیل میں شمار ہوتا تھا، یوں درج کی ہو:

"میں شہر رومیہ میں گھوم رہا تھا کہ ایک مقام پر مجھے آدمیوں کا ایک جمگھٹا نظر آیا۔ وہاں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بازاری حکیم دھنواں دھار تقریر کر رہا ہو، اور کہہ رہا ہو کہ میں حلب کا رہنے والا اور جالی نوس کا شاگرد ہوں۔ جالی نوس نے اپنے تمام علوم میرے سینے میں بھر دیے ہیں۔ یہ لو، اس وقت صرف ایک دوا سے آپ کا تعارف کراتا ہوں۔ یہ دوا دانتوں کا کیڑا نکالنے میں اکسیر ہو۔ اگر کسی کے دانت میں درد ہو تو آگے آئے۔ چناں چہ ایک شخص آگے بڑھا۔ حکیم نے لوبان اور درخت ابہل کے شیرے سے تیار کردہ ایک معجون سی نکالی اور کوئلوں پر رکھ کر مریض کے مُنہ کی طرف بڑھائی۔ اس کے دھنویں سے مریض نے آنکھیں بند کرلیں۔ حکیم نے ایک ڈبیہ سے چھوٹا سا کیڑا نکالا اور پہلے اس کے مُنہ میں لے گیا، اور پھر نکال کر کہنے لگا۔ یہ لیجیے حضور، کیڑا، اپنی آنکھ سے ملاحظہ فرمالیجیے۔

جب لوگوں نے حکیم کا یہ کمال دیکھا تو جو کچھ پاس تھا، اس کے آگے
ڈال دیا۔ جب میں نے یہ صورتِ حالات دیکھی تو ذرا آگے بڑھ کر کہا۔
لوگو! میں جالی نوس ہوں۔ اس حکیم نے میری شاگردی کا غلط دعوا
کیا ہے اور تم سے یہ محض چالاکی کے زور پر پیسے وصول کر رہا ہے۔ اس
کے بعد میں نے بادشاہ کو یہ قصّہ سُنایا۔ بادشاہ نے اُسے گرفتار کرلیا۔"

اسی طرح کی شعبدے بازیاں دیکھ کر جالی نوس نے کتاب فی اصحاب الحیل لکھی، کتاب
قاطاجالنس میں مذکور ہے کہ جالی نوس رؤمیہ کے شفاخانے میں زخمیوں کا علاج کیا
کرتا تھا۔ زیرِ علاج زخمی بے علاج زخمیوں سے پہلے شفایاب ہوتے تھے۔ اس طریقِ
علاج سے حکیم کی شہرت اور زیادہ بڑھ گئی تھی۔

حکیم تقلید سے متنفر اور تحقیق کا شیدائی تھا۔ قل قلطار[1] دیکھنے کے لیے قبرص
میں اور سفید چاک کی خاطر جزیرہ[2] لمنوس میں گیا اور ان کا بہ نظرِ تحقیق معائنہ کیا۔
جالی نوس کے زمانے میں کتاب پڑھنے کے وہ اصوُل رائج نہ تھے، جو اُس نے
خود وضع کیے تھے۔ جالی نوس ہر روز پہلے کسی کتاب کا ایک جز پڑھ لیتا۔ پھر شام کے
وقت اساتذہ کے ہاں جاتا اور انھیں سب کچھ سُنا دیتا۔ اس کے اساتذہ اسے انوکھا
انسان کہا کرتے، جس کی ہر بات عجیب ہوتی تھی۔

جالی نوس بادشاہوں کا دستِ نگر نہ بنا اور ہر متقدم پر برسا۔ اگر یہ حکیم پیدا نہ ہوتا
تو علوم و فنون مٹ جاتے۔ اس نے علم کی کم زور بنیادوں کو از سرِ نو اٹھایا۔ غوامض
کو بے نقاب کیا۔ اور مشکلات کو حل کیا۔ اس کے زمانے میں چند اور فلسفی بھی موجود
تھے لیکن آج ان کے نام سے دُنیا قطعاً ناآشنا ہے۔

---

[1] قل قلطار کا مفہوم نہیں سمجھ سکا۔ [2] درّہ دانیال کے مغربی دروازے سے چالیس میل
جانبِ مغرب ایجین سمندر میں ایک چھوٹا سا جزیرہ۔

محمد بن اسحٰق الندیم اپنی کتاب میں کہتا ہے کہ جالی نوس بقراط سے چھ سو چھپن سال بعد آیا۔ اور یہ اپنے زمانے کا رئیس الاطبا تھا۔ اور یہ اُن بڑے بڑے اطبا میں سے آٹھواں ہے جن کا پہلا اسقل بیاذس (موجدِ طب) تھا۔ جالی نوس کا اُستاد ارمینس رؤمی تھا۔ اغلوقن (جالی نوس کا ہم عصر فلسفی) سے بھی استفادہ کیا۔ اس نے چند مقالات اغلوقن کی طرف منسوب کیے ہیں۔ اور ان کے درمیان کچھ علمی مناظرے بھی ہوتے رہے۔

جالی نوس اپنی کتاب الاخلاق کے پہلے مقالے میں وفا پر بحث کرتے ہوئے ایک ایسی قوم کی مثال پیش کرتا ہے جس کے چند آدمی ایک ظالم نے پکڑ لیے۔ انھیں بے شمار اذیتیں دیں اور کہا کہ جب تک اپنے دیگر دوستوں کا گلہ نہیں کروگے، رہائی نہیں ہوگی۔ اِن مظلوموں نے بے انتہا مظالم برداشت کیے لیکن یہ ذلت گوارا نہ کی۔ یہ واقعہ اسکندری سن کے پان سو چودھویں سال میں ظہور پذیر ہوا تھا اور جالی نوس کا زمانہ بھی تقریباً یہی ہے۔

ایک اور جماعت کا خیال یہ ہے کہ جالی نوس ملوک الطوائف کے زمانے میں پیدا ہوا۔ اور قباذ بن شابور بن اصغان (ایک نسخے میں اصغارا اور دوسرے میں اصفارا) کے زمانے میں موجود تھا۔

یحییٰ نحوی اور اسحاق بن حُنین کے حساب کے مطابق جالی نوس کی وفات سے اب تک (سنہ ۶۳۲ھ) تقریباً گیارہ سو ساٹھ سال گزر چکے ہیں۔

بادشاہوں کے ہاں جالی نوس کی بڑی قدر تھی۔ اُن سے اکثر ملتا تھا۔ شہروں میں پھر پھر کر لوگوں کو فائدہ پہنچاتا تھا۔ چوں کہ رؤمیہ کا بادشاہ جذام کا بیمار تھا اس لیے اس کے ۔۔۔۔ علاج کی خاطر اکثر رؤمیہ جایا کرتا تھا۔

جالی نوس اور اسکندر الافرودیسی کی اکثر ملاقاتیں ہوا کرتی تھیں۔ اور اسکندر

اسے خچر کے سر والا جالی نوس کہا کرتا تھا۔ یہ اس لیے کہ خچر کا سر بڑا ہوتا ہے۔ جالی نوس کی موت ملوک الطوائف کے زمانے میں واقع ہوئی۔ اس حکیم اور حضرت مسیح کے درمیان صرف ستاون[1] سال کا زمانہ تھا۔

کسی آدمی نے عبیداللہ بن جبرئیل بن عبیداللہ بن بختیشوع سے پوچھا کہ جالی نوس کے زمانے کے متعلق علما میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ کیا آپ کوئی قطعی رائے قائم کر سکتے ہیں۔ عبیداللہ نے اس سوال کا جواب ایک ضخیم رسالے میں دیا مورخین کا اختلاف ذکر کرنے کے بعد۔ اس معاملے میں ہارون بن عزّون (ایک نسخے میں عزور ہے) الراہب کی تاریخ کو زیادہ قابلِ اعتماد قرار دیا۔ ہارون نے اپنی تاریخ میں اُن تمام ملوک وقیاصرہ کا ذکر کیا ہے جو اسکندرِ اعظم کے بعد آئے تھے۔ متعلقہ حصہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

"پھر طریانوس[2] تختِ سلطنت پر بیٹھا اور انیس[19] سال حکومت کی۔ یہ وہی بادشاہ ہے جس نے ایرانیوں سے انطاکیہ واپس لیا تھا۔ اور

---

[1] زمانۂ جالی نوس کے متعلق مصنف مختلف اقوال وآرا کا حوالہ دے رہا ہے۔ ایک مقام پر مسیح و جالی نوس کے درمیان دو سو سال بتلا چکا ہے۔ اور وہ المسعودی کی تحقیق تھی۔ یہ ستاون سال والی رائے علما کی ایک اور جماعت کی ہے۔ [2] ہارون بن عزّون کی تاریخوں اور موجودہ محققین کی معین کردہ تاریخوں میں کافی اختلاف ہے۔ ان تفاصیل کے مطابق طریانوس کا زمانۂ جلوس (۸۱-۶۲ء) ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ یہ جالی نوس کی ولادت ۷۳ء یعنی طریانوس کے دسویں سالِ جلوس میں تسلیم کرتے ہیں اور انسائیکلوپیڈیا میں طریانوس یعنی (TRAIAN) کا زمانۂ سلطنت از ۹۸ء تا ۱۱۷ء دیا ہے۔ اسی طرح ادریانوس یعنی (HADRIAN) کا عہدِ جلوس از ۱۱۷ء تا ۱۳۸ء (یعنی اکیس سال) اور انطونینوس (انطی موس) یعنی (ANTONINUS) کا عرصۂ حکومت از ۱۳۸ء تا ۱۶۱ء یعنی ۲۳ برس دیا ہوا ہے۔

فلسطین کے وائسرائے کو لکھا تھا کہ میں نے عیسائیت کو کچلنے کی جس قدر کوشش کی، یہ ترقی کرتی گئی۔ اب مناسب یہی ہے کہ تلوار نیام میں ڈال لی جائے اور عیسائیوں کو کچھ نہ کہا جائے۔ یہی وہ بادشاہ تھا جس کے دسویں سالِ جلوس میں جالی نوس پیدا ہوا تھا۔ طریانوس کے بعد اذریانوس اکیس سال تک فرماں روا رہا۔ اس کے بعد انطونینوس نے بارہ سال حکومت کی اور ایلیوپولیس شہر کی بنیاد ڈالی۔ جسے آج کل بعلبک[1] کہتے ہیں۔ اس بادشاہ کے زمانے میں جالی نوس منظرِ عام پر آیا۔ اور اس نے جالی نوس سے کچھ کام بھی لیا تھا۔

جالی نوس اپنی کتاب عمل التشریح کے مقالۂ اولیٰ میں لکھتا ہے کہ میں نے یہ کتاب قیصر انطونینوس کے اوائلِ جلوس میں اُس وقت لکھی تھی جب میں پہلی بار رومیہ آیا تھا۔

یہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ جب جالی نوس رومیہ میں پہلی دفعہ آیا تھا تو اس کی عمر تیس برس کی تھی۔ اگر اذریانوس کے عہدِ حکومت کو جو اکیس سال تھا، خارج کر دیا جائے تو جالی نوس کی پیدائش طریانوس کے دسویں سال میں بنتی ہے۔ حضرت مسیح کا رفع، قیصر[2] طاباریوس کے انیسویں سالِ جلوس میں ہوا تھا۔ اُس وقت سے

---

[1] اس شہر کی بنیاد حضرت سلیمان نے ڈالی تھی۔ کسی وقت بکہ (لبنان و قدیم لبنان کے درمیان) کا تجارتی مرکز تھا۔ بعل کے معنی آفتاب ہیں۔ یہاں آفتاب پرست رہتے تھے۔ یہ شہر شام کے مشہور شہروں میں سے تھا۔ جسے حضرت ابو عبیدہؓ نے عمر فاروقؓ کے عہدِ خلافت میں (۱۵ھ) فتح کیا تھا۔ آج اس شہر کے صرف آثار باقی ہیں۔ (تاریخ الخلفا صفحہ ۱۳۴)

[2] طاباریوس (TIBRIUS) کا مُعرّب ہے جس نے از ۱۴ء تا ۳۷ء حکومت کی۔ حضرت عیسیٰ کا رفع اس کے انیسویں سالِ جلوس یعنی ۳۲ء میں ہوا تھا۔

ولادتِ جالی نوس تک تہتر سال بنتے ہیں۔"

اسحاق بن حنین اپنی تاریخ میں یحییٰ نحوی کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ جالی نوس کی عمر ستاسی برس تھی۔ سترہ سال تک تعلیم حاصل کی اور ستر برس فرائضِ تدریس انجام دیے۔ بہ قولِ اسحاق[1] جالی نوس کی وفات سے سنہ ۲۹۰ھ تک آٹھ سو پندرہ برس گزر چکے تھے۔ اگر اس میں جالی نوس کی مدتِ زندگی یعنی ستاسی برس اور سنِ عیسوی کے باقی تہتر سال شامل کر دیے جائیں۔ تو یہ سنہ ۹۷۵ء بنے گا۔ یہ بیان زیادہ قریب الصحۃ ہے۔

واللہ اعلم

جالی نوس کے ایک قول سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرتِ مسیح کا رفع الی السما پہلے ہو چکا تھا، وہ قول یہ ہے:۔

"نصاریٰ کی جماعت رموز و معجزات پر ایمان رکھتی ہے۔ ان لوگوں کے اعمال فلسفیانہ ہیں۔ یعنی جماع سے مرد و زن ہر دو بچتے ہیں۔ ان میں سے چند ایسے افراد (مرد و زن) بھی دیکھنے میں آئے جو عمر بھر جماع سے مجتنب رہے۔ نفس پر پورا پورا ضبط رکھتے ہیں۔ کھانے اور پینے میں بے پروا ہیں۔ انصاف ان کی گھٹی میں پڑا ہوا ہے۔ یہ لوگ حقیقی فلسفی ہیں۔"

---

[1] اسحاق نے حساب میں غلطی کھائی ہے۔ جالی نوس کا سالِ پیدائش سنہ ۷۳ء ہے۔ ستاسی برس کی عمر پائی۔ وفات سنہ ۱۶۰ء۔ سنہ ۱۶۰ء سے سنہ ۲۹۰ھ تک سات سو تینتالیس برس بنتے ہیں نہ کہ آٹھ سو پندرہ۔ سنہ ہجری سنہ ۶۲۲ء میں شروع ہوا تھا۔ چوں کہ قمری سال شمسی سال سے تقریباً گیارہ دن چھوٹا ہوتا ہے۔ اس لیے ہر سو سال میں تین سال کا فرق پڑ جاتا ہے۔ بہ دیگر الفاظ سو شمسی سال ایک سو تین قمری سالوں کے مساوی ہوتے ہیں۔ اس حساب سے اگر سنہ ۲۹۰ھ کو عیسوی میں تبدیل کرنا چاہیں تو نو سال کم کر کے چھ سو بائیس جمع کر دیں گے حاصل آئے گا سنہ ۹۰۳ء نہ کہ ۹۷۵ء۔

اہلِ علم جانتے ہیں کہ نصاریٰ میں رہبانیت مسیح سے سنّو سال بعد آئی تھی اور خصوصاً وہ رہبانیت جس کا ذکر جالی نوس نے کیا ہو (کہ وہ تلاشِ خیر۔ عدل۔ پاکیزگی۔ تصدیق۔ معجزات وحصول سعادت شرعیہ وعقلیہ میں فلسفیوں سے کم نہ تھے) کم از کم سنّو سال بعد کی پیداوار ہی۔ اس قول سے جالی نوس کے زمانے کی تعیین دشوار نہیں۔

تصانیف محمد بن اسحاق الندیم اپنی کتاب میں لکھتا ہو:۔

"حُنین کی خوش بختی ملاحظہ ہو کہ حُبیش بن الحسن الاعسم اور عیسیٰ بن یحییٰ کے تیار کردہ تراجم حُنین کی طرف منسوب ہو چکے ہیں۔ جب ہم تصانیفِ جالی نوس کی اُس فہرست پر نگاہ ڈالتے ہیں جو حُنین نے علی بن یحییٰ[1] کے لیے مرتب کی تھی تو صاف معلوم ہوتا ہو کہ حُنین کے اکثر تراجم سریانی زبان میں تھے۔ ہاں ان سے انکار نہیں ہو سکتا کہ اس نے بعض عربی تراجم کی اصلاح ضرور کی ہو اور کہیں کہیں تنقید بھی۔"

جالی نوس کی سولہ درسی تصانیف کی فہرست

(۱) کتاب الفِرق۔ ایک مقالہ۔ مترجم حُنین۔
(۲) کتاب الصناعۃ۔ ایک مقالہ۔ مترجم حُنین۔
(۳) کتاب الیٰ طوثرن فی النبض۔ ایک مقالہ۔ مترجم حُنین۔
(۴) کتاب الیٰ اغلوقن فی التاتّی لِشفاء الامراض۔ دو مقالے۔ مترجم حُنین۔
(۵) کتاب المقالات الخمس فی التشریح۔ مترجم حنین۔
(۶) کتاب الاسطقصات۔ ایک مقالہ۔ مترجم حُنین
(۷) کتاب المزاج۔ تین مقالے۔ مترجم حُنین۔

---

[1] علی بن یحییٰ منجّم ابوالحسن۔

(۸) کتاب القوی الطبیعۃ - تین مقالے - مترجم حُنین -

(۹) کتاب العلل والامراض - چھ مقالے - مترجم حُنین -

(۱۰) کتاب تعارف علل الاعضاء الباطنۃ - چھ مقالے - مترجم حُنین -

(۱۱) کتاب النبض الکبیر - سولہ مقالے - مترجم حُبیش - ایک مقالے کا حُنین نے عربی میں ترجمہ کیا ہے - کتاب کے چار حصّے ہیں -

(۱۲) کتاب الحمیات - دو مقالے - مترجم حُنین (۱۳) کتاب ایام البحران - تین مقالے مترجم حُنین -

(۱۴) کتاب البحران - تین مقالے - مترجم حُنین - (۱۵) کتاب حیلۃ البرء - یہ کتاب چودہ مقالوں میں ہے - حُبیش نے اسے عربی میں منتقل کیا - پہلے چھ مقالوں کی حُنین نے اصلاح کی اور باقی آٹھ کی محمد بن موسیٰ نے -

(۱۶) کتاب تدبیر الاصحا - اس کے چھ مقالوں کا حُبیش نے ترجمہ کیا -

جالی نوس کی باقی تصانیف

(۱۷) کتاب التشریح الکبیر - پندرہ مقالے - مترجم حُبیش -

(۱۸) کتاب اختلاف التشریح - دو مقالے - مترجم حُبیش -

(۱۹) کتاب تشریح الحیوان المیّت - ایک مقالہ - مترجم حُبیش -

(۲۰) کتاب تشریح الحیوان الحی - دو مقالے - مترجم حُبیش -

(۲۱) کتاب علم بقراط بالتشریح - پانچ مقالے - مترجم حُبیش -

(۲۲) کتاب علم ارسطوطالیس فی التشریح - تین مقالے - مترجم حُبیش -

(۲۳) کتاب تشریح الرحم - ایک مقالہ - حُبیش نے عربی میں ترجمہ کیا -

(۲۴) کتاب حرکات الصدر والرئۃ - اصطفن بن بسیل نے عربی میں ترجمہ کیا - اور حُنین نے اصلاح کی - تین مقالے - (۲۵) کتاب علل النفس - دو مقالے - اصطفن نے ترجمہ کیا - اور حُنین نے اپنے بیٹے کی خاطر اصلاح کی -

(۲۶) کتاب حرکۃ العضل۔ ایک مقالہ۔ اصطفن نے ترجمہ کیا اور حُنین نے اصلاح کی۔

(۲۷) کتاب الصوت۔ چار مقالے۔ حُنین نے محمد بن عبدالملک الزیات کی خاطر عربی میں منتقل کی۔

(۲۸) کتاب الحاجۃ الی النبض۔ ایک مقالہ۔ مترجم حُبیش۔

(۲۹) کتاب الحرکۃ المجہولۃ۔ ایک مقالہ۔ حُبیش نے عربی میں ترجمہ کیا۔

(۳۰) کتاب الحاجۃ الی النفس (ایک نسخے میں الی التنفّس)۔ ایک مقالہ۔ نصف کا ترجمہ اصطفن نے اور نصف کا حُنین نے کیا۔

(۳۱) کتابُ آراءِ بُقراط و افلاطون۔ دس مقالے۔ مترجم حُبیش۔

(۳۲) کتابُ منافع الاعضا۔ سترہ مقالے۔ حُبیش نے عربی میں ترجمہ کیا۔ اور حُنین نے اغلاط کی تصحیح کی۔

(۳۳) کتاب خِصب البدن۔ ایک مقالہ۔ مترجم حُنین (ایک نسخے میں حُبیش)

(۳۴) کتاب افضل الہیئات (ایک نسخے میں ہیئت اور دوسرے میں الحیواۃ ہے)۔ ایک مقالہ۔ حُنین نے عربی و سریانی ہر دو میں ترجمہ کیا۔

(۳۵) کتاب سُوءِ المزاج المختلف۔ ایک مقالہ۔ مترجم حُنین۔

(۳۶) کتاب الامتلاء۔ ایک مقالہ۔ مترجم اصطفن۔

(۳۷) کتابُ الادویۃ المفردۃ۔ گیارہ مقالے۔ مترجم حُنین۔

(۳۸) کتابُ الاورام۔ ایک مقالہ۔ مترجم ابراہیم بن الصلت

(۳۹) کتاب المنی۔ دو مقالے۔ مترجم حُنین۔

(۴۰) کتاب المولود لسبعۃ اشہر۔ ایک مقالہ۔ مترجم حُنین۔

(۴۱) کتاب المرۃ السوداء۔ ایک مقالہ۔ مترجم اصطفن۔

(۴۲) کتاب داۃ التنفس۔ تین مقالے۔ حُنین نے اپنے بیٹے کی خاطر ترجمہ کیا۔

(۴۳) کتاب تقدمۃ المعرفۃ۔ ایک مقالہ۔ مترجم عیسیٰ بن یحییٰ۔

(۴۴) کتاب الذبول - ایک مقالہ - ترجمۂ حُنین -

(۴۵) کتاب الفصد - ایک مقالہ - عیسیٰ بن یحییٰ نے اصطفن کے ترجمے کا ترجمہ کیا -

(۴۶) کتاب صفات لصبی یُصرع - ایک مقالہ - ابن الصلت نے عربی و سریانی میں منتقل کی -

(۴۷) کتاب التدبیر الملطّف - ایک مقالہ - مترجم حُنین -

(۴۸) کتاب قوی الاغذیہ (ایک نسخے میں الاعضا) - تین مقالے - مترجم حُنین -

(۴۹) کتاب تدبیر بقراط للامراض الحادّۃ - ایک مقالہ - مترجم حُنین -

(۵۰) کتاب الکیموس - ایک مقالہ - ثابت، ثملی اور حُبیش نے عربی میں ترجمہ کیا -

(۵۱) کتاب الادویۃ المقابلۃ للادواء - دو مقالے - عیسیٰ بن یحییٰ نے ترجمہ کیا -

(۵۲) کتاب ترکیب الادویۃ - سترہ مقالے - مترجم حُبیش الاعسم -

(۵۳) کتاب الی ثراسابولوس - ایک مقالہ - مترجم حُنین -

(۵۴) کتاب التریاق الی قیصر - ایک مقالہ - مترجم یحییٰ[1] ابن البطریق -

(۵۵) کتاب فی انّ الطبیب الفاضل فیلسوف - مترجم حُنین -

(۵۶) کتاب الریاضۃ بالکرۃ الصغیرۃ - ایک مقالہ - مترجم حُبیش -

(۵۷) کتاب فی کتب بُقراط الصحیحۃ - ایک مقالہ - مترجم حُنین -

(۵۸) کتاب الحثّ علی تعلّم الطب - ایک مقالہ - مترجم حُبیش -

(۵۹) کتاب محنۃ الطبیب - ایک مقالہ - مترجم حُنین -

(۶۰) کتاب مایعتقدہٗ رأیاً - ایک مقالہ - مترجم ثابت -

(۶۱) کتاب البرہان - پندرہ مقالے - کچھ حصّہ گُم ہو چکا ہے -

(۶۲) کتاب تعریف المرء عیوبہٗ - ایک مقالہ - توما نے ترجمہ کیا، اور حُنین نے اصلاح دی -

---

[1] مُراد یوحنا ابن البطریق مامون کا غلام، جس نے کئی کتابوں کو عربی میں منتقل کیا۔

(۶۳) کتاب الاخلاق۔ چار مقالے۔ مترجم حُبیش۔

(۶۴) کتاب انتفاع الاخیار باعدائہم ایک مقالہ۔ مترجم حُنین۔

(۶۵) کتاب ماذکرہ افلاطون فی طیماؤس۔ تیئس مقالے۔ بیس کا ترجمہ حُنین نے اور تین کا ترجمہ اسحاق نے کیا۔

(۶۶) کتاب فی ان المحرک الاوّل لا یتحرک۔ ایک مقالہ۔ حُنین۔ عیسیٰ بن یحییٰ واسحاق نے اس کا ترجمہ کیا۔

(۶۷) کتاب فی ان قوی النفس تابعۃ لمزاج البدن۔ ایک مقالہ۔ مترجم حُبیش۔

(۶۸) کتاب عدد المقاییس۔ مترجم اصطفن واسحاق موٴرالذکر نے اپنے بیٹے کے لیے ترجمہ کیا۔

مجھے جالی نوس کی ایک تصنیف کتاب الفصد پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ یہ کتاب کافی ضخیم ہے۔ کم از کم رسالے سے بڑی ہے۔ حُنین بن اسحاق نے اسے یونانی سے عربی میں منتقل کرکے کافی اصلاح کی۔ کتاب کے شروع میں ایک مقدمہ لکھا جس کا ملخص یہ ہے کہ طبیب کو اپنے علم و ہنر پر پورا بھروسا ہونا چاہیے۔ اس مقدمے میں جالی نوس کی مندرجہٴ ذیل کہانی بھی درج کی ہے:۔

"میں (جالی نوس) نے نوبہ[1] کے گردونواح میں بعض ایسی وحشی قومیں دیکھی ہیں جو وقتِ ضرورت ایک دوسرے کی فصد کھول لیتی ہیں۔ ایک دفعہ میں نے ایک جنگلی کو دیکھا کہ دوسرے کی فصد کھول رہا تھا۔ بہ جائے شاہ رگ کے ایک اور چھوٹی سی رگ کو کانچ کے ٹکڑے سے کھولنا چاہا، کانچ اندر ہی ٹوٹ گیا۔ مضروب (مریض) کی رگیں

---

[1] نوبۃ صعید مصر کے جنوب میں ایک قصبہ ہے۔ جہاں حضرت بلال رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تھے۔ یمن کے ایک گانو کا نام بھی نوبہ ہے۔ (قاموس فیروزآبادی)

پٹھوں سے زیادہ سخت تھیں کہ باندھنے سے پھولتی نہ تھیں اور کھول دینے
سے سکڑتی نہ تھیں۔"
جالی نوس کا یہ فقرہ ظاہر کرتا ہو کہ جالی نوس مصر بھی گیا تھا۔ اس لیے کہ نوبہ جنوب مصر
میں ہو۔ اور یہ وحشی قبائل مصر کے جنوب میں رہتے ہیں۔

جبرئیل بن بختیشوع بن جورجیس بن بختیشوع الجندیسابوری

یہ ایک کامل و فاضل طبیب تھا جس نے فنِ طب پر کچھ تصانیف بھی چھوڑی ہیں۔
ہارون الرشید و خلفائے مابعد کے درباروں میں رہا، اور اپنے والد کی طرح شان و شوکت
حاصل کی۔ یہ جندیسابور کا رہنے والا تھا۔ جندیسابور کے اطبا اپنے فن میں ہمیشہ مشہور
رہے ہیں۔ وجہ یہ کہ ان کے پاس قدیم شاہانِ ایران کے زمانے کا علم موجود تھا جس سے
دوسرے اطبا محروم تھے۔ یہی علم ان کی شہرت و وجاہت کا باعث بنتا رہا۔

جندیسابور

کہتے ہیں کہ جب قیصرِ روم[1] نے شاپور[2] بن اردشیر کو شام میں شکست دی
اور انطاکیہ پر قبضہ کر لیا تو شاہِ ایران نے صلح کی درخواست کر دی اور
استحکامِ محبت کے لیے قیصرِ روم کی لڑکی سے شادی کا ارادہ ظاہر کیا۔ قیصرِ روم راضی
ہو گیا، اور اپنی لڑکی کو ایران میں بھیجنے سے پہلے وہاں قسطنطنیہ جیسا ایک شہر بنایا جس کا
نام جندیسابور رکھا۔

---

[1] قیصرِ روم کا نام فیلس تھا۔ اور ایک نسخے میں فیلبس دیا ہوا ہو۔ (تاریخ الحکما صـ ۱۳۳)
[2] شاپور ۲۴۰ء میں تختِ نشین ہوا۔ اور ۲۴۱ء میں روم پر حملہ کیا۔ اس وقت قیصر گارڈین سوم ($\frac{۲۴۴}{۲۳۸}$)
تختِ روم پر متمکن تھا۔ قیصر نے شاپور کو شکست دی۔ چودہ سال بعد شاپور نے روم پر دوبارہ حملہ کیا۔
اور قیصر کو زندہ پکڑ لیا (سائکس کی تاریخ ایران جلد اول باب ۳۶)

جندیساپور کے متعلق ایک اور روایت یہ ہے کہ موجودہ جندیساپور کی جگہ پہلے ایک گانو آباد تھا، جو ایک شخص جندا کے قبضے میں تھا۔ شاپور کو یہ گانو اس قدر پسند آیا کہ یہاں ایک عالی شان شہر بنانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ لیکن مصیبت یہ تھی کہ جندا اس جگہ کو بڑی سے بڑی رقم پر بھی فروخت کرنے کو تیار نہ تھا۔ آخر شاپور کے اصرار پر جندا یہاں تک مان گیا کہ شہر مل کر بنایا جائے۔ چناں چہ کام شروع ہو گیا۔ جب رہ گزر پوچھتے کہ یہ عمارت کون بنوا رہا ہے۔ تو کاری گر کہتے، جنداد سابور۔ شہر کا نام ہی جندیساپور پڑ گیا۔

جب یہ شہر تیار ہو گیا اور قیصر نے اپنی لڑکی وہاں بھیجی تو اس کے ہمراہ ہر پیشہ وفن کے ماہرین بھی بھیج دیے۔ کچھ اطبا بھی ساتھ آئے جنھوں نے نوجوانانِ جندیساپور کو فنِ طب کی تعلیم دینی شروع کر دی۔ ان کا اپنا علم بھی ترقی کرتا گیا۔ لوگوں کے مزاج کے مطابق قواعد و طرقِ علاج وضع کیے۔ ہر قوم سے فائدہ اٹھایا اور اس فن میں یہاں تک کمال پیدا کیا کہ دنیا نے ان کو اطبائے ہند و یونان سے بھی زیادہ قابل سمجھنا شروع کر دیا۔ ان حضرات کی تصانیف ان کے کمالِ فن پر شاہد ہیں۔

کسریٰ کے بیسویں سالِ جلوس میں یہ تمام اطبا ایرانی دربار میں طلب ہوئے چند روز تک طبی مسائل پر بحث و مناظرہ رہا کئی مشکلات حل ہوئیں اور کئی اسرار بے نقاب ہوئے۔ اس مجلس کی سرگزشت پڑھ کر حیرت آتی ہے کہ کس قدر اہم مسائل زیرِ بحث رہے۔ اور یہ لوگ علم و فضل کے کس مقامِ بلند تک پہنچے ہوئے تھے۔ یہ اجلاس چند حضرات کی کوششوں سے منعقد ہوا تھا۔ جن کے نام یہ ہیں:۔

جبرئیل درستاباز شاہی طبیب۔ السوفسطائی اور اس کے اصحاب۔ یوحنّا وغیرہ۔

جب منصور تختِ خلافت پر بیٹھا، اور بغداد کی تعمیر سے فارغ ہو چکا تو بیمار

پڑ گیا۔ اس نے علاج کے لیے جندیسا پور سے جورجیس بن بختیشوع کو طلب کیا۔ تفصیل آگے آئے گی۔

جب سنہ ۱۷۰ھ میں جعفر بن یحییٰ بن خالد بن برمک کسی سخت بیماری میں مبتلا ہو گیا۔ تو ہارون الرشید نے بختیشوع کو جعفر کے علاج کی اجازت دے دی۔ اُن دنوں یہ دستور تھا کہ شاہی حکیم شاہی فرمان کے بغیر کسی اور کا علاج نہ کر سکتا تھا۔ جب جعفر شفایاب ہو گیا تو بختیشوع سے کہنے لگا کہ میرے لیے کوئی نہایت قابل طبیب تلاش کرو۔ بختیشوع بولا کہ میرا بیٹا جبرئیل قابل ترین طبیب ہے۔ (مجھ سے بھی زیادہ لائق) اسے مقرر کر لو۔ جعفر نے دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ جب وہ آیا تو خلوت میں بُلا کر ایک مخفی بیماری کے متعلق مشورہ لیا۔ جبرئیل نے علاج شروع کر دیا۔ اور جعفر صرف تین دن میں اچھا ہو گیا۔ اس کے بعد جعفر اور جبرئیل کے تعلقات یہاں تک گہرے ہو گئے کہ ایک دوسرے کے بغیر کھانا تک نہ کھاتے تھے۔

ایک دفعہ یوں ہوا کہ ہارون رشید کی ایک کنیز کا ہاتھ ہوا میں پھیلا ہوا رہ گیا۔ طبیبوں نے ہزار سر پٹکا۔ مالش کی۔ ٹکور دی اور دوائیں پلائیں لیکن بے فائدہ۔ ہارون نے جعفر سے ذکر کیا۔ جعفر نے جبرئیل کا نام پیش کیا۔ کہا۔ بُلاؤ۔ جب جبرئیل پیش ہوا تو ہارون نے پُوچھا۔ تم طب کے متعلق کیا جانتے ہو؟ کہا۔ جہاں پناہ! مَیں گرم کو سرد۔ سرد کو گرم۔ تر کو خُشک اور خُشک کو تر بنا سکتا ہوں۔ ہارون ہنس دیا۔ اور اس کنیز کے علاج کا حکم دیا۔ جبرئیل نے بعد از معائنہ عرض کی۔ عالم پناہ! دماغ میں ایک تجویز آئی ہے۔ اگر جان کی پناہ ملے اور عتاب سے امان حاصل ہو تو بندہ عمل کرے۔ ہارون نے کہا۔ جو جی میں آئے کرو۔ ما بدولت ناراض نہیں ہوں گے۔ کہا۔ ذرا اُس کنیز کو یہاں محفل میں بُلائیے۔ جب کنیز سامنے آئی تو جبرئیل دوڑ کر آگے بڑھا اور اس کے تنِ جامہ میں یوں ہاتھ ڈالا، گویا اُس کنیز کو برہنہ کرنا چاہتا

تھا۔ کنیز سخت جھینپی۔ چہرہ شرم و حیا سے سُرخ ہو گیا۔ پہلے جُھکی، پھر ایک جھٹکے سے سمٹی۔ اور یک دم دونوں ہاتھ آب رُو بچانے کے لیے آگے کو نکلے۔ تمام حاضرین انگشت بہ دنداں رہ گئے۔ بادشاہ نے فوراً پانچ لاکھ درہم کا انعام عطا فرمایا، اور ساتھ ہی اپنا طبیبِ خاص بنا لیا۔

جب جبرئیل سے اُس کنیز کی بیماری کی وجہ پوچھی گئی، تو کہنے لگا کہ جماع کے وقت کوئی رقیق مادہ اس کے تمام اعضا میں گھوم رہا تھا۔ یہ اُس وقت حرکت کی وجہ سے گرم تھا۔ جماع کے بعد ٹھنڈی ہوا کی وجہ سے وہ مادہ اعصاب میں جم گیا۔ اب اسے گرما کر نکالنے کی سبیل صِرف یہی تھی کہ کنیز کو کسی حیلے سے گرمایا جائے۔

طبیب میں اس قدر ذہانت و ذکاوت ہونی چاہیے کہ وہ حسبِ موقع کوئی نئی بات پیدا کر سکے۔

جبرئیل ترقی کرتے کرتے یہاں تک پہنچ گیا کہ ہارون الرشید ہر معاملے میں اُس سے مشورہ لینے لگا۔ ایک دِن تمام درباریوں کو بُلا کر کہا کہ آیندہ ہر قسم کی درخواستیں وغیرہ جبرئیل کی معرفت آئیں۔ میں صِرف اس کی سفارش پر عمل کروں گا۔ اس حکم کا نتیجہ یہ نکلا کہ بڑے بڑے امرا و حکام طبیب کی خوشامد کرنے لگے۔

جبرئیل پندرہ سال تک ہارون کی خدمت میں رہا۔ خُدا کی شان کہ اس تمام عرصے میں خلیفہ بیمار نہ ہوا۔ جب طوس میں خلیفہ آخری دفعہ بیمار ہوا، تو جبرئیل پر جو گُزری اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

یوسف بن ابراہیم مولا ابراہیم بن المہدی بیان کرتے ہیں کہ مولٰنا[1] ابو اسحٰق ابراہیم بن مہدی نے جبرئیل بن بختیشوع سے پوچھا کہ جالی نوس کا وطن کہاں تھا۔ جواب

---

[1] ماموں کا چچا اور خلیفہ مہدی کا بیٹا۔ پیدایش ۱۶۲ھ وفات ۲۲۴ھ۔ آپ کا مزار "سُرّ من رائی" میں ہے۔ (دائرۃ المعارف الاسلامیہ عربی از محمد ثابت الفندی وغیرہ جلد اوّل صفحہ ۲۰)

میں کہنے لگا :۔

"جالی نوس کی زندگی میں اُس کا مولد مملکتِ رُوم کے عین وسط میں تھا۔ لیکن اب سلطنتِ رُوم کے ایک کنارے پر واقع ہے۔ اُس وقت سلطنتِ رُوم کی حدُود یہ تھیں: مشرق میں دریائے فرات پر ایک گانو نقیا، جو مضافاتِ انبار[1] میں سے تھا۔ یہ گانو ایک قسم کی چھاؤنی تھی۔ جہاں رُوم وایران کے لشکر بہ مع امرائے افواج جمع ہوا کرتے تھے۔ دجلہ کی طرف رُوم کی آخری حد دارا[2] تھی۔ جس پر کبھی رُومی اور کبھی ایرانی قابض ہو جاتے۔ دارا و رأسُ العین کا درمیانی علاقہ رُوم وایران کی جولان گاہ بنا ہوا تھا۔ شمال کی طرف ارمینیہ اور مغرب کی طرف مصر آخری حد تھی۔ ہاں کبھی کبھی رُومی ارمینیہ پر قبضہ جما لیتے تھے۔"

یوسف بن ابراہیم مولا :۔ "میرے ناقصِ علم میں آج تک رُومیوں نے ارمینیہ پر قبضہ نہیں کیا۔ آپ کو غالباً ارمیناس کے لفظ سے دھوکا ہوا ہوگا۔ ارمیناس سلطنتِ رُوم کا ایک شہر ہے جس کے باشندوں کو اہلِ رُوم اب تک ارمن کہتے ہیں۔"

میرے اس اعتراض پر مولا ابو اسحاق ابراہیم بن المہدی نے جبرئیل کی تائید کی اور ایک خوب صورت چٹائی دکھائی۔ جس پر رُومیہ کے ایک باغ کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ بیچ میں خوب صورت لڑکیاں کھیل رہی تھیں، اور اس پر شاہِ رُوم کا نام لکھا ہوا تھا۔ مَیں نے اپنی غلطی کو تسلیم کیا۔

سلسلۂ گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے جبرئیل نے کہا :۔

---

[1] انبار بغداد سے گیارہ فرسخ کے فاصلے پر ایک شہر جس کی بنیاد لہراسپ کیانی نے رکھی تھی۔ (نزہت صہ۲۰)

[2] دارا و رأس العین دیار بکر کے شہر ہیں۔

"جالی نوس کے مولد کا نام سرنا[۱] اور بہ قولِ بعض سمرنا ہے۔ یہ گانو قرۃ سے دو فرسنگ کے فاصلے پر تھا۔ جب ایک دفعہ ہارون الرشید قرۃ کے قُرب و جوار میں خیمہ آرا ہوا، تو مَیں نے گزارش کی۔ جہاں پناہ! میرے اُستادِ اکبر (جالی نوس) کا گھر یہاں سے صِرف دو فرسنگ کے فاصلے پر ہے۔ اگر اجازت ہو تو زیارت کر آؤں اور کچھ کھا پی بھی لُوں۔ تاکہ معاصرین کے سامنے اتنا تو کہہ سکوں کہ مَیں جالی نوس کے گھر گیا تھا۔ اور وہاں کھانے پینے کی خوب بہار اُڑائی تھی۔ میری بات پر ہارون ہنس دیا اور کہنے لگا۔ جبرئیل مجھے خطرہ ہے کہ کہیں رُومی فوج کے نرغے میں نہ آجاؤ۔ مَیں نے عرض کی۔ عالم پناہ۔ رُومیوں میں یہ کہاں ہمت ہے کہ آپ کی فرودگاہ کے قریب آسکیں۔ اس کے بعد ہارون نے ابراہیم[۲]

---

[۱] جالی نوس کے حالات میں درج ہے کہ وہ فرغامُوس کا رہنے والا تھا۔ فرغامُوس قسطنطنیہ کے مشرق یعنی ایشیا میں ایک شہر تھا۔ یہاں سرنا یا سمرنا کو مولدِ جالی نوس بتایا گیا ہے۔ ممکن ہے کہ فرغاموس و سمرنا ایک ہی شہر کے مختلف نام ہوں۔ آج سمرنا کے بالکل قریب ایک شہر کا نام قاریہ ہے۔ ممکن ہے کہ یہ قرہ کی مسخ شدہ صورت ہو۔ [۲] ابراہیم بن عثمان بن نہیک ہارون الرشید کا ایک ندیم تھا۔ جب ہارون نے برامکہ کو تباہ کر دیا، تو ابراہیم برامکہ کا ذکر کر کے رویا کرتا۔ اور مجالس کو قصاص پر اُکساتا۔ بسا اوقات مجلسِ عیش میں بیٹھے بیٹھے چلا اٹھتا واجعفراہ واسیداہ۔ اس کے لڑکے نے باپ کی رپورٹ کر دی۔ ہارون نے دربار میں بُلایا۔ وہاں جب خلیفہ نے پوچھا تو رو کر کہنے لگا۔ آہ! جعفر کا مثل دُنیا میں کیسے مل سکتا ہے۔ اس پر ہارون نے کہا چل ملعون، دُور ہو۔ جب ابراہیم جا رہا تھا، تو اس کے لڑکے نے بڑھ کر ایک ہی وار میں باپ کا کام تمام کر دیا۔ یہ غالباً ۱۸۸ھ کا واقعہ ہے۔

(البرامکہ طبع پنجم مصنفہٗ عبدالرزاق کان پوری صفحہ ۱۵۵)

بن عثمان بن نہیک کو حکم دیا کہ جبرئیل کے ساتھ پان سو آدمی کر دو۔ میں نے مزاحاً کہا کہ حضور میں نے اُستاد کے گھر کا ارادہ ترک کر دیا ہی۔ ہارون نے ایک زور کا قہقہہ لگایا اور کہا کہ اب تیرے ہمراہ ایک ہزار سوار بھیجوں گا۔

قہر درویش بہ جانِ درویش۔ میرے پاس زیادہ سے زیادہ دس آدمیوں کا کھانا تھا اور پیچھے ایک پوری فوج آ رہی تھی۔ سوچ رہا تھا کہ کیا کروں گا۔ اسی سوچ میں مقامِ مقصود آ گیا۔ گھوڑوں سے اُترے۔ تو کیا دیکھا کہ ہر طرف سے کھانوں کی پلیٹیں چلی آتی ہیں۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہاں مسافروں کے لیے ہر وقت کافی مقدار میں کھانا تیار رکھا جاتا ہی۔ پیٹ بھر کر کھایا۔ اس کے بعد فوج کے چند نوجوان شراب خانے میں چلے گئے۔ خوب شراب اُڑائی۔ کباب کھائے۔ اور سورج ڈوبنے کے قریب واپس آئے۔"

ابراہیم بن المہدی:۔ کیا جالی نوس کے گھر کے کھنڈرات سے یہ بھی پتا چلتا ہی کہ حکیم ایک امیر آدمی تھا؟

جبرئیل۔ کیوں نہیں۔ اس کے گھر کے کچھ کمروں کا مُنہ مشرق کی طرف بعض کا مغرب اور بعض کا جنوب کی طرف ہی۔ شمال کی طرف کسی کا مُنہ نہ تھا۔ اس وقت شہر کے شمال کی طرف دریائے فرات بہتا تھا۔ تمام بڑے بڑے لوگ مثلاً فلسفیانِ روم و امرائے ایران وغیرہ اپنے گھر اسی طرز پر بناتے تھے کہ کمروں کا مُنہ شمال کی طرف نہ ہو۔ وجہ یہ کہ شمال رو کمروں میں سورج کی روشنی نہیں آ سکتی۔ اس لیے ایسے کمرے رہایش کے قابل نہیں ہوتے۔

جالی نوس ملوکِ روم کا خادم تھا۔ اور روم کے بادشاہ ہر بات میں اعتدال پسند و میانہ رو تھے۔ اگر جالی نوس کے گھر کا دیگر رومی منازل سے

مقابلہ کیا جائے تو اس کے گھر کی شان کچھ زیادہ ہی نظر آئے گی۔ کمرے زیادہ اور صحن فراخ۔ ہاں اس وقت صرف کھنڈر باقی رہ گئے ہیں۔

جالی نوس کے گھر کی بعض چھتیں اب تک سالم ہیں۔ جنھیں دیکھ کر معلوم ہوتا ہو کہ حکیم بڑا مہماں نواز، جواں مرد و سخی تھا۔ (ورنہ ایک آدمی کو اتنے کمرے کیا کرنے تھے) ۔ اس پر ابراہیم خاموش ہو گیا۔

یوسف بن ابراہیم مولا۔ آپ نے فرمایا ہو کہ شاہانِ روم ہر معاملے میں میانہ رو تھے۔ اس کے یہ معنی ہوئے کہ وہ سخاو مروت و انعام واکرام میں بھی میانہ روی سے کام لیتے ہوں گے۔ جس سے خادم و مخدوم ہر دو کی شان میں فرق آجاتا ہوگا۔

اگر ایک طرف سلاطینِ روم کی میانہ روی اور جالی نوس کی قیام گاہ پر نگاہ ڈالی جائے، اور دوسری طرف امیر المومنین (ہارون الرشید) کی سخاو مروت اور آپ کے دولت کدے کو دیکھا جائے تو لازماً ہم اِس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ جالی نوس کی قیام گاہ کو جو نسبت فرماں روائے روم کے محل سے تھی وہی نسبت آپ کے دولت کدے کو قصرِ خلیفہ سے ہو۔

جبرئیل کا قاعدہ تھا کہ کبھی تو میری باتوں پہ خوش ہو کر مولائی ابراہیم بن المہدی کے ہاں میری تعریف کرتا، اور کبھی سخت ناراض ہو جاتا۔ اس موقعہ پر مجھ سے پوچھنے لگا۔

"اس نسبت سے تمھارا مطلب کیا ہو؟"

مَیں نے عرض کی کہ نسبت ایک عام لفظ ہو، جو حکمائے روم کے کلام میں عموماً استعمال ہوتا ہو۔ چوں کہ آپ ان حکما کے شاگردوں کے رئیس ہیں۔ اس لیے مَیں آپ سے آپ کے اُستادوں کی زبان میں گفتگو کر رہا ہوں۔ میرا مقصد صاف لفظوں میں یہ ہو کہ فرض کیجیے کہ جالی نوس کا گھر سلاطینِ روم کے شاہی محل کا نصف ہو

یا ایک تہائی یا ایک چوتھائی ہو یا اس سے بھی چھوٹا ہو۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہو کہ منزلِ جالی نوس اور قصرِ روم میں جو نسبت ہو آیا وہ ہی نسبت آپ کے دولت کدے اور قصرِ خلافت میں بھی ہو۔ یا کچھ کم و بیش۔ اگر قصرِ خلافت کا رقبہ ایک فرسنگ ہو اور آپ کی قیام گاہ کا $\frac{1}{4}$ فرسنگ، اور دوسری طرف میانہ رو قیصرِ روم کا محل رقبے میں $\frac{1}{4}$ فرسنگ ہو۔ اور منزلِ جالی نوس $\frac{1}{16}$ فرسنگ۔ تو ظاہر ہو کہ ہر دو نسبتیں بالکل برابر ہوں گی۔ یعنی $\frac{1}{4}:\frac{1}{1}$۔ پھر آپ جالی نوس کے متعلق ایک دفعہ کہہ چکے ہیں کہ وہ سخاوت و مروّت میں آپ سے کم درجے کا آدمی تھا۔

میرے اس فتوے پر جبریئل ناراض ہو گیا۔ اور کہنے لگا:۔

"یہ درست ہو کہ مال و دولت کی میرے ہاں فراوانی ہو۔ اس لیے کہ میرے والد اور دادا شاہی درباروں میں دولت کے ساتھ کھیلتے رہتے ہیں اور مجھ پر نہ صرف خود امیرالمومنین حد سے زیادہ مہربان ہو بلکہ امیرالمومنین کے تمام اعزہ و اقارب (شاہ زادوں، بھائیوں، چچوں وغیرہ) و حکّام و روسا نے مجھ پر بے شمار نوازشیں کی ہیں۔ خلیفہ نے مجھے معمولی طبیب کے درجے سے ندیم و مصاحب کے مرتبے تک پہنچایا۔ اس وقت تمام حکّام و اقارب میری خوشامد کرتے پھرتے ہیں۔ نہ اس لیے کہ مَیں نے ان کا علاج اچھا کیا تھا یا انھیں دراصل مجھ سے محبّت ہو۔ یا ان کی غیبت و حضور میں مَیں نے خلیفہ کے سامنے ان کی تعریف کی تھی۔ بلکہ اس لیے کہ مَیں امیرالمومنین کا مصاحب و ندیم ہوں۔ اِن تمام لوگوں نے بارش کی طرح مجھ پر دولت برسائی اور مجھے ایک دولت مند انسان بنا دیا۔

دوسری طرف جالی نوس کا پالا انجیل بادشاہوں سے پڑا تھا۔

اس کی موروثی جایداد کا اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس کا والد ایک دہقان تھا جس کا گزر اوقات تاکستان وغیرہ پر تھا۔ اس لیے دولت و ثروت میں تو وہ میرا ہمسر نہیں بن سکتا۔ لیکن میں یہ کہے بن نہیں رہ سکتا کہ اگر بالفرض میرے گھر اور قصرِ خلافت میں ۱/۱۰ کی نسبت ہو۔ اور دوسری طرف جالی نوس کے گھر و سلاطینِ روم کے محل میں ۱/۱۰۰ کی نسبت ہو، تب بھی جالی نوس مجھ سے جواں مردی و مروت میں بہت بڑھا ہوا تھا۔"

ابراہیم بن مہدی۔ آج آپ یوسف بن ابراہیم مولا پر بہت ناراض معلوم ہوتے ہیں۔ اور یہ اس لیے کہ اس نے آپ کو جالی نوس سے بڑا جواں مرد قرار دیا ہے۔

جبرئیل۔ بے شک۔ اور ملعون ہے وہ شخص جو اللہ کی نوازشات کا حسبِ وسعت شکریہ ادا نہ کرے۔ میں جالی نوس سے کسی بات میں بھی لگاؤ نہیں کھاتا۔ اور الحمد للہ کہ جالی نوس ہر بات میں فوقیت رکھتا ہے۔

ابراہیم بن مہدی نے جبرئیل کے اس منصفانہ فیصلے کو بہت پسند کیا۔ اور فرمایا مجھے اپنی زندگی کی قسم کہ انصاف احرار واہ با کی زینت ہے۔ اس پر جبرئیل ابراہیم کے پانو چومنے کو اٹھا۔ میکن ابراہیم نے روک کر گلے لگا لیا۔

جبرئیل نے ابراہیم بن المہدی کے متعلق لکھا ہے کہ جب الفضل[1] بن سہل نیا نیا مسلمان

---

[1] سہل بن ناد الفروج مجوسی کا خاندان شہرت میں برامکہ کے قریب جا پہنچا تھا۔ سہل نے یحییٰ برمکی کے ایک غلام سلام بن الفرج کے ہاتھ پر مسلمان ہوا تھا۔ اس کے دو بیٹے یعنی فضل بن سہل اور حسن بن سہل مامون کے عہد میں درجۂ وزارت پر پہنچے۔ جب برامکہ تباہ ہو گئے اور مامون الرشید نے فضل بن سہل کو اپنا وزیر بنایا تو اس نے پہلا کام یہ کیا۔ کہ مامون سے کہہ کر اپنے محسن برمکیوں کو زندوں سے نکلوایا۔

ہوا، تو ایک دن ابراہیم اس سے ملنے کے لیے گیا۔ دیکھا کہ قرآن شریف پڑھ رہا ہے۔ ابراہیم نے پوچھا "چوں بینی نامۂ ایزد" یعنی اللہ کی کتاب کے متعلق کیسا خیال ہے۔ جواب میں کہنے لگا "خوش۔ و چوں کلیلہ و دمنہ" یعنی خوب ہے۔ کلیلہ و دمنہ کی طرح۔

ہارون الرشید کی آخری بیماری

جب ہارون الرشید طوس کے مقام پر بیمار ہو گیا، اور مرض بڑھ گیا تو جبرئیل سے کہنے لگا۔ تم میرا علاج کیوں نہیں کرتے۔ جبرئیل نے کہا۔ میں آپ کو بارہا جماع سے منع کر چکا ہوں لیکن آپ باز نہیں آتے۔ کئی دفعہ عرض کر چکا ہوں کہ طوس کی آب و ہوا آپ کے موافق نہیں۔ لیکن آپ نہیں سنتے۔ علاج کروں تو کیا۔ اور شفا ہو تو کیسے۔ اس پر ہارون ناراض ہو گیا اور جبرئیل کو جیل خانے میں ڈلوا دیا۔

کسی نے ہارون کو اطلاع دی کہ ایران میں ایک پادری ہے جو فنِ طب کا بہت بڑا فاضل ہے۔ ہارون نے قاصد بھیج کر اُسے بُلوایا۔ وہ آیا تو کہنے لگا۔ کہ آپ کا پہلا معالج علمِ طب سے بالکل کورا تھا۔ ہارون جبرئیل سے اور زیادہ متنفر ہو گیا۔ پادری کا مطلب صرف اپنا بازار گرمانا تھا و بس۔ پادری کے علاج سے مرض بڑھتا گیا۔ جب وجہ پوچھی جاتی تو کہتا۔ اجی صاحب وہ جبرئیل طبیب فتور ڈال گیا ہے۔ دوسری طرف بادشاہ سے کہتا رہتا کہ آپ بالکل اچھے ہو گئے ہیں، اور اس وقت تک آپ کو جس قدر تکلیف ہوئی ہے، اُس کا باعث جبرئیل ہے۔ بادشاہ پر اس پروپیگنڈے کا یہ اثر ہوا کہ فضل[1] بن الربیع کو بُلا کر جبرئیل کے

---

[1] فضل بن ربیع، خلیفہ ابو جعفر منصور کے عہد میں فضل کا والد یعنی ربیع بن یونس شاہی اردلی یعنی حاجب تھا۔ چوں کہ عرب کے ایک معزز خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ اس لیے اس کے دل میں وزارت کی ہوس تھی، باوجودے کہ ربیع برامکہ کا پروردہ تھا۔ لیکن ان کے خلاف یہ ہمیشہ سازشیں کرتا رہتا تھا۔ اور حق یہ ہے کہ برامکہ کی تباہی دراصل اسی کی کوششوں کا نتیجہ تھی۔ ابو مسلم خراسانی کو

(بقیہ حاشیہ ص۲۰۹ پر)

قتل کے احکام نافذ کیے۔ جبرئیل نے فضل بن ربیع سے کہا کہ میرے خون سے ہاتھ رنگنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس لیے کہ خلیفہ صرف چند یوم کا مہمان ہے۔ فضل بن ربیع نے جبرئیل کو زندہ چھوڑ دیا۔ انھی دنوں فضل بن ربیع پر قولنج کا حملہ ہوگیا۔ جب باقی طبیب علاج سے مایوس ہوگئے تو جبرئیل پہنچا اور کام یاب ہوگیا۔ اس سے ان دونوں میں محبت پیدا ہوگئی جو رفتہ رفتہ بڑھ گئی۔

جب محمد الامین تختِ خلافت پر متمکن ہوا تو اُس نے جبرئیل پر انعامات و اکرام کا مینہ برسا دیا۔ پھر جب مامون کی باری آئی تو اُس نے اِسے جیل خانے میں ڈلوا دیا۔ ۲۰۳ھ میں حسن بن سہل بیمار ہوگیا۔ جب باقی اطبا کے علاج سے کوئی فائدہ نہ پہنچا تو جبرئیل کو زندان سے منگوایا اور اس کے علاج سے اچھا ہوگیا۔ حسن نے مامون کو لکھا کہ ایسے فاضل طبیب کو زنداں میں بند رکھنا درست نہیں۔ چناں چہ مامون نے معاف کر دیا۔ ۲۰۵ھ میں جب مامون دارالخلافے میں وارد ہوا تو جبرئیل کو اپنے گھر پہ نظربند کر دیا اور شاہی خدمت کے لیے جبرئیل کے سالے میخائیل طبیب کو بلایا۔ جب ۲۱۰ھ میں خلیفہ بیمار پڑ گیا اور تمام اطبا ناکام رہے تو میخائیل سے کہنے لگا کہ تمھاری دوائیں بہ جائے فائدے کے مجھے نقصان پہنچا رہی ہیں۔ جاؤ پہلے چند اطبا سے مشورہ لو۔ اور پھر کوئی دوا تجویز کرو۔ مامون کا بھائی ابو عیسیٰ کہنے لگا کہ میرے خیال میں جبرئیل

(صفحہ ۲۰۸ کا بقیہ حاشیہ) :- بھی اسی ربیع نے خلیفہ منصور سے قتل کرا دیا تھا۔ جعفر برمکی کے قتل (۱۸۷ھ) کے بعد فضل بن ربیع کی خواہش پوری ہوئی اور وہ ہارون الرشید کا وزیر بن گیا۔ جب ہارون الرشید کے بعد امین و مامون میں جنگ چھڑ گئی تو فضل بن ربیع نے امین کا ساتھ دیا۔ اور فضل بن سہل نے مامون کا۔ جب ۱۹۸ھ میں امین قتل ہوا تو فضل بن ربیع بھی ساتھ میں کیفرِ کردار کو پہنچ گیا۔ سنہ وفات میں اختلاف ہے۔ بعض ۲۰۲ھ اور بعض ۲۰۸ھ درج کرتے ہیں۔

(وفیات الاعیان لابن خلکان)

موزوں ترین آدمی ہے، اُسے بُلایا جائے۔ مامون نے اس تجویز کی پروا نہ کی۔ ابو اسحاق (مامون کا بھائی) ایک اور طبیب یوحنا بن ماسویہ کو لے آیا۔ لیکن میخائیل نے اسے ایک ہی وار میں اکھیڑ کر باہر پھینک دیا۔ مامون کا مرض بڑھتا گیا اور آخر جبرئیل کو بُلانا پڑا۔ اس کی مسیحا نفسی سے صرف تین یوم میں مکمل صحت ہو گئی۔ مامون بہت خوش ہوا۔ دس لاکھ درہم انعام دیے اور ابو عیسیٰ کی سفارش پر تمام ضبط شدہ جائیداد واپس کر دی۔ اس کے بعد مامون جبرئیل کو ابو عیسیٰ جبرئیل کے نام سے بُلایا کرتا۔ جبرئیل کی منزلت بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچ گئی کہ کوئی شخص اس کی وساطت کے بغیر کسی آرزو میں کامیاب نہ ہو سکتا۔

سنہ ۲۱۳ھ میں جبرئیل سخت بیمار ہو گیا۔ جب ضعف و نقاہت بڑھ گئی تو مامون سے کہنے لگا کہ میرے بچے بختیشوع کو اپنے ہمراہ روم لیتے چلیے۔ مامون نے بختیشوع کو بُلایا۔ فہم و عقل میں باپ کا ثانی پایا۔ اس کی منزلت میں اضافہ کیا اور ساتھ لے گیا۔ جب موت قریب آ گئی تو اپنے بیٹے کے لیے ایک وصیت لکھ کر مامون کو بھجوا دی۔ یہ وصیت سات کروڑ دینار سے متعلق تھی۔ جو لوٹ کھسوٹ۔ خرچ اخراجات۔ ادائے جرمانہ وخرید جائیداد کے بعد بچ رہے تھے۔ یہ وصیت میخائیل کے ہاتھ بھیجی۔

جبرئیل کو وفات کے بعد دیرِ مار سرجس (ماسرجس۔ مار سرجیوس) میں دفن کیا گیا۔ یہ دیر مدائن[1] میں تھا۔ جب مامون بلادِ روم سے لوٹا۔ تو حسبِ وصیت تمام

---

[1] مدائن، عراق میں بغداد سے چار فرسنگ کے فاصلے پر دجلہ کے کنارے ایک شہر تھا۔ جو صدیوں تک سلاطین ساسانی کا دار الخلافہ رہا۔ اب یہ شہر مٹ چکا ہے۔ اس کی بنیاد طہورث پیش دادی نے ڈالی تھی اور نام رکھا تھا گرد آباد۔ جمشید نے اسے تکمیل تک پہنچا کر طیسفون نام رکھا۔ سکندر یونانی نے اس شہر کو تباہ کر دیا تھا۔ لیکن اردشیر بابک نے دوبارہ آباد کر کے اسے اپنا دار الخلافہ بنا لیا۔ یہ شہر اب ناپید ہو چکا ہے اور کھنڈرات زمین سے لگائے جا رہے ہیں۔ (نزہت ص ۲۴)

دولت بختیشوع کے حوالے کی۔ بختیشوع نے اس دَیر کو ازسرِنو آباد کر دیا۔ وہاں رہبان رکھے اور ان کے وظائف مقرر کر دیے۔

جبرئیل کی آمدنی

جبرئیل کو ہر ماہ دس ہزار درہم تنخواہ ملتی تھی۔ ماہِ محرم میں پچاس ہزار درہم نقد اور دس ہزار درہم کے کپڑے شاہی خزانے سے عطا ہوتے تھے۔ ہارون الرشید سال میں دو دفعہ فصد کھلواتا تھا اور دو دفعہ دوا پیتا تھا۔ ہر موقع پر جبرئیل کو ایک لاکھ درہم بطورِ انعام ملتے تھے۔ امرائے رشید کی نوازشات (نقد کپڑے۔ گھوڑے۔ خوش بُو وغیرہ شامل) چار لاکھ درہم تک پہنچ جاتی تھیں تفصیل یہ ہے:۔

	اسمائے بخشندہ	رقم
(۱)	عیسیٰ بن جعفر[۱]	۵۰۰۰۰ درہم
(۲)	فاطمہ[۲]	۷۰۰۰۰ "
(۳)	ابراہیم بن عثمان بن نہیک	۳۰۰۰۰ "
(۴)	الفضل بن ربیع	۵۰۰۰۰ "
(۵)	شاہی خزانے اور دیگر امرا سے عطا کردہ کپڑوں اور گھوڑوں کی قیمت	۱۰۰۰۰۰ "
(۶)	زرعی جائداد (جندیساپور۔ بصرہ۔ سُوس وغیرہ میں) سے سالانہ آمدنی	۸۰۰۰۰۰ "
(۷)	فالتو مالیے سے	۷۰۰۰۰۰ "
(۸)	یحییٰ بن خالد	۶۰۰۰۰۰ "

---

[۱] عیسیٰ بن جعفر۔ ہارون الرشید کی زوجہ زبیدہ (والدۂ امین) کا بھائی۔

[۲] فاطمہ، جعفر برمکی کی والدہ کا نام تھا۔ بہت شعر فہم و فیاض تھی۔

(۹) جعفر بن یحییٰ وزیر ۱۲۰۰۰۰۰ درہم

(۱۰) الفضل بن یحییٰ ۹۰۰۰۰۰ "

جبرئیل کو یہ تمام دولت ہارون الرشید اور برامکہ سے ملی۔ رشید کی خدمت میں تیئس برس اور برامکہ کے ہاں تیرہ برس رہا۔ اس عرصے میں جس قدر دولت جمع کی اس کی میزان (اجناس و تحائف وغیرہ خارج) سولہ لاکھ دینار بنتی ہے۔ اس رقم میں سے نو لاکھ دینار خرچ ہو گئے، اور سات لاکھ بختیشوع کے لیے بچ رہے۔

ابراہیم بن المہدی کہتا ہے کہ ایک شام ناسازیٔ طبع کی وجہ سے میں محمد الامین کی مجلس میں نہ جا سکا۔ دوسرے روز صبح سویرے الامین کی طرف سے جبرئیل عیادت کے لیے آیا، نیز خلیفہ کا مجھے سلام پہنچایا۔ پھر کان سے کان لگا کر کہنے لگا کہ آج الامین نے علی[1] بن عیسیٰ بن جراح کو خراسان کی طرف بھیجا ہے کہ مامون کو چاندی کی زنجیروں میں باندھ کر پیش کرے۔ لیکن میں آپ سے عرض کر دوں کہ الامین اس مقابلے میں قتل ہو جائے گا۔ اور مامون غالب رہے گا۔

ابراہیم۔ "اس پیش گوئی پر کوئی دلیل؟"

جبرئیل۔ "دلیل یہ ہے کہ گزشتہ رات الامین نے مجھے اور ابوعصمۃ البیعی (البیقی و السیتی) محافظ کو بلایا۔ کچھ گھبرایا ہوا تھا۔ اس کی تلوار، پیٹی اور قبا مجھے پہنا دی۔ اور میری ٹوپی۔ زنار اور دیگر کپڑے اُسے پہنا دیے۔ مجھے اس کی جگہ اور اس کو میری جگہ دے دی۔ ظاہر ہے کہ جو بادشاہ ایک نصرانی کو اپنا محافظ بناتا ہے، اس کی خیر نہیں۔ نصرانیت کا بنیادی اصول یہ ہے کہ اگر تمھیں کوئی شخص ایک میل

---

[1] علی بن عیسیٰ بن جراح خلیفہ الامین (مامون کا بھائی) کا سپہ سالار تھا جسے امین نے مامون کی گرفتاری کے لیے بھیجا۔ مامون نے ایک فوج طاہر بن حسین الخزاعی کی قیادت میں بھیجی۔ سخت مقابلے کے بعد عیسیٰ قتل ہو گیا۔ سنِ وفات ۱۹۵ھ۔ (قاموس المشاہیر۔ جلد دوم ص ۹۵)

بے گاریں پکڑلے جائے تو تم دو میل چلے جاؤ۔ اگر تیرے ایک گال پر کوئی تھپڑ رسید کرے تو تو دُوسرا بھی آگے کردے۔ جو بادشاہ ایسے مذہب کے پیروؤں کو اپنا محافظ مقرر کرتا ہی، بس سمجھ لو کہ وہ ختم ہوا چاہتا ہی اور اُس کے بُرے دن قریب آگئے ہیں۔

ابو عصمۃ السبیعی علمِ طب سے قطعاً ناواقف ہی۔ اُس غریب کو میری جگہ مقرر کر دینا مذاق کی انتہا ہی۔ طبیب محافظِ عمر ہوتا ہی۔ جو شخص ایک اَن پڑھ کو اپنا طبیب یعنی محافظِ عمر مقرر کرتا ہی، سمجھو کہ اُس کی عمر ختم ہونے والی ہی۔"

ابراہیم۔ "جبرئیل کی پیش گوئی لفظ بہ لفظ پوری ہوئی۔"

واقعہ ایک دن ایک مقام پر دس طبیب جمع ہوگئے جن میں سے ایک جبرئیل بھی تھا۔ موضوعِ بحث یہ تھا کہ آیا جاگنے کے بعد معاً پانی پینا چاہیے یا نہ؟

ابن داؤد بن سرافیون۔ "خواب سے بیدار ہوکر فوراً پانی پینا بہت بڑی حماقت ہی۔"

جبرئیل۔ "اور اس سے بڑی حماقت یہ ہی کہ جگر میں پیاس کی آگ بھڑک رہی ہو اور اُسے بجھانے کا سامان نہ کیا جائے۔"

ابن داؤد۔ "تو گویا تم پانی پینے کی اجازت دیتے ہو۔"

جبرئیل۔ "صرف ان لوگوں کو، جن کا معدہ گرم ہو، یا نمکین کھانا کھا بیٹھے ہوں۔ مرطوب و بلغمی مزاجوں کو نہیں۔"

ابن داؤد۔ "تمھارا مطلب یہ ہی کہ ہر آدمی تم جتنی طب جانتا ہو۔ تاکہ یہ معلوم کر سکے کہ آیا پیاس کی وجہ بلغم ہی یا حرارتِ معدہ۔"

جبرئیل۔ (ہنس کر) "اتنی طب تو ابھی سمجھائے دیتا ہوں۔ رات کو سوتے میں اگر پیاس لگ جائے، تو چادر وغیرہ سے پانو باہر نکال لو۔ اگر پیاس بڑھ جائے تو سمجھو کہ معدے میں حرارت ہی۔ یا نمکین کھانا کھایا تھا۔ اور اگر گھٹ جائے

تو مزاج بلغمی ہو۔"

یوسف بن الحکم کہتا ہے کہ میں گرما کی ایک دوپہر کو جبرئیل کے گھر گیا۔ دیکھا کہ کھانا کھا رہا ہے اور پلیٹ میں بڑے بڑے پرندے بھنے ہوئے رکھے ہیں ...... مجھے بھی کھانے میں شامل ہونے کی دعوت دی۔ میں نے عذر کیا کہ یہ گرمیاں اور اس پر یہ جوانی، یہ گرم غذا کیسے کھاؤں۔ جبرئیل پوچھنے لگا، کیا آپ غذا میں کچھ پرہیز کیا کرتے ہیں؟ میں نے عرض کی کہ غیر موزوں غذائیں نہیں کھایا کرتا۔ اس پر جبرئیل نے کہا،

"نامناسب و مخالفِ طبع غذائیں کھانی ہی پڑتی ہیں۔ کبھی محفلِ احباب میں دیکھا دیکھی اور کبھی اشتہا سے مجبور ہو کر ردی غذاؤں (پکوڑے۔ چٹنیاں۔ مٹھائیاں۔ تیل کی چیزیں۔ مترجم) سے واسطہ پڑ جاتا ہے۔ اگر پہلے سے عادت نہ ڈالی ہوئی ہو تو آدمی بیمار پڑ جاتا ہے۔ آدمی کو چاہیے کہ ہر روز کوئی ردی چیز کھا لیا کرے لیکن چیزیں بدلتا رہے۔ یعنی جو چیز آج کھائی ہے، وہ کل نہ کھائے۔ ایسا نہ ہو کہ معدہ مُعتاد ہو جائے۔ جو لوگ بار بار مسہل لیتے ہیں اُن کا معدہ مسہل سے مانوس ہو جاتا ہے۔ اس لیے مسہل کی عام مقدار کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اہلِ اندلس عموماً مُسہل لیتے رہتے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ انھیں سقمونیا کے تین دراہم سے جلاب لگتے ہیں اور ہمیں صرف نصف درہم سے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ ہر ردی چیز نظامِ جسم کو آخر نقصان پہنچاتی ہے۔ لیکن بسا اوقات طوعاً یا کرہاً کھانی پڑتی ہیں اس لیے گاہے گاہے کھا لینی چاہیے تاکہ معدے میں ہضم کرنے کی صلاحیت باقی رہے۔ اور زیادہ نہیں کھانی چاہیے۔ تاکہ انسانی طبیعت کو ردی اشیا سے جو نفرت ہے وہ مٹ نہ جائے۔"

میں نے یہ تفاصیل جبرئیل کے والد بختیشوع کو سنائیں۔ اُس نے فوراً قلم بند کر لیں۔

جبرئیل بن عبیداللہ بن بختیشوع بن جبرئیل

جبرئیل کا والد عبیداللہ پہلے کسی ضلع کا حاکم تھا۔ جب المقتدر نے مسندِ خلافت سنبھالی۔ تو عبیداللہ کو شاہی طبیب مقرر کرلیا۔ کچھ دیر کے بعد عبیداللہ دُنیا سے چل بسا اور دو بچے پیچھے چھوڑ گیا۔ ایک لڑکی اور دوسرا لڑکا۔ لڑکے کا نام جبرئیل تھا۔ جس رات عبیداللہ کی وفات ہوئی، اُسی رات المقتدر نے اپنی ملازموں کو حکم دیا کہ جاؤ اور عبیداللہ کا تمام سامان ضبط کرلو۔ عبیداللہ کی تدفین سے فارغ ہوکر اُس کی اہلیہ چپکے سے کہیں چلی گئی۔ یہ ایک حاکم جرشون (حرشون) نامی کی لڑکی تھی۔ المقتدر نے جرشون کو تنگ کرنا شروع کیا۔ کہ تمھاری لڑکی جو کچھ تمھارے پاس بہ طور امانت رکھتی رہی ہے، وہ ہمارے حوالے کرو۔ چناں چہ اسے کافی مال و دولت سے ہاتھ دھونا پڑا۔

عبیداللہ کی اہلیہ بچوں کو ساتھ لیے عُکبرا[1] جا پہنچی۔ وہاں ایک طبیب سے نکاح کرلیا اور کچھ عرصے کے بعد فوت ہوگئی۔ اس حکیم نے اس کا باقی ماندہ سامان ضبط کرلیا اور جبرئیل کو گھر سے نکال دیا۔ جبرئیل گھومتے گھامتے بغداد آنکلا یہاں ایک طبیب ہرحزد نامی سے طب پڑھنی شروع کی۔ کچھ ابن الیوسف الواسطی[2] سے سیکھی اور

---

[1] دُجیل کا ایک قریہ جو بغداد سے صرف دس کوس دور ہے۔ (مراصد الاطلاع صفحہ ۲۸۲) یہ قریہ شاپور ذوالاکتاف نے بنایا تھا (نزہت صفحہ ۴۳)۔ [2] الواسطی۔ نسبت واسط کی طرف۔ واسط نام کے کئی شہر ہیں۔ جن میں سے مشہور وہ واسط ہے، جسے حجاج بن یوسف (م ۹۵ھ) نے لب دجلہ بغداد سے پچاس کوس دور ۸۳ھ میں بنایا تھا۔ ایک واسط مکّہ کے نزدیک وادیٔ نخلہ میں ہے۔ جہاں محمد بن ابراہیم و بشیر بن میمون (ہر دو محدّث) پیدا ہوئے تھے۔ ایک اور واسط باب طوس میں واسط الیہود کہلاتا ہے۔ جہاں محمد بن حسین واعظ فرضی پیدا ہوا تھا۔ نیز حلب میں ایک قریہ۔ خابور۔ موصل۔ دجیل و یمن میں بھی اس نام کے دیہات موجود ہیں۔ نیز بنی قشیر کی ایک (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۶ پر

شاہی شفاخانے میں عموماً جاتا۔ الغرض جہاں سے جو کچھ ملتا لے لیتا۔

بغداد میں جبرئیل کے تین ماموں دارالرّوم میں رہا کرتے تھے۔ جبرئیل انھی کے ہاں پناہ گزیں تھا۔ یہ تینوں جبرئیل کو طب سیکھنے پر لعن طعن کرتے اور مزاحاً کہا کرتے۔ "اس لونڈے کو تو دیکھو کہ بختیشوع و جبرئیل بننے کی فکر میں ہے۔ ارے کوئی حرفت سیکھ کر روٹی کمانا سیکھ۔ کس بیہودہ شغل میں پڑا ہوا ہے۔" لیکن جبرئیل پر ان چیزوں کا بالکل اثر نہ ہوتا۔

ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ کرمان سے مُعزّالدولہ کے پاس ایک سفیر آیا جو اپنے ہمراہ دیگر تحائف کے علاوہ ایک افریقی گدھا (زیبرا)۔ ایک سات بالشت اونچا آدمی اور ایک صِرف دو بالشت کا بالشتیا بھی لایا۔ بغداد کے شرقی محلّے جبرئیل کی دُکان کے پاس قصر فرج میں اُترا۔ ہر دو کی آپس میں آشنائی ہو گئی۔ ہر روز ملتے، بیٹھتے اور اِدھر اُدھر کی گپیں ہانکتے۔ ایک دن سفیر نے جبرئیل سے فصد کے متعلق مشورہ لیا۔ اُس نے کہا کہ ہونی چاہیے۔ چناں چہ فصد کھولی گئی۔ جبرئیل دو دن تک ملاحظہ کے لیے جاتا رہا۔ اور اس کے بعد دیلمی رسم کے مطابق سفیر نے ایک طبق میں بہ طور تحفہ چند پگڑیاں۔ ایک طشت۔ ایک کُوزہ اور چند دیگر اشیا رکھ کر طبیب کو بھیجیں۔ اور ساتھ ہی درخواست کی کہ اس کے ملازمین کا بھی معائنہ کیا جائے۔

سفیر کے ساتھ ایک خوش شکل کنیز بھی تھی جسے کمیِ خون کی بیماری تھی۔ دیلم کے اطبّا نے بہت ہاتھ پاؤں مارے تھے لیکن کوئی افاقہ نہ ہوا تھا۔ جبرئیل نے ایک

(ص۲۱۵ کا بقیہ حاشیہ):۔ منزل اور عُذیبہ و صفرا کے درمیان ایک موضع کا نام ہے۔ اندلس میں بھی ایک واسط ہے۔ جہاں ابو عمرو احمد بن ثابت پیدا ہوا تھا۔ نہر الملک و یمامہ میں اسی نام کے دیہات ملتے ہیں۔ بنی سمیر کا ایک قلعہ واسط کہلاتا تھا۔ جمرۃ العقبہ کے اسفل میں ایک پہاڑ بھی اسی نام سے مشہور ہے۔ (قاموس۔ و س ط)

معجون تیار کر کے کنیز کو کھلائی - چند دنوں میں اس کی رنگت بدل گئی اور تمام شکایت جاتی رہی۔ اس پر سفیر نہایت خوش ہوا۔ طبیب کو ہزار درہم۔ سقلاطون[1] کا ایک چغہ۔ توز[2] کے تیار شدہ پارچے اور طلائی دستار عنایت کی۔ پھر کہا۔ جاؤ اور میرے ملازمین سے بھی اپنا حق وصول کرو۔ کنیز نے ایک ہزار درہم اور مختلف کپڑوں کا ایک ایک جوڑا عطا کیا۔ اس کے بعد ایک گھوڑے پر سوار کر کے ایک حبشی غلام ہمراہ کر دیا۔ جب گھر کے قریب پہنچا اور اس کے خالووں نے بھانجے کی یہ شان و شوکت دیکھی تو دوڑ کر آگے بڑھے۔ اور بڑی عزت و احترام سے گھر لے گئے۔ جبرئیل نے اس موقع پر کہا۔ تم میری عزت نہیں کر رہے بلکہ میرے لباس کے آگے جھک رہے ہو۔

جب یہ سفیر واپس گیا۔ تو فارس و کرمان میں جبرئیل کے کمالات کا خوب چرچا کیا جب جبرئیل تک یہ خبریں پہنچیں تو وہ شیراز کو چل دیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ عضدالدولہ عروج حاصل کر رہا تھا اور شیراز پر قابض ہو چکا تھا۔ جب یہ طبیب شیراز میں پہنچا تو عضدالدولہ نے اپنے دربار میں طلب کیا، اور آنکھ کے پٹھوں کے متعلق کوئی سوال پوچھا۔ طبیب نے اس قدر عالمانہ جواب دیا کہ عضدالدولہ نے اسی وقت سے اس کی تنخواہ باندھ دی۔ اور ایک مکان بھی رہائش کے لیے دے دیا۔

کچھ مدت کے بعد عضدالدولہ کا ماموں کوکبین، جو صوبہ فورفت کا حاکم تھا، بیمار پڑ گیا اور عضدالدولہ سے کوئی قابل طبیب علاج کے لیے مانگا۔ عضدالدولہ نے جبرئیل کو بھیج دیا۔ وہاں طبیب کی بڑی تعظیم و تکریم ہوئی۔ کوکبین جوڑوں کے درد اور ضعفِ احشا (انتڑیوں کی کمزوری) میں مبتلا تھا۔ جبرئیل نے جوارشِ تفاحی

---

[1] سقلاطون، روم کا ایک شہر جہاں کے کپڑے مشہور تھے۔ (قاموس)

[2] توز۔ سمیرا و قیند کے درمیان ایک موضع ہے۔ نیز عراق سے مکہ جاتے ہوئے راہ میں ایک قلعے کا نام ہے۔ (القاموس)

تیار کر کے پیش کی۔ جس سے کوکبین بالکل تن درست ہوگیا۔ اس نے طبیب کو نعمت و دولت سے مالامال کر کے شیراز میں واپس بھیج دیا۔ یہ ۳۵۷ھ کا واقعہ ہے۔

جب عضدالدولہ بغداد میں داخل ہوا، تو جبرئیل بھی ہمراہ تھا۔ اسے وہاں کے شفاخانے میں لگا دیا۔ اب سابقہ الاونس کے علاوہ اسے اور دو قسم کی تنخواہیں ملنے لگیں۔ خاص تنخواہ تین سو درہم ماہانہ اور شفاخانے کی ملازمت کے سلسلے میں تین سو درہم ماہانہ۔ یہ ہفتے میں دو دن اور دو رات شفاخانے میں کام کیا کرتا اور باقی اوقات گھر ہی پر گزار دیتا تھا۔

ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ صاحب[1] ابوالقاسم بن عباد کو معدے کی کوئی شکایت ہوگئی۔ عضدالدولہ کو کسی اچھے طبیب کے لیے لکھا۔ عضدالدولہ نے بغداد کے تمام اطبا کو جمع کر کے پوچھا کہ ابوالقاسم کے علاج کے لیے کون سا آدمی موزوں رہے گا۔ بغدادی طبیب جبرئیل سے حسد کرتے تھے۔ اس سے جان چھڑانے کا ایک زریں موقع مل گیا۔ کہنے لگے۔ حضور والا! اس کام کے لیے موزوں ترین طبیب جبرئیل ہے۔ قابل بھی ہے اور فارسی زبان سے آشنا بھی۔ عضدالدولہ کو یہ بات پسند آئی۔ فوراً تیاری کا حکم دے دیا۔ ایک خچر سامان کے لیے اور ایک گھوڑا سواری کے لیے دے کر رخصت کر دیا۔ جب رے میں پہنچا تو حاکمِ رے (ابوالقاسم) نے نہایت شان دار استقبال کیا۔ رہائش کے لیے جگہ دی۔ نیز دربان۔ فراش۔ باورچی۔ خزانچی اور وکیل اس کی خدمت پر مقرر کر دیے۔ ایک ہفتے کے بعد دربار میں طلب کیا۔ جہاں چند علما جمع کر رکھے تھے۔ اور رے کے ایک طبیب کو بھی بلایا ہوا تھا۔ رے کے اس طبیب نے جبرئیل سے نبض کے متعلق کچھ سوالات پوچھے۔ جبرئیل نے اس قدر

---

[1] عضدالدولہ کے عہد کا ایک امیر جس نے ایک زبردست کتب خانہ جمع کر رکھا تھا۔ اور جو بعد میں فخرالدولہ بن رکن الدولہ (۳۶۶ - ۳۸۷ھ) کا وزیر بنا تھا۔

مدلل و مُبرہن جوابات دیے، اور شکوک کو یوں دور کیا کہ ہر طرف سے صدائے تحسین و آفرین بلند ہوئی، اور ابوالقاسم نے خلعت عطا کی۔ اسی مجلس میں صاحب ابوالقاسم نے جبرئیل کو ایک ایسی کتاب لکھنے کا حکم دیا۔ جس میں سر سے پاؤں تک کے تمام امراض آجائیں، اور اس میں کوئی اور مسئلہ درج نہ کیا جائے۔ جبرئیل نے حکم کی تعمیل کی۔ جس پر صاحب ابوالقاسم نے کوئی ایسی چیز بہ طور انعام دی جس کی قیمت ایک ہزار دینار تھی۔ جبرئیل بعد میں عموماً کہا کرتا تھا کہ میرے دو سو ورق کی قیمت ایک ہزار دینار پڑی۔ جب عضدالدولہ تک یہ خبریں پہنچیں تو بہت خوش ہوا اور جبرئیل سے اور زیادہ محبت کرنے لگا۔

جب جبرئیل بغداد میں نوکروں اور غلاموں وغیرہ کے ہمراہ واپس آیا تو اطبائے بغداد اسے بہ خیریت واپس آنے پر مبارک باد کہنے کے لیے آئے۔ ایک طبیب ابوالحسین[1] بن کشکرایا (سنان کا شاگرد) کہنے لگا۔ "کھیتی ہم نے بوئی اور کاٹی تم نے۔ ہمارا ارادہ تمھیں یہاں سے نکلنے کا تھا لیکن تم عضدالدولہ کے زیادہ قریبی بن کر واپس آئے۔" جبرئیل ہنس کر کہنے لگا۔ "انسانی امور اللہ کے اختیار میں ہیں۔"

جبرئیل بغداد میں تین سال رہا۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ دیلم کا بادشاہ خسرو شاہ[2] بیمار پڑ گیا۔ جسم لاغر ہو گیا اور موت کا خوف بڑھ گیا۔ ہر چند اطبا نے علاج کیا، کوئی فائدہ نہ ہوا۔ آخر ابوالقاسم حاکمِ رے کو لکھا کہ میرے لیے کوئی ماہر طبیب تلاش کرو۔ ابوالقاسم نے عضدالدولہ کو لکھا۔ اور چند روز کے بعد جبرئیل دیلم جا پہنچا۔ اس کے علاج سے خسرو شاہ بہت جلد صحت یاب ہو گیا اور اس کو بے شمار دولت بہ طور انعام عطا کی۔

---

[1] حالات باب الکنیٰ میں ملاحظہ ہوں۔

[2] خسرو شاہ = عضدالدولہ فنا خسرو شاہنشاہ۔

اس کے بعد خسرو شاہ نے اسے حکم دیا کہ پہلے اس مرض کا پُورا حال لکھے اور پھر علاج۔ تعمیل ارشاد میں ایک مقالہ لکھا۔ جس کا نام تھا مقالۃ فی الم الدماغ بمشارکۃ المعدۃ والحجاب۔ حجاب سے مُراد وہ پردہ ہی جو سانس اور خوراک کی نالی کے درمیان حائل ہوتا ہی۔ اور جسے اصطلاح میں ڈیافرغما کہتے ہیں۔

واپسی پر جب ابوالقاسم سے ملاقات ہوئی۔ تو اس نے پوچھا۔ بدن کا بہترین جُز کون سا ہی۔ کہا، خون۔ ابوالقاسم نے کہا کہ اس مسئلے پر ایک مدلل کتاب تیار کرو۔ تعمیل ارشاد میں اس موضوع پر ایک دل چسپ مقالہ لکھا۔ جس میں ہر بات پر زبردست دلائل پیش کیے۔

بغداد میں واپس آکر طب پر ایک ضخیم کتاب لکھی۔ جس میں اصولِ طب منضبط کرنے کے علاوہ تمام امراض کے علاج درج کیے اور اس کا نام کافی رکھا۔ اس کا ایک نسخہ بغداد کے دارالعلم میں رکھوا دیا۔ اور شفاخانے میں بھی یہی کتاب برتی جانے لگی۔ اس کتاب (یا کناش۔ کتاب الاصول) کی وجہ سے جبرئیل ابوعیسیٰ صاحب الکناش کہلانے لگا۔ نیز ایک اور کتاب لکھی جس کا موضوع تھا "انبیا و فلاسفہ میں تطابق پایا جاتا ہی"۔ مذہب پر اس قدر مکمل کتاب آج تک نہیں لکھی گئی۔ اس نے بے شمار اقوال نقل کرکے ساتھ ساتھ حوالے بھی دیے۔ جبرئیل نے یہود کی تردید پر بھی ایک کتاب لکھی۔ اس میں حضرت مسیح کی آمد نیز صداقت پر دلائل دینے کے بعد یہودیوں کے انتظار (کسی نبی کا انتظار) کو باطل قرار دیا۔ نیز ثابت کیا ہی کہ شراب و نان ہر دو کی نیاز جائز ہی۔ گو شراب حرام ہی لیکن بہ طورِ نیاز دی جا سکتی ہی۔ اس کتاب میں فلسفۂ حلال و حرام پر بھی بحث کی ہی۔

ایک دفعہ جبرئیل بیت المقدس پہنچا۔ وہاں ایک دن کا روزہ رکھا، اور پھر دمشق کی طرف نکل گیا۔ جب مصر کے فرماں روا عزیز بن المُعِز العلوی کو معلوم ہوا تو بُلا

بھیجا لیکن طبیب غالباً ملنا نہیں چاہتا تھا اس لیے لکھ بھیجا کہ میرا تمام سامان بغداد میں پڑا ہے۔ وہاں جا رہا ہوں۔ سامان وغیرہ کا انتظام کر کے خدمتِ عالی میں حاضر ہوں گا۔ لیکن اس نے اپنا وعدہ پورا نہ کیا۔

اس کے بعد مُمہدالدولہ[۱] نے جبرئیل کو طلب کیا اور تھوڑی سی خوشامد بھی کی۔ چناں چہ یہ میّا فارقین[۲] کو روانہ ہوگیا۔ (اللہ میّا فارقین کو آبِ باراں سے محروم رکھے۔ اور اس کے موجودہ فرماں روا کو ذلیل و رسوا کرے) وہاں پہنچا تو مُمہد نے بہت تعظیم و تکریم کی۔

ایک دن مُمہد کو مُسہل لینا تھا۔ طبیب نے چند گولیاں دے کر ہدایت کی کہ علی الصباح لی جائیں۔ امیر نے رات کو سونے سے پہلے لے لیں۔ جب صبح کے وقت طبیب آیا اور دوا کے متعلق دریافت کیا۔ تو امیر امتحاناً کہنے لگا۔ تمھاری دوا کا کوئی

---

[۱] ابو علی بن مروان نے ۳۸۰ھ میں دیارِ بکر کے بعض شہروں پر تسلّط جما لیا۔ یہ خود تو کچھ خود مختار تھا۔ لیکن اس کے جانشین مُمہدالدولہ نے فاطمیوں کی اطاعت قبول کر لی۔ ان امرا کی تعداد پانچ تھی۔ یعنی ابو علی حسن بن مروان (۳۸۰ - ۳۸۷ھ)۔ مُمہدالدولہ ابو منصور (۳۸۷ - ۴۰۲ھ) نصرالدولہ ابو نصر احمد (۴۰۲ - ۴۵۳ھ)۔ نظام الدولہ نصر (۴۵۳ - ۴۷۲ھ) منصور (۴۷۲ - ۴۸۹ھ) اس سلسلے کو سلاجقہ نے تباہ کیا۔ شجرۂ نسب ملاحظہ ہو۔

مروان

بو علی — مُمہدالدولہ — ابو نصر احمد

ابو نصر احمد
|
نصر
|
منصور

(طبقات سلاطین اسلام صفحہ ۱۰۷)

[۲] میّا فارقین۔ دیارِ بکر کے شمال مشرق میں ایک مشہور شہر۔

اثر نہیں ہوا۔ طبیب نے نبض دیکھ کر کہا کہ نبض تو آپ کو جھٹلا رہی ہے۔ امیر ہنس پڑا اور اصل بات کھول دی۔ امیر نے پھر پوچھا۔ کتنے جُلاّب آئیں گے۔ کہا پندرہ۔ باقی لوگوں کو اس دوا سے کچھ کم یا زیادہ جُلاّب آتے ہیں۔

امیر کے محل سے نکل کر طبیب نے واپسی کی تیاری شروع کر دی۔ امیر نے وجہ پُوچھی، تو کہنے لگا۔ کہ تمام دُنیا میرے کمالات سے آگاہ ہو چکی ہے۔ اور آپ ہیں کہ بدستور میرا امتحان لے رہے ہیں۔ آپ کے ہاں رہنا میری بے عزّتی ہے۔ امیر نے منت خوشامد کر کے منا لیا اور ایک خچر اور کچھ درہم بطور انعام دیے۔

اس عرصے میں شاہِ دیلم نے براہِ راست نیز مہذ الدولہ کی معرفت بارہا جبرئیل کو بُلایا۔ لیکن وہ نہ گیا۔ جبرئیل یہاں تین سال رہا۔ جمعہ کے دن ۸ رجب سنہ ۳۹۶ھ کو پچاسی سال کی عمر میں انتقال کیا اور میّا فارقین کے باہر مُصلیٰ میں دفن ہوا۔

جبرئیل الکحّال

بغداد کا ایک سُرمہ ساز تھا۔ مامون کی خدمت پر متعین تھا۔ ماہانہ تنخواہ ایک ہزار درہم تھی۔ جب مامون صبح کی نماز سے فارغ ہوتا تو یہ سب سے پہلے اس کے کمرے میں جاتا۔ اُس کی پلکوں کو دھوتا اور آنکھوں میں سُرمہ لگاتا۔ خوابِ نیم روز کے بعد پھر یہی فرض ادا کرتا۔

ایک دفعہ مامون کا ایک ملازم حُسین بیمار ہو گیا۔ یاسر (مامون کا ایک فراش) کو کافی عرصے تک عیادت کی فرصت میسر نہ آئی۔ ایک دن شاہی محل میں داخل ہو رہا تھا کہ جبرئیل کحّال سے ملاقات ہو گئی۔ پُوچھا۔ امیر المومنین کس حال میں ہیں۔ جبرئیل نے کہا۔ سو رہے ہیں۔ یاسر نے فرصت کو غنیمت سمجھا اور حُسین کی عیادت کو چلا گیا۔

واپس آیا تو مامون نے تاخیر کا سبب پوچھا۔ کہنے لگا کہ جبرئیل نے اطلاع دی تھی کہ جہاں پناہ سو رہے ہیں۔ اس لیے میں حسین کی عیادت کو چلا گیا۔ چوں کہ جبرئیل نے غلط بیانی سے کام لیا تھا اس لیے مامون نے جبرئیل کو بلا کر سخت دھمکایا۔ اور کہا کہ تمھارا کام میری آنکھیں دھونا ہے۔ نہ کہ میرے متعلق دُنیا کو خبریں بہم پہنچانا۔ محل سے ابھی نکل جاؤ۔ اور آئندہ کبھی مُنہ نہ دکھاؤ۔ چند روز کے بعد جبرئیل نے مامون کو کہلا بھیجا کہ بھوک سے میرا حال تباہ ہو رہا ہے، توجہ فرمائی جائے۔ مامون نے ایک سو پچاس درہم ماہوار وظیفہ باندھ دیا۔ لیکن ساتھ ہی حکم دے دیا کہ اسے شاہی دربار تک آنے کی اجازت نہ دی جائے۔ چناں چہ جبرئیل کو تادمِ مرگ خدمتِ مامون کا کوئی اور موقع نہ مل سکا۔

جعفر بن محمد بن عمر ابو معشر البلخی

اسلامی منجم۔ علم التعدیل والاحکام پر کئی کتابیں لکھیں۔ تاریخ ایران وطبقاتِ امم کا ماہر تھا۔ صنعتِ احکام پر اس کی چند کتابوں کے نام یہ ہیں:-

(۱) کتابُ الطبائع (۲) کتابُ الالوف (۳) کتابُ المدخل الکبیر
(۴) کتابُ القرانات (۵) کتابُ الدُّوَلِ والملل (۶) کتابُ الملاحم
(۷) کتابُ الاقالیم (۸) کتاب الهیلاج والکدخداه۔ ابن البازیار کی طرف لکھ کر بھیجی۔ (۹) کتاب المقالاتِ فی الموالید (۱۰) کتابُ النکت
(۱۱) کتاب تحاویل الموالید وغیر ذلک (۱۲) زیج الکبیر۔ یہ کتاب افلاک ونجوم پر بہت زیادہ روشنی ڈالتی ہے۔ اس میں ایک نقص ہے۔ اور وہ یہ کہ اس میں جا بہ جا بے دلیل دعوے پائے جاتے ہیں (۱۳) کتاب الزیج الصغیر المعروف بہ زیج القرانات۔

ابو معشر شراب پینے کا عادی تھا۔ اور اس کے اس عیب سے ایک دُنیا آگاہ تھی۔ ہر مہینے جب چاند جوبن پر آتا تو ابو معشر پر مرگی کا حملہ ہو جاتا۔

یہ حکیم ابو جعفر محمد بن سنان البتانی[1] کا معاصر اور المعتمد کے بھائی الموفق[2] کا منجم تھا۔ جب الموفق نے بصرے کی حبشی جماعت کا محاصرہ کیا تو یہ بھی ساتھ تھا۔ علم نجوم میں اس کے مشاہدات مشہور ہیں اور صحیح بھی۔

ابو معشر آغاز میں محدث تھا۔ اور باب خراسان کی مغرب جانب میں رہا کرتا تھا۔ اُن دنوں الکندی کے سخت خلاف تھا۔ ہر جگہ لوگوں کو اس کے خلاف بھڑکاتا رہتا۔ اور اس کے فلسفے کو خلافِ اسلام ثابت کرتا رہتا تھا۔ الکندی سے جب اور کچھ نہ بن سکا تو ایک مہندس کو بلایا، اور کہا کہ جاؤ اور ابو معشر کی محفل میں شریک ہو کر اس کی توجہ علم الحساب والہندسہ کی طرف منعطف کراؤ۔ یہ چال کام یاب ہو گئی۔ ابو معشر ان علوم کے حصول میں لگ گیا اور الکندی کا پیچھا چھوٹ گیا۔ اب کہ وہ خود ان علوم میں اُلجھا ہوا تھا، الکندی کو کس مُنہ سے کافر کہتا۔ ابو معشر نے ان علوم کا مطالعہ تو کیا لیکن کمال پیدا نہ کر سکا۔ رفتہ رفتہ علم الاحکام کی طرف توجہ ہو گئی اور اس شعبے میں کافی شہرت حاصل کی۔

کہتے ہیں کہ اس حکیم نے علم النجوم کا مطالعہ سینتالیس برس کی عمر کے بعد شروع کیا تھا لیکن پھر بھی کمال پیدا کر لیا اس لیے کہ طبیعت اچھی پائی تھی۔ ایک دفعہ اس حکیم کو جوتش کی وجہ سے کسی اہم سیاسی معاملے کا پہلے ہی پتا چل گیا اور اس نے ہر جگہ مشہور کر دیا۔ اس پر المستعین نے اسے کوڑے لگوائے۔ ابو معشر عموماً کہا کرتا تھا

---

[1] محمد بن جابر بن سنان ابو عبداللہ الحرانی المعروف بالبتانی ابو جعفر (م ۳۱۷ھ) حالات آگے آئیں گے۔ [2] الموفق متوکل کا بیٹا تھا۔ لیکن تختِ خلافت سے محروم رہا۔ اس کا بیٹا معتضد (۲۷۹ - ۲۸۹ھ) معتمد کے بعد فرماں روا بنا۔

"صحیح نتیجے پر پہنچا اور پٹ گیا۔" اس حکیم نے سو سال سے اوپر عمر پائی۔ اور واسط میں فوت ہوا۔

چند دیگر تصانیف

(۱) کتاب المدخل الصغیر (۲) کتاب زیج الہزارات۔ تقریباً ساٹھ ابواب پر مشتمل (۳) کتاب المو الید الکبیر۔ مکمل نہ کر سکا۔ (۴) کتاب ہیئۃ الفلک (۵) کتاب الاختیارات۔

(۶) کتاب الاختیارات علی منازل القمر (۷) کتاب الطبائع الکبیر۔

(۸) کتاب السہمین واعمار الدول (۹) کتاب اقتران النحسین فی برج السرطان۔

(۱۰) کتاب الصور والحکم علیہا (۱۱) کتاب المزاجات (۱۲) کتاب الانواء۔

(۱۳) کتاب المسائل (۱۴) کتاب اثباتِ علم النجوم (۱۵) کتاب الکامل و الشامل (غیر مکمل)

(۱۶) کتاب الجمہرۃ۔ اس کتاب میں اوقاتِ ولادت پر لوگوں کے اقوال جمع کیے گئے ہیں۔ (۱۷) کتاب الاصول۔ اسے ابو العنبس[۱] نے اپنی تصنیف شمار کر لیا تھا۔

(۱۸) کتاب تفسیر المنایات من النجوم (۱۹) کتاب القواطع علی الہیلاجات۔

(۲۰) کتاب المو الید الصغیر مقالتان (۲۱) کتاب زیج القرانات والاحترافات۔

(۲۲) کتاب الاوقات علی اثنی عشریۃ الکواکب۔

(۲۳) کتاب السہام۔ سہام الماکولات والملبوسات۔ (۲۴) کتاب طبائع البلدان

(۲۵) کتاب الامطار والریاح۔

ابن[۲] المکتفی ایک مقام پر لکھتا ہے کہ میں نے ابن[۳] الجہم کی ایک حکایت اس کے اپنے قلم سے لکھی ہوئی پڑھی ہے۔ اور وہ یہ کہ ایک دفعہ ابن الجہم نے سند بن علی کی ایک

---

[۱] ابو العنبس الضمیری کتاب المو الید و کتاب المدخل الی النجوم کا مصنف۔ حالات باب الکنی میں۔

[۲] جعفر بن المکتفی باللہ ابو الفضل۔

[۳] محمد بن الجہم کے حالات حرف المیم میں۔

تصنیف کتاب المدخل ابومعشر کو عطا کی اور ابومعشر اس کا مصنف بن بیٹھا۔ ابومعشر نے علم نجوم بڑھاپے میں سیکھا تھا۔ بھلا اُس میں یہ قابلیت کہاں تھی کہ المدخل جیسی کتاب لکھ سکتا۔ مزید براں موالید پر سات مقالے اور قرانات پر دو کتابیں بھی بند بن علی کی تصنیف ہیں۔ جنھیں ابومعشر نے اپنی طرف منسوب کر لیا ہے۔

جعفر بن المکتفی باللہ ابو الفضل

بہت بڑا فاضل، مختلف علومِ اوائل کا استاد اور خلفائے بغداد کی اولاد میں سے تھا۔ بلند نسب پر اعلا تعلیم نے سونے پہ سہاگے کا کام کیا۔ جعفر نے علوم قدیمہ پر چند رسائل بہ طرزِ حواشی لکھے ہیں۔ یہ قدیم و جدید حکما اور ان کے علمی مدارج سے پوری طرح آگاہ تھا۔

ہلال بن المحسن کہتا ہے کہ جعفر کی ولادت سنہ ۲۹۴ھ اور موت منگل کے دن ۴ صفر سنہ ۳۷۷ھ کو واقع ہوئی۔ جعفر ایک عالم۔ عاقل و فاضل انسان تھا۔ جب عضد الدولہ بغداد میں آیا تو اسے جعفر سے ملنے کا شوق پیدا ہوا۔ خفیہ پیغام بھیجا۔ جعفر ہلکا سا جوتا پہن اور سر پر ایک بڑی سی چادر اوڑھ کر عضد الدولہ کی قیام گاہ پر جا پہنچا۔ وہاں ملازموں نے ایک تنہا سے کونے میں بٹھا دیا۔ جب عضد الدولہ فارغ ہوا تو اسے اندر بلایا۔ دیر تک پاس بٹھائے رکھا۔ اور بہت تعظیم سے پیش آیا۔ پھر علم جوتش پر گفتگو چل پڑی۔ عضد الدولہ نے واقعاتِ مستقبل کے متعلق چند سوالات کیے، جن کا جعفر نے تقریباً صحیح جواب دیا۔ یعنی وہی کچھ ہوا جو جعفر نے کہا تھا۔

غرس النعمۃ محمد بن الرئیس ہلال بن المحسن الصابئی لکھتا ہے۔

"میں نے جعفر کی ایک تحریر (اُس کے اپنے قلم سے) دُم دار ستاروں

کی تاثیر پر پڑھی - چوں کہ جعفر اس فن کا شہرۂ آفاق اُستاد تھا، اس لیے نقل کرلی ۔"

اس کے بعد عرس النعمۃ اس تمام تحریر کو اپنی کتاب میں نقل کرتا ہے - یہاں اس میں سے صرف ایک حصّہ درج کیا جاتا ہے - جعفر کہتا ہے :-

"۲۲۵ھ میں (معتصم کا زمانہ) سُورج کے (تقریباً) درمیان کالے رنگ کا ایک دھبّا پیدا ہوگیا - یہ منگل ۱۹ رجب ۲۲۵ھ کا واقعہ ہے۔" روز بعد چند بڑے بڑے حوادث ظاہر ہوئے - الکندی لکھتا ہے کہ یہ دھبا اکیس دن تک نظر آتا رہا اور اس کے معاً بعد معتصم کا انتقال ہوگیا - معتصم کی وفات سے پہلے دو دُم دار ستارے آسمان پر نمودار ہوئے - چند آدمیوں نے ہارون الرشید کی وفات سے پہلے بھی یہ ستارے دیکھے تھے - الکندی کہتا ہے کہ یہ دھبّا دراصل زُہرہ کا سایہ تھا جو سُورج پر پڑ رہا تھا - بہر حال اس دھبّے کی حقیقت معلوم کرنے کے لیے کوشش ضروری ہے -"

اس کے بعد جعفر نے اس تحریر میں اُن دُم دار ستاروں سے بحث کی ہے جو ہر ماہ (ماہ سے مُراد سُریانی ماہ ہے) آسمان پر نمودار ہوتے ہیں -

---

جعفر القطّاع المعروف بالسدید البغدادی

علم الکلام، منطق - ہندسہ - علوم و مذاہبِ اوائل و فنِّ تعمیر کا فاضل تھا - اعتقاداً شیعہ تھا - کچھ اوپر ستر برس کی عمر پائی - سنیچر کے دن ۱۶ ربیع الاوّل ۶۰۲ھ بغداد میں فوت ہوا - اور اپنے گھر (محلّہ قراح ظفر) میں دفن ہوا -

جرجیس

انطاکیہ کا فلسفی، اپنی سرزمین میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد مصر چلا گیا، اور وہیں متوطن ہوگیا۔ مصر میں ابوالصلت امیۃ المغربی کی اس سے کہیں شناسائی ہوگئی چنانچہ امیہ اس کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے:۔

"مصر میں انطاکیہ سے ایک طبیب جرجیس نامی تشریف لائے ہیں جن کا لقب فیلسوف ہے۔ گویا کوّے کو ابوالبیضا اور نیش خوردہ کو تن درست کا نام دے دیا گیا ہے۔ یہ صاحب ابوالخیر سلامۃ بن رحمون الیہودی الطبیب المصری کے دوست بھی ہیں اور وجہ بدنامی بھی۔ ان کا سب سے بڑا شغل یہ ہے کہ نہایت غلط و مہمل زبان میں چند ایک فلسفی و طبی مضامین لکھتے۔ اور اِدھر اُدھر فریب خوردہ حواریوں کے ہاں بھیج دیتے ہیں۔ ان حواریوں کی جب کچھ سمجھ میں نہیں آتا تو ان سے مشکل الفاظ و فقرات کی تشریح طلب کرتے ہیں۔ یہ بزرگ قلم برداشتہ بے سوچے سمجھے صفحے کے صفحے تفسیر و تشریح میں سیاہ کر ڈالتے ہیں۔ جنھیں پڑھ کر مارے ہنسی کے پیٹ میں بل پڑ جاتے۔ آں جناب نے اپنے دوست ابوالخیر سلامۃ کی شان میں چند اشعار ارشاد فرمائے ہیں، وہ بھی سُن لیجیے،

(۱) ابوالخیر طبیب اتنا بڑا جاہل ہے کہ عالم ان کے سامنے آنے سے شرماتا ہے۔

(۲) اس کا مریض اُس بدبخت انسان کی طرح ہے، جو ہلاکت کے بے کراں سمندر میں غوطے کھا رہا ہو۔

(۳) آپ جب کہیں تشریف لے جاتے ہیں، تو موت اور غسل دینے والا ہمراہ ہوتا ہے۔"

جورجیس بن بختیشوع الجندیسابوری ابوبختیشوع

یہ فاضل خلافتِ عباسیہ کے اوائل میں پیدا ہوا۔ کتاب الکناش اس کی مشہور تصنیف ہے۔ ۱۴۸ھ میں، کہ خلافتِ منصور کا آغاز تھا اور بغداد بن رہا تھا، منصور کو ضعفِ معدہ، بدہضمی وقلۃ الجوٗع کی شکایت ہوگئی۔ اطبّا نے ہر چند علاج کیا، کوئی فائدہ نہ ہوا۔ آخر الرّبیع کو حکم دیا کہ تمام اطبّا کو بُلا کر ان کے مشورے سے کوئی قابل طبیب تلاش کرے۔ چناں ربیع نے اطبّا کو طلب کیا۔ اطبّا نے بالاتفاق رائے دی کہ اس زمانے میں جورجیس سے بہتر کہیں کوئی طبیب موجود نہیں۔ منصور نے فوراً عاملِ جندیساپور کی معرفت اسے طلب کیا۔ پہلے تو جورجیس نے کچھ چوٗن وچرا سے کام لیا، لیکن آخر شاہی حکم تھا، جانا پڑا۔ جاتے وقت اپنے دو شاگردوں ابراہیم و سرجیس کو ساتھ لے لیا اور اپنے بیٹے بختیشوع کو شفاخانے کا نگراں بنا دیا۔ وقتِ رخصت بختیشوع نے اپنے والد سے کہا کہ آپ کی غیر حاضری میں عیسٰی بن شہُلافا مریضوں کو تنگ کرے گا اس لیے اسے ساتھ لیتے جائیے اور سرجیس کو چھوڑ جائیے۔ جورجیس نے ایسا ہی کیا۔

جب جورجیس مدینۃ السلام (بغداد) میں پہنچا اور دربارِ منصور میں طلب ہوا، تو اس نے بادشاہ کے لیے پہلے فارسی اور پھر عربی زبان میں دُعا کی۔ بادشاہ اس کی میٹھی گفتگو اور بلند شخصیت سے بہت متاثر ہوا۔ بیٹھنے کا حکم دیا اور چند طبّی سوالات پوٗچھے۔ جن کے جواب سے بہت خوش ہوا اور کہنے لگا "جورجیس! مَیں ایک نہایت قابل طبیب کی تلاش میں تھا، تمھارے آنے سے وہ آرزو پوٗری ہوگئی۔"

جورجیس نے خلیفہ کی بیماری پر مفصل روشنی ڈالی۔ کہ کس طرح شروع ہوئی، کس طرح بڑھی، اب کس درجے میں ہے۔ اور خلیفہ کو یقین دلایا کہ ان شا اللہ بہت

جلد شفائے کامل ہوجائے گی۔ منصور نے فوراً ایک خلعت عطا فرمائی اور ربیع کو حکم دیا کہ طبیب کی رہائش کا تسلی بخش انتظام کرے اور ہر طرح کی سہولیتیں بہم پہنچائے۔

جب طبیب کے علاج سے خلیفہ تن درست ہوگیا تو خلیفہ بے حد خوش ہوا۔ اور کہا کہ طبیب کی ہر آرزو پوری کی جائے۔ پھر پوچھا۔ "تمھاری خدمت کون کرتا ہی؟" کہا "میرے شاگرد"۔ منصور نے کہا۔ "سُنا ہی تم غیر شادی شدہ ہو"۔ کہا "بیوی تو ہی لیکن ضعیفہ کہ وطن کو چھوڑ کر یہاں آنے کے قابل نہیں"۔

اس گفتگو کے بعد جور جیس گرجے میں چلا گیا۔ اور منصور نے اپنے نوکر سالم کو حکم دیا کہ تین خوب صورت لونڈیاں اور تین ہزار دینار طبیب کی قیام گاہ پر پہنچا دیے جائیں۔ جب طبیب گرجا سے واپس آیا اور عیسیٰ بن شہلا نانے یہ لونڈیاں وغیرہ طبیب کے سامنے پیش کیں تو سخت ناراض ہوا، اور عیسیٰ سے کہنے لگا۔ او شیطان کے چیلے! تو مجھے پلید کرنا چاہتا ہی۔ ان لونڈیوں کو فوراً بادشاہ کے ہاں چھوڑ آ۔ طبیب نے مناسب یہی سمجھا کہ خود ساتھ جائے۔ جب قصرِ خلافت میں پہنچے تو منصور نے پوچھا "ارے یہ کنیزیں تم نے واپس کیوں کردیں"؟ کہا۔ "عالم پناہ ہم نصرانی ایک بیوی سے زیادہ نہیں رکھ سکتے۔" بادشاہ کو یہ بات پسند آگئی۔ اور حکم دے دیا کہ آیندہ طبیب بلا اذن حرم میں آجا سکتا ہی۔ اور ساتھ ہی اس کی شان دو بالا کردی۔ یہ ہی پاکیزگیٔ اخلاق کا پھل۔

جب سنہ ۱۵۲ھ میں جور جیس بیمار پڑ گیا۔ تو منصور ہر روز عیادت کے لیے اپنا خاص آدمی بھیجتا۔ جب بیماری بہت بڑھ گئی تو دار العامہ میں طبیب کی چارپائی منگوائی۔ اور خود چل کر عیادت کے لیے گیا۔ اس موقع پر طبیب نے کہا کہ مجھے وطن میں واپسی کی اجازت دی جائے تاکہ اہل وعیال کو بھی دیکھ لوں۔ اور اگر مر جاؤں تو آبا و اجداد کے قبرستان میں دفن ہونے کی سعادت حاصل کرسکوں۔ منصور کہنے لگا۔ "اگر تم اس وقت

اسلام قبول کرلو، تو میں تمھیں جنت کی ضمانت دینے کو تیار ہوں۔" کہا "میں تو وہاں رہوں گا جہاں میرے آباواجداد ہوں گے۔ خواہ وہ جہنم میں ہوں یا جنت میں۔" اس پر منصور خوب ہنسا، اور کہنے لگا "جب سے تم آئے ہو، میرے تمام دُکھ دُور ہوگئے ہیں۔ اب تمھارے بعد کیا ہوگا۔" کہا "میرا شاگرد عیسیٰ بن شہلوفا میرا جانشین ہوگا۔ یہ اپنے فن کا اُستاد ہے۔" کہا۔ "تم اپنا بیٹا ہمارے حوالے کیوں نہیں کرتے؟" جواب دیا "وہ جندیسا پور کے شفاخانے میں طبیبِ اعظم کے فرائض سرانجام دے رہا ہے۔ اور وہاں اس کی سخت ضرورت ہے۔" اس پر منصور نے عیسیٰ کو طلب کیا۔ چند سوالات پُوچھے۔ اور جواب سُن کر خوش ہوا۔ اس کے بعد جورجیس کو دس ہزار دینار دے کر رخصت کر دیا۔ اور حکم دے دیا کہ اگر راہ میں فوت ہو جائے تو بھی وطن پہنچا دیا جائے۔ لیکن طبیب وطن میں زندہ جا پہنچا۔

جابر بن حیّان الصوفی

کوفے کا رہنے والا، علومِ طبیعیہ کا ماہر، علم الکیمیا کا فاضل اور کافی کتابوں کا مصنّف تھا۔ علمِ فلسفہ سے کچھ لگاؤ رکھتا تھا۔ اور علمِ باطن سے بھی آشنا تھا۔ علم الباطن اسلامی صوفیوں کا علم ہے، جس میں چند بزرگوں نے کافی کمال پیدا کیا تھا۔ ان میں سے زیادہ مشہور حارث[1] بن اسد المحاسبی و سہل[2] بن عبداللہ التُستری وغیرہ ہیں۔

---

[1] حسن بصری (م ۲۴۳ھ) کا ہم عصر جس کی وفات بغداد میں ہوئی۔ اپنے عہد کا بہت بڑا صوفی و زاہد تھا۔ شیخ عبداللہ خفیف نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ اس زمانے میں چند بزرگ قابلِ اقتدا ہیں۔ حارث محاسبی۔ جنید۔ ابن عطا اور عمرو بن عثمان۔ (تذکرۃ الاولیا۔ مولٰنا فریدالدین عطارؒ۔ باب ۲۲)

[2] سہل بن عبداللہ تستری۔ ذوالنون مصری (م ۲۴۵ھ) کا مرید تھا۔ ایک دفعہ آلِ لیث کا مشہور فرماں روا عمرو بن لیث (۲۶۵ - ۲۸۷ھ) بیمار ہوگیا۔ تمام اطبا علاج سے عاجز آ گئے۔ اور آخر سہل کی دُعا سے شفایاب ہوا۔ (تذکرۃ الاولیا باب ۲۸)

الاندلسی کہتا ہے۔ کہ میں نے مصر میں اصطرلاب پر جابر بن حیان کی ایک تصنیف دیکھی جس میں ایک ہزار مسائل پر بحث تھی۔

حرف الحاء

الحارث بن کلدۃ ابن عمرو بن علاج الثقفی

عرب کا ایک طبیب جو طائف[1] کے ثقیف[2] سے تعلق رکھتا تھا حصولِ طب کے لیے زمانۂ جاہلیت میں ایران گیا اور اطبائے جندیسا پور وغیرہ سے استفادہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے بعد حلقہ بہ گوشِ اسلام بن گیا۔ ایران میں تکمیلِ طب کے بعد مدت تک علاج و معالجے میں مصروف رہا۔ وہاں ہر سو اس کی شہرت پھیل گئی۔ ایک دفعہ ایک ایرانی امیر نے علاج کے لیے بلایا۔ اور صحت یاب ہونے کے بعد کافی دولت اور ایک لونڈی بہ طورِ انعام دی جس کا نام حارث نے سُمیّہ رکھا۔ اس کے بعد حارث عرب میں واپس چلا آیا۔ اور یہاں بھی کافی مشہور ہو گیا۔

---

[1] طائف، مکّے سے دس میل کے فاصلے پر ایک بستی کا نام۔ کہتے ہیں کہ طوفانِ نوح میں یہ گاؤں پانی پر تیرتا رہا، اس لیے طائف کے نام سے مشہور ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ بستی پہلے شام میں تھی۔ پھر حضرت ابراہیمؑ کی دعا سے عرب میں چلی آئی۔ اور اس لیے طائف (گھومنے والی) کے نام سے مشہور ہوئی (قاموس)

[2] ثقیف کے لغوی معنی ہیں۔ مرد زیرک و چالاک۔ پدرِ قبیلہ از ہوازن جس کا نام قسی بن منبہ بن بکر بن ہوازن تھا۔ ثقفی اسی لفظ کا اسم منسوب ہے۔ حضرت ابو عبیدہ ثقفی (جنھیں حضرت عمرؓ نے مثنیٰ بن حارث کی امداد کے لیے سرحدِ ایران پر روانہ کیا تھا) اسی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔

سُمیّہ کے بطن سے زیاد[1] پیدا ہوا۔ جسے معاویہؓ نے اپنا رشتے دار بنالیا۔ وہ اس طرح کہ بہ قولِ معاویہؓ ایک دفعہ ابوسفیان[2] نے طائف میں اس لونڈی کے ساتھ زنا کیا اور یہ حاملہ ہوگئی۔ اس سے دو بچّے پہلے پیدا ہو چکے تھے۔ ابوبکرہ و نافع۔ یہ ہر دو بڑے بڑے ہوکر بہ جائے سفیان کے حارث کی طرف منسوب ہوگئے۔ اور اب کی دفعہ زیاد پیدا ہوا۔

حارث آنحضرت صلعم کی خدمت میں آیا اور اسلام قبول کرلیا۔ آنحضرت صلعم بیماروں کو فرمایا کرتے تھے کہ حارث سے علاج کراؤ۔

سعد[3] کہتا ہی کہ ایک دفعہ میں بیمار ہوگیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اور میرا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ گو اس وقت سخت بخار تھا لیکن آنحضرت کے مَس سے دِل کو ایک ٹھنڈک سی محسوس ہونے لگی۔ پھر فرمایا۔ تمھارے جگر میں گرمی ہی۔ ثقیف کے بھائی حارث کے پاس جاؤ۔ اور اسے کہو کہ وہ سات کھجوریں گٹھلیوں سمیت کوٹ کر تمھیں کھلادے۔ یہ حدیث صدقۃ المروزی نے ابن عُیینہ[4] سے

---

[1] زیاد (م ۵۳ھ) کو حضرت علیؓ نے فارس کا حاکم اور معاویہؓ نے عاملِ بصرہ مقرر کیا۔ اسی کا بیٹا عبداللہ بن زیاد حاکمِ بصرہ تھا جس نے امام حسینؓ کا محاصرہ کرکے انھیں شمر کے ہاتھ سے شہید کرایا تھا۔

[2] ابوسفیان کئی ہیں۔ مثلاً (۱) ابوسفیان، مغیرہ بن الحارث بن عبدالمطلب آنحضرت صلعم کا چچیرا بھائی (۲) ابوسفیان طلحہ بن نافع۔ تابعی (۳) ابوسفیان بن وکیع (۴) ابوسفیان بن حرب بن اُمیّہ۔ پدرِ معاویہ۔ یہاں یہ آخری ابوسفیان مُراد ہی۔ [3] کئی آدمیوں کا نام سعد تھا۔ مثلاً سعد بن خولہ۔ سعد بن خیثمہ۔ سعد بن الربیع۔ سعد بن عبادہ۔ سعد بن عبید۔ سعد بن عمیر۔ سعد بن مالک۔ سعد بن محیصہ۔ سعد بن معاذ۔ سعد بن ابی وقاص۔ سعد بن دیسم۔ یہاں مُراد غالباً سعد بن ابی وقاص ہی۔ [4] سفیان بن عُیینہ بن ابی عمران میمون الہلالی ابومحمد الکوفی مکّہ میں پیدا ہوا۔ محدثین کا اتنا بڑا امام تھا کہ (بقیہ حاشیہ صـ۲۳۲ پر)

روایت کی ہے۔

محمد بن اسحاق الندیم، اسماعیل بن محمد بن سعد بن ابی وقاص سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتا ہے کہ حجۃ الوداع میں سعد بیمار ہوگیا۔ جب آنحضرت صلعم عیادت کو تشریف لائے، تو کہنے لگا "یا حضرت میں زندگی سے مایوس ہوگیا ہوں"۔ آنحضرتؐ نے فرمایا "مجھے امید ہے کہ تم شفا پاؤ گے۔ تم سے ایک قوم فائدہ اور دوسری نقصان اُٹھائے گی"۔ پھر آنحضرت صلعم نے حارث کو سعد کے علاج کا حکم دیا۔ حارث نے بھی اُمیدِ شفا ظاہر کی اور حاضرین سے پوچھنے لگا "کیا آپ میں سے کسی کے پاس موٹی کھجوریں ہیں"۔ ایک نے کہا "ہیں"۔ چند کھجوریں لے کر ان میں پہلے میتھی شامل کی اور اوپر مکھن لگا دیا۔ جب سعد نے یہ غذا کھائی، تو اُس جوان گھوڑے کی طرح، جس کے پانو سے رسّی نکال لی گئی ہو، طرارے بھرنے لگا۔

عبدالرحمٰن[1] بن ابی بکرہ حارث کا یہ قول نقل کرتا ہے۔ "جو شخص ایک پُر راحت زندگی چاہتا ہو، اسے چاہیے کہ سویرے جاگے، قرض سے بچے اور عورتوں کی مجلس سے دُور رہے"۔

ابو عمرو[2] کا خیال یہ ہے کہ حارث اسلام لانے سے پہلے فوت ہوگیا تھا۔ اس سلسلے

(صہ ۲۳۳ کا بقیہ حاشیہ): ۔ امام شافعی۔ احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین جیسے اساتذہ حدیث اس سے حدیثیں روایت کرتے تھے۔ ۱۶۳ھ میں مکّہ سے کوفے میں آیا، اور یہیں ۱۹۸ھ میں اس کی وفات ہوئی۔

(تہذیب التہذیب لابن حجر العسقلانی)

[1] عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ بن الحارث الثقفی بصرے کا پہلا مُسلم مولود تھا۔ اس نے حدیث میں وہ مہارت پیدا کی کہ ائمۂ حدیث میں شمار ہونے لگا۔ اس کی وفات ۹۶ھ میں ہوئی۔ (تہذیب التہذیب لابن حجر العسقلانی)

[2] ابو عمرو سے مراد ابو عمر (زبّان) بن العلاء بن عمار بن العریان المازنی ہے۔ جس نے علمِ قرأت میں کافی کمال پیدا کیا تھا۔ اور فقہ اللغۃ العربیہ کا واضع بھی تھا۔ اس کی (بقیہ حاشیہ صہ ۲۳۵ پر)

ہیں لکھتا ہو۔ کہ ایک دفعہ آنحضرتؐ بیمار ہو گئے۔ سعد بن ابی وقاص کی معرفت حارث کو بُلایا اور اس سے مرض کے متعلق مشورہ لیا۔ اس حکایت سے ثابت ہوتا ہو کہ مُسلمان کفار سے بھی مشورہ لے سکتے ہیں۔

حارث سارنگی بھی بجا سکتا تھا۔ اور یہ ہُنر ایران و یمن سے سیکھ آیا تھا۔ حارث حضرت معاویہؓ کے زمانے تک باقی رہا۔ ایک دن معاویہؓ نے پُوچھا "حارث! طب کیا چیز ہی؟" (چوں کہ طب کا مقصد قیامِ صحت ہی۔ اس لیے اس سوال میں طب سے مُراد کامل تن درستی ہی۔ مترجم)۔ کہا۔ "بھوک لگنا"۔

الحارث

منجم۔ حسن[۱] بن سہل کا شاگرد اور کئی کتابوں کا مصنّف تھا۔ ابو معشر نے اپنی تصانیف میں اس کا ذکر کیا ہی۔

الحسن بن احمد (ایک نسخے میں محمد بن احمد) بن یعقوب ابو محمد (ایک نسخے میں ابو احمد) الہمدانی

یہ حکیم قبیلہ ہمدان[۲] سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کی مشہور تصنیف کتاب الاکلیل ہی۔

(صـ۲۲۴ کا بقیہ حاشیہ):- پیدائش ۷۰ھ کو مکہ میں ہوئی اور مدتوں بصرے میں رہا۔ جہاں عیسٰی بن عمرو الثقفی اور سیبویہ سے ملاقات کی۔ ابو عمرو سے اصمعی دس برس تک تعلیم حاصل کرتا رہا۔ قرآنِ حکیم کی ایک تفسیر بھی لکھی تھی۔ فرزدق کے دیوان میں ایک شعر ابو عمرو کی تعریف میں موجود ہی۔ آپ کی وفات مقامِ کوفہ ۱۵۴ھ میں ہوئی۔ (دائرۃ المعارف صـ۲۸۴)۔ [۱] حسن بن سہل بن نوبخت۔ حالات آگے آئیں گے۔ (حاشیہ [۲] صـ۲۲۶ پر دیکھیے)

جس میں شاہانِ حمیر کے حالات، شجرۂ نسب بھی دیا ہوا ہے۔ کُل دس فنون پر بحث کی گئی ہے ستاروں کے ملاپ۔ طبعیات۔ نجوم۔ قدم و حدوثِ عالم، انقلاباتِ دہر پر متقدمین کی آرا اور انسانی نسل و عمر پر بھی دل چسپ بحثیں موجود ہیں۔ اس کی چند اور کتابوں کے نام یہ ہیں :۔

(۱) کتاب سرائر الحکمۃ۔ اس میں علم الافلاک، حرکاتِ کواکب، احکام نجوم وغیرہ پر بحث کی گئی ہے۔

(۲) کتاب القوی۔ (۳) کتاب الیعسوب فی القِسّی والرّمی والسہام والنضال۔

(۴) ایک تقویم، جو اہلِ یمن کا ماخذ ہے۔ یہ شخص یمن کا سب سے بڑا عالم ہو گزرا ہے۔ مَیں نے اس حکیم کے کچھ حالات کتاب النجاۃ میں بھی درج کیے ہیں۔ اس لیے کہ یہ ایک بہت بڑا ادیب بھی تھا۔ ملاحظہ ہو اس کا قصیدہ دامغہ جو شرح سمیت ایک ضخیم جِلد ہے۔ الہمدانی کی وفات ۳۳۴ھ کو جیل خانے میں ہوئی۔

(ص ۲۳۵ کا ۲ حاشیہ ملاحظہ ہو) :۔ عرب کا ایک قبیلہ جس کا مرکز ہمدان ہے۔ ہمدان شہر کا نام بھی ہے اور قبیلے کا بھی۔ یہ شہر یمن میں صنعا سے شمال کی طرف واقع ہے۔ اس قبیلے کا جدّ اول ہمدان بن مالک بن زید بن ربیعہ بن اوثلہ بن الخیّار بن زید بن قحطان تھا۔ (انسائیکلو پیڈیا آف اسلام)

[1] شاہانِ حمیر تیسری صدی کے آغاز سے پانچویں صدی کے اختتام تک جنوبی عرب کے اُس حصّے پر جو سبا و سمندر کے درمیان واقع ہے، حکومت کرتے رہے۔ ان کا جدِ امجد حمیر بن یارب بن قحطان تھا۔ اس خاندان کے فرماں روا تبّا کے لقب سے مشہور تھے۔ پہلا تبا حارث تھا۔ دوسرا ذوالقرنین۔ تیسرا بلقیس (مشہور ملکۂ سبا جس نے حضرت سلیمانؑ کے ساتھ ہدہد کی وساطت سے کلام کیا تھا)۔ چوتھا اسعد (اسد) کامل۔ پانچواں حسّان۔ چھٹا عمر۔ آخری ذوالنواس جسے ملکِ حبشہ (نجاشی) نے شکست دے کر ملک پر قبضہ جمالیا تھا۔ (تاریخ ادبِ عربی نیکلسن)

الحسن بن مصباح المنجّم

اسے حساب و علم النجوم سے کافی دل چسپی تھی۔ اس نے ایک تقویم تیار کی جس میں کواکب پر بحث کرتے ہوئے سندھ ہند[1] کے نظریوں کو باطل ثابت کیا ہے۔ حرکاتِ کواکب وغیرہ کی بنیاد بطلی موسی انکشافات پر رکھی ہے۔ اور آفتابی گردشوں کی تعیین میں رصد گاہوں سے مدد لی ہے۔

الحسن بن عبید اللہ بن سلیمان بن وہب

بیت الریاستہ سے تعلق رکھتا تھا۔ علم ہندسہ میں کمال پیدا کیا ہوا تھا۔ اس کی مشہور کتاب یہ ہے:-

کتاب شرح المشکل من کتاب اقلیدس فی النسبۃ۔ ایک مقالہ۔

الحسن بن سوار بن بابا بن بہرام (ایک نسخے میں بہنام) ابو الخیر

المعروف بہ ابن الخمّار بغدادی

منطق کا فاضل یحییٰ بن عدی کا شاگرد۔ نہایت ذہین و ذکی اور مختلف علوم کا طالب العلم تھا۔ پیدائش، ربیع الاول ۳۳۱ھ۔ اس کی تصانیف یہ ہیں:-

(۱) کتاب الہیولیٰ۔ ایک مقالہ۔ (۲) کتاب الوفاق بین الفلاسفۃ والنصارا۔ تین مقالے۔

---

[1] سندھ ہند کے حالات اوراقِ آیندہ میں۔

(۳) کتاب تفسیر الیاغوجی مفصّل ۔ (۴) کتاب تفسیر الیساغوجی مختصر۔

(۵) کتاب الصدیق والصداقۃ - ایک مقالہ۔

(۶) کتاب سیرۃ الفیلسوف - ایک مقالہ۔

(۷) کتاب الآثار المختلفۃ فی الجو الحادثۃ عن البخار

(۸) کتاب الآثار العلویہ (سُریانی سے عربی میں ترجمہ)

(۹) کتاب ابلس فی الکتب الاربعۃ فی المنطق الموجود۔ اس کتاب میں ثاؤفرسطس کے مسائل پر بحث کی گئی ہے۔

(۱۰) مقالۃ فی الاخلاف۔

الحسن بن الخصیب (ایک نسخے میں الخفیب، دوسرے میں الخطیب)

فارسی النسل، علم النجوم میں ماہر۔ جس کی کئی تصنیف علم الافلاک پر موجود ہیں۔ چوں کہ اس کی جنم پتری میں سہم الغیب (ستارہ) موجود نہ تھا۔ اس لیے اس کی پیش گوئیاں غلط ہوتی تھیں۔ اس نے احکام النجوم پر ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام تھا کارِ مہتر۔ اس کتاب میں جس قدر پیش گوئیاں درج ہیں، سب کی سب غلط نکلیں۔ مثلاً ایک مقام پر درج ہے، کہ جب زحل بُرج جوزا کے پہلے درجے میں داخل ہوگا تو شاہِ مصر کی وفات ہو جائے گی۔ میری زندگی میں یہ بات دو دفعہ ہو چکی ہے اور ملکِ مصر بہ دستور زندہ ہے۔ اس کی چند دیگر تصانیف کے نام یہ ہیں:۔

(۱) کتاب المدخل الیٰ علم الہیئۃ (۲) کتاب تحویل سِنی العالم (۳) کتاب الموالید (۴) کتاب تحویلِ سِنی الموالید۔ (۵) کتاب المنثور، جو یحییٰ[1] بن خالد کے لیے لکھی تھی۔

---

[1] یحییٰ بن خالد بن برمک۔

(۶) کتاب قضیب الذہب (۷) کتاب النکت۔

الحسن ابن الحسن بن الہیثم ابو علی المہندس البصری نزیل مصر

علم ہندسہ کے غوامض و اسرار کا عالم۔ علومِ اوائل کا فاضل اور کئی تصانیف کا مصنف تھا۔ شاگردوں کی ایک خاصی جماعت پیدا کی۔

اُس زمانے میں مصر کا فرماں روا حاکم تھا، جو علومِ حکمیہ میں کافی دل چسپی لیتا تھا۔ جب حسن کا آوازۂ علم و فضل سُنا، تو شوقِ ملاقات پیدا ہو گیا۔ حسن نے کسی وقت کہا تھا کہ:۔

"اگر میں مصر میں ہوتا، تو دریائے نیل کی طاقت کو کسی مفید کام پر لگاتا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ دریا بلندی سے پستی کی طرف جاتا ہے اور مصر سے گزرتا ہے۔"

جب شاہِ مصر کو الحسن کے ان ارادوں کا علم ہوا تو اشتیاقِ ملاقات اور بڑھ گیا۔ چناں چہ ایک قاصد کافی مال و دولت کے ساتھ اس کی طرف بھیجا۔ الحسن چل پڑا۔ اور جب مصر کے قریب پہنچا، تو بادشاہ نے باب القاہرہ کے پاس ایک گانو خندق پر اس کا استقبال کیا اور نہایت عزت و احترام سے پیش آیا۔ جب حسن کی تھکان اُتر گئی تو بادشاہ نے اسے دریائے نیل کی اسکیم یاد دلائی۔ حسن چند کاری گروں کو ہمراہ لے کر چل پڑا۔ آگے جا کر گزشتہ اقوام کے کھنڈرات نظر پڑے جن پر ستاروں کی تصاویر کھچی ہوئی تھیں اور ہندسہ کی کئی شکلیں بنی ہوئی تھیں۔ نیز یہ عمارات از بس پایدار و مضبوط معلوم ہوتی تھیں۔ حسن کو یقین ہو گیا کہ وہ لوگ بھی علم ہندسہ کے ماہر تھے۔ ساتھ ہی خیال آیا کہ اگر وہ تو میں علم ہندسہ میں ماہر ہونے کے باوجود

دریائے نیل سے کچھ فائدہ نہ اٹھا سکیں تو میں کیا بنا سکوں گا۔ اس خیال کا آنا تھا کہ حوصلہ پست ہوگیا لیکن چلتا گیا۔ آخر شہر اسواں[1] کے جنوب میں موضع جنادل میں جا پہنچا۔ اس بلند مقام کے دونوں طرف سے دریا گزر رہا تھا۔ معاینہ کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا کہ کچھ نہیں بن سکتا۔ بہت شرمندہ ہوا، اور شاہِ مصر کے پاس جاکر معذرت کی۔ بادشاہ نے معذرت قبول کرلی اور اسے ایک دفتر کا ناظم بنادیا حسن نے اس عہدے کو بادلِ ناخواستہ قبول کرلیا۔ چند روز کے بعد اسے معلوم ہوا کہ بادشاہ ازبس عجلت پسند واقع ہوا ہے اور ذرا سی لغزش پہ موت کی سزا دے دیتا ہے۔ حسن ڈر گیا۔ اور یہاں سے نکلنے کی کوئی تجویز سوچنے لگا۔ اور کچھ نہ سوجھا تو دیوانہ بن بیٹھا۔ بادشاہ نے اس کا مال ضبط کرلیا۔ اسے ایک مقام میں قید کردیا۔ اور چند آدمی اس کی نگرانی پر مقرر کردیے۔

جب حاکم کی وفات ہوگئی تو جھٹ پٹ فرزانہ بن گیا۔ اور محبس سے باہر آکر جامع ازہر کے بڑے دروازے پر ایک قبّے میں رہنے لگ گیا۔ اب اس کا کام زہد و قناعت تھا۔ چند روز کے بعد ضبط شدہ مال واپس مل گیا۔ اب کچھ تصنیف و تدریس کا شغل بھی ہونے لگا۔ اس کا خط نہایت عمدہ تھا۔ یوسف الناشی (ایک نسخے میں الناسی) الاسرائیلی الحکیم نزیلِ حلب کہتا ہے کہ حسن ہر سال اقلیدس، المجسطی والمتوسطات کا ایک ایک نسخہ لکھتا۔ اور یہ نسخے ڈیڑھ سو دینار پر آغازِ کتابت ہی میں بک جاتے۔ اس طرح حسن اُمرا کی خوشامد اور ان کے جھوٹے وعدوں کی کُلفت سے بے نیاز رہ کر زندگی بسر کرتا رہا اور ۴۳۵ھ کے قریب اس دُنیا سے چل بسا۔ میرے پاس ہندسہ پر حسن کی ایک چھوٹی سی کتاب موجود ہے۔

---

[1] اسوان جنوبی مصر میں سوڈان کی سرحد سے تقریباً ایک سو پچیس میل شمال میں ایک بھاری شہر جو آج کل ریلوے اسٹیشن ہے۔

جو ۴۳۲ھ میں لکھی گئی تھی۔

تصانیف (۱) تہذیب المجسطی (۲) المناظر (۳) مصادرات اقلیدس۔
(۴) الشکوک علی اقلیدس (۵) مساحۃ الجسم المتکافی (۶) الاشکال الہلالیہ۔
(۷) صورۃ الکسوف (۸) العدد والمجسم۔
(۹) قسمۃ الخط الذی استعملہ ارشمیدس فی الکرۃ (۱۰) اختلاف منظر القمر۔
(۱۱) استخراج مسئلۃ عددیۃ (۱۲) مقدمۃ ضلع المسبع (۱۳) رؤیۃ الکواکب۔
(۱۴) التنبیہ علی مافی الرصد من الغلط (۱۵) تربیع الدائرۃ۔ (۱۶) اصول المساحۃ۔
(۱۷) اعداد الوفق (۱۸) مسئلۃ فی المساحۃ (۱۹) اعمدۃ (ایک نسخے میں اعملۃ) المثلثات
(۲۰) عمل المسبع فی الدائرۃ (۲۱) حل شکٍ من المجسم (۲۲) حل شکٍ من اقلیدس۔
(۲۳) حرکۃ القمر (۲۴) استخراج اضلع المکعب (۲۵) علل الحساب الہندی۔
(۲۶) مایری من السماء اعظم من نصفہا (۲۷) خطوط الساعات۔
(۲۸) الکرۃ اوسع الاشکال المجسمۃ (۲۹) خط نصف النہار۔
(۳۰) الکرۃ المحرقۃ (۳۱) ہیئۃ العالم (۳۲) الجزء الذی لایتجزاء۔
(۳۳) مساحۃ الکرۃ (۳۴) کیفیۃ الارصاد (۳۵) حساب المعاملات۔
(۳۶) الہالۃ وقوس قزح (۳۷) المجرۃ (۳۸) ماہیۃ المجرۃ۔
(۳۹) جواب من خالف فی المجرۃ (۴۰) مسئلۃ ہندسیۃ۔
(۴۱) شرح قانون اقلیدس (۴۲) استخراج خط نصف النہار بظلٍ واحدٍ۔
(۴۳) اصول الکواکب (۴۴) برکار الدوائر العظام (۴۵) جمع الاجزاءِ۔
(۴۶) قسمۃ المقدارین (۴۷) التحلیل والترکیب (۴۸) حساب الخطائن۔
(۴۹) شکل بنی موسیٰ (۵۰) المرایا المحرقۃ (۵۱) استخراج اربعۃ خطوطٍ۔
(۵۲) حرکۃ الالتفات (۵۳) حل شکوک الالتفات (۵۴) الشکوک علی بطلیموس۔

(۵۵) حل شکوک المجسطی (۵۶) اختلاف المناظر (۵۷) ضوءُ القمر۔ (۵۸) المکان۔
(۵۹) الاخلاق (۶۰) السمت (۶۱) سمت القبلۃ بالحساب (۶۲) ارتفاع القطر۔
(۶۳) ارتفاعات الکواکب (۶۴) کیفیۃ الاظلال (۶۵) الرخامات الاُفقیۃ۔
(۶۶) عمل البنکام (۶۷) مقالۃ فی الاثر الذی فی القمر (۶۸) تعلیق فی الجبر۔
(۶۹) کتاب البرہان علی مایراہُ الفلکیوّن فی احکام النجوم۔

الحسن ابن الامیر ابو علی بن نظام الملک

اپنے دادا نظام الملک[1] کی وجہ سے بغداد میں خوب بنی رہی۔ خود بھی علومِ فلسفہ و نجوم کا فاضل تھا۔ سنیچر کے دن ۸ صفر ۶۱۳ھ کو فوت ہوا۔

الحسن بن محمد بن ابی نعیم ابو علّی الطبیب

اپنے عہد کا مشہور طبیب تھا۔ بیت المقدس میں رہائش اختیار کر رکھی تیمیی تریانی و مقدسی مشائخ میں سب سے بڑا عالم تھا۔ فنِ طب میں دُنیا نے اس سے کافی استفادہ کیا۔

---

[1] نظام الملک سلاطینِ سلجوق کا مشہور و معروف وزیر تھا۔ جو پچپن سال تک اس عہدے پر فائز رہا۔ سیاست نامہ اس کی مشہور تصنیف ہے جس میں حکومت کے ہر شعبے پر فاضلانہ بحث کی گئی ہے۔ وفات ۴۸۵ھ۔ (تاریخ الخلفا ص ۵۸۱)

الحسین بن اسحاق بن ابراہیم بن یزید الکاتب ابوالحسن بن ابی الحسین۔ ابواحمد المعروف بہ ابن کرنیب

بغداد کے متکلمین[1] میں سے تھا۔ اور فلسفۂ طبیعی کی طرف زیادہ مائل تھا۔ اس کا بھائی ابوالعلا علم ہندسہ کا فاضل تھا۔ (اس کا ذکر آگے آئے گا) اور ابواحمد حسین قدیم علومِ طبیعیہ میں یدِطولیٰ رکھتا تھا۔ اس کی چند کتابوں کے نام یہ ہیں :۔

(۱) کتاب الرد علی ثابت بن قرۃ فی نعتہ وجود سکونٍ بین کُلّ حرکتین متضادین۔

(۲) کتاب فی الاجناس والانواع۔

(۳) کتاب کیف یعلم ما مضیٰ من النہارِ من ساعۃٍ من قبل الارتفاع۔

---

[1] اسلامی متکلمین عہدِ اُمیّہ کی پیداوار ہیں۔ یہ اپنے عقائد کو معقولات کے پیرائے میں پیش کرتے تھے۔ اور یونانی فلسفے کے مسلمات ان کے استدلال کی بنیاد تھے۔ ان کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہو کہ یونانی فلسفہ و مذہب میں توافق و تطابق پیدا کیا جائے۔ اس کوشش نے تین قسم کے فرقے پیدا کردیے۔ اوّل وہ جو مذہب کو اصل الاصول سمجھ کر فلسفے میں تائیدی دلائل تلاش کرتے تھے۔ ان کو اسلامی علم الکلام کا بانی کہنا چاہیے۔ اور ان میں معتزلہ کو ہر اعتبار سے شرف حاصل ہے۔ دوم وہ جنھوں نے مذہب کو نظرانداز کرکے معقولات کو سب کچھ سمجھ لیا۔ ان کو فلسفی کہنا زیادہ موزوں ہوگا۔ سوم جنھوں نے فلسفے سے یک گونہ استفادہ کرکے شجرِ اسلامی میں نئی نئی شگوفہ کاریاں کیں۔ ان میں باطنیہ و متصوفہ شامل ہیں۔

(مذہب اور باطنی تعلیم۔ مصنفہ مرزا محمد سعید ایم۔ اے۔ مطبوعہ اُردو مرکز لاہور۔ صہ۱۳۴)

الحموموس (الحمونیوس)

بہ قولِ اسحاق بن حنین یہ اُن فلسفیوں میں سے تھا۔ جو جالی نوس کے بعد ہوئے ہیں۔ اس نے ارسطو کی چند کتابوں کی تفسیر لکھی ہے۔ جن کا ذکر حالاتِ ارسطو میں ہو چکا ہے۔ اس کی بعض دیگر تصانیف کے نام یہ ہیں:۔

(۱) کتاب شرح مذہب ارسطوطالیس فی الصناع۔

(۲) کتاب فی اغراض ارسطوطالیس فی کتبہ۔

(۳) کتاب بحثہ ارسطوطالیس فی التوحید۔

حبش الحاسب المروزی[1] الاصل

لقب حبش۔ اصل نام احمد بن عبداللہ۔ اصلی وطن کو چھوڑ کر بغداد میں رہائش پزیر ہو گیا تھا۔ مامون اور معتصم کا زمانہ دیکھا تھا۔ شاہدۂ کواکب میں لاثانی تھا۔ اس کی کتابیں یہ ہیں:۔

(۱) زیج۔ یہ تقویم السند ہند کے اصولوں پر مرتب کی تھی۔ اور آغاز میں یہ السند ہند ہی کو قابلِ اعتماد سمجھتا تھا۔ اس تقویم میں محمد بن ابراہیم الفزاری[2] و الخوارزمی[3] کی مخالفت کی ہے .... (نصف فقرہ سمجھ میں نہیں آیا.....)

---

[1] مروزی، مروِ شاہجہاں کی طرف منسوب، جو خراسان میں ایک مشہور شہر ہے۔ نیز بغداد میں ایک محلّے کا نام المراوزۃ ہے۔ ہر دو کا اسم منسوب المروزی ہے۔ (لب اللباب ص ۲۴۲)

[2] الفزاری کے حالات حرف المیم میں۔

[3] محمد بن موسیٰ الخوارزمی کے حالات حرف المیم میں۔

(۲) نتیج المعروف بالممتحن۔ یہ تقویم رصد کی مدد سے تیار کی۔ اور مشاہدے کے بعد حرکاتِ کواکب کا اندراج کیا۔

(۳) الزیج الصغیر المعروف بالشاہ (۴) کتاب فی العمل بالاصطرلاب۔

(۵) کتاب الزیج الدمشقی (۶) کتاب الزیج المامونی۔

(۷) کتاب الابعاد والاجرام (۸) کتاب الرخائم والمقاییس۔

(۹) کتاب الدوائر المتماسّة وکیفیۃ الاتصال الیٰ عل السطوح المتوسّطۃ والقائمۃ والمائلۃ والمنحرفۃ۔

جبش تقریباً سو سال کی عمر میں فوت ہوا۔

حُنین بن اسحاق الطبیب النصرانی ابوزید العبادی

یوحنا بن ماسویہ ابوزکریا کا شاگرد، فنِ طب وعلاج میں ماہر اور سرمہ سازی میں لاثانی تھا۔ اس نے بہت سی یونانی کتابوں کو سُریانی وعربی میں منتقل کیا۔ یونانی وعربی ہر دو زبانوں میں ایک فصیح البیان شاعر وخطیب تھا۔ بغداد کو چھوڑ کر ایران کی طرف چلا گیا اور بصرے میں خلیل[۱] بن احمد کے ساتھ رہ کر عربی زبان میں اور زیادہ

---

[۱] عربی زبان کے نحویوں کے بڑے بڑے مرکز دو تھے۔ اوّل بصرہ، دوم کوفہ۔ اوّل الذکر کا بانی ابوالاسود الدّٔولی تھا۔ جسے زیاد حاکمِ بصرہ (عہدِ معاویہؓ) نے اصولِ نحو مرتب کرنے کا حکم دیا تھا۔ ابوالاسود نے چند اصولِ نحو حضرت علیؓ سے سیکھے تھے۔ اس مرکز میں یہ چھ بڑے بڑے نحوی پیدا ہوئے۔ (۱) عمر بن العلاء (۲) خلیل بن احمد (۳) سیبویہ (۴) مُبرّد (۵) السکاری (۶) ابن زید۔ خلیل بن احمد عروض کا موجد ہے۔ اس نے عربی کی ایک لغت کتاب العین لکھنی شروع کی تھی جس کی تکمیل میں موت حائل ہوئی۔ سنِ وفات ۱۷۵ھ = ۷۹۲ء۔

کمال پیدا کیا۔ جب بغداد میں واپس آیا تو المتوکل نے اسے کتابوں کا ترجمہ کرنے کی خدمت پر مقرر کر دیا۔ اور ساتھ چند مشہور علما (اصطفن بن بسیل، موسیٰ بن خالد الترجمانی یحییٰ بن ہارون وغیرہ) ترجمہ وکتابت کے لیے لگا دیے۔ یہ علما جب کام کر کے لاتے تو حُنین ناقدانہ نظر سے تمام تفاصیل کو دیکھتا۔ الغرض تراجم پیدا کرنے میں یہ اپنی نظیر آپ ہی تھا۔

حُنین نے جالی نوس وبقراط کی بعض تصانیف کی شرح کی۔ ان کی مشکلات حل کیں، اور بعض کا نہایت عمدہ اختصار تیار کیا۔ علمائے اسکندریہ کی طرح جالی نوس کی بعض تصانیف کو مکالمے کی صورت میں تبدیل کیا۔ منطق پر ایک نہایت عمدہ کتاب لکھی۔ رُو بہ صحت مریضوں، مُسہل دواؤں اور صحت بخش غذاؤں پر لاجواب تحریرات چھوڑیں۔ اور کتابِ بولس کا ملخص تیار کیا۔

حُنین کے دو لڑکے تھے:۔ داؤد و اسحاق۔ داؤد طبابت کا کام کرتا تھا۔ اسحاق تراجم پہ لگ گیا۔ اور اس فن میں کمال پیدا کر لیا۔ ارسطو کی تصنیف کتاب النفس کی اس تفسیر کا ترجمہ کیا، جو ثاس طینوس نے تیار کی تھی۔ اسحاق کا میلان فلسفے کی طرف زیادہ تھا۔

حُنین کی موت

ایک دن متوکّل مستی کی حالت میں ایک جگہ بیٹھا ہوا تھا کہ وہاں دھوپ آگئی۔ الطّیفوری النصرانی الکاتب[1] کہنے لگا۔ "جہاں پناہ! خمار کی حالت میں دھوپ نقصان پہنچاتی ہے"۔ حُنین پاس سے بول اٹھا۔ "یہ غلط ہے۔ کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ خُمار ایک عارضی حالت ہے"۔ اس پر متوکّل کہنے لگا۔

[1] طیفوری سے مراد وہی طیفوری ہے، جو ہارون الرشید کی والدہ طیفور مولی الخیزران کا طبیب خاص تھا۔ اصل نام عبداللہ تھا۔ اور فتح بن خاقان کے طبیب اسرائیل بن زکریا الطّیفوری کا دادا تھا۔ (تاریخ الحکما۔ باب الطاء)

"حُنین قابلیت میں اپنا جواب نہیں رکھتا۔"

اس پر طیفوری حسد سے جل کر کوئلہ ہو گیا۔

چند روز کے بعد حنین ایک کتاب نکال لایا۔ جس میں حضرت مسیح کی حالتِ صلب کی تصویر تھی۔ اور اِرد گِرد چند آدمی کھڑے ہوئے تھے۔ طیفوری پوچھنے لگا "کیا ان لوگوں نے حضرت مسیح کو سولی پر چڑھایا تھا۔" حُنین کہنے لگا۔ "ہاں ان کے مُنہ پر تھوکو۔" طیفوری کہنے لگا۔ "یہ خود سولی دینے والے نہیں ہیں۔ بلکہ صرف تصویریں ہیں۔" طیفوری نے بات کو ذرا موڑ کر متوکّل سے جا کہا کہ آج حُنین نے تصویرِ مسیح کی سخت بے عزّتی کی ہے۔ مجھے تھوکنے کو کہتا تھا۔ بہتر ہے کہ اس کے متعلق پادریوں سے فتوا لیا جائے۔ چناں چہ چند پادری بُلائے گئے۔ طیفوری نے شہادت دی۔ پادریوں نے اس کا زُنّار کاٹ دیا۔ اور لوگوں کے سامنے ستّر بار لعنت بھیجی۔ ساتھ ہی متوکّل نے حکم دے دیا کہ آیندہ حُنین کی کوئی دوا میرے ہاں نہ آئے، جب تک کہ طیفوری کی موجودگی و نگرانی میں تیار نہ ہو۔

حُنین چُپکے سے اُٹھ کر گھر کو چل دیا۔ اور دوسری صبح چارپائی پر مُردہ پایا گیا۔ اس کی موت غالباً اس سخت دماغی صدمے سے واقع ہوئی تھی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ زہر کھا لیا تھا۔ واللہ اعلم۔

حنین جماعتِ عباد کی طرف منسوب تھا اور اس لیے عبادی کہلاتا تھا۔ عباد نصارا کی ایک جماعت تھی جس نے باقی لوگوں سے الگ حیرہ[1] کے ایک میدان میں

---

[1] تیسری صدی عیسوی میں چند عربی قبائل نے عراق پر حملہ کر کے اسے فتح کر لیا اور وہیں مقیم ہو گئے۔ رفتہ رفتہ چند گانو اور شہر تیار ہو گئے جن میں سے اہم حیرہ تھا۔ اس میں تین قسم کے لوگ رہتے تھے (۱) تنوق، جو اونٹنیوں کی کھال والے خیموں میں رہتے تھے۔ دوم۔ عباد جو عموماً تعلیم یافتہ لوگ تھے۔ ان کا آپس میں رشتۂ قرابت تھا۔ (بقیہ حاشیہ ص ۲۷۱ پر دیکھیے)

اپنے مکان بنائے ہوئے تھے۔ وہ کہتے تھے "چوں کہ عباد کی نسبت صرف اللہ ہی کی طرف ہو سکتی ہے۔ مثلاً ہم عباد اللہ کہا کرتے ہیں، عباد الملک وغیرہ نہیں کہتے، اس لیے ہم نے اپنے لیے عباد کا نام تجویز کیا ہے۔" عدیؓ بن زید اس جماعت کا مشہور فرد تھا۔

(ص ۲۴۷ کا بقیہ حاشیہ):- اور عرب بدّو انھیں اپنا استاد سمجھتے تھے۔ سوم۔ احلاف جو تنوخ و عباد کے ساتھ شامل ہو گئے تھے۔ یہ شہر کوفہ سے ایک فرسنگ کے فاصلے پر واقع تھا۔ لیکن اب تباہ ہو چکا ہے۔

(نکلسن کی تاریخ ادب عربی)

تاریخ الخلفاء[۶] پر مرقوم ہے: "حیرہ ایک چھوٹا سا ملک عراق سے مغرب کی طرف صحرائے شام کے کنارے پر واقع ہے۔"

سے حیرہ کے بادشاہ تعداد میں بیس تھے۔ اوّل، عمر بن عاد تھا۔ جس نے زبّہ (بنتِ عمر بن ضریب جو شام کے کچھ حصے اور عراق پر فرماں روا تھا۔ اس کے والد کو جزیمہ نے مار ڈالا تھا۔ زبّہ نے جزیمہ کو شادی کا پیغام بھیجا۔ جب جزیمہ شہر کے قریب پہنچا۔ تو اسے زبّہ نے قتل کر ڈالا۔ اس پر جزیمہ کا وزیر عمر بن عاد (قصیر) نے ایک چال چلی کہ اپنی ناک کاٹ ڈالی۔ اور روتا چلاتا زبّہ کے ہاں آگیا۔ کہ میری ناک جزیمہ کے وارثوں نے کاٹ ڈالی ہے۔ زبّہ نے اسے پناہ دی۔ جب اعتماد حاصل کر چکا۔ تو ایک دن دو سو اونٹوں پر صندوق لادے جن میں دو دو مسلح آدمی چھپے ہوئے تھے۔ اور یہ اونٹ زبّہ کے محل (اور بہ قول بعض قلعے میں) میں کسی بہلانے سے لے آیا۔ وہاں یہ آدمی باہر نکلے۔ اور زبّہ کو مع اُس کے سپاہیوں کے موت کی گھاٹ اُتار دیا) سے جزیمہ کا انتقام لیا تھا۔

اس خاندان کے چند دیگر مشہور بادشاہوں کے نام یہ ہیں:-

نعمانِ اوّل - (قلعہ خوارنق کا بانی۔ جس نے اس قلعے کے معماروں کو اس لیے ہلاک کرا دیا تھا کہ ایسا قلعہ کہیں اور نہ بناتے پھریں)

منذرِ اوّل - ایرانی بادشاہوں کا غلام۔ جسے حکومتِ ایران نے حیرہ کا فرماں روا بنا دیا تھا۔

منذرِ سوم - اے کندا (ایک قبیلہ، جس میں امراالقیس جیسا مشہور شاعر پیدا ہوا) کے ایک

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۹ پر)

جس کا ایک قصہ نعمان بن المنذر کے متعلق کافی شہرت حاصل کر چکا ہے۔
حُنین بلادِ روم سے یونانی زبان سیکھنے اور کتبِ حکمت پڑھنے کے بعد موسیٰ بن شاکر کے بیٹوں کے ہاں آیا۔ یہی وہ حضرات ہیں جنھوں نے حُنین کو تراجم کی ترغیب

(صفحہ ۲۴۸ کا بقیہ حاشیہ):۔ امیر حارث بن عمر نے کچھ عرصے کے لیے عراق سے نکال دیا تھا۔ ایک دفعہ اس نے شراب کے نشے میں اپنے دو قریبی مصاحبوں کو زندہ دفن کرنے کا حکم دے دیا۔ ہوش میں آنے کے بعد سخت نادم ہوا۔ چناں چہ ان کی قبروں پر مینار بنائے اور سال میں دو مرتبہ ان کی زیارت کے لیے جاتا۔ ان میں سے وہ ایک دن کو اچھا اور دوسرے کو بُرا سمجھتا۔ اچھے دن میں جو شخص پہلے آگے سے ملتا، اُسے سَو اونٹ انعام دیتا۔ اور بُرے دن پر پہلے ملنے والے کو فوراً قتل کر دیتا۔

عمرو بن ہند۔ یہ عمرو بن کلثوم کے ہاتھوں قتل ہُوا تھا۔ سبع معلقات میں ایک معلقہ اسی واقعہ کی یاد تازہ کرتا ہے۔

منذرِ چہارم۔ پھر قابوس اور پھر نعمان ابو قابوس بن منذر (۵۸۰ - ۶۲۰ء)

قصہ عدی بن زید | عربی و فارسی کا ماہر اور انوشیرواں کا سکرٹری۔ جسے نوشیرواں نے کسی کام پر قسطنطنیہ بھیجا۔ واپسی پر حیرہ میں نعمان بن منذر کے ہاں فروکش ہُوا۔ اور اس کی لڑکی پہ فریفتہ ہوگیا۔ نعمان نے اسے قتل کر ڈالا۔

اس کے لڑکے کا نام زید بن عدی تھا۔ جو خسرو پرویز کے دربار میں سکرٹری کے عہدے پر فائز تھا۔ زید نے والد کا انتقام لینے کی ٹھان لی۔ ایک دن خسرو پرویز زید سے کہنے لگا کہ مجھے نہایت خوب صورت لڑکیاں کہیں سے لا دو۔ زید نے کہا۔ حضور نعمان کے پاس بے شمار ہیں۔ کہا۔ اچھا تو جاؤ اور چند ایک لے آؤ۔ جب زید نعمان کے پاس پہنچا اور مقصدِ سفر بیان کیا تو اُس نے کہا "کیا ایران کے غزال خسرو کے لیے کافی نہیں ہیں"۔ زید سے اُس کے ہمراہیوں میں سے ایک نے پوچھا۔ "غزال کسے کہتے ہیں؟" کہا "گائے کو"۔ واپسی پر اس ہمراہی نے تمام قصہ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۰ پر)

دی تھی۔ حنین جب تک زندہ رہا، دُنیا کا محبوب و محترم رہا۔ آخر وفات کا وقت آپہنچا۔ اور یہ اولوالعزم انسان منگل کے دن ۶ صفر ۲۶۰ھ (مطابق یکم دسمبر ۸۷۳ء سالِ سکندری ۱۱۸۵ء) کو دُنیا سے چل بسا۔

تراجم کے علاوہ باقی چند تصانیف کے نام یہ ہیں:-

(۱) کتاب احکام الاعراب علی مذہب الیونانیین۔ دو مقالے۔

(۲) کتاب المسائل فی الطب للمتعلمین۔ اس کتاب میں جیش الاعسم نے بھی کچھ اضافہ کیا ہے۔

(۳) کتاب الحمام۔ ایک مقالہ۔ (۴) کتاب اللبن۔ ایک مقالہ۔

(۵) کتاب الاغذیہ۔ تین مقالے (۶) کتاب تقاسیم علل العین۔ ایک مقالہ۔

(۷) کتاب اختیار ادویۃ علل العین۔ ایک مقالہ۔

(۸) کتاب مداواۃ امراض العین بالحدید۔ ایک مقالہ۔

(۹) کتاب آلات الغذاء۔ تین مقالے (۱۰) کتاب الاسنان واللثۃ۔ ایک مقالہ۔

(۱۱) کتاب الباہ۔ ایک مقالہ (۱۲) کتاب معرفۃ اوجاع المعدۃ وعلاجہا۔ دو مقالے۔

(۱۳) کتاب تدبیر الناقہین۔ ایک مقالہ (۱۴) کتاب المد والجزر۔ ایک مقالہ۔

(۱۵) کتاب السبب الذی صارت لہ میاہ البحر مالحۃ۔ (۱۶) کتاب الالوان مقالہ

(۱۷) کتاب المولودین لستۃ اشہر۔ ایک مقالہ۔ یہ کتاب متوکل کی والدہ کے لیے لکھی تھی۔

(۱۸) کتاب فی البول (سوال وجواب) تین مقالے۔

(۱۹) کتاب قاطیغوریاس علی رأی ثامسطیوس۔ ایک مقالہ۔ (۲۰) کتاب قرص الورد۔

(۲۱) کتاب القزح وتولدہ۔ ایک مقالہ (۲۲) کتاب الآجال۔ ایک مقالہ۔

(۲۳) کتاب تولد الحصاۃ (۲۴) کتاب تولد النار بین الحجرین۔ ایک مقالہ۔

(ص ۲۶۹ کا بقیہ حاشیہ):- خسرو پرویز کو سُنا دیا۔ جس پر پرویز بھڑک اٹھا۔ اور نعمان کو ہاتھیوں کے پاؤں میں ڈال دیا۔

(۲۵) کتاب اختیار الادویۃ المحرقۃ - ایک مقالہ۔

(۲۶) کتاب استخراج کمیۃ کتب جالی نوس - ابن المنجم کے لیے لکھی۔

حُنین کا والد اسحاق مملکتِ حیرہ کے ایک شہر صیدلان[۱] کا باشندہ اور جماعتِ عباد کا ایک فرد تھا۔ جب حُنین جوان ہوگیا۔ تو حصولِ علم کے لیے بغداد میں یوحنا بن ماسویہ کے یہاں پہنچا۔ حُنین کی عادت تھی کہ دَورانِ درس میں بہت سوال پوچھتا تھا اور یوحنا کو اس چیز سے نفرت تھی۔ ایک دن کسی سوال پر یوحنا بھڑک اٹھا۔ اور کہنے لگا۔ "تم حیرہ والوں کو طب سے کیا تعلق، جاؤ اور بازار میں کوڑیاں بیچا کرو۔" حُنین دل شکستہ ہوکر چلا گیا اور مدّتوں غائب رہا۔

دراصل یہ جندیسابور کے اطبا اپنی اولاد و احباب کے علاوہ کسی اور شخص کو طب کا اہل ہی نہیں سمجھتے تھے۔ اور غالباً حُنین کو بھی اسی وجہ سے نکال دیا گیا تھا۔

یوسف[۲] طبیب ابوالحسن بیان کرتا ہے کہ ایک دن میں اسحاق بن الحسین کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی پر نظر پڑی۔ جس کے لمبے بال مُنہ پر پڑے ہوئے تھے۔ اور اومیرس (یونانی شاعر۔ مترجم) کے اشعار پڑھتا ہوا جا رہا تھا۔ آواز کچھ مانوس سی معلوم ہوئی اور خیال گزرا کہ کہیں حُنین ہی نہ ہو۔ چناں چہ اُسے بلایا۔ اور میرا قیاس درست نکلا۔ اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد حُنین کہنے لگا کہ یوحنا ابن الفاعلہ[۳]

---

[۱] صیدلان، عراق کا ایک شہر جہاں محمد بن داؤد (مشہور فقیہہ) پیدا ہوا تھا۔ (قاموس)

[۲] شیخ ابوالحسن یوسف طبیب، ماموں کا درباری طبیب اور جبرئیل بن بختیشوع و یوحنا بن ماسویہ کا ہم عصر تھا۔ اُس قصّے سے جو یوحنا بن ماسویہ کے حالات (حرف الیاء) میں درج ہے، معلوم ہوتا ہے کہ یہ ۲۱۵ھ میں زندہ تھا۔ [۳] یوحنا بن الفاعلہ - یہاں مصنف نے غلطی کھائی ہے۔ حُنین کا اُستاد یوحنا بن ماسویہ تھا نہ کہ ابن الفاعلہ۔ اسی ابن ماسویہ نے کہا تھا۔ "تم حیرہ کے عبادیوں کو طب سے کیا تعلق۔ جاؤ بازار میں کوڑیاں بیچا کرو۔"

کی رائے یہ ہے کہ کوئی عبادی علم الطب نہیں سیکھ سکتا۔ لیکن میں عہد کر چکا ہوں کہ پہلے یونانی زبان میں کمال پیدا کروں گا۔ اور پھر علم الطب میں۔ فی الحال تم سے میری التجا یہ ہے کہ میرے ارادوں کو پردۂ راز میں رکھو۔

اس واقعے کے بعد تین سال گزر گئے۔ اور حُنین کی صورت پھر نظر نہ آئی۔ ایک دن میں جبرئیل بن بختی شوع کے ہاں گیا۔ تو حُنین کو وہاں موجود پایا۔ جبرئیل اس سے نہایت شریفانہ سلوک کر رہا تھا۔ بعد از دریافت معلوم ہوا کہ حُنین تراجم کے کام پر لگا ہوا ہے اور جالی نوس کی ایک تصنیف کتاب التشریح کا ترجمہ کر چکا ہے۔ میں یہ دیکھ کر بہت مسرور ہوا۔ جبرئیل کہنے لگا:۔

"اللہ کی قسم اگر حُنین کو لمبی زندگی عطا ہوئی۔ تو یہ سرجیس[1] کو بھی مات کر جائے گا۔"

وہاں سے میں نکلا۔ تو باہر حُنین کو منتظر پایا۔ کہنے لگا۔ "آج سے چند سال پہلے میں نے تم سے درخواست کی تھی کہ میری کوششوں کو صیغۂ راز میں رکھنا۔ اور آج یہ التجا کرتا ہوں کہ تم نے جو کچھ میرے متعلق ابو عیسیٰ (جبرئیل) سے سُنا ہے اُس کی خوب تشہیر کرو۔" میں نے کہا "بہت اچھا۔ میں تمہارے اُستاد یوحنا سے بھی ذکر کروں گا۔ اس کے بعد حُنین نے بغل سے ایک کتاب نکال کر بایں ہدایت میرے حوالے کی کہ یہ یوحنا کو دے دینا۔ اور کہنا کہ یہ اس شخص کی کوشش کا نتیجہ ہے۔ جسے تم نے درس سے نکال دیا تھا۔"

حُنین سے علاحدہ ہو کر میں سیدھا یوحنا کے ہاں پہنچا اور کتاب حوالے کی۔ کتاب کا نام الجوامع تھا۔ پڑھ کر سخت متعجب ہوا۔ اور کہنے لگا:۔

---

[1] سرجیس، جورجیس بن بختی شوع کا شاگرد۔ رأس العین کا رہنے والا۔ جس نے یونانی کتابوں کی ایک کثیر تعداد سُریانی میں منتقل کی تھی۔

"دیکھتے ہو یوسف! یہ کتاب انسانی کوشش کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ الہام ہی الہام۔ روح القدس کی امداد کے بغیر ایسی چیز پیدا کرنا ناممکن ہے۔"

میں نے عرض کیا۔ یہ کوئی الہام وغیرہ نہیں، بلکہ اُس غریب حُنین کی تصنیف ہے جسے تم نے محفلِ درس سے نکال کر کہا تھا کہ جاؤ اور بازار میں کوڑیاں بیچا کرو۔ معاً میں نے جبرئیل کے تعریفی کلمات کا ذکر بھی کر دیا۔ یوحنا حیران بھی ہوا، اور نادم بھی۔ اور مجھ سے درخواست کی کہ للہ میرے اور حُنین کے تعلقات درست کرجاؤ۔ چناں چہ میری کوشش سے ہر دو کے تعلقات خوش گوار ہو گئے۔

حُنین منازلِ علمی کو طے کرتا ہوا اس درجے پر جا پہنچا کہ علوم و فنون کا سرچشمہ اور فضائل کی کان متصوّر ہونے لگا۔ جب اس کی شہرت امیر المومنین تک پہنچی، تو دربار میں بُلایا، خلعتیں عطا کیں۔ اور تنخواہ باندھ دی۔ چوں کہ شہنشاہِ روم اور خلفائے بغداد کے تعلقات از بس کشیدہ تھے۔ اور اُن دنوں اجنبی پر جاسوسی کا شُبہ ہو سکتا تھا، اس لیے خلیفہ حُنین کے ہاتھ سے کوئی دوا نہ پیتا۔ ایک دن امیر المومنین کو خیال آیا کہ حُنین کے متعلق تحقیق کی جائے کہ کہیں قیصر کا آدمی تو نہیں۔

چناں چہ طبیب کو طلب کر کے ایک خلعت عطا کی اور پچاس ہزار درہم کے لیے ایک حُکم نافذ فرمایا۔ طبیب نے اس نوازش کا شکریہ ادا کیا۔ پھر خلیفہ نے کہا۔ "میں نے تمھیں ایک خاص کام کے لیے طلب کیا ہے۔ اور وہ یہ کہ میں اپنے ایک دشمن کو چُپکے سے موت کے گھاٹ اُتارنا چاہتا ہوں۔ اور اس مقصد کے لیے تم کوئی سمِ قاتل تیار کرو۔"

حُنین۔ "عالم پناہ! میں صرف مفید ادویہ سے آگاہ ہوں۔ اور سمومِ قاتلہ سے قطعاً ناآشنا ہوں۔ اگر امیر المومنین پسند فرمائیں تو میں کہیں سے یہ چیزیں بھی سیکھ آتا ہوں۔"

خلیفہ کو یقین نہ آیا۔ چنانچہ کافی ڈانٹ ڈپٹ کے بعد جیل میں ڈلوا دیا۔ اور خفیہ آدمی مقرر کر دیے کہ طبیب کی حرکات و سکنات کے متعلق روزانہ مفصل رپوٹ دربار میں بھیجیں۔ جیل میں پہنچ کر حُنین تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گیا۔ اور کسی طرح کی پریشانی کا اظہار نہ کیا۔ جب ایک سال گزر گیا۔ تو بادشاہ نے دربار میں کافی دولت، ایک تلوار، ایک چرمی گدی (وقتِ قتل مجرموں کے سر کے نیچے رکھی جاتی تھی) اور چند دیگر آلاتِ عقوبت منگوائے۔ اور پھر حُنین کو طلب کر کے کہا:۔

"میں نے تم کو سوچنے کے لیے پورا ایک سال دیا تھا۔ اُمید ہے کہ تم کسی فیصلے پر پہنچ چکے ہو گے۔ میرا فیصلہ یہ ہے کہ اگر تم میرے حکم کی تعمیل کرو گے۔ تو یہ دولت صلے میں پاؤ گے۔ ورنہ یہ تلوار ہو گی اور تمہارا سر۔"

حُنین کہنے لگا۔ "میرے آقا۔ میں آپ سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ میرے پاس ادویۂ نافعہ کے سوا اور کچھ نہیں۔" خلیفہ کہنے لگا۔ "بہت اچھا، تو مرنے کے لیے تیار ہو جا۔" کہا۔ "میرا بھی ایک رب موجود ہے۔ جو قیامت کے دن میرا اور آپ کا فیصلہ کرے گا۔" اگر امیر المومنین اُس دربار میں بہ حیثیتِ مجرم پیش ہونے کو تیار ہیں تو مجھے سر دینے میں کوئی اعتراض نہیں۔" خلیفہ ہنس دیا اور کہنے لگا۔ میں صرف تمہیں آزما رہا تھا، اب مجھے تمہاری صداقت و شرافت پر یقین آ گیا ہے۔ جاؤ اور آرام و راحت سے زندگی بسر کرو۔ حُنین نے زمین خدمت چومی اور امیر المومنین کا شکریہ ادا کیا۔ پھر امیر المومنین نے پوچھا۔ "میں نے تمہیں لالچ بھی دلایا اور موت سے بھی ڈرایا لیکن تم قابو میں نہ آئے، آخر معاملہ کیا ہے؟" کہا۔ "حضور! میری راہ میں تین رکاوٹیں تھیں، اوّل۔ مذہب جو دشمنوں کے ساتھ خیر و احسان کا حکم دیتا ہے۔ دوم۔ فنِ طب جس کا مقصد انسانوں کو موت سے بچانا ہے نہ کہ موت کے مُنہ میں دھکیلنا۔

سوم - ہر طبیب سے یہ عہد لیا جاتا ہے، کہ وہ کبھی کسی کو زہر نہیں دے گا۔ یہ وہ اصول تھے، جن کی وجہ سے میں آپ کے حکم کی تعمیل نہ کر سکتا تھا۔ اور جن کا توڑنا میرے لیے موت سے زیادہ ناخوش گوار تھا۔ اس لیے میں نے مناسب سمجھا کہ طاعتِ الہٰی میں جان دے دوں کہ میری یہ قربانی ضائع نہیں جائے گی۔

یہ سُن کر بادشاہ کہنے لگا۔ حقیقتاً یہ بہت شان دار اصول ہیں۔ اس کے بعد نئی خلعت پہنائی۔ اور بے شمار مال دولت دے کر رخصت کر دیا۔

غور کرو۔ کہ علم و مذہب کا پھل کس قدر شیریں و خوش گوار ہوتا ہے۔

حُبیش ابن الحسن الاعسم النصرانی

حُنین کا ایک شاگرد جس نے کئی یونانی و سُریانی کتابوں کو عربی میں منتقل کیا۔ حُنین اس کے تراجم کو بہت پسند کرتا تھا۔ اور باقی مترجمین پر اسے فوقیت دیتا تھا۔ حُبیش و حُنین کی دوستی حُنین کے حق میں بہت مفید ثابت ہوئی۔ وہ اس طرح کہ حُبیش کے اکثر تراجم حُنین کی طرف منسوب ہو گئے۔ اس غلطی کی وجہ یہ ہوئی کہ حُبیش قدرے گم نام مصنّف تھا۔ جب جاہل تاریخ نگاروں کے سامنے ایسی کتابیں آئیں، جن پر حُبیش کا نام درج تھا، تو انھوں نے سمجھا کہ یہ حُنین کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔ چناں اِن لوگوں نے حُبیش کاٹ کر حُنین لکھ دیا۔

تراجم کے علاوہ حُبیش کی ایک کتاب کا نام کتاب الزیادۃ فی المسائل التی لِحُنین ہے۔

حسنون[1] (ایک نسخے میں حسون) النصرانی الرہاوی الطبیب

اطبائے رُہا سے فنِ طب حاصل کیا۔ پھر دیارِ بکر[2] میں چلا گیا اور وہاں آمد و میا فارقین کے حکما سے ملاقات کی۔ اس کے بعد کچھ دنوں تک تو لوگوں کا علاج و معالجہ کرتا رہا۔ پھر قلیج[3] ارسلان بن مسعود بن قلیج ارسلان بن سلیمان بن قتلمش بن اسرائیل بن سلجوق کی بادشاہت میں چلا گیا، جہاں امرائے دولت کی خدمت

---

[1] دیار بکر کا ایک شہر جو اب تباہ ہو چکا ہے۔ زید رُہاوی بن ابی انبسہ۔ یزید رُہاوی بن سنان اور حافظ عبد القادر رُہاوی اسی شہر میں پیدا ہوئے تھے۔ (قاموس و نزہت ص ۱۰۲)

[2] دیارِ بکر، ایک علاقہ جو شام کے شمال میں موجودہ سلطنت ترکی کے اندر جھیل وان کے جنوب کی طرف واقع ہے۔

[3] قلیج ارسلان بن مسعود بن سلیمان بن قتلمش بن اسرائیل بن سلجوق :-

یہ نام غلط دیا ہوا ہے۔ اور اس شجرے میں کئی اغلاط ہیں۔ اوّل۔ قلیج ارسلانِ ثانی ملک شاہ ثانی کا بیٹا ہے نہ کہ مسعود کا۔ مسعود اور ملک شاہ ثانی بھائی تھے۔ دوم۔ مسعود اور ملک شاہ کے والد کا نام قلیج ارسلان داؤد ہے نہ کہ قتلمش۔ سوم۔ قتلمش ارسلان بیغو کا بیٹا ہے۔ نہ کہ اسرائیل کا۔ اس کا صحیح نسبی نام یوں ہونا چاہیے۔ قلیج ارسلان بن ملک شاہِ ثانی۔ بن قلیج ارسلان داؤد بن سلیمانِ اوّل بن قتلمش بن ارسلان بیغو بن سلجوق۔

سلجوقی ترکوں کا اقتدار ۴۲۹ھ سے شروع ہوتا ہے۔ جب پہلی مرتبہ مرو میں جعفری بیگ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا تھا۔ رفتہ رفتہ سلجوقیوں کی سلطنت سرحدِ کابل سے ایشیائے کوچک تک پھیل گئی اور خلفائے بغداد میں یہ ہمت نہ تھی کہ وہ ان کے اعمال و افعال پر کسی طرح کی نگرانی رکھ سکتے۔

سلجوقیوں کے پانچ طبقے تھے۔ تفصیل جدولِ ذیل میں ملاحظہ ہو۔ (بقیہ حاشیہ ص ۲۵۷ پر)

کرتا رہا۔ پھر دیارِ بکر میں واپس آگیا۔ اور خاندانِ شاہِ ارمنی [۵۱]، اس کے بعد ہزار دیناری

(صـ۲۵۶ کا بقیہ حاشیہ ملاحظہ ہو):-

طبقاتِ سلاجقہ	عہدِ حکومت	پہلا بادشاہ	آخری بادشاہ	تعداد سلاطین	کس نے ختم کیا
سلاجقۂ بزرگ	۴۲۹ - ۵۵۲ھ	طغرل بیگ	سنجر	۸	خوارزم شاہی
سلاجقۂ کرمان	۴۳۳ - ۵۸۳ھ	عماد الدین قرا ارسلان قاورد بیگ	محمد شاہ ثانی	۱۱	غُز (ترک)
سلاجقۂ شام	۴۸۷ - ۵۱۱ھ	تُتش	سلطان شاہ	۴	اتابکانِ بوری و امرائے ارتقی
سلاجقۂ عراق و کردستان	۵۱۱ - ۵۹۰ھ	مغیث الدین محمود	طغرل ثانی	۹	خوارزم شاہی
سلاجقۂ روم	۴۸۰ - ۷۰۰ھ	سلیمان اوّل بن قتلمش	علاء الدین کیقباد ثانی	۱۹	مغل اور عثمانی ترک

قلیچ ارسلان سلاجقۂ روم کا چھٹا بادشاہ تھا۔ اس نے ۵۵۱ھ سے ۵۸۴ھ تک حکومت کی۔

(طبقاتِ سلاطینِ اسلام ص ۱۳۳ - ۱۳۹)

[۵۱] خاندانِ ارمنی کا بانی سُکمان (سُقمان) تھا۔ جو اپنے آقا قطب الدین اسماعیل (جو سلجوقیوں کی طرف سے آذربائیجان کے ایک شہر مرند پر حکمراں تھا) کی خدمت کی وجہ سے قطبی کہلاتا تھا۔ ۴۹۳ھ میں سقمان نے بنو مروان (جن کے پانچ حکمراں ۳۸۰ھ سے ۴۸۹ھ تک دیارِ بکر پر حکمراں رہے۔ اور پہلے فاطمین مصر اور پھر آلِ بویہ کی اطاعت کرتے رہے) سے ارمینیہ کا ایک شہر خلاط چھین لیا۔ اور یہیں سے ان کی حکومت شروع ہوگئی جو ۶۰۴ھ تک جاری رہی۔ اسے ایوبیوں نے ختم کیا۔

فرماں رواؤں کے نام یہ ہیں:-

سالِ جلوس	نام
۴۹۳	سُکمان القطبی
۵۰۶	ظہیر الدین ابراہیم شاہ ارمن
۵۲۱	احمد
۵۲۲	ناصر الدین سقمان ثانی
۵۷۹	سیف الدین بکتمر
۵۸۹	بدر الدین آق سنقر
۵۹۴	محمد المنصور
۶۰۳ - ۴	عز الدین بلبان

(طبقاتِ سلاطینِ اسلام صـ۱۵۲)

اور پھر خاندانِ ایوبی[1] کی ملازمت میں رہا۔ اس کے بعد رُہا میں واپس آگیا۔ یہاں سے حلب چلا گیا۔ اور یہیں ۶۱۶ھ میں اس کی وفات ہوئی۔

---

[1] ایوبی:۔ صلاح الدین بن ایوب ایک کُرد تھا جسے نورالدین محمود بن زنگی (از اتابکانِ شام ۵۲۱ - ۵۶۹ھ) نے حکومتِ شام پہ مقرر کیا۔ کچھ عرصے بعد مصر میں خانہ جنگی شروع ہوگئی اور نورالدین نے صلاح الدین کو اس کے چچا شیرکوہ کے ساتھ فاطمیوں کی مدد کے لیے مصر بھیج دیا۔ جہاں صلاح الدین نے کافی رسوخ پیدا کر لیا۔ اور جب ۵۶۴ھ میں شیرکوہ فوت ہوگیا تو صلاح الدین سلطنت کا آمرِ مطلق بن گیا۔ اور تین برس بعد جب آخری فاطمی خلیفہ فوت ہوگیا۔ تو صلاح الدین نے تختِ مصر پر قبضہ جما کر خلیفۂ عباسی کی اطاعت کا اعلان کر دیا۔

جب ۵۶۹ھ میں نورالدین زنگی کی وفات ہوگئی تو صلاح الدین نے سارے شام پر قبضہ جما لیا۔ ۵۸۳ھ میں عیسائیوں سے بیت المقدس چھین لیا۔ بیت المقدس کا جانا تھا کہ تمام یورپ میں ہیجان پیدا ہوگیا اور مشہور صلیبی لڑائیاں شروع ہوگئیں۔ صلاح الدین کی وفات (۵۸۹ھ) کے بعد اس کی سلطنت اس کے بیٹے بھائیوں اور بھتیجوں میں بٹ گئی۔ اور اس طرح ایوبیوں کے کئی طبقے بن گئے۔ جن کی تفصیل یہ ہے:۔

نام	عہدِ سلطنت	تعدادِ سلاطین	پہلا بادشاہ	آخری بادشاہ
(۱) ایوبیانِ مصر	۵۶۴ - ۶۵۰ھ	۸	صلاح الدین یوسف ناصر	موسیٰ اشرف
(۲) ایوبیانِ دمشق	۵۸۲ - ۶۵۸ھ	۱۲	نورالدین علی افضل	صلاح الدین یوسف (سلطانِ حلب)
(۳) ایوبیانِ حلب	۵۸۲ - ۶۵۸ھ	۲	غیاث الدین	صلاح الدین یوسف (ایوبیانِ دمشق)
(۴) ایوبیانِ الجزیرہ	۵۹۷ - ۶۴۳ھ	۲	نجم الدین ایوب	مظفر غازی
(۵) ایوبیانِ حماہ	۵۷۴ - ۶۹۸ھ	۶	تقی الدین عمر مظفر اوّل	محمود مظفر ثالث
(۶) ایوبیانِ حمص	۵۷۴ - ۶۶۱ھ	۴	محمد بن شیرکوہ	مظفر الدین موسیٰ اشرف
(۷) ایوبیانِ عرب	۵۶۹ - ۶۲۶ھ	۶	توران شاہ بن ایوب معظم	صلاح الدین یوسف مسعود

(طبقاتِ سلاطینِ اسلام ص ۶۴ - ۶۹)

الحقیر النافع

الحاکم کے زمانے میں یہ مصر کا ایک یہودی جرّاح تھا جس کا گزر اوقات زخموں کے علاج پر تھا۔ یہ شخص نہایت گمُ نامی کی حالت میں زندگی بسر کر رہا تھا کہ الحاکم ایک پھوڑے کی وجہ سے بیمار ہوگیا۔ ابن المُقشّر اور الخظّی جیسے اطبا نے علاج کیا۔ لیکن بے فائدہ۔ مجبوراً اس یہودی کو طلب کیا۔ اس نے پھوڑے پر ایک ایسی دوا چھڑکی جس سے پھوڑا خشک سا ہوگیا۔ اور تین دن میں بالکل صحت ہوگئی۔ الحاکم نے ایک ہزار دینار اور خلعت عطا کرنے کے بعد طبیبِ خاص بنالیا، اور اس کا نام رکھا الحقیر النافع۔

الحکم بن ابی الحکم الدمشقی

یہ طبیب دولتِ عبّاسیہ کے آغاز میں ہو گزرا ہے۔ اس نے بہت لمبی عمر پائی تھی۔ اس کا والد بھی آغازِ اسلام میں طبیب تھا۔ جب معاویہ بن ابی سُفیان نے یزید کو امیرالحج بنا کر مکّے میں بھیجا تو ابوالحکم کو بہ طورِ طبیب ساتھ کر دیا تھا۔ حکم ایک مقام پر لکھتا ہے:۔

"میرا والد یزید کے ہمراہ مکّے گیا تھا۔ اور میں عبدالصمد بن علی بن عبداللہ بن عبّاس کے ساتھ۔"

یزید اور عبدالصمد کی وفات میں تقریباً ایک سو بیس سال کا فرق ہے۔

حکم کا بیٹا عیسیٰ بن حکم مشہور طبیب ہو گزرا ہے۔

---

[1] منصور بن مقشّر مصری کے حالات حرف المیم میں۔

حکم کی وفات سنہ ۲۱۰ھ میں دمشق کے شہر میں ہوئی۔ اُس روز عبداللہ بن طاہر[1] بھی دمشق میں موجود تھا۔ جب شاہی دستر خوان پر کھانا چُنا گیا اور خاص طبیبوں کو طلب کیا گیا تو ایک بھی نہ ملا۔ جب کچھ وقفے کے بعد رئیس الاطبا ایوب حاضر ہوا تو عبداللہ بن طاہر سخت ناراض ہوا کہ کھانے کے وقت طبیب کی غیر موجودگی شاہی زندگی کے لیے کس قدر خطرناک ہے۔ ایوب نے کہا کہ آج الحکم کا انتقال ہو گیا تھا، ہم سب اس کے جنازے میں شریک ہونے کے لیے گئے تھے۔ نیز کہا کہ الحکم بہت لمبی عمر لے کر مرا ہے۔ اور لطف یہ کہ اس کے حواس میں آخر تک کوئی فرق نہ آیا تھا۔ عبداللہ نے پُوچھا۔ "کتنی عمر پائی تھی؟" کہا "تقریباً ایک سو پانچ سال"۔ فرمایا "الحکم کی عمر نصف زمانہ تاریخ[2] کے برابر تھی"۔

---

[1] مامون نے اپنے سردار طاہر ذوالیمین (ایرانی النسل غلام) جو سنہ ۲۰۵ھ میں خراسان کا حاکم بنا کر بھیجا۔ یہیں سے سلسلۂ طاہریہ چل پڑا۔ جو ہمیشہ خلیفہ کے ماتحت رہا۔ دارالخلافہ خراسان تھا حکم رانوں کے نام یہ ہیں:۔

(۱) طاہر ذوالیمین (۲۰۵ - ۲۰۷ھ) مامون کی طرف سے خراسان کا حاکم تھا۔ اسی نے بغداد فتح کیا تھا۔

(۲) طلحہ بن طاہر (۲۰۷ - ۲۱۳ھ) خوارج سے لڑا، اور شہید ہوا۔

(۳) عبداللہ بن طاہر (۲۱۳ - ۲۳۰ھ) (۴) طاہر بن عبداللہ بن طاہر (۲۳۰ - ۲۴۸ھ)

(۵) محمد بن طاہر بن عبداللہ (۲۴۸ - ۲۵۹ھ) صفاریوں کے پہلے فرماں روا یعقوب بن لیث کے ہاتھوں سے قتل ہوا۔ اور اس طرح یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔

[2] مطلب یہ کہ تقریباً ہر دو سو سال کے بعد تاریخ کا نیا دور شروع ہوتا ہے۔ پرانی قومیں۔ رواج۔ تہذیب۔ زبانیں۔ رہایش کے طریقے وامیال وعواطف تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اور نئے مورخ، نئے واقعات قلم بند کرتے ہیں۔ الحکم سو سال زندہ رہا۔ بہ دیگر الفاظ وہ اقوام وملل کی نصف تاریخ اپنی آنکھوں سے دیکھ گیا تھا۔ هذا ما ظهر لی۔

عیسیٰ بن الحکم مندرجۂ ذیل حکایت کا راوی ہے۔ کہتا ہے کہ:۔

"ایک دن میں اپنے والد حکم کے ہمراہ دمشق میں ایک جراح کی دکان سے گزر رہا تھا کہ ایک ہجوم پہ نظر پڑی۔ لوگوں نے بھی ہمیں دیکھ لیا اور چلّانے لگے۔ راہ چھوڑ دو کہ الحکم اپنے بیٹے کے ہمراہ آرہا ہے۔ ہم دیکھتے کیا ہیں کہ جرّاح نے ایک آدمی کی فصد کھول رکھی ہے۔ کئی رگیں کٹی ہوئی ہیں۔ اور خون ہے کہ تھمنے میں نہیں آتا۔ مکڑی کے جالے لید اور نمدے کے ٹکڑے وغیرہ سب استعمال کر رہا ہے لیکن بے نتیجہ۔ میں نے والد سے کہا کہ آپ ہی اس غریب کی کچھ مدد کریں۔ میرے والد نے بھنا ہوا پستہ منگایا۔ چھلکا اُتار لیا اور مغز پھینک دیا۔ آدھا چھلکا زخم پہ رکھ کر ایک مضبوط پٹی سے کس کر یوں باندھا کہ مریض کی چیخیں نکل گئیں۔ پھر اُسے ایک ٹھنڈی نہر پہ لے گئے۔ وہاں مریض کو کنارے پہ لٹا دیا اور اس کا بازو زخم تک پانی میں ڈلوا دیا۔ نگرانی کے لیے اپنے دو شاگرد مقرر کر دیے۔ اور انھیں ہدایت کی کہ نماز کے وقت کے بغیر اس کا ہاتھ پانی سے نہ نکالا جائے۔ ہاں اگر موت کا خطرہ پیدا ہو جائے تو صرف چند لمحات کے لیے ہاتھ باہر نکالا جائے وبس۔

شام تک تو وہ نہر پہ رہا۔ اس کے بعد مریض کو اُٹھوا کر اس کے مکان پہ پہنچا دیا، اور ہدایت کر دی کہ پانچ دن تک یہ پٹی بندھی رہے۔

چوتھے دن جب بازو بہت سوج گیا اور تکلیف بڑھ گئی تو پٹی کو ذرا ڈھیلا کر دیا۔ اور ساتھ ہی کہا "موت ورم سے زیادہ بُری

چیز ہے۔" پانچویں روز پٹی کھولی گئی۔ وہ چھلکا جلے زخم پہ چپکا ہوا ہوا تھا۔ الحکم کہنے لگا "تم اس چھلکے کی بہ دولت موت سے بچے ہو۔ اور یاد رکھو کہ جب تک یہ چھلکا خود نہ جھڑ جائے، اسے اُتارنے کی کوشش نہ کرنا، ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے" ساتویں دن چھلکا جھڑ گیا۔ اور نیچے چھلکے کے سانچے میں ڈھلا ہوا خشک خون نظر آیا۔ الحکم نے پھر تنبیہ کی کہ اس خون کو چھیڑنے یا کھرچنے کا نتیجہ موت ہوگا۔
الغرض چالیس دن کے بعد یہ خون گوشت میں تبدیل ہو گیا اور مریض بالکل اچھا ہو گیا۔"

حرف الخاء

الخاقانی المنجم

علم نجوم۔ حلِ تقاویم اور واقعاتِ مستقبل کے بتلانے میں مشہور تھا۔ پانچویں صدی ہجری کے پہلے ثلث میں چل بسا۔

حرف الدال

دیاقرطیس

بہ قولِ یحییٰ بن عدی یونان کا ایک الٰہی[1] فلسفی اور الٰہیات پر کئی کتابوں کا مصنف تھا۔ اس کی ایک کتاب کا نام فی اثبات الصانع ہے جو اس نے دیمقراطیس

---

[1] حکیمِ الٰہی۔ الٰہیات پہ بحث کرنے والا فلسفی۔

کے لیے لکھی تھی۔

دیمقراطیس

یونان کا ایک قدیم فلسفی و طبیب جو اپنے عہد میں کافی مشہور رہا ہے۔ اس نے ایک ایسا شربت تیار کیا تھا، جو ضعفِ جگر۔ ضعفِ معدہ۔ بلغمی مزاج اور بڑھی ہوئی تلی کے لیے ازبس مفید تھا۔ شابور نے قرابادینِ اخلاط میں اس شربت کا ذکر کیا ہے۔

داؤد المنجم

خاندانِ بویہ کے عہد میں یہ حکیم عراق میں تھا۔ علمِ نجوم۔ حلِ تقاویم اور پیشین گوئیاں کرنے میں یدِ طولیٰ رکھتا تھا۔ سلاطینِ بویہ اس کی قدر کرتے تھے۔ اس کی وفات تقریباً ۴۲۰ھ میں ہوئی۔

حرف الذال

ذومقراطیس

اپنے عہد کا ایک عظیم المرتبہ یونانی فلسفی، جس نے فلسفے پر ایک مقالہ بھی سپردِ قلم کیا تھا۔ اس کے تبحرِ علمی سے حکمانے کافی فائدہ اٹھایا۔ اس کی بعض کتابیں مدارس میں پڑھائی جاتی ہیں۔ مترجمین نے اس کا بارہا ذکر کیا ہے۔ اس کا عقیدہ یہ

تھا کہ تمام اجسام ناقابلِ تقسیم اجزا میں تحلیل ہو سکتے ہیں۔ اس موضوع پر اس کی چند تصانیف کا عربی و سُریانی میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ اس کے رسائل کافی اُونچے درجے کے ہیں۔ یہ سقراط کا ہم عصر اور نسل کے لحاظ سے رُومی و اغریقی تھا۔ ابنِ جلجل کا بیان بھی ہے۔

ذیوجانس الکلابی (دیوجانس)

یُونان کا ایک مشہور فلسفی، جس کا تعلق فلسفیوں کی اُن سات جماعتوں میں سے ایک کے ساتھ تھا، جن کا ذِکر افلاطُون کے حالات میں ہو چکا ہے۔ یہ حکیم ایک انوکھا فلسفی تھا، جو تمام قواعدِ مدنی کے مخالف تھا۔ یہاں تک کہ اسے سب کے سامنے حاجت پھرنے میں کوئی عار محسوس نہ ہوتی تھی، اور نہ علی الاعلان جماع کرنے میں کوئی شرم۔ برسرِ بازار حسین عورتوں کو چوم لیتا تھا۔ اور دلیل یہ دیا کرتا تھا کہ جو چیز اچھی ہے، وہ خلوت و جلوت ہر دو میں اچھی ہونی چاہیے۔ اور جو بُری ہے، وہ ہر مقام پر بُری ہونی چاہیے۔ یہ خلوت و جلوت و زوجہ و غیر زوجہ کا امتیاز خلافِ عقل ہے۔ گو عوام ان چیزوں کا خیال رکھتے ہیں۔ لیکن میں ان تکلفات کا پابند نہیں ہوں۔

یہ لوگ اپنوں سے محبت اور بیگانوں سے نفرت کرتے تھے۔ چوں کہ یہ تمام عادات صِرف کتّوں میں مل سکتی ہیں، اس لیے اسے دیوجانس الکلابی کہا جاتا تھا۔

آج اس زمانے میں بھی ایک ایسا فرقہ پیدا ہو گیا ہے، جو کلابیہ کی طرح تکلفاتِ شرعی و تمدّنی کا پابند نہیں، اور یہ اصحاب الملامہ کے نام سے مشہور ہے۔

دیوجانس کا فلسفہ خام و بے بنیاد ہے۔

ذیاسقوریذوس العین الزربیؒ

شام کے ایک شہر عین زربہ[1] کا رہنے والا فاضل حکیم تھا۔ یونانی فلسفے میں ماہر اور علمِ نباتات کا عالم تھا۔ بقراط کے بعد گزرا اور اس کی چند تصانیف کی تفسیر قلم بند کی۔ فنِ طب میں کافی مشہور اور ادویۂ مفردہ کا علامہ تھا۔ اس نے ادویہ کی اجناس و انواع پر تو بحث کی ہے لیکن درجات کا ذکر نہیں کیا۔ اس کی مشہور تصنیف کتاب الحشائش (پانچ مقالوں میں) کے متعلق جالی نوس لکھتا ہے:۔

"میں نے ادویۂ مفردہ پر مختلف علما کی چودہ کتابیں پڑھیں۔ ان سب میں بہترین ذیاسقوریذوس کی کتاب تھی۔"

اس کتاب سے اطبائے مابعد نے خوب فائدہ اُٹھایا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کی تصریحات غیر فانی ہیں۔

ذیاسقوریذوس ایک یونانی لفظ ہے جس کے لغوی معنی یہ ہیں:۔

ذیاسقو۔ نباتات کا عالم۔ یعنی نباتی ۔ ریذوس ۔ اللہ ۔

یعنی اللہ کا نباتی ۔ یہ حکیم کہا کرتا تھا کہ میرا علم اشجار و نباتات کے متعلق الہامی ہے۔ اس نے گرم ہوا پر بھی دو مقالے لکھے ہیں، جو علمی دُنیا میں کافی وقعت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ سیاحت کا بہت شوقین تھا۔ یحییٰ نحوی اس کے متعلق لکھتا ہے:۔

"دُوسروں کو بچانے والا، پاکیزہ فطرت، دُکھ اُٹھا کر دُوسروں کو فائدہ پہنچانے والا، سیاحت کا شوقین، دریاؤں، جنگلوں اور جزیروں سے مفرد دوائیں تلاش کر کے اُن کے فائدے سے آگاہ کرنے والا۔"

---

[1] عین زربہ۔ شام کی سرحد پر مصیصہ کے قریب ایک شہر ہے۔ جو وصیف (معتصم عباسی کا ملازم) نے بنوایا تھا۔ (نزہت صـ۲۵۱ و القاموس)

کہتے ہیں کہ کتاب الحشائش میں دراصل تین مقالے تھے، دو بعد کا اضافہ ہیں۔

ذروثیوس

روم کا ریاضی داں و ہئیت داں، جس کی مشہور تصنیف کتاب الخمسۃ ہے۔
یہ کتاب دراصل کئی کتابوں کا مجموعہ ہے۔ مثلاً:۔

(۱) کتاب فی الموالید (۲) کتاب فی التواریخ والادوار۔

(۳) کتاب فی الھیلاج والکدخداہ (۴) فی تحویل سنی الموالید۔

(۵) فی ابتداءِ الاعمال۔ (۶ و ۷) فی المسائل والموالید۔ وغیرہ۔

عمر بن[1] الفرخان الطبری نے ان کتب کی تفسیر لکھی ہے۔

ذیوفنطس

اسکندریہ کا رہنے والا مشہور یونانی (یعنی فلسفۂ یونان کا ماہر) فلسفی جس کی تصنیف کتاب صناعۃ الجبر بہت فاضلانہ رنگ میں لکھی ہوئی ہے۔ اور اس کا ترجمہ عربی زبان میں ہو چکا ہے۔

ذیسقوریذس

"سب سے پہلا سُرمے ساز"۔ بختی شوع کی تاریخ میں صرف اتنا ہی لکھا ہوا ہے۔

---

[1] عمر بن الفرخان ابوحفص الطبری کے حالات حرف العین میں۔

ذوالنون بن ابراہیم الاخمیمی المصری

یہ فلسفیوں کی اس جماعت سے تعلق رکھتا تھا، جس کی طرف جابر بن حیّان الصوفی منسوب تھا۔ یہ جماعت صنعتِ کیمیا، علمِ باطن و دیگر شعبہ ہائے فلسفہ میں کافی شہرت رکھتی تھی۔ یہ حکیم عموماً اخمیم[1] کے ہیکل میں رہتا تھا۔ اس ہیکل کو ایک بیت الحکمت تصور کیجیے۔ اس لیے کہ اس میں نہایت عمدہ تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ اور ہر طرف اقوال و نصائح درج تھے، جنھیں پڑھ کر مومن کا ایمان اور گمراہ کا کُفر بڑھتا تھا۔

کہتے ہیں کہ ذوالنون کو علم بہ ذریعۂ ولایت حاصل ہوا تھا۔ اس کی چند کرامات بھی مشہور ہیں۔

حرف الرا

روفس

ایک طبیعی حکیم، فنِ طب کا ماہر اور اپنے زمانے میں علومِ طبیّہ کا معلّم رہا ہے۔ اس نے طب پر چند تصانیف لکھی ہیں جن کا عربی میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ شہر افس کا رہنے والا تھا۔ اور جالی نوس سے پہلے گزرا ہے۔ اس نے اپنی تصانیف میں کچھ رطب و یابس بھر دیا تھا جس کی بنا پر ارسطو و جالی نوس نے اس کی تردید کی۔ اور روشن دلائل سے اس کی غلطیاں واضح کیں۔ ان غلطیوں کی وجہ غالباً یہ تھی کہ روفس کے زمانے میں طب ابتدائی مدارج میں تھی۔ اس لیے طبّی تصانیف میں چند

---

[1] اخمیم شہرے است بہ مصر (منتہی الارب خ م)

غلط نظریوں وغیر صحیح قاعدوں کا آجانا لازمی تھا۔

رؤشم (روسم) المصری

مصر کا رہنے والا، علم کیمیا کا ماہر، اور چند مشہور کتابوں (کیمیا پر) کا مصنّف تھا۔ اسلام سے پہلے گزرا ہے۔ لوگ اس کی تصانیف کو شوق سے پڑھتے ہیں۔

رزقُ اللہ المنجم النحاس المصری

بہ قولِ ابوالصلت اُمیّہ، یہ حکیم علم النجوم میں کافی دسترس رکھتا تھا۔ اور مصر کے اکثر ساحروں و ہیئت دانوں کا استاد تھا۔ مصر کی ادبی تواریخ میں اس کے علم و فضل کا اعتراف کیا گیا ہے۔ طبیعت میں مسخرا پن بہت زیادہ تھا۔ چناں چہ اپنے متعلق ایک حکایت یوں سُناتا ہے:-

"ایک مصری عورت میرے ہاں آئی۔ اور اپنے مستقبل کے متعلق کچھ پوچھنے لگی۔ مَیں نے فوراً پہلے سورج کا ارتفاع لیا۔ پھر اس کے اپنے ستارے کا درجہ متعین کیا۔ اور اس کے بعد بارہ گھروں والا زائچہ کھینچ کر عورت کو ہر درجے کا حال سُنایا۔ اِدھر مَیں تو فصاحت و بلاغت کے دریا بہا رہا تھا۔ اور اُدھر وہ عورت سنگِ میل کی طرح بالکل ساکن وصامت بیٹھی تھی۔ مجھے اس کی بے حسی پر غصّہ تو آیا لیکن پی گیا۔ اس اثنا میں عورت نے ایک درہم میری طرف پھینکا۔ مَیں نے اٹھا لیا۔ اور پھر زائچہ پڑھنا شروع کر دیا۔ جب مال و دولت کے خانے

پر پہنچا تو کہا کہ تیرا مال والا ستارہ گردش میں ہی۔ اور آج کل تجھے
کچھ مالی نقصان پہنچنے والا ہی۔ عورت بول پڑی۔ "تم بالکل ٹھیک
کہہ رہے ہو۔" میں نے پوچھا۔ کیا آج کل واقعی تمھارا کوئی نقصان
ہوا ہی؟ کہا۔ "کیوں نہیں، ابھی چند لمحے گزرے ہیں کہ ایک درہم
تم پہ ضائع کر چکی ہوں۔" یہ کہا اور اٹھ کر چلتی بنی۔"

ربن

طبرستان[1] کا رہنے والا ایک یہودی طبیب۔ منجم۔ مہندس و ریاضی داں۔
جس نے فلسفے کی کئی کتابیں ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کیں۔ یہ اپنی
شریعت کا ماہر تھا

ربن۔ ربین و راب ائمۂ یہود کے نام تھے۔ اس کا بیٹا علی بھی ایک مشہور
طبیب ہو گزرا ہی۔ جو وطن کو چھوڑ کر عراق چلا گیا تھا اور وہاں ایک شہر سُرّمن رآی
میں رہائش اختیار کر لی تھی۔

ابو معشر سے کسی نے مطارح[2] شعاع کے متعلق کچھ دریافت کیا۔ فرمایا کہ المجسطی
میں مطارحِ شعاع کا ذکر موجود ہی۔ لیکن تمام مترجمین ترجمے میں اس بحث کو نظر انداز
کر گئے ہیں۔ صرف ربن ایک ایسا مترجم ہی جس کے ترجمے (المجسطی) میں یہ بحث ملتی ہی۔

---

[1] طبرستان ایران کے شمال اور بحیرۂ خزر کے جنوبی ساحل کے پاس ایک علاقہ جس میں استرآباد
مشہور شہر ہی۔ [2] مطارح۔ واحد مَطرح۔ پھینکنے کی جگہ۔ مطارح شعاع سے غالباً وہ مقامات
مراد ہیں۔ جن پر کوئی شعاع پڑ رہی ہو۔ (واللہ اعلم)

حرف الزا

زکریا الطیفوری

اس کا والد اسرائیل، فتح[1] بن خاقان کا ملازم تھا اور یہ خود افشین[2] کی خدمت میں رہا کرتا تھا۔ اس نے احمد بن موسیٰ منجم کی مندرجۂ ذیل حکایت درج کی ہے۔ احمد کہتا ہے کہ:

"ایک دفعہ میرے چند دوستوں نے فیصلہ کیا کہ ایک دن قطربل[3] کے باغ میں گزارا جائے۔ اور خوب کھایا پیا جائے۔ یہ سب باغ میں بیٹھے کھا پی رہے تھے کہ اوپر سے اُن کا ایک بغدادی دوست آگیا۔ بیٹھتے ہی شراب کے دو چار جام چڑھا گیا۔ اور چند دقیقوں کے اندر اندر مرگیا۔ سب حیران ہوگئے کہ آخر یہ کیا معاملہ ہے۔ سوچ ہی رہے تھے کہ ایک زہریلے سانپ پہ نظر پڑی جو خُم شراب کے اِردگِرد طواف کر رہا تھا۔ ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوا کہ سانپ مٹکے میں پھونک مار گیا تھا۔ فوراً شراب گرادی، کھانا پھینک دیا اور خود بھی مرنے کی تیاریاں کرنے لگے۔ جب دو تین گھنٹے گزر گئے۔ اور کسی کو کچھ بھی نہ ہوا۔ تو پھر سوچنے لگے کہ مسموم شراب تو سب نے پی ہے، آخر وجہ کیا ہے کہ ایک مرچکا ہے اور باقی زندہ ہیں۔ سوچتے سوچتے یاد آگیا کہ صبح باغ میں داخل ہوتے

---

[1] متوکل کا ایک مدبر و ہوشیار مشیر جس نے خلیفہ کو بے دست و پا بنا رکھا تھا۔ اس کی ریشہ دوانیوں سے تنگ آکر لوگوں نے اسے ۲۴۷ھ میں مار ڈالا۔ (انسائیکلو پیڈیا آف اسلام)

[2] افشین۔ حیدر بن کاوس کا خطاب جو مامون و معتصم کا ترکی النسل سپہ سالار تھا۔ دشمنوں کے ساتھ سازباز رکھنے کے الزام پر ۲۲۶ھ میں قتل ہوا۔ اس نے دربارِ خلافت میں بہ طورِ غلام پرورش پائی تھی (قاموس المشاہیر)

[3] قطربل، عراق کا ایک موضع جہاں نہایت عمدہ شراب تیار ہوتی ہے۔ (قاموس)

ہی ان سب نے بے شمار خشک سیب کھائے تھے۔ اور اسی وجہ سے محفوظ رہے۔ جب یہ حکایت جہار بخت کے شاگرد یوحنا تک پہنچی تو اس نے کہا۔

میرے استاد عموماً فرمایا کرتے ہیں کہ خراسان کے علاقے میں سانپ کٹے کا علاج سیب سے کیا جاتا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ سیبوں کے موسم میں سیبوں کو خشک کر کے گائے کے گھی میں ڈال دیتے ہیں۔ اور یہ چیز تریاق جتنی مفید ہوتی ہے۔ ایک اور شہر عسکر مکرم[1] میں بچھو کاٹے کا علاج اسی سے کیا جاتا ہے۔ اور اب عراق میں یہ دوا عام ہوگئی ہے۔ لبوس اپنی کتاب فی خواص الحیوان میں لکھتا ہے کہ جب کوئی اونٹ سانپ کھا بیٹھتا ہے تو اثر زہر سے بچنے کے لیے سیب کے درخت کی طرف بھاگتا ہے۔ اگر سیب مل جائیں تو بچ جاتا ہے۔"

زکریا الطیفوری کہتا ہے کہ جب افشین بابک[2] کے خلاف جنگ کر رہا تھا تو محاذ جنگ

---

[1] عسکر مکرم، خوزستان کا ایک شہر جو لشکر بن طہمورث نے بنایا تھا۔ اس کی آب و ہوا اچھی ہے۔ لیکن یہاں بچھو بہت ہوتے ہیں۔ (نزہت صـ۱۱۲)

[2] بابک۔ ایک مدعیِ نبوت جس نے ۲۰۱ھ میں نبوت کا اعلان کیا۔ خلیفہ مامون نے حیدر بن کاؤس افشین کو اس کے استیصال کے لیے بھیجا۔ ۲۱۹ھ میں آذربائجان کے قریب جنگ ہوئی۔ جس میں بابک کے ساٹھ ہزار پیرو قتل ہو گئے اور وہ خود جان بچا کر نکل گیا۔ دوسرے سال پھر ایک جنگ میں اس کے ایک لاکھ پیرو کام آئے اور وہ خود دوبارہ بچ کر نکل گیا۔ ۲۲۲ھ میں افشین نے اس کو وعدۂ معافی دے کر ہتھیار ڈالنے پہ مجبور کر دیا۔ لیکن بعد میں اُسے ہلاک کر ڈالا۔

(قاموس المشاہیر صـ۱۱۹)

بریثیں بھی اس کے ہمراہ تھا۔ ایک دن مجھ سے کہنے لگا کہ چھاؤنی کی تمام دُکانوں اور دُکان داروں کی ایک فہرست تیار کرو۔ میں نے حکم کی تعمیل کی۔ جب فہرست پیش کی، اور افشین نے چند صیدلانی دُکان داروں کے نام پڑھے. تو کہنے لگا۔ زکریا! ان لوگوں کی خاص نگرانی کرو اور معلوم کرو کہ ان میں سے کون دیانت دار ومخلص ہو اور کون بد دیانت ومنافق۔ اس موقع پر میں نے مندرجۂ ذیل کہانی سنائی :۔

"یوسف لقوۃ الصیدلانی مامون کے ہاں عموماً جایا کرتا تھا، اور اسے کیمیاگری کا خبط تھا۔ ایک دن مامون نے کہا۔ یوسف! میرا تو خیال یہ ہو کہ کیمیاگری میں کوئی فائدہ نہیں۔ کہا۔ حضور! ہم صیدلانی ہیں اور صیدلانیوں کی یہ عادت ہو کہ چیز پاس ہو یا نہ ہو کہتے یہی ہیں کہ ہو۔ مامون نے پوچھا "تمھارا مطلب کیا ہو؟" کہا۔ میرا مطلب یہ ہو کہ اگر آپ کسی صیدلانی دُکان دار سے کوئی ایسی چیز طلب کریں جس کے نام و ماہیئت تک سے وہ ناواقف ہو، تب بھی کچھ نہ کچھ دُکان سے اُٹھا کر دے ہی دے گا۔

اس پر مامون نے چند آدمیوں کو صیدلانیوں کی دُکانوں پر بھیجا۔ اور کہا کہ اُن سے شفطیشا (بغداد کے پاس ایک گانو کا نام) خرید لاؤ۔ جب یہ بازار میں پہنچے اور شفطیشا طلب کیا تو سب نے کہا۔ جی ہاں یہ چیز موجود ہو اور کوئی نہ کوئی چیز اٹھا کر دے دی۔ جب یہ لوگ واپس آئے۔ تو کسی کے پاس کنکر، کسی کے پاس لوہے کی میخ اور بعض کے پاس کچھ بیج وغیرہ تھے۔ اس پر مامون خوب ہنسا اور یوسف کے جواب کو پسند کیا۔"

پھر عرض کیا کہ اگر مامون کی طرح آپ بھی ان لوگوں کا امتحان لینا چاہتے ہوں تو

کر دیکھے۔ افشین نے اجنبی زبان کی ایک کتاب لے کر اس میں سے بیس ناموس الفاظ انتخاب کر کے چند نوکروں کو کہا کہ جاؤ۔ صیدلانیوں سے یہ دوائیں لے آؤ۔ وہ گیا۔ بعض نے تو ان ادویہ سے محض لاعلمی ظاہر کی۔ اور بعض نے کچھ نہ کچھ اٹھا کر دے دیا۔ اس پر افشین نے سب صیدلانیوں کو جمع کر کے اِن اجنبی الفاظ کے متعلق سوالات پوچھے۔ جس نے لاعلمی ظاہر کی۔ اُسے تو چھاؤنی میں رہنے دیا اور جس نے اپنے علم کا رعب کسنا چاہا۔ اسے بہ یک بینی و دو گوش باہر نکال دیا۔ اور تمام چھاؤنی میں اس قصے کو بہ ذریعۂ منادی شہرت دی۔

اس کے بعد افشین نے المامون کو لکھا کہ اگر آپ پسند فرمائیں تو چند دیانت دار صیدلانی اطبا کو آپ کے ہاں بھیج دوں۔ مامون نے اس تجویز کو شرفِ قبولیت بخشا۔ اور دیانت دار صیدلانیوں کو اپنے ہاں منگوالیا۔

حرف السین

سُلیمان بن حسّان الاندلسی المعرُف بہ اِبنِ جُلجل

فنِ طب، علومِ اوائل و تواریخِ سلف کا فاضل تھا۔ اس کی ایک چھوٹی سی کتاب کا نام تاریخ الحکما ہے۔ یہ کتاب اس قدر مختصر ہے کہ تشفی نہیں ہوتی۔ ہاں اس میں کلام نہیں کہ اندازِ بیان خوب ہے۔

سِنان بن الفتح الحرّانی

فنِ حساب و اعداد میں کافی شہرت حاصل کی اور اس فن پر چند کتابیں

بھی لکھیں۔

سِنان بن ثابت بن قرۃ الحرانی ابوسعید

اپنے والد کی طرح ایک مشہور طبیب تھا۔ پہلے المقتدر باللہ اور پھر القاہر کا معالج خاص رہا۔ القاہر کا اس پر بہت زیادہ اعتماد تھا اور اس سے محبت بھی کرتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ایک دفعہ اسے اسلام لانے پر مجبور کیا۔ جب یہ نہ مانا تو دھمکایا۔ اور سنان ڈر سے مسلمان ہو گیا۔

القاہر کی یہ عادت تھی کہ ہر حکم کے ساتھ سخت دھمکی بھی دیا کرتا تھا۔ اس عادتِ بد سے تنگ آکر سنان خراسان کی طرف چلا گیا۔ پھر کچھ عرصے کے بعد واپس آگیا اور ۳۳۱ھ کو بغداد ہی میں فوت ہوا۔ سنان کے کمالات المقتدر کے زمانے میں ظاہر ہوئے تھے۔ رفتہ رفتہ اس کا رسوخ اس قدر بڑھ گیا کہ رئیس الاطبا مقرر ہوا۔

۳۱۹ھ میں المقتدر کو شکایت پہنچی کہ ایک نیم حکیم نے ایک چنگا بھلا آدمی مار ڈالا ہے تو اس نے محتسب شہر ابوبطیحہ کو حکم دیا کہ کسی طبیب کو علاج معالجے کی اجازت نہ دی جائے۔ جب تک کہ سنان بن ثابت کی دستخطی تحریر اس کے پاس موجود نہ ہو۔ دوسری طرف سنان کو حکم دیا کہ ہر طبیب کا امتحان لیا جائے، اور صرف ایسے شخص کو علاج و معالجے کی اجازت دی جائے جو صحیح معنوں میں قابل ہو۔ تھوڑے ہی عرصے میں ان طبیبوں (اطبائے غلام و اطبائے شاہی مستثنیٰ) کی تعداد صرف بغداد کے دو حصوں میں تقریباً آٹھ سو ساٹھ تک جا پہنچی۔

ایک دن ایک ملیح الصورت۔ باوقار و متین شخص سنان کے سامنے پیش ہوا۔

سنان دیر تک اس کے مُنہ کو تکتا رہا۔ لیکن جب اس کے مُنہ سے کوئی کلمہ نہ نکلا تو سنان بولا:۔

"میں جنابِ والا سے فنِ طب کے متعلق کچھ سُننے کا آرزومند ہوں"۔

اس پر اس نے جیب سے بیس دینار نکال کر سنان کے آگے رکھ دیے۔ اور کہا:۔

"حضور۔ میں نہ تو لکھ سکتا ہوں، نہ پڑھ سکتا ہوں، اور نہ علمِ طب کے متعلق کچھ جانتا ہوں۔ میری گزارش تو صرف اتنی ہے کہ یہ حقیر سی رقم منظور فرمائیے اور مجھے علاج و معالجے کی اجازت دیجیے کہ میرے اہل و عیال کا وسیلۂ معاش یہی ہے"۔

سنان۔ ہاں۔ لیکن اس شرط پر کہ تم فصد و مُسہل کے متعلق کوئی مشورہ نہیں دوگے۔ اور نہ کسی ایسے مرض کا علاج کروگے جس کے متعلق تم کچھ نہیں جانتے۔

وہ شخص۔ جنابِ والا! میں تو ان شرائط کا پہلے ہی سے پابند ہوں۔ سکنجبین اور جلاّب کے بغیر میرے پاس اور کوئی چیز نہیں ہوتی۔

دُوسرے دن ایک حسین نوجوان پیش ہوا۔ سنان نے پُوچھا "تم نے کس سے طب پڑھی ہے؟" کہا۔ "اپنے والد سے، وہی سکنجبین والا جس نے کل آپ سے طبابت کی سند حاصل کی تھی"۔

سنان۔ ہاں یاد آگیا، ٹھیک ہے، لیکن باپ کے مبلغِ علم سے آگے پانو نہ مارنا"۔

کہتے ہیں کہ جب الرّاضی فوت ہوگیا۔ تو بجکم[1] نے سنان کو واسط میں آنے کی دعوت دی۔ وہاں پہنچا تو بجکم کافی تعظیم و تکریم سے پیش آیا۔ اور کہنے لگا کہ مجھ کو تمھارے علم و فضل و دیانت و مروّت پر پورا اعتماد ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم میری

---

[1] بجکم ۳۲۹ھ میں واسط کا فرماں روا تھا۔ وہی واسط جسے حجاج نے بنوایا تھا۔

صحت کی نگرانی کرو۔ اور ایک امر پر خاص توجہ دو۔ اور وہ یہ کہ میں مغلوب الغضب انسان ہوں، تندی غیظ میں جب کسی کو ضرب و قتل کی سزا دے بیٹھتا ہوں، تو سکون کی حالت میں سخت پچھتاتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے اس نقص کو دور کرنے کے لیے تم کوئی تدبیر نکالو۔

اس پر سنان نے کہا:۔

"جہاں پناہ! آپ ایک سلطنت کے فرماں روا ہیں، اللہ کے بغیر کوئی اور آپ سے زیادہ طاقت ور نہیں۔ انسانوں میں یہ کہاں طاقت کہ غیظ و غضب کی حالت میں آپ کو روک سکیں۔ جنابِ والا کو معلوم ہے کہ غصہ اور شراب فاتر العقل بنا دیتے ہیں۔ اس حالت میں آدمی جو کچھ کہتا یا کرتا ہے، اس پر ہوش آنے کے بعد سخت نادم ہوتا ہے۔ اس لیے حضورِ والا کے لیے بہترین طریق کار یہ ہے کہ غصے میں کوئی سزا نہ دیجیے، بلکہ حالتِ سکون تک موخر کر دیجیے۔ اگر حالتِ سکون میں ملزم مجرم ثابت ہو، تو اُسے سزا دیجیے، ورنہ معاف کر دیجیے۔ دانا کہتے ہیں کہ اگر غصہ دلانے والا شخص تمھارے حلقۂ گرفت کے اندر ہو، تو اسے سزا دینے سے پہلے بہت سوچو۔ مثل مشہور ہے کہ غصے کے بعد جب تک ایک رات نہ گزر جائے، عقل واپس نہیں آتی۔

ہر انسان الٰہی عفو و رحمت کا محتاج ہے۔ اور جلد بازی سے اللہ عموماً ناراض ہو جاتا ہے۔ قرآنِ حکیم میں وارد ہے۔

جہاں تک ممکن ہو عفو و درگزر سے کام لو۔ کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ بھی تمھارے معاملے میں عفو و درگزر سے کام لے؟

ایک اور مقام پر وار ہے۔

"عفو بہت بڑی نیکی ہے۔

اگر غصہ فرو ہونے کے بعد آپ ملزم کو گنہ گار ہی سمجھتے ہیں، تو سزا و عقوبت میں حد سے نہ گزریے۔ ورنہ بدنامی ہو گی۔ دو چار بار اس طرح کرنے سے طبیعت میں اعتماد پیدا ہو جائے گا۔ اور یہ خرابی عادت بن جائے گی۔"

بحکم نے اس مشورے کو بہت پسند کیا۔ اور اس پر عمل شروع کر دیا، یہاں تک کہ وہ نقص بالکل دور ہو گیا۔ ساتھ ہی خیرات، دفعِ ظلم و قیامِ عدل میں مشہور ہو گیا۔ واسط میں ایک دار الضیافت جاری کیا۔ جہاں مسافروں، بھوکوں اور غریبوں کو مفت کھانا دیا جاتا تھا۔ بغداد میں شفا خانہ بنوایا، اور رعیت کو عدل سے نہال کر دیا۔ عموماً کہا کرتا تھا کہ عدل بادشاہ کے لیے از بس منفعت بخش ہے۔

بحکم کے دربار میں سنان بہت اونچے مرتبے تک پہنچا۔ بحکم اس کے ساتھ نہایت تعظیم سے پیش آتا اور امرائے دربار بھی بہت عزت کرتے۔

ایک دفعہ ملک میں کافی وبائیں پھیل گئیں تو وزیر علی بن عیسیٰ نے سنان کی طرف مندرجۂ ذیل احکام جاری کیے:۔

(الف) "چند روز سے قیدیوں کی صحتِ جسمانی کا مسئلہ میرے ہاں زیرِ غور ہے۔ یہ بے چارے ہر قسم کی رفاہیتوں سے محروم، بھیڑوں کی طرح چھوٹے چھوٹے کمروں میں قید ہوتے ہیں۔ جب یہ بیمار پڑ جاتے ہیں تو کوئی انھیں پوچھنے والا نہیں ہوتا۔ اس لیے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ ہر جیل خانے میں ہر روز چند ایک طبیب دواؤں سمیت بھیجا کریں۔ جو وہاں معائنے کے بعد مریضوں کا علاج کریں۔

(ب) چوں کہ دیہات میں کوئی طبّی انتظام موجود نہیں۔ اس لیے آپ اطبا کی ایک باقاعدہ جماعت ترتیب دیں، جو دیہات کا دورہ کرے۔ اور ہر گانو میں بہ قدرِ ضرورت رہے۔"

سنان نے حکم کی تعمیل کی۔ اور چند روز کے بعد وزیر کو ایک چٹھی لکھی جس کا مضمون یہ تھا:۔

"بندہ نواز! اطبا کی دیہات گرد جماعت نے ایک خط میں پوچھا ہے کہ شہر بسورا[1] کی اکثر آبادی یہودیوں کی ہے۔ ہمیں مطلع کیا جائے کہ آیا ان لوگوں کا بھی علاج کریں یا نہیں۔ نوازشاً مجھے لکھیے کہ میں ان طبیبوں کو کیا ہدایت دوں؟"

وزیر نے جواب میں لکھا:۔

"شفا خانے مسلم و غیر مسلم ہر دو کے لیے ہیں۔ ہاں اتنا فرق ضرور ملحوظ رہے کہ حیوان سے پہلے انسان کا اور غیر مسلم سے پہلے مسلم کا علاج کیا جائے۔ آپ دیہات گرد جماعت کو تاکید کریں کہ کوئی گانو اُن کے فیض سے خالی نہ رہے۔ اور اگر کہیں کوئی راہ بر نہ ملے تو مناسب انتظام تک وہیں ٹھیریں۔ اللہ انھیں نیکی کی توفیق دے۔"

سنہ ۳۰۶ھ میں سنان نے المقتدر کو ایک شفا خانہ کھولنے کا مشورہ دیا۔ خلیفہ راضی ہو گیا۔ اور باب الشام کے پاس شفا خانہ کھولا گیا، جس کا نام البیمارستان المقتدری رکھا گیا۔ اس شفا خانے کا ماہوار خرچ دو سو دینار تھا۔ یکم محرم ۳۰۶ھ کو بازارِ یحییٰ میں سنان نے شفا خانۂ سیّدہ جاری کیا، جس میں چند دیگر ہمراہیوں

---

[1] بسورا غالباً بُسر کا بگاڑ معلوم ہوتا ہے۔ بُسر نواحیِ بغداد میں ایک گانو کا نام تھا، جہاں ابو عبیدہ و ابو القاسم ابنِ بُسری نے جنم لیا تھا۔ (القاموس)

کے علاوہ خود بھی کام کیا کرتا تھا۔ اس شفاخانے کے ماہانہ مصارف چھ سو دینار کے قریب تھے۔ یہ رقم یوسف بن یحییٰ المنجّم کے ہاتھوں خرچ ہوتی۔ اس لیے کہ خود سنان پیسے کے معاملے میں بالکل دخل نہیں دینا چاہتا تھا۔

تصانیف سنان علمِ ہیئت کا بڑا بھاری عالم تھا۔ اور اس فن پر کافی تصانیف لکھی ہیں، جن کا ذکر ہم خوفِ طوالت کی وجہ سے نظر انداز کر رہے ہیں۔ الحسن بن ابراہیم بن ہلال الصابیٔ نے تصانیفِ سنان کی ایک فہرست تیار کی تھی، جس میں چند ایک کتابوں کے نام یہاں درج کیے جاتے ہیں:۔

(۱) رسالۃ فی تاریخ ملوک السریانیین (۲) رسالۃ فی الاستواء
(۳) رسالۃ اِلیٰ بجکم (۴) رسالۃ اِلیٰ ابنِ رائق (۵) رسالۃ اِلیٰ علی بن عیسیٰ الوزیر۔
(۶) الرسائل السلطانیات والاخوانیات (۷) رسالۃ فی النجوم۔
(۸) رسالۃ فی شرح مذہب الصابئین
(۹) رسالۃ فی قسمۃ ایام الجمعۃ علی الکواکب السبعۃ۔ یہ رسالہ ابو اسحٰق ابراہیم بن ہلال الصابیٔ کی طرف لکھ بھیجا تھا۔
(۱۰) رسالۃ فی الفرق بین المترسّل والشاعر۔
(۱۱) رسالۃ فی اخبار آبائہٖ واجدادہ۔ اس کا عربی میں ترجمہ ہو چکا ہے۔
(۱۲) نوامیس ہرمس (۱۳) نوامیس السور (۱۴) نوامیس الصلوات التی یصلی بہا الصابئون۔
(۱۵) اصلاحۃ لکتاب افلاطن فی الاصول الہندسیہ۔ اس میں سنان نے بھی کچھ اضافہ کیا ہے۔
(۱۶) مقالۃ فی الاشکال ذواتِ الخطوطِ المستقیمۃ متیٰ تقع فی الدائرۃ۔ اس میں بھی سنان نے کافی اضافہ کیا ہے۔
(۱۷) اصلاحۃ لعبارۃ ابی سہل الکوفی فی جمیع کتبہٖ۔ یہ اصلاح ابو سہل[۵۷] کی درخواست پر کی تھی۔

---

۵۷ ابو سہل الکوہی۔

(۱۸) اصلاحہ وتہذیبہ لما نقلہ من کتاب یوسف القس ۔ یوسف القس نے کتاب ارشمیدس فی المثلثات کو سریانی میں منتقل کیا تھا۔ سنان نے اس کا پہلے عربی میں ترجمہ کیا۔ اور پھر نظرِ ثانی میں اصلاح کی ۔

سہل بن بِشر بن حبیب بن ہانی (ہانا) الاسرائیلی المنجّم ابو عثمان

اس نے احکام نجوم پر کافی کتابیں لکھی ہیں۔ آنے والے واقعات کے متعلق پیش گوئیاں بھی کیا کرتا تھا۔ پہلے طاہر بن الحسین الاعور اور پھر الحسن[1] بن سہل کی خدمت میں رہا ۔

سہل بن سابور بن سہل المعروف بالکوسج

سابور[2] کا بیٹا تھا، اہواز[3] میں رہتا تھا لیکن زبان خوزستان کی بولتا تھا۔ مامون کے عہد میں مشہور طبیب تھا۔ گو یوحنا بن ماسویہ۔ جورجیس بن بختیشوع۔ عیسیٰ[4] بن الحکم اور زکریا طیفوری سے فصاحت و بلاغت میں کم تر درجے کا آدمی تھا۔

---

[1] الحسن بن سہل بن نوبخت ۔ [2] سابور کے حالات حرف السین کے ضمن میں درج ہیں۔

[3] اہواز = ایران و عراق کا درمیانی علاقہ۔ جس پر حضرت فاروق کے عہد میں (فتح ایران سے پہلے) ساسانیوں کی طرف سے ہرمزان حکومت کیا کرتا تھا۔ ۱۹ھ میں یہ علاقہ مسلمانوں نے فتح کیا۔

[4] حالات حرف العین میں ۔

لیکن علاج کرنے میں کسی سے کم نہ تھا۔ ابرشؔ[1] کے ساتھ بہت گہرے تعلقات تھے۔
اس کی وفات مامون کی وفات سے چند ماہ پیشتر ہوئی۔

الکوبج کی طبیعت میں بونگا پن بہت زیادہ تھا۔ اس سلسلے کی دو حکایتیں سُنیے:

(۱) سنہ ۲۰۹ھ کا واقعہ ہے کہ الکوبج سخت بیمار ہوگیا۔ آخری وصیت کے لیے چند گواہوں کو طلب کیا۔ جب وصیت میں اپنے بچوں کو شمار کرنے لگا تو سب سے پہلے جورجیس بن مریم بنتِ بختی شوع بن جورجیس اُختِ جبرئیل اور اس کے بعد یوحنا بن ماسویہ کا نام جڑ دیا۔ تشریحی نوٹ میں بیان کیا کہ جورجیس اور یوحنا کی ماں سے میرے ناجائز تعلقات رہے ہیں۔ چوں کہ یہ دونوں فاضل میرے نطفے سے ہیں۔ اس لیے انھیں اپنی اولاد میں گن رہا ہوں۔

ایک دن سہل و جورجیس چوتھے کے بخار (ایسا بخار جو ہر چوتھے دن آئے) پر بحث کر رہے تھے کہ باتوں باتوں میں گرم ہوگئے۔ سہل جھٹ بول اُٹھا "تمھیں شرم نہیں آتی کہ باپ سے لڑ رہے ہو" اور اس کے بعد وصیت والا قصہ تمام محفل کے سامنے بیان کر دیا۔ جورجیس غیظ و غضب سے بھڑک اٹھا۔ سہل بولا۔ "اس کے کان میں آیۃ الکرسی پڑھ کر پھونکو کہ اس پر مرگی کا حملہ ہوگیا ہے۔"

(۲) شعانین[2] کا دن تھا۔ سہل، دیر جاثلیق کی طرف جا رہا تھا کہ یوحنا بن ماسویہ کو ایک عجیب شان سے آتے دیکھا۔ گھوڑے پر سوار تھا اور ساتھ ساتھ خوب صورت غلام جا رہے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر سہل جل گیا اور جھٹ پولیس چوکی پر جا کر کوتوال کو کہنے لگا۔ "حضور ایک فریاد لے کر آیا ہوں۔

---

[1] ابراہیم بن ایوب ابرش عہدِ مامون کا ایک حکیم جو عہدِ متوکل (۲۲۲ - ۲۴۸ھ) تک زندہ رہا۔

[2] عیسائیوں کی ایک خاص عید جس پر کھجور کی ٹہنیاں ہاتھ میں لے کر جلوس نکالتے ہیں۔

میرا بیٹا مجھ سے باغی ہوگیا ہی اور اب اس کی یہ حالت ہوگئی ہی کہ مجھے باپ تک ماننے سے انکار کرتا ہی"۔ اتنے میں یوحنا چوکی کے سامنے آپہنچا۔ سہل جھٹ بول اٹھا "حضور! وہ دیکھیے، گھوڑے پر وہی جارہا ہی"۔ یہ کہ کر چودہ دینار کوتوال کے سامنے رکھ دیے۔ اور عرض کی کہ حضور اس پاجی کو تیس چالیس کوڑے لگائیے، تاکہ اس کا دماغ درست ہو۔ کوتوال نے یوحنا کو گھوڑے سے اُتار کر پوچھا کہ تم باپ کو کیوں تنگ کرتے ہو؟ وہ کہنے لگا۔ جناب میں اس شخص کو جانتا ہی نہیں۔ یہ کون ہی میرا باپ بننے والا۔ کوتوال نے زمین پر گرا کر وہ چابکیں رسید کیں کہ خُدا کی پناہ۔

سملیس

رؤم کا مشہور فلسفی، جس نے بعض تصانیفِ ارسطوؔ کا ترجمہ کیا۔

سوریانوس

اپنے عہد کا فلسفی اور بعض کتبِ ارسطوؔ کا شارح۔

سقراط

سقراط کا مشہور نام سقراط الحُب ہی۔ حُب مٹکے کو کہتے ہیں۔ چوں کہ یہ حکیم عمر بھر ایک مٹکے میں رہا۔ اس لیے سقراط الحُب کے نام سے مشہور ہوگیا۔

یہ حکیم اس فانی دُنیا کی فانی آرائشوں و ناپائیدار دل چسپیوں کی حقیقت سے پوری طرح آگاہ تھا۔ اس لیے ان چیزوں سے دُور رہتا۔

سقراط، فیثاغورس کا شاگرد۔ علومِ الٰہیہ کا فاضلِ اجل۔ دینوی دل کشیوں سے متنفر۔ شرک اور خصوصاً بُت پرستی کا دشمنِ اعظم تھا۔ اس نے بارہا یونانی پادریوں کے ساتھ بُت پرستی پر مناظرہ کیا۔ اور انھیں سخت شکستیں دیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان لوگوں نے عوام و خواص کو سقراط کے خلاف بھڑکانا شروع کر دیا۔ اور بادشاہ سے اس کے قتل کا مطالبہ کیا۔ بادشاہ نے تنگ آکر سقراط کو پادریوں کے حوالے کر دیا کہ جو چاہتے ہو، اس سے کرو۔ ان لوگوں نے اسے پہلے جیل میں رکھا اور پھر زہر پلا کر ہلاک کر ڈالا۔

اس حکیم کی وصیتوں، حکمتوں اور نصیحتوں سے ایک عالَم آگاہ ہے۔ اس کے مذہبی عقائد فیثاغورس و ایبذ قلیس سے ماخوذ ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اس کے خیالات یومِ آخرت کے متعلق خام و ناقابلِ قبول ہیں۔

بعض مورخین نے بیان کیا ہے کہ سقراط شام کا رہنے والا ایک فلسفی زاہد تھا۔ جس نے کوئی کتاب زندگی بھر میں تصنیف نہیں کی اور جسے آخر میں قتل کر دیا گیا۔ وجہِ قتل یہ تھی کہ فرماں روائے وقت اسے فواحش سے روکتا تھا اور یہ رُکتا نہیں تھا۔

سقراط عمر بھر ایک بڑے مٹکے میں رہا۔ صرف ایک کپڑے سے کام چلاتا تھا۔ اور متاعِ دینوی میں سے کوئی چیز اس کے پاس نہ تھی۔ ایک دن سقراط کے پاس سے بادشاہِ وقت کا گزر ہوا۔ سقراط کو قدرے بے توجہ پاکر کہنے لگا۔ تم جانتے نہیں کہ میں تمھارا آقا ہوں۔ اور تم میرے غلام ہو۔ سقراط نے کہا۔ آپ بھولے ہوئے ہیں، حرص و شہوت میرے غلام اور تو ان کا غلام۔ بہ دیگر الفاظ

تو میرا غلام در غلام ہی۔ بادشاہ یہ جواب سُن کر سٹ پٹا سا گیا، لیکن خاموش رہا۔ اس کے بعد پوچھا۔ "تم اس مٹکے میں کیوں رہتے ہو؟" کہا "اس لیے کہ میں ناپایدار مکانوں و محلوں سے متنفر ہوں"۔ بادشاہ نے کہا "اگر یہ مٹکا ٹوٹ گیا تو پھر؟" کہا۔ "پھر خالی زمین پر"۔ اس کے بعد بادشاہ محل کی طرف روانہ ہوگیا۔ چند روز کے بعد اپنے درباریوں (جن میں سے اکثر مجوسی تھے) سے سقراط کے متعلق رائے طلب کی۔ سب نے قتل کا مشورہ دیا۔ سقراط کو یہ سب کچھ معلوم ہوگیا لیکن اپنے مٹکے کو نہ چھوڑا۔ اور کہا "موت زندگی سے اچھی ہی۔ انسان موت کی دُنیا میں جاکر ہر لحاظ سے مکمل ہو جاتا ہی۔ اس کے بعد اس پر مقدمہ چلایا گیا۔ ستر پادریوں نے اس کے خلاف شہادت دی، اور بادشاہ نے موت کی سزا دے دی۔ اس پر سقراط کی اہلیہ رونے پیٹنے لگی۔ سقراط نے وجہ پوچھی تو کہنے لگی۔ "تمھیں بے گناہ قتل کیا جارہا ہی"۔ سقراط بول اٹھا "کیا تم یہ چاہتی ہو کہ میں پہلے کوئی زبردست گناہ کرتا اور پھر قتل ہوتا"۔

ایک دفعہ شاگردوں نے کہا "آقائے محترم! آپ اپنا علم کتابی صورت میں کیوں منضبط نہیں فرماتے"۔ فرمایا۔ "میں اپنا علم بکریوں کی کھال میں نہیں بھرنا چاہتا"۔ (اُس زمانے میں اچھی کتابوں پر بکریوں کی کھال چڑھائی جاتی تھی تاکہ محفوظ رہیں) ایک دفعہ کسی نے پوچھا۔ "خلقِ عالم کی محرّک کون سی چیز تھی؟" کہا۔ "اللہ کا جُود و کرم"۔

سقراط افلاطون کا ہم عصر اور شعرا کا سخت مخالف تھا۔ جب اس نے ہر جگہ شعرا اور ان کی شاعری کے خلاف وعظ کہنا شروع کیا تو رؤسا و اکابر کو یہ چیز ناگوار گزری۔ چناں چہ گیارہ بڑے بڑے پادری مل کر بادشاہ کے ہاں گئے۔ اُسے سخت بھڑکایا اور سزائے موت کا مشورہ دیا۔ لیکن بادشاہ

کہنے لگا۔ سقراط ایک مشہور حکیم ہو جس کے پیروؤں وارادت مندوں کی تعداد بہت زیادہ ہو۔ اس لیے یوں کھلم کھلا اسے قتل کرنا مناسب نہیں ہوگا۔ ورنہ بے چینی پھیلنے کے علاوہ لوگ کہیں گے کہ بادشاہ جاہل تھا اس لیے اتنے بڑے عالم کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ پادری کہنے لگے۔ ہم اسے چپکے سے زہر پلادیں گے اور کسی کو خبر تک نہ ہوگی۔ بادشاہ نے سقراط کو جیل خانے میں ڈلوادیا۔ جہاں وہ کئی مہینے رہا۔

ایک دن سقراط کے ایک ارادت مند خقراطیس نے ایک اور ارادت مند فاذن سے پوچھا کہ سقراط کی موت کا فیصلہ تو کب سے ہوچکا ہو۔ اب یہ دیر کیوں ہورہی ہو۔ فاذن نے کہا۔ بات یہ ہو کہ ہر سال شہر اثینس[1] سے ایک گھوڑا جس کے پچھلے حصے پر کچھ تصاویر وغیرہ بھی بنائی جاتی ہیں، معبد ابرعون تک لایا جاتا ہو۔ اور جب تک یہ گھوڑا اثینس میں واپس نہیں پہنچ جائے، کسی مجرم کی سزا نافذ نہیں کی جاتی اس دفعہ یہ گھوڑا کشتی میں بیمار ہوگیا ہو۔ اور ابھی تک اُس معبد میں پہنچا ہی نہیں۔ اور جب تک اثینس میں واپس نہیں پہنچ جائے گا، سقراط کی سزا نافذ نہیں ہوگی۔

فاذن کہتا ہو کہ ہم سقراط سے عموماً اندھیرے میں ملا کرتے تھے۔ جب اس گھوڑے کے واپس آنے میں ایک دو دن رہ گئے تو میں سقراط کے ہاں گیا۔ وہاں اقریطوُن پہلے ہی موجود تھا۔ اقریطوُن نے کہا کہ ہم نے محافظینِ زنداں کو زر کا لالچ دے کر اس امر پر راضی کر لیا ہو کہ اگر آپ یہاں سے نکلنا چاہیں۔ تو وہ مانع نہیں ہوں گے۔

سقراط۔ یہاں سے نکل کر کہاں جاؤں۔ اور ان لوگوں کو رشوت کہاں سے دوں۔ میری تمام جائیداد تو چار سو درہم مالیت کی بھی نہیں۔

اقریطون۔ ہماری جانیں اور دولت آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہو۔ آپ رشوت

---

[1] یونان کا ایک شہر جہاں افلاطون پیدا ہوا تھا۔

وغیرہ کی فکر نہ کریں۔ صرف یہاں سے چلنے کا انتظام فرمائیں۔

سقراط۔ جاؤں کہاں؟

اقریطون۔ روٗمیہ میں۔

سقراط۔ اقریطون، تم غلطی پر ہو۔ روٗمیہ والے بیگانے ہیں اور اتھینس کے لوگ اپنے ہیں۔ اگر اپنوں نے مجھے قتل کا مستحق قرار دیا ہے تو بیگانوں سے حُسنِ سلوک کی اُمید کیسے رکھ سکتا ہوں۔ مزید براں میرے قتل کی وجہ سچائی کی حمایت اور ظلم و عدوان کے خلاف مسلسل جہاد ہے۔ میں یہ فرض تادمِ واپسیں ادا کرتا رہوں گا۔ اگر اس فرض کی ادائیگی کی سزا یہاں موت ہے تو وہاں بھی موت ہوگی۔ یہاں چند نفوس کو مجھ سے ہمدردی ہے۔ اور وہاں شاید ایک آنسو تک ٹپکانے والا کوئی نہ ہو۔

اقریطون۔ خدا کے لیے آپ اپنے بچّوں پر رحم فرمائیں۔

سقراط۔ روٗمیہ میں بھی بچّوں کا یہی حال ہوگا۔ یہاں تو شاید آپ جیسے چند مخلص احباب ان پر رحم کھالیں، وہاں روٗمیہ میں انھیں کون پوٗچھے گا۔

سلسلۂ گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے سقراط نے کہا:۔

"فرض کرو کہ ناموس (عزّت) انسانی شکل میں متمثّل ہوکر مجھ سے پوٗچھتا ہے کہ اے سقراط کیا میں نے تیرے آبا و اجداد کا ساتھ نہیں دیا تھا۔ اور کیا تیری تمام زندگی میری رہ نمائی میں بسر نہیں ہوئی؟ تو میرا جواب کیا ہوگا؟۔ ہاں یا نہیں؟"

اقریطون۔ "آپ کا جواب یقیناً "ہاں" ہوگا۔"

سقراط۔ "اچھا اگر ناموس مجھ سے پوٗچھے کہ کیا یہ قرینِ انصاف ہے کہ تم پر الف ظلم کرے اور تم اس کے جواب میں ب پر ظلم توڑو؟ تو میں کیا جواب دوں"۔

اقریطون۔ "آپ کا جواب یہی ہوگا کہ یہ اقدام ناجائز ہے"۔

سقراط۔ "پھر اگر ناموس یہ کہے کہ تم پر ظلم تو پادریوں نے کیا ہے۔ اور اس کے جواب میں تم مجھ پر ظلم توڑ رہے ہو تو میں کیا جواب دُوں"؟

اقریطون۔ "میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا"۔

سقراط۔ "مطلب صاف ہے۔ کیا مصائب میں صبر و استقامت کا دامن چھوڑ دینا خلافِ ننگ و ناموس نہیں؟"

اقریطون۔ "یقیناً خلافِ ننگ و ناموس ہے"۔

سقراط۔ "تو پھر آپ ہی فرمائیں کہ اگر مجھ پر پادری ظلم کریں تو اس کے جواب میں ناموس پر ظلم توڑنا اور بے حوصلہ ہو کر اِدھر اُدھر بھاگتے پھرنا کہاں تک جائز ہے؟"

سقراط اور اقریطون میں یہ مکالمہ دیر تک جاری رہا۔ اس کے بعد اقریطون نے کہا کہ سزا کا وقت قریب آگیا ہے، اگر آپ کی کوئی خواہش ہو تو ہمیں اس کے پورا کرنے میں بے حد مسرت حاصل ہوگی۔ سقراط نے جواب میں صرف اتنا کہا کہ میں نے آج رات ایک خواب دیکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ میری سزا کا وقت سر پر آ پہنچا ہے۔

آخری دن ہم حسبِ عادت صبح سویرے جیل خانے میں جا پہنچے۔ پہلے صاحبِ زندان فرآن آیا۔ دروازہ کھلوایا اور ان گیارہ پادریوں کے ہمراہ سقراط کے کمرے میں چلا گیا۔ کچھ دیر ٹھیرے اور پھر چلے گئے۔ اس کے بعد ہمیں سقراط کے ہاں جانے کی اجازت ملی۔ دیکھا کہ اس کے پانو کی بیڑیاں کٹ چکی ہیں۔ ہم اندر جا کر زمین پر بیٹھ گئے۔ سقراط بھی چارپائی سے اُتر کر نیچے بیٹھ گیا اور پنڈلیوں کو ملتے ہوئے کہنے لگا۔ اللہ کا انتظام کس قدر عجیب ہے کہ تقریباً

ہر مقام پر دو متضاد چیزیں آپس میں مل رہی ہیں۔ ہر لذت کے بعد الم اور ہر الم کے بعد لذت ہے۔ آج میرے پانو کی بیڑیاں اُتری ہیں۔ تو مجھے ٹانگوں کے ہلکے پن میں ایک خاص لطف محسوس ہو رہا ہے۔

اس کے بعد سقراط نفسیات پر گفتگو کرنے لگا۔ اور ہر سوال کا جواب اُسی اطمینان سے دیتا۔ گویا اسے موت کی کوئی فکر ہی نہیں۔ دورانِ گفتگو میں کبھی متین بن جاتا، اور کبھی مذاق پہ اُتر آتا۔ ہم سب حیران تھے کہ موت سے عین پہلے یہ بے فکری و متانت آج تک سُننے میں نہیں آئی۔ اس دوران میں ہمارا ایک ساتھی سیماس کہنے لگا۔

"اُستادِ محترم! آج اس حالت میں کہ موت سر پر منڈلا رہی ہے، آپ سے سوالات پُوچھنا ناموزوں معلوم ہوتا ہے۔ اور کل آپ کی غیر موجودگی میں سوالات پُوچھنے کی تمنا بے چین کر دے گی"۔

سقراط کہنے لگا۔ "اے سیماس! جستجو رازِ حیات ہے، اسے میرے بعد بھی جاری رکھو کہ مجھے اسی سے مسرت ہوگی۔ جہاں تک جستجو کا تعلق ہے، موت و حیات میں کوئی فرق نہیں۔ زندگی میں بڑے بڑے علما سے ملاقات کا موقع ملتا ہے۔ اور مر کر ہم اسلاوس، امارس و ارقلیس جیسے فضلائے دہر کے پاس جا پہنچتے ہیں"۔

نفسیات پہ گفتگو کر چکنے کے بعد کسی نے ہیئتِ عالم کے متعلق ایک سوال پوچھ لیا۔ کہنے لگا کہ زمین گول ہے۔ اور آسمان ایک دوسرے کو محیط ہیں۔ نیز متحرک ہیں۔ بس حقیقت صرف اتنی ہے، باقی اس موضوع پر جو کچھ دیگر علما نے اور اومیرس، ارفاوس، اسیدوس اور ابیذقلیس جیسے شعرا نے کہا ہے، وہ سب کچھ ظنی و غیر یقینی ہے۔ اس موقع پر سقراط نے اِن علما و شعرا کے کافی اقوال نقل کیے۔

پھر فرمایا۔ اب میرے آخری سفر کا وقت قریب آگیا ہے۔ مناسب ہے کہ میں نہا لوں تاکہ عورتوں کو غسل دینے کی تکلیف نہ ہو۔ دُنیا کی ہر چیز فانی ہے۔ میں عنقریب دوسری دُنیا کی طرف اور تم اپنے گھروں کی طرف روانہ ہو جاؤ گے۔ اس کے بعد غُسل خانے میں چلا گیا۔ اس وقفے میں ہم یہی کہتے رہے کہ ایسا شفیق باپ پھر کہاں ملے گا۔ ہم اس کے بعد یتیم ہو کر رہ جائیں گے۔ جب غُسل سے فارغ ہو کر باہر آیا۔ تو اپنے بیٹوں اور بیوی کو اندر بُلایا۔ تین بیٹے تھے، دو چھوٹے اور ایک بڑا۔ کچھ نصیحتیں کرنے کے بعد انھیں رخصت کر دیا۔ اس پر اقریطون کہنے لگا۔ "امامِ محترم! ہمیں بھی اپنے اہل و عیال کے متعلق کچھ وصیت فرمایئے۔" فرمایا "میں تم سے کوئی نئی بات نہیں کہنا چاہتا۔ وہی پُرانی باتیں یاد دلانا چاہتا ہوں کہ اپنی اصلاح کرو، اسی سے میں اور میرے ہم مشرب خوش ہوں گے۔"

اقریطون۔ "آپ کی وفات کے بعد ہم کیا کریں؟"

سقراط۔ (ہنس کر) "بات یہ ہے کہ آج اقریطون کو مجھ پہ اعتماد نہیں رہا۔ وہ سمجھتا ہے کہ آج جس قدر باتیں میں نے کہی ہیں وہ میں نے نہیں کہیں بلکہ میری نعش بول رہی ہے۔ اقریطون! میرے سفر کا وقت قریب آگیا ہے۔ اگر موت کے بعد تم میری لاش حاصل کر سکو تو جو جی میں آئے کرو۔"

سلسلۂ گفتگو جاری تھا کہ ان گیارہ پادریوں کا نوکر آیا اور کہنے لگا۔ "سقراط میں تمھارے اخلاقِ عالیہ سے اچھی طرح آگاہ ہوں۔ اور مجھے محکم یقین ہے کہ تم مجھے مجبورِ محض سمجھ کر معاف کر دو گے۔ بہ حیثیتِ ملازم میرا فرض ہے کہ زہر کا پیالہ تمھاری خدمت میں پیش کروں۔ ورنہ اصلی مُجرم وہ گیارہ قاضی ہیں۔ اللہ کی قسم! تم سے بہتر انسان آج تک اس جیل خانے میں نہیں آیا۔ جب پیالہ آئے۔ تو نہایت صبر و سکون سے پی لو۔" یہ کہہ کر وہ بلازم چلا گیا۔ سقراط کہنے لگا۔ "یہ شخص میرے پاس اکثر آیا کرتا۔

تھا۔ اور اپنے مذہب کا بہت بڑا فاضل ہے"۔ پھر افریطون سے کہا۔" جاؤ اور اس ملازم سے کہو کہ زہر کا پیالہ لے آئے۔ اگر تیار نہیں تو کرلے"۔

افریطون۔" سورج کافی اوپر آگیا ہے۔ آپ کچھ ناشتہ تناول فرمالیں"۔

سقراط۔" یہ ناشتے ہی کی تو تیاری ہے۔ ملازم سے کہو کہ میری موت کا پیالہ لائے"۔

افریطون گیا اور ملازم کو کاسۂ زہر کے ہمراہ لے آیا۔ سقراط نے پیالے کو یوں دیکھا جس طرح ایک طاقت ور بیل کسی مُہیب چیز کی طرف دیکھتا ہے۔ ہاتھ بڑھا کر پیالہ ہاتھ میں لے لیا۔ اور ملازم سے پوچھا کہ اس سے کس قدر آدمی مر سکتے ہیں۔ اُس نے کہا کہ یہ مقدار صرف ایک آدمی کے لیے ہے۔ سقراط نے پوچھا کہ اس پیالے کے متعلق کوئی اور ہدایت۔ ملازم نے کہا کہ پینے کے بعد ٹہلنا شروع کردیجے۔ جب پانو بھاری ہوں تو لیٹ جایئے۔

سقراط نے پیالہ منہ کی طرف بڑھایا۔ اور غٹ غٹ پی گیا۔ ہم نے رونا دھونا شروع کردیا، اور بعض کی فریادیں تو اس قدر دل گداز تھیں کہ خدا کی پناہ۔ فاذن کہتا ہے کہ میں نے منہ ڈھانپ کر رونا شروع کردیا۔ اور دل کی یہ حالت تھی، گویا خنجر چل رہے ہیں۔ اس پر سقراط کہنے لگا۔ میں نے عورتوں کو اسی لیے یہاں سے نکالا تھا کہ گریہ وزاری نہ ہو، اور اب تم مرد وہی کام کررہے ہو۔ چناں چہ ہم تعظیماً خاموش ہوگئے۔ اور سقراط نے ٹہلنا شروع کردیا۔ کچھ دیر کے بعد کہنے لگا کہ میرے پانو وزنی ہوگئے ہیں۔ اس پر ملازم نے اسے لٹا دیا اور پانو کو پکڑ کر پوچھنے لگا کہ کیا آپ میری گرفت کو محسوس کررہے ہیں۔ کہا "نہیں"۔ چند لمحوں کے بعد پنڈلیوں کو پکڑ کر پوچھنے لگا "کیا آپ میری گرفت کو محسوس کررہے ہیں"، کہا "نہیں" یونہی وہ پوچھتا گیا۔ یہاں تک کہ کمر تک آگیا اور ہمیں مخاطب کرکے کہنے لگا۔ جب یہ سردی سقراط کے دل تک جا پہنچے گی، معاملہ ختم ہوجائے گا۔

اس دوران میں سقراط نے قریطون کو کہا۔ "بھائی مجھے یاد آگیا کہ ہمارے ہاں سقلابیوس کا ایک مرغا تھا، وہ سقلابیوس کو ضرور واپس پہنچا دینا"۔ اقریطون نے کہا۔ "سر آنکھوں پر۔ کوئی اور ارشاد" لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ اُٹھ کر دیکھا تو آنکھیں پتھرا چکی تھیں۔ اقریطون نے مسافرِ سقراط کی آنکھیں میچ دیں۔ اور ڈاڑھی کے نیچے سے ایک پٹّی ڈال کر اُس مُنہ کو ہمیشہ کے لیے بند کر دیا۔ (جس سے نفسِ آخریں تک علم و عرفان کے پھول جھڑتے رہے)

فاذن کہتا ہے کہ ہمارے زمانے میں کوئی ہستی سقراط سے بڑی موجود نہ تھی۔ فقراطیس نے فاذن سے پوچھا "دمِ مرگ کون کون سے حضرات سقراط کے پاس موجود تھے"۔ کہا۔ "سقراط کے تقریباً تمام شاگرد"۔ پوچھا "افلاطون بھی موجود تھا"۔ کہا۔ "نہیں، بیمار تھا اور اس لیے غیر حاضر"۔

سنبلی قیوس

رُوم کا مشہور ریاضی داں مہندس۔ جو اقلیدس کے بعد گزرا ہے۔ اس کے پیروؤں اور شاگردوں کی جماعت کافی وسیع تھی۔ نسلاً رُومی تھا۔ اور بہ لحاظِ فلسفہ یونانی۔ زندگی کا بیشتر حصّہ یونان ہی میں بسر ہوا۔ اور اس نے اقلیدس کی شرح بھی لکھی۔

سند بن علی المنجم المامونی

عہدِ مامون کا ایک قابل منجم۔ سیرِ کواکب سے آشنا۔ آلاتِ رصدیہ کے استعمال کا ماہر۔ اپنے زمانے کا بہت بڑا فاضل جسے مامون نے آلاتِ رصد کی اصلاح اور

شماسیہ (بغداد میں ایک رصدگاہ) میں مشاہدۂ نجوم کی خدمت پر متعین کیا تھا۔
اس نے اس سلسلے میں کچھ کام تو کیا لیکن وفاتِ مامون کی وجہ سے مکمل نہ کر سکا۔
اس کی مشہور تقویم آج تک ماہرینِ فلک کا ماخذ بنی ہوئی ہے۔ سند پہلے یہودی
تھا، پھر مامون کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا۔ معز الدولہ کے محل میں باب الشماسیہ
کے پیچھے جو رباط نظر آتا ہے، وہ اسی نے بنوایا تھا۔ اور مامون کو اس کے متعلق
اس قدر خوش ظنی تھی کہ اسے مشاہداتِ رصدی کا ممتحن مقرر کر رکھا تھا۔ نجوم و
حساب میں اس کی تصانیف مشہور ہیں۔

سابور ابن سہل

شفاخانۂ جندیساپور کا نگراں، فنِ طب کا فاضل اور کئی کتابوں کا مصنف
تھا۔ اس کی مشہور تصنیف اقراباذین ہے جو بائیس۲۲ ابواب پر مشتمل ہے، اور جس
پر شفاخانوں میں آج تک عمل ہو رہا ہے۔
سابور کی وفات ۲۰ یا ۲۱، ذی الحجہ ۲۵۵ھ کو ہوئی تھی۔

سلمویہ ابن بنان

ایک فاضل طبیب جسے معتصم نے تخت نشین ہوتے ہی (۲۱۸ھ) طبیبِ خاص
بنا لیا۔ اور جب یہ مر گیا تو معتصم نے کہا "میں بہت جلد طبیب سے جا ملوں گا
اس لیے کہ میری صحت و زندگی کا محافظ وہی تھا۔ اس کے بعد زندگی کی اُمید
نہیں رہی"۔

حُنین لکھتا ہے کہ جب سلمویہ بیمار پڑ گیا تو معتصم عیادت کو آیا۔ طبیب کا بُرا حال دیکھ کر رو دیا۔ اور پُوچھنے لگا "تمھارا جانشین کسے بناؤں"۔ کہا "اس شیخی مار یوحنّا بن ماسویہ کو رکھ لینا۔ لیکن وہ زرا مبالغہ پسند واقع ہوا ہے۔ اس لیے اس کی بات کو پہلے تول لینا اور پھر تسلیم کرنا"۔

سلمویہ کی وفات کے دن معتصم نے دن بھر کچھ نہ کھایا۔ اور حکم دیا کہ طبیب کا جنازہ قصرِ شاہی میں لاؤ۔ چناں چہ لوبان کی دھوئیوں اور موم بتّی کی روشنی میں پادریوں نے اس کا جنازہ پڑھا اور پھر اُسے قبرستان کی طرف لے گئے۔

معتصم سال میں دو دفعہ فصد کھُلواتا تھا۔ اور فصد کے بعد سلمویہ اسے کوئی دوا پلایا کرتا تھا۔ سلمویہ کے بعد یوحنّا نے الٹا کام کیا کہ دوا پہلے پلادی جس سے خون سخت گرم ہو گیا۔ سخت بخار چڑھ گیا اور چند روز بیمار رہ کر معتصم دوسری دُنیا کو چل دیا۔ یہ واقعہ سلمویہ کی وفات سے بیس ماہ بعد ہوا۔

حسین بن عبداللہ (سلمویہ کا ایک دوست) کہتا ہے کہ ایک دن میں سلمویہ سے ملنے گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حمّام کر کے باہر آیا ہے، پسینہ بہہ رہا ہے اور گرمی سے تنگ ہے۔ آکے بیٹھا ہی تھا کہ نوکر کھانا لے آیا۔ ایک پلیٹ میں بھُنے ہوئے تیتر، ایک میں کوئی سبز رنگ کی چیز۔ ایک پیالی میں سرکہ اور ساتھ تین روٹیاں تھیں۔ کھانا کھانے کے بعد نصف تولہ شراب منگوائی۔ پانی ملا کر پی لی۔ اس کے بعد ہاتھ دھوئے۔ پھر کپڑے بدلے اور کچھ دھونی سی دُھکائی۔ فارغ ہو کر میری طرف متوجہ ہوا۔ اور کہنے لگا کہ گزشتہ تیس سال سے سِل کا علاج کر رہا ہوں۔ اور میری غذا ہمیشہ یہی ہوتی ہے۔ جو آپ نے آج دیکھی۔ یعنی بھُنے ہوئے تیتر، روغنِ بادام میں پکی ہوئی کاسنی اور کچھ سرکہ۔ میری یہ عادت ہے کہ جونہی حمام سے نکلتا ہوں، کھانا کھا لیتا ہوں، تاکہ حرارتِ انہضام غذا میں لگ جائے۔

اور جسم محفوظ رہے۔

سلاطین کے درباروں میں رہ رہ کر سلمویہ کچھ سیاست بھی سیکھ گیا تھا۔ اور اس کی انجام بینی اس قدر مشہور تھی کہ لوگ دور دور سے اس کے ہاں مشورہ لینے کے لیے آتے تھے۔

السموئل بن یہوذا المغربی الیہودی

میرا غالب خیال یہ ہے کہ یہ حکیم اندلس کا رہنے والا تھا۔ اس کا والد اندلس کو چھوڑ کر مشرق میں چلا آیا تھا اور اوسط درجے کا حکیم تھا۔ سموئل تقریباً تمام شعبہ ہائے حکمت کا ماہر تھا۔ ریاضی، اعداد، ہندسہ و ہیئت میں کافی شہرت کا مالک تھا۔ اس کی چند کتابوں کے نام یہ ہیں:۔

(۱) کتاب المثلث القائم الزوایۃ۔ یہ کتاب ایک حلبی کے لیے لکھی تھی۔ اس میں نہایت عمدہ اشکال کھینچ کر ہر شکل پر یقین انگیز بحث کی ہے۔

(۲) منبر فی مساحۃ اجسام الجواہر المختلطۃ لاستخراج مقدار مجہولہا۔

(۳) کتاب فی اظہار معائب الیہود۔ اس میں تورات کے حوالے دے کر یہودیوں کی تردید کی۔

ان کے علاوہ چند کتابیں طب پر بھی لکھی تھیں۔

سموئل آذربائیجان[1] چلا گیا۔ وہاں خاندان بہلوان[2] کی ملازمت اختیار

---

[1] تبریز سے شمال اور آرمینیہ سے مشرق کی طرف سلطنت روس (موجودہ روس ۱۹۲۲ء) کا ایک مشہور علاقہ جہاں زرتشت نے جنم لیا تھا۔ [2] آذربائیجان میں بہلوان خاندان کچھ عرصے تک حکمراں رہا جس کا آخری بادشاہ ازبک بن محمد بہلوان بن الدکز (۶۰۷-۶۲۲ھ) تھا۔ (دائرۃ المعارف ج ۲ ص ۳۳)

کرلی۔ اور مُراغہ[۱] کو مسکن بنالیا۔ کچھ اولاد بھی ہوئی۔ جو باپ ہی کے نقشِ قدم پر چلی۔ وفات تقریباً سنہ۵۵۰ھ کو مراغہ میں ہوئی۔

سلامتہ بن رحمون ابوالخیر

مصر کا ایک یہودی طبیب جو بہ قولِ ابو الصلت اطبائے مصر میں قابل ترین آدمی تھا۔ ابوالوفا[۲] ابن فاتک سے درسِ منطق لیا اور اس فن میں کمال پیدا کیا۔ ابوالحسن[۳] بن رضوان کے شاگرد الکثیر البرقانی سے جالی نوس کی چند کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد دوسروں کو منطق۔ فلسفۂ طبیعیہ والٰہیہ پڑھاتا رہا۔ بعض کتابوں کی تفسیر وتلخیص بھی کی۔ لیکن اُس کی تصنیفی کوششیں مقبول نہ ہوئیں۔ بات کو لمبا کردیتا اور جواب میں عجلت سے کام لیتا تھا، اس لیے قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتا تھا۔ ایک دفعہ مجھے سلامہ سے ملنے کا اتفاق ہؤا۔ بعض علمی مسائل پہ گفتگو چل پڑی تو اس نے اس قدر غلط بیانیوں سے کام لیا، جن کی توقع ایک مبتدی سے بھی نہیں ہوسکتی۔ دعوے بڑے لیکن علم کم۔ مندرجۂ ذیل اشعار کا پُورا پُورا مصداق تھا۔

(۱) وہ پانی میں سے گزرنے کی ابھی تیاری ہی کر رہا ہوتا ہو کہ موجِ دریا اسے ساحل پہ آلیتی ہو۔ اور وہ وہیں ڈوب جاتا ہو۔

(۲) تم دو سو شاہ سواروں کو نیچا دکھانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ لیکن تم صرف

---

[۱] مُراغہ، آذربائیجان میں ایک شہر جو کسی وقت آذربائیجان کا دارالخلافہ تھا۔ (نزہت صـ۸)

[۲] مُبشّر بن ابوالوفا ناتک کے حالات حرف المیم میں۔

[۳] ابوالحسن بن رضوان المصری کے حالات باب الکنیٰ میں۔

ایک شاہ سوار کے آگے آگے بھاگ نکلے۔

ابوالصلت تقریباً ۵۱۰ھ میں سلامت سے مصر میں ملا۔ بہ دیگر الفاظ سلامہ ۵۱۰ھ میں زندہ تھا۔

حرف الشین

شجاع بن اسلم بن محمد بن شجاع الحاسب المصری ابوکامل

اپنے عہد کا عالِم، فاضل و حساب داں جس سے لوگوں نے کافی فائدہ حاصل کیا۔ اور جس نے علم الحساب پر چند کتابیں بھی لکھی تھیں۔

شکح المنجم الاعمیٰ البغدادی

بغداد کا رہنے والا جسے واقعاتِ مستقبل بتلانے میں یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ ایک غلام ہر وقت ساتھ رہا کرتا تھا۔ جونہیں کسی نے کوئی سوال پوچھا، جھٹ زائچہ بنا کر جواب تیار کر دیا

غرس النعمۃ محمد بن ہلال اپنے والد کی ایک کہانی والد ہی کی زبانی یوں روایت کرتا ہے:۔

" ابوالقاسم الوتار (ایک نسخہ الوقار) نے چند علما کو دعوت پر مُبلایا۔ چناں چہ میں، ابوعلی بن الحواری، ابوالحسن الدیلمی اور ابوطاہر الطبیب العلوی سوار ہو کر جا رہے تھے کہ راستے میں ابوالحسن البتی ملا

اور کہنے لگا کہ زرا وزیرِ سلطنت مویدالملک ابوعلی الرخجی کے ہاں چلیے، کچھ کام ہے۔ راستے میں شیخ الاعمیٰ کا گھر پڑتا تھا، خیال آیا کہ چلو اس سے بھی مشورہ لے لیں۔ چناں چہ اسے آواز دی، وہ باہر آیا۔ ہم نے کہا کہ زائچہ نکال کر بتلاؤ کہ ہمارا کام ہوگا یا نہیں۔ کہنے لگا۔ تمھارا مقصد صرف مذاق اُڑانا ہے اس لیے نہیں بتاؤں گا۔ ہم نے اصرار کیا تو کہنے لگا۔ آج تم کہیں ضیافت پہ جارہے ہو، جہاں آسمان ستاروں سمیت تمھارے آگے رکھا جائے گا۔ اور باقی رہا ابوالحسن البتی کے متعلق، تو اس کا کام نہیں ہوگا۔ اس پر ابوالحسن الاعمیٰ کو سنے لگا کہ تیرا بھلا نہ ہو، تیرا بیڑا غرق ہو، تجھ پر اور تیرے جوتش پر لعنت وغیرہ وغیرہ۔ وہاں سے چل کر ہم سیدھے وزیر کے مکان پر پہنچے۔ اطلاع کرائی۔ طلب ہوئے۔ ابوالحسن کی تحریری درخواست پیش کی لیکن وزیر نے درخواست پھاڑ ڈالی اور کام کرنے سے انکار کر دیا۔ ہم نے ہر چند سفارش کی، اور شیخ الاعمیٰ کی پیش گوئی کا بھی حوالہ دیا کہ شاید اس پیش گوئی کو جھٹلانے کی خاطر ہی کام کر دے لیکن اس پہ کوئی اثر نہ ہوا۔ وہاں سے اُٹھ کر ابن الوتار کے ہاں پہنچے اور آسمان وکواکب کا انتظار کرنے لگے۔ کھانے کے آخر میں نرگسی رنگ کی پلیٹیں آئیں، جن میں انڈوں کی سفیدی، گوشت اور لوبیا کو نیلا رنگ دیا ہوا تھا۔ اور اوپر انڈے کی زردی نے نجومِ سما کا سماں باندھ رکھا تھا۔ ہم الاعمیٰ کی پیش گوئی پر واقعی بہت حیران ہوئے اور دعوت کے دوران میں اسی کا ذکر ہوتا رہا۔"

حرف الصاد

صاعد بن یحییٰ بن ہبتہ اللہ بن توما النصرانی ابو الکرم البغدادی

یہ ایک بہت اچھا طبیب تھا، ہاتھ میں شفا تھی۔ اور ہر اقدام میں برکت، مروّت و امانت کے اوصاف سے بھی متصف تھا۔ الناصر[1] کے زمانے میں بادشاہ کا مقرّب و مشیر بنا ہوا تھا۔ شاہی اموال کی حفاظت اور امورِ خفیہ کا انتظام اسی کے حوالے تھا۔ حاجت منداس کے در سے کبھی خالی نہ جاتے۔ اس کے شاکر بہت تھے اور شاکی بہت کم۔

جب کثرتِ آلام کی وجہ سے الناصر کی بصارت کم ہو گئی۔ نسیان غالب ہو گیا اور سرکاری کاغذات کا جواب دینے میں دِقت پیش آنے لگی تو بغداد کی ایک عورت (جس کا خط ہو بہ ہو الناصر جیسا تھا) کو اپنا کاتبِ خاص مقرر کر لیا۔ الناصر ہر کاغذ کے متعلق اپنی رائے بتلا دیتا، اور یہ عورت لکھ کر حکّام کو بھیج دیتی۔ اس کام میں ایک اور ملازم تاج الدین رشیق بھی اس کی مدد کیا کرتا تھا۔ اور یہ سب کچھ صیغۂ راز میں تھا۔

جب ناصر کی بصارت زیادہ خراب ہو گئی اور نسیان بھی بڑھ گیا تو یہ عورت اور رشیق من مانی کارروائیوں پر اُتر آئے۔ جس حاکم کو جو چاہتے لکھ دیتے اور اوپر خلیفہ کی مہر ثبت کر دیتے۔ ایک دفعہ وزیر القمی (عرف المؤید) نے خلیفہ کو کوئی چٹھی لکھی جس کا جواب نہایت اُلٹا پلٹا ملا۔ حیران ہو گیا کہ معاملہ کیا ہے۔ صاعد طبیب کو جو اسرارِ درونِ پردہ سے آگاہ ہوا کرتا تھا، بُلا کر حقیقت پوچھی۔

---

[1] الناصر الدین اللہ ابو العباس احمد (۵۷۵ - ۶۲۲ھ)

اس نے سب کچھ بتا دیا۔ وزیر نے فیصلہ کر لیا کہ وہ آیندہ دربارِ خلافت سے صادر شدہ احکام کی بالکل پروا نہیں کرے گا۔ اس پر رشیق اور اس عورت نے سوچا کہ یہ راز کس نے کھولا ہے۔ سوچنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ صاعد طبیب کے سوا اس راز سے کوئی اور آگاہ نہ تھا، اس لیے یہ اسی کا کام ہو سکتا ہے۔ انھوں نے فیصلہ کیا کہ حکیم کا کام تمام کر دیا جائے، ورنہ بنا بنایا کام بگڑ جائے گا۔ چناں چہ واسطی فوج کے ایک فوجی قمر الدولہ کے دو لڑکوں (ایک ملازم دوسرا بے کار) کو اس کام کے لیے تیار کیا گیا۔

ایک رات جب حکیم دار الوزارت سے نکل کر دار الخلافت کو جا رہا تھا تو یہ بھی پیچھے پیچھے ہو لیے۔ جب حکیم باب الغلّۃ المظلمۃ کے پاس پہنچا تو ان ہر دو نے سنگینوں سے حکیم پر حملہ کر دیا۔ حکیم کے آگے آگے ایک غلام مشعل اٹھائے جا رہا تھا، اس پر بھی وار کیا۔ غلام تو یہیں ڈھیر ہو گیا۔ البتہ حکیم چوٹ کھا کر باب خربۃ الہراس تک بھاگتا گیا۔ قاتل بہ دستور پیچھا کر رہے تھے۔ یہاں ایک اور شخص آگے سے آ گیا۔ دیکھتے ہی شور مچا دیا کہ پکڑو۔ پکڑو۔ قاتل اس پر جھپٹ پڑے، اور اس غریب کو بھی موت کی نیند سلا دیا۔ دوسری طرف حکیم بھی ختم ہو چکا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس خوں چکاں واقعے کی خبر ہر سو پھیل گئی۔ لوگ آئے اور حکیم کی نعش کو اٹھا کر اس کی قیام گاہ پر لے گئے، جہاں وہ اسی رات دفن کر دیا گیا۔

چوں کہ حکیم کے ہاں شاہی حرم و دیگر امرا کی امانتیں جمع رہتی تھیں اس لیے شاہی محل و قصرِ وزارت سے بہ یک وقت حکم جاری ہوا کہ حکیم کے گھر پر پہرہ لگا دیا جائے

معمولی تگ و دو کے بعد قاتل گرفتار ہو گئے اور دوسری صبح اُن کے

پیٹ چاک کر کے انھیں باب النخلة المظلمة کے سامنے باب المذبح پر لٹکا دیا گیا۔
حکیم کی موت ۱۸ ر جمادی الاوّل ۶۲۰ھ کو واقع ہوئی تھی۔

صاعد بن ہبتہ اللہ بن الموصّل ابو الحسین النصرانی الخظیری الطبیب

اصلی وطن حظیرۃ تھا جسے چھوڑ کر بغداد میں آگیا۔ عیسائیوں کے ہاں دستور ہے کہ ان کے ہاں جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو بپتسمے تک کوئی سا نام رکھ لیتے ہیں۔ اور بپتسمے کے بعد اُس کا باقاعدہ نام رکھا جاتا ہے۔ صاعد کا پیدائشی نام (ایک گرجے کے نام پر) ماری تھا۔ الناصر کی خدمت میں رہا اور کافی دولت سمیٹی۔ خلیفہ اس کی بہت عزت کیا کرتا تھا۔ اور صاعد علم المنطق، فلسفہ اور دیگر فنونِ حکمیہ میں کافی مہارت رکھتا تھا۔ اس میں چند نقائص بھی تھے۔ یعنی غرور، حماقت، پندار و ظلم۔ اپنے ہاتھ سے کتابیں نقل کیا کرتا تھا۔ اور آخری دم تک بادشاہ کا منظورِ نظر رہا۔
وفات ۲۰ ر ذی الحجہ ۵۹۱ھ کو بغداد میں ہوئی۔

صالح ابن بہلۃ الہندی

ہارون الرشید کے زمانے میں کافی مشہور طبیب تھا۔ اور طب ہندی کا ماہر تھا۔
ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ رشید کے سامنے کھانا چُنا گیا۔ اور شاہی طبیب جبرئیل بن بختی شوع غیر حاضر تھا۔ اِدھر اُدھر تلاش کیا لیکن نہ ملا۔ رشید سخت برہم ہو گیا۔ اُوپر سے جبرئیل بھی آ پہنچا۔ رشید نے کڑک کر پوچھا۔ "تم کہاں تھے؟" کہا "جہاں پناہ! آپ کا چچیرا بھائی ابراہیم بن صالح دم توڑ رہا ہے اور غالباً نمازِ عشا سے پہلے ختم

ہو جائے گا۔ آپ مجھ پر ناراض ہونے کی بہ جائے اپنے بھائی کی مصیبت پر آنسو بہائیں"۔
یہ سن کر رشید کو بہت صدمہ ہوا۔ کھانا اُٹھوا دیا اور رونا شروع کر دیا۔ جعفر بن یحییٰ کہنے لگا۔ "حضورِ والا! جبرئیل طبِّ رُومی (یونانی) کا فاضل ہی اور صالح طبِّ ہندی کا۔ اگر جناب ارشاد فرمائیں۔ تو صالح کو تلاش کر کے ابراہیم کے پاس بھیجا جائے"۔ رشید نے اس تجویز سے اتفاق کیا۔ چناں چہ صالح کو بھیج دیا گیا۔ صالح نے ابراہیم کی نبض دیکھی۔ دل وغیرہ کا معائنہ کیا اور پھر جعفر کے ہاں واپس آگیا۔ جعفر اسے رشید کے ہاں لے گیا۔ رشید نے حالت پُوچھی۔ تو کہنے لگا:۔

"ای امیر المومنین! آپ کا حکم تمام سلطنت میں نافذ ہوتا ہی۔ اور کسی میں یہ ہمت نہیں کہ آپ کی خواہش کے خلاف دم مار سکے۔ میں آپ کو اپنے متعلق تین باتوں کا اختیار دیتا ہوں، کہ اگر ابراہیم آج رات یا اس بیماری کی وجہ سے فوت ہو جائے، تو میرے تمام غلام آزاد کر دیے جائیں، میرے مویشی ضبط کر لیے جائیں، میرا مال غربا میں بانٹ دیا جائے۔ اور میری بیویاں مُطلّقہ سمجھی جائیں"۔

رشید۔ "تم ایک ایسی بات کے متعلق قسم کھا رہے ہو جس کے وقوع یا عدم وقوع کا علم صرف اللہ کو حاصل ہی۔ بہ دیگر الفاظ تم غیب کے متعلق حلف اٹھا رہے ہو"۔

صالح۔ "غیب کی تعریف یہ ہی کہ اس پر کوئی دلیل قائم نہ کی جا سکے۔ اور جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، اس کے متعلق مجھے پختہ یقین ہی اور میرے پاس حتمی دلائل موجود ہیں"۔

صالح کے یقین دلانے پر رشید خوش ہو گیا۔ کھانا منگوایا۔ کھانے سے فارغ ہو کر ایک دو گھونٹ شراب پی، کہ اُوپر سے ایک قاصد ابراہیم بن صالح

کی خبر موت لے کر آپہنچا۔ رشید نے پہلے تو جعفر بن یحییٰ کو دو چار سُنائیں کہ ایسا پاجی طبیب ہمارے گلے مڑھ دیا۔ اور پھر ہندستان اور اس کی طب پر لعنت بھیجی۔ اس کے بعد نہایت درد و کرب کی حالت میں کہنے لگا "کس قدر مقامِ افسوس ہے کہ ہمارا بھائی دم توڑ چکا ہے اور ہم شراب پی رہے ہیں"۔ یہ کہہ کر تھوڑی سی شراب میں نمک ملایا اور پی گیا۔ چند لمحوں کے بعد [illegible] قے ہو گئی۔ علی الصباح ابراہیم کی تعزیت کو روانہ ہو گیا۔ وہاں پہنچا تو ورانڈے میں کرسیاں، گدیلے اور مسند پڑے دیکھے۔ یہ سب چیزیں بمع قالینوں کے اٹھوا دیں اور ایک معمولی چٹائی پر بیٹھ گیا۔ (خلفائے عباسیہ میں تعزیت کے موقع پر چٹائیوں پہ بیٹھنے کا دستور یہیں سے چلا) صالح بھی پاس کھڑا ہوا تھا۔ جب دھونی کی بُو (جو مُردوں کو دی جاتی ہے) اس ورانڈے تک پہنچی تو صالح چلا کر کہنے لگا:۔

"جہاں پناہ! بڑا ظلم ہوگا، اگر آپ نے میری بیوی کو مطلقہ سمجھ لیا، میرا مال ضبط کر لیا۔ اور اپنے بھائی کو زندہ دفن کر دیا۔ اللہ کی قسم آپ کا بھائی زندہ ہے مجھے اس کے پاس جانے دیجیے"

صالح کے اصرار پر اُسے ابراہیم کے ہاں جانے کی اجازت مل گئی۔ کچھ دیر کے بعد تکبیر کی صدا بلند ہوئی۔ صالح تکبیر پڑھتا ہوا واپس آیا اور ہارون الرشید سے کہنے لگا "عالم پناہ! ذرا آیئے، آپ کو ایک تماشا دکھاؤں"۔ بادشاہ چند خواص کے ساتھ ابراہیم کے سر پہ جا کھڑا۔ صالح نے ایک سوئی نکالی اور ابراہیم کے ایک ناخن (بائیں ہاتھ کے انگوٹھے) میں چبھو دی۔ ابراہیم کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی اور ہاتھ کھینچ لیا۔ صالح نے پوچھا۔ "کیا مُردے کو تکلیف کا احساس ہوا کرتا ہے؟ خُدا کے لیے مجھے اس کا علاج کرنے دیں۔ اس کے جسم کی خوشبوئیں دھو ڈالیں، کفن اُتار دیں۔ اور معمولی کپڑوں میں چارپائی پر لٹا دیں۔ ایسا نہ ہو کہ اس اثنا

میں کہیں ہوش آجائے۔ اور بہ مُردوں کی خوش بوئیں و کفن دیکھ کر کہیں مر ہی نہ جائے۔ میں امیر المومنین کے سامنے اس کا علاج کرتا ہوں۔ انشا اللہ چند لمحوں میں اُٹھ بیٹھے گا"۔ امیر المومنین نے ابو سلمہ کو حکم دیا کہ صالح کی تجویز کو جامۂ عمل پہناؤ۔ جب سب کچھ ہو چکا اور ابراہیم کو معمولی کپڑوں میں بستر پہ لٹا دیا گیا، تو صالح نے ایک پُھکنی اور کچھ کُندس[1] منگوائی۔ کُندس کو باریک پیس کر پُھکنی کے ذریعے ابراہیم کی ناک میں چڑھا دی۔ صرف دس دقائق کے بعد ابراہیم کے بدن میں پہلے حرکت پیدا ہوئی، پھر کچھ چھینکیں آئیں اور اُٹھ بیٹھا۔ فوراً رشید کے ہاتھ کا بوسہ لیا۔ پھر رشید کے استفسار پر کہنے لگا۔ میں ایک نہایت میٹھی و گہری نیند سو رہا تھا کہ خواب میں ایک کُتا نظر آیا، جو کاٹنے کے لیے میری طرف بڑھا۔ میں نے ہاتھ سے روکا اور اس نے میرے انگوٹھے کو کاٹ لیا۔ یہ دیکھیے (بائیں ہاتھ کا انگوٹھا دکھا کر) ابھی تک یہاں درد ہو رہا ہے۔

اس واقعے کے بعد ابراہیم برسوں جیتا رہا۔ مہدی کی بیٹی عباسہ سے شادی کی۔ اور مصر و فلسطین کا عامل رہا۔ وفات مصر میں ہوئی اور وہیں مدفون ہوا۔

حرف الطا

طوریوس

ایک طبیعی حکیم، کتاب الرؤیا کا مصنف، جس کے زمان و مکاں کا کچھ بھی پتا نہیں۔

---

[1] کندس۔ ایک درخت کی جڑ جسے دفعِ جنون کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

طیموخارس

یونان کا ریاضی داں، منجم اور سیر کواکب سے آشنا حکیم۔ جس کے مشاہداتِ فلکی کا ذکر بطلی موس نے اپنی کتاب المجسطی میں کیا ہے۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ طیموخارس مجھ (بطلی موس) سے ۴۲۰ سال پہلے گزر چکا ہے۔

طینقروس

بابل کا رہنے والا حکیم جس کے متعلق بعض تاریخوں میں مذکور ہے کہ یہ معبدِ مریخ (گزشتہ اوراق میں بیان ہو چکا ہے کہ ایک بادشاہ نے سات ستاروں کے نام پر ہیاکل بنوائے تھے) کا متولی تھا۔ اس کی ایک تصنیف کا نام کتاب المواليد علی الوجوه والحدود ہے۔

حرف العین

عبداللہ الطی فوری

ایک فاضل طبیب، فتح بن خاقان کے معالجِ خاص اسرائیل بن زکریا الطی فوری کا دادا، جس کے لیے حنین نے کئی طبی کتابوں کا ترجمہ کیا تھا۔ چوں کہ یہ ہادی و ہارون الرشید کی والدہ طیفور اُمِّ الخیزران[۱] کا معالجِ خاص تھا۔ اس لیے

---

[۱] خیزراں، خلیفۂ مہدی کے محل میں کنیز کی حیثیت سے داخل ہوئی تھی۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۵ پر)

ہادی اس پر بہت مہربان تھا۔

یوسف بن ابراہیم، مولا ابراہیم بن المہدی کہتا ہے کہ میں نے طیفوری سے ایک دفعہ پوچھا "سنا ہے کہ جب موسی الہادی اپنا منہ کھولتا ہے، تو موکل کہا کرتا ہے کہ اپنا منہ بند کرو۔" طیفوری نے کہا "یہ بالکل غلط ہے۔ ہادی نہایت حسین انسان ہے۔ خواہ چپ ہو، بول رہا ہو یا ہنس رہا ہو۔"

یوسف کہتا ہے کہ میں نے ایک دفعہ اس امر کا ذکر مولا ابراہیم بن المہدی، سے کیا۔ اس نے بھی طیفوری کی تصدیق کی۔

العبّاس بن سعید الجوہری المنجّم

سیرِ کواکب کا عالم، آلاتِ رصد سے واقف جسے مامون نے حکم دیا تھا کہ بغداد کی مشہور رصدگاہ شماسیہ میں سِند بن علی، خالد بن عبدالملک المرو [۱] الرّوذی اور یحییٰ بن ابی منصور کے ساتھ مل کر حرکاتِ کواکب کا مشاہدہ و تعیین کرے۔ اس کی تقویم

(صہ۳۰۴ کا بقیہ حاشیہ) :- اسے خلیفہ نے ایک لاکھ درہم میں خریدا تھا۔ یہ کنیز اپنے حسن و جمال اور دیگر کمالات کی بہ دولت مہدی کو اس قدر پسند آئی کہ ۱۵۹ھ میں اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا۔ لیکن ہادی اور ہارون اس کے بطن سے قبل از آزادی پیدا ہو چکے تھے۔ مہدی کی وفات کے بعد گو ہادی تخت نشین تھا۔ لیکن انتظامِ سلطنت خیزران کے ہاتھ میں تھا۔ چوں کہ ہادی ہارون کی جان لینے پر تُل چکا تھا۔ اس لیے بہ قولِ بعض رواۃ خیزران نے چند کنیزوں سے مل کر ہادی کو ہلاک کر ڈالا۔ اور ہارون کو تخت پر بٹھا دیا۔

[۱] مروالروذ۔ مرو نام کے دو شہر ہیں۔ ایک خراسان میں اور دوسرا جیحون کے کنارے ترکستان میں۔ خراسانی مرو سے تمیز کرنے کے لیے جیحونی مرو کا نام مروالروذ رکھ دیا گیا۔

آج تک مشہور چلی آتی ہے۔ ان چار علما کو یہ فخر حاصل ہے کہ اسلام میں آلاتِ رصد کا استعمال سب سے پہلے انھی حضرات نے کیا تھا۔ اس کی چند کتابوں کے نام یہ ہیں:۔

(۱) کتاب الزیج (۲) کتاب تفسیر اقلیدس۔

(۳) کتاب الاشکال التی فی المقالۃ الاولیٰ من کتاب اقلیدس۔

عبداللہ ابن المُقفّع

فارسی الاصل، فاضل و کامل، فصیح انشا نگار اور پہلا مُسلم مصنّف جس نے ابو جعفر منصور کے حکم سے بعض منطقی کتابوں کا ترجمہ کیا۔ اس کی چند کتابوں کے نام یہ ہیں:۔

(۱) ارسطو کی تین کتابوں۔ قاطیغوریاس۔ باری ارمینیاس و انالوطیقا کا ترجمہ۔

(۲) فرفوریوس الصوری کی تصنیف ایساغوجی کا آسان عبارت میں ترجمہ کیا۔

(۳) ہندستان کی مشہور کتاب کلیلہ[۱] و دمنہ کا ترجمہ کیا۔

(ص۳۰۵ کا بقیہ حاشیہ):۔ الرود۔ رود کا معرّب معلوم ہوتا ہے۔ رود کے معنی ہیں دریا۔ یہاں دریا سے مُراد دریائے جیحون ہے۔ یعنی جیحون دالامرو۔ یہ وہی مقام ہے۔ جہاں ساسانیوں کے آخری بادشاہ یزدجرد (موت ۳۱ھ = ۲۲ اگست ۶۵۱ء) کو حضرت عثمانؓ (م ۳۵ھ) کی فوجوں نے آخری شکست دی تھی (تاریخ خلفائے اسلام ص۲۲۷) ڈاکٹر محمد اقبال پروفیسر پنجاب یونی ورسٹی نے جو نقشہ "ایران بہ عہدِ ساسانیان" کے آخر میں دیا ہے اس میں مرو ایک اور دریا کے کنارے پر دکھایا گیا ہے۔ جو جیحون سے تقریباً سو میل دُور مغرب میں بہتا ہے۔ باقی نقشے بھی ڈاکٹر صاحب کی تائید کرتے ہیں۔

[۱] انوشیروان (۵۳۱ - ۵۷۹ھ) نے حکیم برزویہ کو حکم دیا کہ وہ (بقیہ حاشیہ ص۳۰۲ پر)

(۴) رسالہ فی الادب والسیاستہ ۔

(۵) الیتیمۃ فی طاعۃ السلطان ۔ (ایک رسالہ ہے)

عبداللہ ابن مسرور النصرانی

مشہور منجم ابو معشر البلخی کا غلام وشاگرد، جو اُستاد سے برسوں فائدہ اُٹھاتا رہا اور اُستاد کی زندگی ہی میں نام پیدا کرلیا تھا ۔ اس کی چند تصانیف کے نام یہ ہیں :۔

(۱) کتابُ مَطرحِ الشُعاع ۔

(۲) کتاب تحاویل سنی المولید ۔

(۳) کتاب تحاویل سنی العالم ۔

(صفحہ ۳۰۶ کا بقیہ حاشیہ) :۔ ہندستان سے کلیلہ و دمنہ (اس کتاب کا یہ نام بعد میں پڑا ہے) کا ایک نسخہ حاصل کرنے کا انتظام کرے ۔ برزویہ کام یاب ہوا، اور اس کتاب کو پہلوی زبان میں منتقل کیا۔ اس کے بعد امام ابوالحسن عبداللہ بن المقفع (المقنّع) کو ابوجعفر منصور عباسی نے عربی میں ترجمہ کرنے کی ہدایت کی ۔ پھر ابوالحسن نصر بن احمد سامانی نے کسی فاضل سے اس کا فارسی میں ترجمہ کرادیا ۔ رودکی نے تمام کتاب نظم کرڈالی ۔ پھر ابوالمظفر بہرام شاہ بن سلطان مسعود بن ابراہیم بن مسعود بن محمود بن سبکتگین (۵۱۲ - ۵۴۸ھ) کے حکم سے ابوالمعانی نصراللہ بن محمد بن حمید نے ابن المقفع کی عربی کتاب کا فارسی میں ترجمہ کیا اور اسی ترجمے کا نام کلیلہ و دمنہ ہے ۔ چوں کہ ابوالمعانی کا اندازِ بیان قدرے مغلق تھا ۔ اس لیے حسین بن علی واعظ کاشفی نے امیر شیخ احمد سُہیلی کے حکم سے آسان تر فارسی میں منتقل کیا ۔ اور نام انوارِ سُہیلی رکھا ۔ (انوارِ سُہیلی مطبوعہ نول کشور ص ۵)

عبداللہ بن اماجور ابوالقاسم الہروی

فرغانیوں[1] کی اولاد اور اپنے زمانے کا مشہور منجم جس کی چند تصانیف کے نام یہ ہیں:۔

(۱) کتاب زاد المسافر (۲) کتاب الزیج المعروف بالخاص
(۳) کتاب الزیج المعروف بالمزنرۃ (۴) کتاب الزیج البدیع
(۵) کتاب زیج السندہند (۶) کتاب زیج المرارت
(۷) کتاب زیج المریخ علی التاریخ الفارسی۔

عبداللہ بن الحسن الصیدنانی المنجمّ

یہ حکیم نجوم و ہندسہ کا عالم تھا اور حساب کی طرف زیادہ مائل تھا۔ اس نے چند کتابیں بھی لکھی تھیں مگر نام معلوم نہیں۔

عبداللہ بن علی النصرانی

کنیت ابوعلی۔ عرف دندانی۔ قدیم زمانے میں ایک مشہور منجمّ و مصنّف تھا۔

---

[1] فرغانہ۔ سمرقند سے تقریباً دو سو میل مشرق کی طرف دریائے سیحون پر ایک مشہور شہر۔

عبداللہ بن سہل بن نوبخت المنجم

ماموُنی منجم جو اپنے فن میں کافی شہرت رکھتا تھا۔ ماموُن صرف ایسے علما کا انتخاب کیا کرتا تھا جن کی منزلتِ علمی سے ایک عالم آگاہ ہوتا تھا۔

منصور اور اس کے جانشینوں سے سیّد اس قدر خائف ہو چکے تھے کہ ماموُن کے زمانے میں بھی ظاہر ہونے کی جرأت نہ کرتے تھے۔ ان کے نہاں رہنے کا اثر یہ ہو رہا تھا کہ عوام سادات کو انبیا جتنا بلند مرتبت سمجھتے تھے۔ اور ان کی تعریف کرتے وقت تمام شرعی حدوُد سے پار گزُر جاتے تھے۔ ماموں نے پہلے تو عوام کو سزا دینی چاہی لیکن یہ سوچ کر کہ اس سے بغاوت پھیل جائے گی، ایک نئی تجویز دماغ میں آئی کہ کسی بڑے سیّد کو امام الملّت کا عہدہ دے کر اس سے بیعت کر لی جائے۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ سادات کو عیاں زندگی بسر کرنے کا حوصلہ ہو جائے گا۔ جب عوام سے ان کا میل ملاپ بڑھے گا، تو دُنیا ان کے معائب سے بھی آشنا ہو جائے گی۔ موجودہ در پردہ زندگی کی وجہ سے عوام کو ان کے متعلق بہت زیادہ خوش ظنی ہے۔ منظرِ عام پر آنے سے یہ خوش ظنی جاتی رہے گی، اور لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ عام انسانوں کی طرح سیّدوں میں بھی کمزوریاں موجود ہیں۔ اور ان میں بھی بعض فاسق اور بعض نیک ہیں۔ اور جب عوام سادات کی حقیقت سے آگاہ ہو جائیں گے تو امام الملّت کو اپنے عہدے سے معزوُل کر دوُں گا۔

اس پختہ ویز کے بعد فضل بن سہل سے کہا کہ میں اولادِ علیؑ[1] سے ایک امام منتخب کرنا چاہتا ہوں، کون سا آدمی زیادہ موزوں ہو گا۔ تدرے غور و فکر کے بعد ہر دو نے امام رضاؑ[1] کو پسند کیا۔ اور فضل کو (جو ماموُنی ارادوں سے بے خبر تھا) ہدایت

---

[1] سادات کا شجرۂ نسب یہ ہے۔ علیؑ (م ۴۰ھ) حسینؑ (م ۶۱ھ)۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۱۰ پر)

کی کہ انتخابِ امام کا اہتمام کرے۔ چناں چہ حضرت رضاؒ کو امام بنا دیا گیا۔ اور آپ کی بیعت کے لیے ایک ایسا وقت چُنا گیا کہ مشتری سرطان میں داخل ہو چکا تھا۔

عبداللہ بن سہل کہتا ہے۔ کہ اس معاملے میں مجھے مامون کی نیت معلوم کرنے کا خیال آیا کہ معاملہ کافی اہم تھا۔ چناں چہ میں نے مامون کی طرف ایک چٹھی لکھی اور ایک قابلِ اعتماد فرّاش کے ہاتھ بھیج دی۔ چٹھی کا مضمون یہ تھا:۔

"اعلیٰ حضرت! فضل بن سہل نے بیعت کے متعلق جو وقت انتخاب کیا ہے، وہ درست نہیں۔ مشتری سرطان میں پڑا ہوا ہے اور چوتھے خانے میں مرّیخ ہے۔ موجودہ صورت میں ہر دو ستاروں کا اثر منحوس ہے۔"

مامون نے جواب میں لکھا:۔

"خط کا شکریہ۔ جزاک اللہ۔ فضل بن سہل سے ستاروں کی حالت کا قطعاً ذکر نہ کرنا۔ اگر وہ اپنے ارادے سے ٹل گیا تو میں تم کو ذمّے دار ٹھیراؤں گا۔"

ان حالات کے پیشِ نظر میں فضل کی رائے کو سراہتا رہا۔ یہاں تک کہ بیعت ہو گئی اور مجھ کو ذمّے دار ٹھیرانے کا سوال پیدا نہ ہو سکا۔

(صہ ۳۰۹ کا بقیہ حاشیہ) زین العابدینؓ (م ۹۴ھ) محمد باقرؓ (م ۱۱۴ھ) جعفر صادقؓ (م ۱۴۸ھ) موسیٰ کاظمؓ (م ۱۸۳ھ) علی رضاؓ (م ۲۰۳ھ) محمد جواد (م ۲۲۰ھ) علی ہادی (م ۲۵۴ھ) حسن عسکریؓ (م ۲۶۰ھ) امام محمد مہدی (م ۲۶۰ھ)۔ بہ قول اربابِ تشیع حضرت امام محمد مہدی غائب ہو گئے تھے۔ اور آخری زمانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ دوبارہ آئیں گے۔ اہلِ سنّت کے ہاں امام مہدی کوئی اور ہستی ہیں۔ واللہ اعلم۔ (طبقاتِ سلاطین اسلام صہ ۱۲۲)

عبداللہ بن الطیب ابوالفرج الفیلسوف

عراق کا ایک حکیم جو علومِ اوائل کا فاضل اور بحث و تفتیش میں اجتہاد کے درجے تک پہنچا ہوا تھا۔ اس نے منطق، طب اور چند دیگر کتبِ حکمیہ کی شروح لکھی ہیں۔ یہ شروح اس قدر مفصل ہیں کہ ایک تنگ نظر یہودی مصنف نے اس پر اطناب[1] کا الزام عائد کیا ہے۔ حالاں کہ حقیقت یہ ہے کہ ابن الطیب نے ان علوم کو زورِ بیان سے زندہ کر دیا ہے۔ اس کے شاگردوں کی جماعت کافی بڑی تھی۔ جن میں مشہور المختار بن الحسن بن عبدون المعروف بہ ابنِ بُطلان ہے۔

ابنِ بُطلان کہتا ہے کہ میرا اُستاد ابوالفرج بیس سال تک الٰہیات کی تفسیر لکھتا رہا۔ اس دوران میں زیادہ محنت اور فکر کی وجہ سے ایک دفعہ اتنا سخت بیمار ہو گیا کہ موت کے مُنہ سے واپس آیا۔ اس واقعے سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ میرا اُستاد حصولِ علوم میں کتنا حریص اور تلاشِ معالی میں کس قدر اولوالعزم واقع ہوا تھا۔ ۴۲۰ھ کے بعد تک زندہ رہا۔ اور بہ قولِ بعض ۴۳۵ھ میں وفات ہوئی۔

عبداللہ بن شاکر بن ابی المُطہّر المعدانیؒ الملقب بہ شمس الدین

علمِ نجوم، ہندسہ، ادبیات و شاعری میں یدِ طولیٰ رکھتا تھا۔ اصفہان میں ۵۷۰ھ کے قریب وفات ہوئی۔

---

[1] اطناب۔ بات کو ضرورت سے زیادہ لمبا کر دینا۔ ملال انگیز تفصیل و تشریح۔

عبید اللہ بن الحسن ابوالقاسم المعروف بہ غلام زحل

بغداد کا مشہور منجم و حساب داں، جس کے دلائل نہایت زور دار ہوا کرتے تھے۔
ابوسلیمان المنطقی کا دوست تھا۔ علمی مسائل پر یہ ایک دوسرے سے بحث کرتے رہتے تھے۔ اور اس طرح ایک دوسرے کے علم سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ ابوسلیمان منطقی عموماً کہا کرتا تھا کہ عبید اللہ کی بحث سے مجھے بہت فائدہ پہنچا۔ اس سلسلے میں کچھ واقعات بھی سپرد قلم کیے ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے۔

ایک دن میرے ہاں چند علما جمع ہو گئے۔ جن میں سے قابلِ ذکر یہ ہیں:۔
ابوزکریا الضمیری (ایک نسخہ الضیمری) النوشجانی ابوالفتح۔ ابومحمد العروضی۔ المقدسی[۱]۔ القومسی و غلام زحل۔ علمی مسائل پر گفتگو چل پڑی۔ معاملہ علم النجوم تک جا پہنچا۔ کافی لے دے ہوئی۔ اور بات کہیں سے کہیں نکل گئی۔ اس پر النوشجانی نے کہا کہ بات کو مختصر کرو۔ اور کسی نتیجے تک پہنچنے کی کوشش کرو۔ سوال تو صرف اتنا ہے کہ آیا حرکات نجوم کی بنا پر پیش گوئیوں کی کوئی حقیقت ہے؟ اس پر غلام زحل نے کہا۔
"معاملہ یہ ہے کہ پیش گوئیوں کی صحت و عدم صحت کا تعلق اشکال و آثارِ فلک سے ہے۔ کبھی کوئی ایسی شکل نکل آتی ہے کہ ہر چند دلائل سے کام لیں، پیش گوئی غلط ثابت ہوتی ہے۔ بعض اشکال ایسی بھی ہوتی ہیں کہ خواہ دلائل معمولی ہوں، نتائج قطعی و یقینی ہوتے ہیں۔ اور بعض اوقات ایسی اشکال رونما ہوتی ہیں کہ صحت کا امکان زیادہ اور عدم صحت کا احتمال کم ہوتا ہے۔ بہر حال یہ پیش گوئیاں یقینی و قطعی نہیں ہو سکتیں۔ ان میں صحت و عدم صحت ہر دو کا احتمال ہے۔" ابوسلیمان المنطقی کہنے لگا کہ یہ بہترین جواب ہے۔

---

[۱] ابوسلیمان محمد بن معشر البستی المعروف بالمقدسی۔ اخوان الصفا میں سے ایک بزرگ۔

اس کی تصانیف یہ ہیں :۔

(۱) کتاب التیسیرات ۔ ایک مقالہ ۔ (۲) کتاب الشعاعات ۔ ایک مقالہ ۔
(۳) کتاب احکام النجوم (۴) کتاب التیسیرات والشعاعاتِ الکبیر ۔
(۵) کتاب الاختیارات ۔ (۶) کتاب الجامع الکبیر ۔
(۷) کتاب الاصول المجردہ ۔

بہ قولِ ہلال بن المحسن غلامِ زحل کی وفات سنیچر کے دن ۲ محرم ۳۷۶ھ کو ہوئی ۔

عبدالرحمان بن اسمٰعیل بن بدر المعروف بالاقلیدس الثانی

اندلس کا مہندس و منطقی جس نے آٹھ منطقی کتابوں کا خلاصہ ایک جِلد میں تیار کیا تھا ۔ اس کا بھانجا ابوالعباس احمد بن ابی حاتم کہتا ہے کہ اقلیدس اندلس کو چھوڑ کر مشرقی ممالک میں چلا گیا تھا اور وہیں فوت ہوا ۔

عبدالرحمان بن محمد بن عبدالکریم بن یحیٰی بن وافد اللخمی الاندلسی

اندلس کا ایک طبیب جس نے جالی نوس و ارسطو وغیرہ کی تصانیف کا بالاستیعاب مطالعہ کیا تھا ۔ اور ادویۂ مفردہ کا اتنا بڑا ماہر تھا کہ جالی نوس و ذیوسقوریدس[1]

---

[1] ذیاسقوریدوس العین زربی کے حالات حرف الذال میں گزر چکے ہیں ۔

کی تصانیف (مفرد دواؤں پر) کا پہلے مطالعہ کیا۔ اور پھر پانچ سو اوراق میں ان کو نئے ڈھنگ پر مرتب کیا۔ علاج کے متعلق اس کا عقیدہ یہ تھا کہ جس مرض کا علاج غذا سے ہو سکے، وہاں دوا ہرگز استعمال نہ کی جائے۔ اگر دوا کا استعمال کرنا ہی پڑے تو مفرد دواؤں سے کام لیا جائے۔ اور اگر مفرد دواؤں سے کام نہ چلے تو صرف دو تین دوائیں ملا کر حاجت روائی کی جائے۔

اس طبیب نے تقریباً لا علاج امراض کے نہایت سہل علاج تجویز کیے ہیں۔ طلیطلہ[1] کا باشندہ تھا۔ پانچویں صدی ہجری کے وسط میں گزرا۔ پیدائش ماہِ ذی الحجہ ۳۸۹ھ۔

عبدالرحمان بن عمر بن محمد بن سہل الصوفی ابوالحسین الرازی

عضد الدولہ فنا خسرو بن بویہ کا دوست، فسا[2] کا رہنے والا فارسی الاصل، رے مولد، علم النجوم کا ماہر اور ایک فاضل حکیم تھا۔ عضد الدولہ کہا کرتا تھا کہ مجھے اس امر پر ناز ہے کہ نحو میں میرا استاد ابو علی الفارسی النسوی تھا۔ تقاویم کے

---

[1] طلیطلہ۔ ہسپانیہ کے دارالخلافہ میڈرڈ کے جنوب میں ۴۵ میل دور ایک شہر جس کا موجودہ نام (TOLEDO) ہے۔ [2] فسا۔ صوبۂ فارس کا ایک شہر جو فسا بن طہمورث نے بنایا تھا۔ بعد میں تباہ ہو گیا اور گشتاسپ بن لہراسپ نے اسے دوبارہ بنایا۔ حجاج بن یوسف کے حکم سے آزاد مرد عامل فسا نے اس شہر کا نقشہ بدل دیا۔ (نزہت ص ۱۳۵)

[3] ابو علی حسن بن احمد بن عبدالغفار بن محمد بن سلیمان فسا کے قریب ۲۸۸ھ میں پیدا ہوا۔ ۳۰۷ھ میں حصولِ طب کے لیے بغداد آیا۔ بغداد سے سیف الدولہ حمدانی کے (بقیہ حاشیہ ص ۳۱۵ پر)

حل کرنے میں ابن الاعلم[1] اور کواکبِ ثابتہ و اماکنِ ثوابت کا عبد الرحمان الصوفی[2] تھا۔

اس کی چند تصانیف یہ ہیں :-

(۱) کتاب الکواکب الثابتہ (مُصوّر)

(۲) کتاب الارجوزۃ فی الکواکب الثابتہ (مُصوّر)

(۳) کتاب التذکرۃ و مطارح الشُعاعات۔

بہ قولِ ہلال بن المحسن عبد الرحمان کی ولادت جمعے و ہفتے کی درمیانی رات ۱۴ محرم ۲۹۱ھ اور وفات منگل کے دن ۱۳ محرم ۳۷۲ھ کو ہوئی۔

عبد الرحمان بن عبد الکریم السرخسی

لقب ثقۃ الدین شرف الاسلام، سرخس[3] کا باشندہ اور فنِ طب کا ماہر تھا۔ جب تقریباً ۵۸۰ھ میں ابن خطیب الفخر الرازی، بنو مازہ کے ہاں کوئی وسیلۂ معاش تلاش کرنے کے لیے بخارا کی طرف روانہ ہوا اور راہ میں سرخس سے گزرا۔ تو عبد الرحمان نے بہت خاطر و مدارات کی، جس کا صلہ فخر الرازی نے اس شکل میں ادا کیا کہ اسے پہلے القانون سمجھائی۔ اور پھر یہ کتاب اسی کے نام پہ منسوب کردی۔

(ص ۳۱۴ کا بقیہ حاشیہ) :- دربار میں چلا گیا۔ وہاں سے عضد الدولہ کے ہاں آیا۔ عقائد کے لحاظ سے معتزلہ تھا۔ علم النجوم پر کافی کتابیں لکھیں۔ مثلاً کتاب الایضاح۔ کتاب التکملہ وغیرہ وفات ۳۷۷ھ میں ہوئی۔

[1] علی بن الحسن ابو القاسم العلوی المعروف بہ ابن الاعلم المتوفی ۳۷۵ھ۔ [2] عبد الرحمٰن بن عمر بن محمد بن سہل الصوفی ابو الحسین الرازی و حالات صفحہ آیندہ میں۔ [3] سرخس۔ خراسان کا ایک شہر جو افراسیاب نے بنوایا تھا۔ ادا گرم اور پانی خنک و ہاضم۔ (نزہت ص ۱۰۵)

دیباچے میں عبدالرحمان کی بہت تعریف کی۔ اور کہا :۔

" میں یہ کتاب عبدالرحمان کے نام منسوب کر رہا ہوں۔ یہ حکیم ایک محقق علامہ اطبا و حکما کا سردار اور بہت بڑا فاضل ہے۔ اللہ اسے تمام مصائب سے محفوظ رکھے۔ اس علامۂ زماں، فاضلِ دوراں اور پیروِ سنّت رسولؐ نے مجھ پر اس قدر احسانات کیے، اور میری مشکلات کو رفع کرنے میں اس قدر دل چسپی لی کہ میں نے اس کتاب کو اس کی طرف منسوب کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس کے علاوہ چند اور وجوہ بھی تھیں: اوّل، اس کتاب کی اکثر مباحث عبدالرحمان کی ردّ و قدح سے درجۂ تکمیل تک پہنچی تھیں۔ دوم، آج اس فن کے رموز و معارف کو عبدالرحمان سے زیادہ کوئی نہیں جانتا۔ وہ اس کتاب کے ابواب و اصول کا ماہر ہے۔ اور میرے نکاتِ علمیہ و غرائبِ حکمیہ کو (جو کسی پہلی یا پچھلی کتاب میں نہیں ملتے) کو خوب سمجھتا ہے۔"

عبدالودود الاندلسی

صل وطن بلنسیہ[1] کو چھوڑ کر عراق و خراسان میں چلا آیا۔ اور محمد بن ملک شاہ کے دربار میں عزت پائی۔ فنِ طب میں کہاں تک ماہر تھا، مندرجۂ ذیل قطعے سے انداز لگائیے :۔

قطعہ

(۱) عبدالودود ایک ایسا طبیب ہے، جس کا علاج قتل سے بہ درجہا زیادہ تکلیف دہ ہے۔

---

[1] بلنسیہ، ہسپانیہ کے مشرق میں ایک صوبہ جس کا دارالخلافہ بھی بلنسیہ (VALENCCA) ہے۔ یہ مشرقی اسپین میں ایک مشہور بندرگاہ ہے۔

(۲) اگر یہ طبیب موجود نہ ہوتا۔ تو موت و زندگی کی ملاقات دشوار ہو جاتی۔

عبدالسلام بن عبدالقادر بن ابی صالح۔ بن جنکی دوست بن ابو عبداللہ الجیلّی البغدادی

بہت بڑا صوفی، علومِ اوائل کا مشہور عالم اور دربارِ امامیہ ناصریہ[1] میں مکرم و محترم تھا۔ بعض درباریوں نے حسداً مشہور کر دیا کہ یہ مُعطّل[2] ہے۔ اس کا نتیجہ ہوا کہ اسے زیرِ حراست کر لیا گیا اور اس کی تصانیف ضبط کر لی گئیں۔ ان تصانیف میں کچھ ایسا مواد مل گیا جس سے اس کا مُعطّل ہونا ثابت ہو گیا۔ نتیجۃً بادشاہ نے اُسے نکال دیا اور وہ بغداد کے ایک محلّے رحبہ میں مقیم ہو گیا۔ اس کی تمام تصانیف نذرِ آتش کر دی گئیں۔ کہتے ہیں کہ اس مقصد کے لیے عبیداللہ التیمی البکری المعروف بہ ابن المارستانیہ کو بُلایا گیا۔ عبیداللہ ایک ممبر پہ چڑھ گیا۔ پہلے تمام فلسفیوں اور خصوصاً عبدالسلام پہ لعنت بھیجی، اور پھر عبدالسلام کی تصانیف پر روشنی ڈالنی شروع کی۔ ایک کتاب اٹھاتا۔ اِدھر اُدھر سے پڑھ کر سُناتا اور آگ میں پھینک دیتا۔

الحکیم یوسف السبتی الاسرائیلی کہتا ہے کہ جس دن عبیداللہ کتابیں جلا رہا تھا، میں بغداد ہی میں تھا۔ اس جاہل نے کیا کیا کہ ابن الہیثم[3] کی کتاب الہیئت اٹھائی۔

---

[1] ناصریہ۔ الناصرالدین اللہ کی طرف نسبت ہے۔ [2] معطّل۔ خُدا اور شریعت کا منکر۔

[3] ابن الہیثم۔ ابوعلی محمد بن الحسن بن الہیثم البصری ثم المصری (وفات سنہ ۴۳۰ھ) ایک بہت بڑا فاضل تھا۔ اس کی تصانیف کی فہرست "عقود الجواہر" مصنفہ جمیل بیگ ص ۱۱۵ پر ملاحظہ فرمایئے۔ تقریباً چھ صفحات میں دی ہوئی ہے۔

اس میں سے شکلِ فلک دکھا کر کہنے لگا۔ "یہ ایک زبردست مصیبت، ہول ناک آفت اور بلا انگیز قیامت ہے" اس کے بعد کتاب پھاڑ کر آگ میں پھینک دی اندازہ لگائیے کہ یہ شخص کتنا بڑا جاہل تھا۔ اسے اتنی بھی خبر نہ تھی کہ علم الہیئت الہٰی صفت و تخلیق پر وہ ایمان افروز روشنی ڈالتا ہے کہ دل انوارِ الٰہیہ سے بھر جاتا ہے۔

عبدالسلام عرصے تک جیل خانے میں رہا۔ اور سنیچر کے دن ۱۴ ربیع الاول ۵۸۹ھ کو آزاد ہوا۔ دوبارہ شاہی عنایات کا مورد بن گیا اور اس کے بعد مدتوں زندہ رہا۔

عبدالرحیم بن علی بن المرزبان ابو احمد الطبیب المرزبانی

اصفہان کا رہنے والا، علومِ شرعی و طبیعی کا ماہر جس پر بعض سلاطینِ بویہ نے کافی نوازشات کیں۔ خوزستان و تستر[1] میں قاضی اور شفاخانۂ بغداد کا ناظمِ اعلیٰ رہا۔ وفات جمادی الاول ۳۹۶ھ۔

عبدالحمید بن واسع ابوالفضل عرف ابن ترک الجیلی
کنیت ابو محمد

علم الحساب کا مشہور عالم جس کی بعض تصانیف کے نام یہ ہیں:۔

(۱) کتاب الجامع فی الحساب۔ اس میں چھ کتابیں ہیں۔

(۲) کتاب نوادر الحساب و خواص الاعداد۔

---

[1] تستر کو ششتر و شوستر بھی کہتے ہیں۔ جو خوزستان کا ایک بڑا شہر ہے۔ اسے ہوشنگ پیشدادی نے بنوایا تھا۔ بعد میں تباہ ہوگیا۔ اور اردشیر بابک نے اس کی تجدید کرائی۔ (نزہت صفحہ ۱۰۹)

علی بن عبد الرحمان بن یونس بن عبد الاعلی المصری المنجم

آپ کا والد عبد الرحمان مصر کا مشہور محدث و مورخ تھا۔ اور آپ کا دادا یونس امام شافعیؒ[1] کا دوست تھا۔ علی علم نجوم۔ ادب و شاعری میں کافی دست گاہ کا مالک تھا۔ حاکم کے لیے مشاہدۂ کواکب کے بعد ایک تقویم تیار کی جس کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ علی حساب و سیرِ کواکب کا بہت بڑا فاضل تھا۔

علی بن اماجور (ماجور)

حرکاتِ کواکب کا ایک مشہور فاضل جس کے اقوال بہ طورِ سند پیش کیے جاتے ہیں۔

علی بن ربن الطبری ابو الحسن الطبیب

ایک مشہور طبیب جو والیانِ طبرستان کے درباروں میں رہا کرتا تھا۔ علومِ حکمیہ و طبیعیہ میں بھی یدِ طولیٰ رکھتا تھا۔ ایک دفعہ طبرستان میں ایک شورش سی بپا ہو گئی، جس کی وجہ سے ابن ربن رَے میں چلا گیا۔ محمد[2] بن زکریا الرازی نے اس کی شاگردی قبول کی۔ اس کے بعد سُرّ من رائی میں جا کر مقیم ہو گیا۔ اس کی

---

[1] شافعیؒ۔ (۱۵۰۔۲۰۴ھ) شافعی کا نام محمد، والد کا نام ادریس اور والدہ کا نام ام الحسن بنت حمزہ بن قاسم بن یزید بن حسنؓ بن علیؓ بن ابی طالب تھا۔ سلسلۂ نسب عبد مناف سے جا ملتا ہے۔ پہلے امام مالک اور پھر محمدؒ بن حسن شیبانی سے علم حاصل کیا۔ آپ کی قبر مصر کے ایک موضع قراقہ میں ہے۔

[2] محمد بن زکریا ابو بکر الرازی (وفات ۳۲۰ھ)

مشہور کتاب فردوس الحکمۃ مختصر لیکن نہایت اچھی لکھی ہوئی ہے۔ اس میں سات انواع ہیں جو تیس مقالوں پر مشتمل ہیں اور ان مقالوں میں تین سو ساٹھ فصول ہیں۔ چند باقی کتابوں کے نام یہ ہیں:۔

(۱) کتاب تحفہ الملوک (۲) کتاب کناش الحضرۃ۔

(۳) کتاب منافع الاطعمۃ والاشربۃ والعقاقیر۔

محمد ابن اسحاق اپنی کتاب میں لکھتا ہے:۔

"علی بن ربن کا مشہور نام ابن سہل الطبری تھا۔ سہل کا نام ربن تھا۔ ربن یہودی پادری کو کہتے ہیں۔

ابن ربن، مازیار بن قارن کے لیے کتابیں لکھا کرتا تھا۔ المعتصم کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد شاہی ندما میں شامل ہو گیا۔ اور متوکل نے اسے مصاحب بنا لیا۔"

علی بن العباس المجوسی

ایران کا ایک مشہور طبیب، عرف ابن المجوسی۔ ابو ماہر (ایک نسخے میں ابو طاہر) کا شاگرد جس نے کافی تلاش و مطالعے کے بعد عضد الدولہ فنا خسرو بن بویہ کے لیے کتاب القوانین لکھی۔ جو الملکی کے نام سے مشہور ہے۔ یہ کتاب اس قدر اہم تھی کہ ابنِ سینا کی تصنیف کتاب القانون کے ظہور تک اطبا کا ماخذ رہی۔ اس کے بعد کچھ متروک ہو گئی۔ الملکی بہ لحاظِ عمل اچھی ہے۔ اور القانون بہ لحاظِ علم۔

علی بن احمد بن سعید بن حزم بن غالب بن صالح الاندلسی ابو محمد

مغربی اندلس کے صوبے نبلہ کے ایک گانو کا رہنے والا تھا۔ وہاں سے یہ اپنے والد کے ہمراہ قرطبہ میں آکر آباد ہوگیا۔ اور یہاں بلند مناصب پر فائز ہوا۔ اس کا والد ابو عمر احمد بن سعید پہلے المنصور[1] محمد بن عبد اللہ بن بی عامر اور اس کے بعد المنصور کے بیٹے المظفر کا وزیر رہا۔ اسی طرح علی کچھ عرصے تک عبد الرحمان[2] المستظہر باللہ بن ہشام بن عبد الجبار بن عبد الرحمان الناصر الدین اللہ کا وزیر رہا۔ پھر اس خدمت سے مستعفی ہو کر حصولِ علوم میں محو ہوگیا۔ منطق پر ایک کتاب التقریب لکھی۔ جس میں شرعی و فقہی مثالوں سے کام لیا۔ اور ارسطو کے بعض اصول کی تردید کی۔ یہ تردید کم فہمی کا نتیجہ تھی۔ اس کی چند شان دار

---

[1] ہشام دوم بن حکم دوم بن عبد الرحمان سوم الناصر لدین اللہ نے منصور محمد بن عبد اللہ بن ابی عامر کو اپنا وزیر مقرر کیا۔ وزیر نے خلیفہ کو قید کر کے عنانِ سلطنت خود سنبھال لی۔ اور شان دار فتوحات حاصل کیں۔ ۹۸۳ء میں قلعۂ گاربان۔ ۹۸۴ء میں سمانکاس ۹۸۶ء میں سیپلونڈا۔ ۹۸۷ء میں کایمبرا اور ۹۱۷ء میں شہر گایمبرا پر قبضہ کر لیا۔ اس نے کل ستائیس جنگیں لڑیں۔ اور صرف ایک میں ہار کھائی۔ ۱۰۰۱ء کو یمن کے راستے میں انتقال کیا۔

[2] قرطبہ کا اکیسواں خلیفہ جس نے صرف چند ماہ سلطنت کی۔ ۴۱۲ھ میں تخت نشین ہوا اور اسی سال محمد ثالث بن عبد الرحمان بن عبید اللہ بن عبد الرحمان ثالث (۴۱۲ھ - ۴۱۶ھ) تختِ خلافت پر قابض ہوگیا۔ (طبقات سلاطین اسلام ص ۱۶)

تصانیف اصولِ فقہ پر بھی ہیں، جن میں داوٗد بن علی بن خلف الاصفہانی اور دیگر اہلِ ظاہر[1][2] کی اقتدا کی گئی ہے۔

علی کا بیٹا ابو رافع الفضل بیان کرتا ہے کہ میرے والد کی تمام تصانیف (فقہ، حدیث، اصول، تاریخ، ملل ونحل، ادب، نحو، شعر وخطابت وغیرہ پر) چار سو کے قریب ہیں، جن کے اوراق کی تعداد اسی ہزار سے کم نہیں۔

پیدائش ۲۹، ۳۰ رمضان ۳۸۴ھ ۔ وفات اواخر شعبان ۴۵۶ھ

علی بن احمد العمرانی الموصلی

حساب وہندسہ کا عالم جسے کتابیں جمع کرنے کا بہت شوق تھا۔ دُور دُور سے طلبۂ علم حصولِ علم کے لیے اس کے پاس آتے۔ اور جہاں سے کوئی کتاب ملتی ساتھ لیے آتے۔ اس کی چند تصانیف کے نام یہ ہیں:۔

(۱) کتاب شرح کتاب الجبر والمقابلۃ لابی کامل شجاع بن اسلم الحاسب المصری۔

(۲) کتاب الاختیارات (۳) چند کتابیں نجوم پر۔

اس کی وفات ۳۴۴ھ میں ہوئی۔

---

[1] ظاہریہ کا امام، شافعیؒ کا معتقد، کوفے میں پیدا ہوا اور بغداد میں نشوونما پائی۔ سالِ وفات ۲۷۰ھ۔ (وفیات الاعیان لابن خلکان)

[2] ظاہریہ آیات واحادیث میں کسی قسم کی تاویل نہیں کرتے، بلکہ ہر حکم کے وہی معنی لیتے ہیں جو الفاظ سے سمجھ آتے ہوں۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے ہاتھ موجود ہیں۔ اس لیے کہ ان کا ذکر قرآن شریف میں آیا ہے۔ اس فرقے کا بانی داوٗد بن علی تھا، جسے ابن حزم اور شہرستانی جیسے اکابر نے بعد میں زیادہ فروغ دیا۔ (تاریخ ابوالفدا ص ۲۱۷)

علی بن عبداللہ بن ماجور

والد سے تعلیم و تربیت پائی اور اپنے عہد میں کافی شہرت حاصل کی۔ چند کتابوں کا بھی مصنف ہے۔

علی بن احمد الانطاکی ابو القاسم المجتبی

اپنے اصلی وطن انطاکیہ کو چھوڑ کر بغداد میں آباد ہو گیا۔ اور بہ قول ہلال بن المحسن بن ابراہیم الصابئی بہ روزِ جمعہ ۱۳ ذی الحجہ ۳۷۶ھ کو بغداد ہی میں فوت ہوا۔ عضد الدولہ کا مصاحب و ندیم تھا۔ علم ہندسہ، علم الاعداد و علومِ اوائل کا فاضل تھا۔ جب اس سے کوئی سوال کیا جاتا، تو جواب میں فصاحت و بلاغت کا پورا زور دکھلاتا۔

ان مضامین پر علی بن احمد نے چند ایک نہایت عمدہ کتابیں لکھی ہیں۔ بعض کے نام یہ ہیں:۔

(۱) کتاب التخت الکبیر فی الحساب الہندی۔
(۲) کتاب الحساب علی التخت بلامحو (۳) کتاب تفسیر الارثماطیقی۔
(۴) کتاب شرح اقلیدس (۵) کتاب استخراج التراجم
(۶) کتاب الموازین العددیہ۔
(۷) کتاب الحساب بلا تخت بل بالید۔

علی الرقی

ایک مشہور طبیب جس نے حنین بن اسحاق کے طبی مسائل کی تفسیر لکھی۔
کہتے ہیں کہ علی الرقی شراب پی کر کتابیں لکھا کرتا تھا اور اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے۔
کہ دماغ عموماً جمود و برودت کی طرف مائل رہتا ہے، اور شراب اس میں حرارتِ
عمل پیدا کر دیتی ہے۔

علی بن الحسن ابوالقاسم العلوی المعروف بہ ابن الاعلم

علم الہیئت و سیرِ کواکب کا مشہور عالم اور ایک تقویم کا مولف تھا۔ عضد الدولہ
اس پر بہت مہربانی کیا کرتا تھا۔ اور اس کے مشاہدات و نتائج کو قابلِ اعتماد سمجھ کر
واقعات و حوادث میں اس سے مشورہ لیا کرتا تھا۔ اس کی تقویم دُنیا میں آج تک
استعمال ہو رہی ہے۔ عضد الدولہ کے بعد جب اس کا بیٹا صمصام الدولہ تخت نشین
ہوا تو حکیم الطافِ شاہانہ سے محروم ہو گیا۔ بقیہ زندگی خلوت میں گزار دی۔
سنہ ۳۷۴ھ میں حج کیا اور اتوار کے دن ۸ محرم ۳۷۵ھ کو عُسیلہ[1] میں فوت ہوا۔
اللہ اس پر رحم فرمائے۔

---

[1] عُسیلہ۔ اگر زائر مدینہ سے نجف کی طرف روانہ ہو۔ تو ستاون[57] میل پر بطن نخل آئے گا۔
اس مقام سے عُسیلہ صرف دو میل کے فاصلے پر سڑک پہ واقع ہے۔ (نزہت ص ۱۷۰)

علی بن الراہبہ

المتقی کا طبیب تھا۔ علی بختی شوع۔ النوش اور ثابت بن سنان بن ثابت بہ یک وقت المتقی کے معالج تھے۔

علی بن ابراہیم بن بکش (ایک نسخے میں بکس) ابوالحسن

یہ ایک فاضل و ماہر لیکن اندھا طبیب تھا۔ اور ان چوبیس مشہور اطبا میں سے ایک تھا، جنھیں عضدالدولہ نے شفاخانہ بغداد میں مقرر کیا تھا۔ یہ وہاں فنِ طب کا درس دینے پہ متعین تھا۔ اس کی تصانیف بہت کم ہیں۔ اور جو ہیں، ان کی حیثیت بھی چھوٹے چھوٹے مقالوں سے زیادہ نہیں۔ ہاں اس کے والد نے ایک کتاب القوانین لکھی تھی، جس کا حجم نہ بہت بڑا ہے اور نہ چھوٹا۔

ہلال بن المحسن الصابی لکھتا ہے:۔

"علی بن ابراہیم ایک قابل فاضل و لاثانی طبیب تھا۔ شبِ جمعہ ۲۵، ۲۶، ذی قعدہ ۳۹۴ھ کو فوت ہوا۔ چوں کہ نابینا تھا۔ اس لیے جب کسی مریض کو دیکھنے جاتا، تو ایک آنکھ والا ساتھ لے جاتا۔ جو زبان، چہرہ و قارورے کے رنگ سے طبیب کو اطلاع دیتا۔

گو شراب پینے کا عادی تھا۔ تاہم ایک جہان کو اس کی علمی منزلت کا اعتراف ہے۔"

علی بن اسمٰعیل ابو الحسن الجوہری عَلَمُ الدین بغدادی

المعروف بہ رکاب سالار

فہم و ذکا میں لاجواب، علم ہندسہ و ریاضی میں ماہر، ظریف الطبع، آلاتِ فلکیہ کے استعمال سے شناسا اور لطائفِ ہندسیہ سے آگاہ۔ جس کے لطائفِ علمی سے دُنیا بہ دستور محظوظ ہو رہی ہے۔ اشعار بھی اچھے کہتا تھا۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:۔

(۱) عورت کی زینت اس کا چہرہ ہے۔ اور مرد کی زینت اس کے اعمال۔ اے مرد تو حُسنِ جسمانی پہ مت اترا بلکہ بلند اعمال سے حسین بن۔

(۲) تم یہ کبھی خیال نہ کرو کہ تمھارے بعد میری محبت میں کوئی فرق آگیا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ میں تم سے بہ دستور محبت کرتا ہوں۔ عاشق وہ نہیں جس کی محبت صِرف زمانۂ وصل تک ہو و بس۔ بلکہ وہ ہے جس کی محبت کو جُدائی کے طویل ایام کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں۔

علی الافریقی

دولتِ حمادیہ[1] کے عہد میں ایک شاعر طبیب تھا۔ دو شعر ملاحظہ ہوں:۔

---

[1] دولتِ حمادیہ کا بانی حماد تھا۔ جس نے ۳۹۸ھ میں الجزائر (شمالی افریقہ) کے ایک شہر بُجایہ میں حکومت کی بنیاد ڈالی۔ یہ سلسلہ ۵۴۳ھ تک جاری رہا۔ بعد میں اسے الموحدین (۵۴۴ - ۶۶۷ھ) نے ختم کر ڈالا۔ حکمرانوں کے نام یہ تھے: (۱) حماد (۳۹۸ - ۴۱۹ھ) (۲) القائد بن حماد (۴۱۹ - ۴۴۶ھ)۔ (۳) محسن بن القائد (۴۴۶ - ۴۴۸ھ)۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۷ پر)

(۱) ای پیکرِ حُسن! خُدا کے لیے مجھ پر رحم کھائیے۔ مَیں تم کو دل و جان سے چاہتا ہوں۔
(۲) مَیں تمھارا غلام ہوں، اور تمھارے بغیر کوئی اور آقا نہیں چاہتا۔ اور نہ کسی اور سے مجھے محبّت ہی۔

علی بن النضر المعروف بالادیب

مصر کی سطحِ مرتفع کا ایک قاضی جس نے علومِ اوائل، ادب، شاعری و نجوم میں کمال پیدا کیا ہوا تھا۔ ابو الصلت منجّمینِ مصر کے متعلق لکھتا ہی:۔

"مصر کے منجّم یہاں کے طبیبوں جیسے ہیں۔ کسی نے بہت کمال کیا تو ایک آدھ تقویم مرتّب کر ڈالی و بس۔ نہ تفتیش و تحقیق سے تعلّق اور نہ تلاشِ اسباب و مبادی سے سروکار۔ بالکل سطحی علم۔ ہاں قاضی ابوالحسن علی بن النظر مستثنیٰ ہی۔ جس کے علمِ وسیع، فضلِ واضح، نثرِ فصیح و نظمِ بلیغ پر ایک عالم شاہد ہی۔ ایک دفعہ مصر کے وزیر الفضل سے وسیلۂ معاش کی التماس کی۔ وزیر نے یہ التماس مسترد کر دی۔ مایوس ہو کر ایک قصیدہ لکھا جس کے چند اشعار یہ ہیں:۔

(۱) شاہی درباروں میں عزّت تلاش کرنے اور بالکل بے دست و پا ہونے کے درمیان بھی ایک راستہ موجود ہی، جو صرف اللہ کی نوازش سے نظر آیا کرتا ہی۔

(ص۳۲۶ کا بقیہ حاشیہ):۔ (۴) بلکین بن محمد بن حمّاد (۴۴۸-۴۵۴ھ)۔ (۵) الناصر بن علناس بن محمد (۴۵۴-۴۸۱ھ)۔ (۶) بادیس (۴۹۸-۵۰۰ھ) (۷) العزیز (۵۰۰-۵۴۷ھ) (۸) یحییٰ بن العزیز (۵۴۷- نامعلوم)۔ (طبقاتِ سلاطینِ اسلام ص۱۲۴)

(۲) اس درمیانی راستے پر چل، اور حکام کے غرور و خوشامد کی ذلت سے بچ۔

(۳) میں نے چند ایک فضائلِ علمی حاصل کیے۔ اس خیال سے کہ وزیرِ محترم و معظم اپنے سائے میں زندگی کے چند دن بسر کرنے کا موقع عطا فرمائیں گے۔ اور میرے فضائل کی کہیں اور قدر ہو یا نہ ہو، یہ ضرور قدر کریں گے۔

(۴) میرا یہ خیال یقین کے درجے تک پہنچا ہوا تھا اور اس حقیقت کو بھولا ہوا تھا کہ زمانہ جامِ زلال پلانے کے بعد اسی سے میرے نظامِ تنفس کو مختل کر کے رکھ دے گا۔

(۵) میں اس بے مروّت زمانے سے جنگ کروں گا۔ اور اگر جھوٹ بولوں تو اللہ میری مدد نہ کرے۔"

علی بن احمد بن علی ابوالحسن یعرف بہ ابن ہبل الطبیب

بغداد میں پیدا ہوا۔ وہیں تعلیم حاصل کی۔ اپنے زمانے کے بڑے بڑے اساتذہ سے ادب و طب کا درس لیا۔ پھر موصل چلا گیا۔ وہاں سے آذربائیجان پہنچا۔ اور خلاط[1] کے والی شاہ ارمن کا طبیبِ خاص مقرر ہو گیا۔ یہاں طلبہ حکمت کو ادب و حکمت کا درس دیتا رہا۔ پھر یہاں سے ایک واقعے کی وجہ سے چلا گیا۔ واقعہ یہ تھا کہ ایک دن شاہِ ارمن کا قارورہ دیکھ رہا تھا کہ پاس سے توشہ خانے کا ایک ملازم بول اٹھا۔ "آپ پیشاب کا امتحان چکھ کر کیوں نہیں کرتے"۔ جب حکیم باہر آیا۔

---

[1] خلاط، ارمینیہ کا ایک شہر۔ (القاموس)

تو اس ملازم کو خوب آڑے ہاتھوں لیا۔ اور پوچھا کہ یہ سوال کسی کے کہنے سے کیا تھا یا اتفاقاً سوجھا تھا؟ کہنے لگا۔ یہ سوال میں نے اس لیے پوچھا تھا کہ بعض طبیب تارورہ چکھتے بھی ہیں۔ حکیم نے کہا۔ یہ درست ہی۔ لیکن بادشاہ کے سامنے اس قسم کا سوال پوچھنا ازحد خطرناک ثابت ہوا ہی۔ اس لیے کہ بادشاہ کو یہ خیال ہو گیا ہی کہ شاید میں اس کے علاج میں پوری دل چسپی نہیں لے رہا۔

اس واقعے کے بعد حکیم کچھ اداس سا رہنے لگا۔ گو اس ملازم کو کچھ رشوت دے دی تھی کہ آیندہ اس قسم کی حرکت نہ کرے۔ لیکن جی اچاٹ ہو گیا، اور وہاں سے روانہ ہوکر موصل جا پہنچا جہاں اللہ نے رزق میں فراخی دی اور مرتے دم تک وہیں رہا۔ موصل کے عرصۂ قیام میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ اور طویل العمر ہونے کی وجہ سے اس قدر ضعیف ہو گیا تھا کہ چلنا پھرنا دوبھر ہو گیا۔ گھر ہی میں رہ کر طلبہ کو پڑھاتا رہتا۔ خود حکیم سے کسی نے تاریخِ ولادت کے متعلق پوچھا تو کہا "میں بغداد کے باب الازج میں ۲۳ ذی قعد ۵۱۵ھ کو پیدا ہوا تھا"۔ اس کی وفات موصل میں بدھ کے دن ۱۳، (ایک نسخے میں ۲۰،) محرم ۶۱۰ھ کو ہوئی۔ اس نے طب پر چار جلدوں میں ایک کتاب لکھی تھی، جس کا نام المختار ہی۔

علی بن یقظان السبتی

سبتہ[1] کا رہنے والا جس کا ذکر بعض مصری مصنفین کی کتابوں میں یوں ملتا ہی کہ ابن یقظان ۵۴۴ھ کو مصر میں آیا۔ یہاں سے یمن اور یمن سے عراق و دیگر ممالکِ شرقیہ کی طرف نکل گیا۔ موصل میں پہنچا تو وزیر جمال الدین ابوجعفر محمد

[1] اندلس میں ایک شہر۔ (قاموس)

بن علی بن ابی منصور اصفہانی کی تعریف میں ایک قصیدہ پڑھا۔ جس کے چند اشعار یہ ہیں۔ (ترجمہ)

(۱) میرے عزیز بھائیو! میں اپنے عہدِ وفا پر قائم ہوں۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ تمھارا کیا حال ہے۔ کہیں تم بدل تو نہیں گئے؟

(۲) میں نے تمھاری یاد میں کتنے ہی جام شراب چڑھائے۔ کیا تم نے بھی میری یاد میں کبھی کوئی پیالہ پیا؟

(۳) مصر کی یاد میں دل بے چین ہے۔ اور میں ایک غم زدہ عاشق کی طرح ہر وقت روتا رہتا ہوں۔

(۴) ہر شہر میں میری بے تاب نگاہیں اہلِ مصر کو یوں ڈھونڈتی ہیں، گویا میں ابھی اُن سے جُدا نہیں ہوا۔

(۵) اگر ان عزیز دوستوں کی جُدائی میں مجھے جامِ صبر پینا ہی پڑا، تو میں اسے شہد سے بھی زیادہ لذیذ سمجھوں گا۔

(۶) آہ۔ تم سے رخصت ہونے کے بعد مجھے کس قدر غیر آباد بیابانوں اور دشوار گُزار وادیوں سے گُزرنا پڑا۔

(۷) اور آخر میرے ارادوں کی اونٹنیاں موصل میں جمال الدین کے ہاں آکر رُکیں۔

علی بن احمد بن علی بن محمد بن دوّاس القنا الواسطی ابوالحسن

علم الاوائل و علم نجوم میں خاصی شہرت پیدا کی۔ اور جب اپنے وطن کو چھوڑ کر

بغداد میں اقامت گزیں ہوا، تو کافی لوگوں نے آپ کے علم سے فائدہ اٹھایا۔ آپ کی وفات بغداد میں ربیع الآخر (ایک نسخے میں ربیع الاول) ۶۱۰ھ کو ہوئی۔

علی بن علی بن ابی علی السیف الآمدی

آمد[1] میں ۵۵۱ھ کو پیدا ہوا۔ اپنے شہر کے علما سے فقہ شافعی کی تعلیم حاصل کی۔ پھر عراق چلا گیا، اور بغداد میں حصولِ علم کے لیے مدتوں رہا۔ یہاں ابن بنت المنیّ المکفوف کی مجلس میں اکثر شامل ہوتا۔ اور علمی مباحث میں دل چسپی لیتا۔ علومِ اوائل کا درس کرخ[2] کے یہود و نصارا سے لیا۔ چناں چہ اس کے عقائد میں کچھ فتور سا آ گیا۔ اس پر فقہا بگڑ گئے۔ اور اسے بھاگ کر مصر میں پناہ لینی پڑی۔ یہاں ۵۹۲ھ میں پہنچا۔ اور مدرسۂ منازل العزّ میں فروکش ہوا۔ جہاں شہاب طوسی فرائضِ تعلیم انجام دیا کرتا تھا۔ علی نے یہاں نہ صرف اپنی تصانیف شائع کیں۔ بلکہ انھیں نصابِ تدریس بھی بنا ڈالا۔ کچھ عرصے کے بعد مصر سے شام میں آ گیا، اور دمشق کے ایک مدرسے میں تدریس پر مامور ہوا۔ جب شاہ الکامل[3] نے آمد پر قبضہ کیا۔ اور اُسے بتلایا گیا کہ یہاں کے والی نے علی کو آمد کی قضا (منصبِ قضا) پیش کی تھی اور

---

[1] آمد، دیارِ بکر کا دوسرا نام ہے ("ایران بہ عہدِ ساسانیان" ص ۲۰۷۔ سطر ۴، ۵)۔ لیکن نزہت القلوب ص ۱۰۳ پر مذکور ہے کہ آمد دیارِ بکر کا ایک شہر ہے۔ جو دریائے دجلہ کے کنارے واقع ہے۔ نزہت کا بیان زیادہ قابلِ اعتماد ہے۔

[2] کرخ۔ بغداد کے مغرب میں ایک محلّہ۔ (نزہت ص ۲۴)

[3] الکامل۔ محمد کامل ایوبی سلطانِ مصر و دمشق۔ یہ ایوبیانِ مصر کا چوتھا فرماں روا تھا۔ مدّتِ حکومت از ۵۹۶ھ تا ۶۱۵ھ۔ (طبقات سلاطینِ اسلام ص ۶۷)

ان کی آپس میں خط و کتابت بھی تھی تو الکامل اس سے بدظن ہوگیا۔ مجبوراً اسے مدرسی سے ہاتھ دھونا پڑا اور مایوس ہوکر خانہ نشین ہوگیا۔

اس کی چند تصانیف یہ ہیں:۔

(۱) کتاب الباہر فی علم الاوائل۔ پانچ جلد۔

(۲) کتاب ابکار الافکار فی اصول الدین۔ چار جلد۔

(۳) کتاب الحقائق فی علوم الاوائل۔ تین جلد۔

(۴) کتاب الماخذ، علی فخر الدین بن خطیب الرئی فی شرح الاشارات۔ ایک جلد

عمر بن الفرخان ابو حفص الطبری

مترجمین کا رئیس اور حرکات و احکام نجوم کا فاضل تھا۔ ابو معشر البلخی کہتا ہے:

"عمر بن الفرخان ایک بلند پایہ عالم و حکیم تھا۔ پہلے یحییٰ بن خالد اور پھر فضل بن سہل کے دربار میں رہا۔ کہتے ہیں کہ جعفر بن یحییٰ بن خالد بن برمک کی ولادت پر مریخ و قمر میں چند ایک مدارج تھے۔ عمر نے ان کو بارہ حصوں میں تقسیم کر کے جو نتائج اخذ کیے، وہ بالکل صحیح نکلے۔ اس عمل کا موجد عمر تھا۔"

ابو معشر نے اپنی تصنیف کتاب المذاکرات (جو شاذان بن بحر کے لیے لکھی گئی تھی) میں کہتا ہے، کہ عمر کو اپنے وطن سے فضل بن سہل نے بلاکر مامون کے سامنے پیش کیا۔ اور مامون نے اسے ترجمۂ کتب پر لگا دیا۔ اس کی لکھی ہوئی بعض کتابیں آج تک خزائنِ سلطانیہ میں موجود ہیں۔ اس نے نجوم و دیگر فنونِ حکمیہ پر کافی کتابیں لکھی تھیں، جن میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں:۔

(۱) کتاب تفسیر الاربع مقالاتِ بطلی موس۔ متن کا ترجمہ ابو یحییٰ البطریق نے کیا تھا۔
(۲) کتاب المحاسن (۳) کتاب اتفاق الفلاسفہ واختلافہم فی خطوطٍ۔

عمر بن محمد بن خالد بن عبد الملک المروالرُّوذی

مامونی رصد پر اس کے دادا خالد بن عبد الملک (رصد کا متولی) نے سند بن علی، یحییٰ[1] بن ابی منصور اور عباس بن سعید الجوہری کے ہمراہ جو مشاہدات قلم بند کیے تھے، ان کی بنا پر عمر نے ایک چھوٹی سی تقویم مرتب کی تھی۔ مشاہداتِ فلکی میں بھی کچھ درک رکھتا تھا۔ اس کی چند تصانیف یہ ہیں:۔

(۱) کتاب تعادیلِ الکواکب۔ (۲) کتاب صناعۃ الاصطرلاب المسطح

عمر بن عبد الرحمان بن احمد بن علی الکرمانی القرطبی الاندلسی ابوالحکم

علم ہندسہ واعداد کا ایک فاضل جو جزیرہ[2] کے ایک شہر حرّان[3] میں حصولِ طب

---

[1] یحییٰ بن ابی منصور المنجم المامونی ۲۱۸ھ میں زندہ تھا۔ حالات حرف الیا میں ملاحظہ ہوں۔

[2] جزیرہ سے مراد دیارِ بکر ہے۔ نیز جزیرہ، دیارِ بکر کے ایک شہر کا نام بھی ہے (نزہت صفحہ ۱۰۲ و ۱۰۳) بعض مقامات پر الجزیرہ کا لفظ وسیع تر معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اور اس سے مراد دجلہ و فرات کا دوآبہ لیا گیا ہے۔ دیارِ بکر کی کوئی قید نہیں۔ یہاں جزیرہ سے دیارِ بکر نہیں بلکہ صرف دوآبہ مراد ہے۔

[3] حرّان۔ شام کا ایک شہر جو فرات سے مشرق کی طرف تقریباً (بقیہ حاشیہ ص ۳۲۴ پر)

وہندسہ کے لیے آیا۔ اور پھر اندلس میں واپس چلا گیا۔ وہاں جاکر سرحدِ اندلس کے ایک شہر سرقسطہ میں اقامت اختیار کی۔ اخوان الصفا کے رسائل پہلی بار اندلس میں اسی حکیم کی بہ دولت پہنچے تھے۔ شعبۂ جراحی میں خاص مہارت رکھتا تھا۔ اس کی وفات سرقسطہ میں سنہ ۴۵۸ھ کو ہوئی۔ اور نوّے برس سے کچھ اوپر عمر پائی۔

عمر بن احمد بن خلدون ابو مسلم الحضرمی الاشبیلی الاندلسی

اشبیلیہ کا ایک مشہور فلسفی، منجّم و طبیب، جس کے اخلاق و فلسفۂ سیاست یونانی فلسفیوں کے زیادہ قریب تھا۔ وفات سنہ ۴۴۹ھ

عمر الخیام

خراسان کا امام، زمانے کا علاّمہ، یونانی فلسفے کا مُعلّم اور توحید کا مبلّغ، جس کی تعلیم کا ملخص یہ ہے کہ تزکیۂ نفس کے لیے حرکاتِ بدنیہ میں پاکیزگی کا ہونا ضروری ہے۔ اور سیاستِ مدنیہ کی بنیاد یونانی اصول پر رکھنی چاہیے۔ یہ شاعر بھی تھا۔ اس کی تعلیم کا صوفیوں پر اس قدر اثر ہوا کہ ان لوگوں نے اسے اپنی طریقت کا جز بنا لیا۔ اور خلوت و جلوت میں اس کی تبلیغ کرنے لگے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ تعلیم ملّتِ بیضا کے لیے زخمِ مار و نیشِ کژدم سے کم نہ تھی۔

(ص ۳۳۳ کا بقیہ حاشیہ): ۔ ۷۵ میل دور واقع ہے۔ یہاں سنہ ۱۲۶۱ء میں شام کا مشہور عالم امام ابنِ تیمیہ پیدا ہوا تھا۔ یہ شہر ارفخشد بن سام بن نوح نے بنایا تھا۔ ایک ضعیف روایت کے مطابق ابراہیم کا مولد بھی یہی شہر تھا۔ (نزہت ص ۱۰۳)

جب علما نے اس کے مسلک پر رد و قدح کی اور دنیا اس کے پیچھے پڑ گئی، یہاں تک کہ اسے جان کا خطرہ پڑ گیا، تو اس نے اپنی زبان و قلم کے رخش سرکش کو لگام دیا، اور جان بچانے کی خاطر حج کے لیے چلا گیا۔ جب بغداد میں پہنچا اور یارانِ طریقت اس کے گرد جمع ہونا شروع ہوئے تو ڈرسے دروازہ بند کر کے خانہ نشین ہو گیا۔ حج سے واپس آنے کے بعد اپنے گاؤں میں خاموش سی زندگی گزارنے لگا۔ صبح و شام صرف مسجد میں جاتا، ورنہ گھر سے کبھی باہر نہ نکلتا اور نہ اپنے عقائد کا کہیں ذکر کرتا۔ اس کی خاموشی اس قدر مشہور ہو گئی کہ ملک میں اس کا یہ رویہ ضرب المثل بن گیا۔

علم النجوم و حکمت میں بے مثال تھا۔ اس کے اشعارِ ذیل اس کے اندرونی جذبات و عقائد پر مدھم سی روشنی ڈالتے ہیں۔

(۱) جب سے کہ بہ زورِ بازو قوتِ لایموت حاصل کرنا شروع کی ہے، اور اپنے نفس کو اس تھوڑی سی غذا پر راضی کر لیا ہے۔

(۲) تو زمانے کی تمام مصیبتوں سے بچ گیا ہوں۔ اب دُنیا میری دشمن ہو یا دوست، مجھ پر اس کا کوئی اثر نہیں۔

(۳) زمانے میں یہ دستور ہے کہ ہر سعادت کا انجام بدبختی ہوتا ہے۔

(۴) اے میری روح اپنے مسکن (جسم) میں قدرے اور آرام کر۔ تیرے مسکن کی دیواریں عنقریب بوسیدہ ہو کر گر پڑیں گی اور تو آزاد ہو جائے گی۔

عیسٰی بن علی بن عیسٰی بن داؤد بن الجرّاح ابوالقاسم

وزیر کا بیٹا، مختلف فنون کا امام، علومِ اوائل کا فاضل اور بہت سی حدیثوں کا

راوی جس کی مجلس روایت میں بڑے بڑے علما شامل ہوا کرتے تھے۔ منطق یحییٰ بن عدی سے پڑھی۔ تکمیلِ تعلیم کے بعد درس و تدریس میں محو ہو گیا۔ بحث و مباحثے کا شوقین تھا۔ اور سوالات کے نہایت سادہ جوابات دیتا تھا۔

مجھے سماعِ طبیعی کا وہ نسخہ دیکھنے کا اتفاق ہوا جس پر یحییٰ نحوی کی شرح لکھی ہوئی تھی اور جو عیسیٰ نے سبقاً سبقاً یحییٰ بن عدی سے پڑھا تھا۔ تعلیم کے دوران میں استاد سے مناظرہ کرنے کے بعد جن نتائج پر پہنچتا تھا، وہ اس کتاب کے حاشیے پر لکھ دیتا تھا۔ یہ نسخہ اس کے اپنے قلم سے لکھا ہوا تھا۔ اس کا خط ابو علی بن مقلہ[1] کی طرح نہایت اعلیٰ و عمدہ تھا۔ اور اس پر یہ حواشی سونے پر سہاگے کا کام دے رہے تھے۔ یہ کتاب دس جلدوں میں تھی جس کے حاشیے پر بعد میں جورجیس البیروذی نے ثامسطیوس کی شرح (یہ شرح اسی کتاب کی تھی) بھی لکھ ڈالی تھی۔

عیسیٰ بعض خلفا کا کاتب بھی رہا۔ اس کی وفات بغداد میں جمعے کی صبح ۲۸ یا ۲۹ ربیع الآخر ۳۹۱ھ کو ہوئی۔

عیسیٰ بن زُرعۃ بن اسحاق بن زُرعۃ بن مرقس بن زرعۃ بن یوحنا ابو علی النصرانی المنطقی

علمِ منطق و فلسفے میں ماہر اور ترجمہ کرنے میں بہت مشّاق تھا۔ بغداد میں

---

[1] خلیفہ القاہر باللہ کا وزیر تھا۔ اس نے سازش کر کے خلیفہ کی آنکھیں نکال ڈالیں۔ اور تخت پر الراضی باللہ کو بٹھا دیا۔ راضی نے موقع پا کر اس کے ہاتھ کٹوا دیے۔ ابن مقلہ عربی خطِ نسخ کا موجد سمجھا جاتا ہے۔ اس کی وفات ۳۲۷ھ میں ہوئی۔ (قاموس المشاہیر صہ ۲۷)

ذی الحجہ ۳۲۱ھ کو پیدا ہوا۔ اس کی چند تصانیف کے نام یہ ہیں :۔

(۱) کتاب اختصار کتاب ارسطوطالیس فی المعمور من الارض ۔

(۲) کتاب اغراض کتب ارسطوطالیس المنطقیہ ۔

(۳) کتاب معانی ایساغوجی ۔ ایک مقالہ ۔

(۴) کتاب فی العقل ۔ ایک مقالہ ۔

اس نے سُریانی زبان سے بھی چند ترجمے کیے ہیں ۔ مثلاً

(۵) کتاب التمیمہ ۔ ایک مقالہ (۶) کتاب الحیوان لارسطوطالیس ۔

(۷) کتاب منافع اعضاء الحیوان، بہ تفسیر یحیی النحوی ۔

(۸) کتاب سوفسطیقا النفص لارسطو ۔

(۹) کتاب مجہولہ (ایک نسخے میں مجمولۃ) فی الاخلاق ۔

(۱۰) کتاب خمس مقالات من کتاب نیقولاوس فی فلسفۃ ارسطوطالیس ۔

ہلال بن المحسن بن ابراہیم کہتا ہے کہ ابن زُرعۃ کی وفات بہ روزِ جمعہ ۲۲،۲۳ شعبان ۳۹۸ھ کو ہوئی تھی ۔

عیسیٰ بن اُسیّد النصرانی العراقی

ثابت بن قُرہ کا شاگرد، مختلف فنون کا فاضل اور فنِ ترجمہ (سریانی سے عربی) میں استاد تھا۔ اور ثابت بن قُرۃ کے ہمراہ تراجم کیا کرتا تھا۔

عیسیٰ بن ماسہ

ایک قابل طبیب جس کی چند تصانیف کے نام یہ ہیں :-

(۱) کتاب قوی الاغذیہ - (۲) کتاب من لایحضرۂ طبیب

اس کی کتابوں سے پتا چلتا ہے کہ اس کا طریقۂ علاج دل کش و انوکھا تھا۔

عیسیٰ بن قسطنطین ابو موسیٰ الطبیب

یہ ایک فاضل طبیب تھا جس نے چند کتابیں بھی لکھی تھیں ۔

عیسیٰ بن ماسرجیس طبیب

اس کی دو تصانیف کے نام یہ ہیں :-

(۱) کتاب الالوان (۲) کتاب الروائح والطعوم

عیسیٰ بن علی

ایک فاضل و مشہور طبیب حُنین کا شاگرد، جس کی دو کتابوں کے نام یہ ہیں:

(۱) کتاب تذکرۃ الکحالین - یہ کتاب ہر زمانے میں اطبا کے زیرِ استعمال رہی -

(۲) کتاب المنافع التی تستفاد من اعضاء الحیوان

عیسیٰ بن یحییٰ بن ابراہیم

حُنین کا شاگرد، فنِ ترجمہ (یونانی سے عربی میں) میں اُستاد اور طب پر ایک کتاب کا مصنف تھا۔

عیسیٰ بن صہار بخت

جندیسا پور کا ایک مشہور طبیب جس نے طب پر کئی کتابیں لکھیں۔ یہ جورجیس بن بختی شوع کا شاگرد تھا۔

جورجیس کے حالات میں مذکور ہو چکا ہے، کہ جورجیس سخت بیماری کی حالت میں جندیسا پور کو روانہ ہو گیا تھا۔ جب وطن پہنچ کر اچھا ہو گیا۔ تو منصور نے اسے پھر دربار میں بلایا۔ اتفاقاً اُن دنوں جورجیس چھت پر سے گر پڑا تھا اور چلنے پھرنے کے قابل نہ تھا۔ اس لیے اپنی جگہ عیسیٰ بن صہار کو بھیجنا چاہا۔ اس کے انکار کرنے پر اپنے ایک اور شاگرد ابراہیم کو بھیج دیا۔ اور عیسیٰ جندیسا پور کے شفاخانے میں ہی فرائضِ طبابت سر انجام دیتا رہا۔

عیسیٰ بن شہلافا الجندیسا پوری

جب جورجیس بیمار ہو کر اپنے وطن کو روانہ ہوا، تو اپنی جگہ اس عیسےٰ کو دربار میں چھوڑ گیا۔ اسے رشوت کی لت پڑ گئی - اور رشوت بھی پادریوں سے لیتا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ خلیفہ منصور دورہ کرتے کرتے ایک مقام

نصیبین[1] کے پاس سے آگزرا۔ عیسٰی بھی ہمراہ تھا۔ اس نے نصیبین کے اسقف کو لکھا کہ مجھے فلاں فلاں اشیا بھیج دو۔ اور یاد رکھو کہ میں شاہی معالج ہوں اور میرے اختیارات کا یہ عالم ہے کہ امیرالمومنین کی موت وحیات میرے ہاتھ میں ہے۔ میں جب چاہوں بیمار بنادوں، اور جب چاہوں اچھا کردوں۔ پادری نے یہ خط ربیع کو بھیج دیا۔ اس نے خلیفہ کو دے دیا۔ جس پر عیسٰی کے تمام املاک و اموال ضبط کر لیے گئے اور اسے نہایت ذلت کے ساتھ دربار سے نکال دیا گیا۔

بدعملی کا نتیجہ ہمیشہ یہی ہوتا ہے۔

عیسٰی الطبیب البغدادی المعروف بسوسہ

یہ طبیب المقتدر کے زمانے میں نیز اس سے پہلے بغداد میں رہا کرتا تھا اور زیدان القہرمانہ کا طبیب تھا۔ کچھ عرصے پہلے ابوغوسق[2] بن الفرات اور پھر اس کے بھائی ابوالحسن[3] الوزیر کا معالج تھا۔

---

[1] عراق کے شمال میں موصل سے تقریباً سوا سو میل جنوب کی طرف دریائے دجلہ کے مغربی کنارے پر ایک مشہور شہر۔ [2] ابوغوسق کا اصل نام جعفر بن محمد جو اپنے بھائی ابوالحسن کی وزارت (مقتدر باللہ) کے بعد اقالیم شرقیہ کا عامل مقرر ہوا تھا۔ وفات ۲۹۷ھ۔

[3] ابوالحسن علی بن محمد بن موسٰی ابن الحسن بن الفرات جعفر کا بھائی تھا۔ ۲۴۱ھ میں پیدا ہوا تھا۔ مقتدر باللہ نے ۲۹۶ھ میں اسے وزیر مقرر کیا اور اسی سال معزول کر دیا۔ ۳۰۴ھ میں دوبارہ وزیر بنایا۔ اور ۳۰۶ھ میں دوبارہ معزول کر کے جیل میں ڈال دیا۔ ۳۱۱ھ میں سہ بارہ وزیر بنا لیکن سازشوں سے باز نہ آیا۔ اس لیے ۳۱۲ھ میں اپنے بیٹے المحسن بن علی کے ہمراہ قتل کر دیا گیا۔ (دائرۃ المعارف ص ۲۴۹)

دوڑا ہیں اس کا اعتماد اس حد تک بڑھ گیا تھا کہ اسے تمام واقعات بتائے جاتے تھے۔ ایک وزیر کا خط دوسرے وزیر کی طرف یہی لے جاتا۔ اور اگر ان میں کوئی شکر رنجی وغیرہ پیدا ہو جاتی تو قہرمانہ ہی کی وساطت سے خلیفہ تک پہنچائی جاتی۔

عیسیٰ بن الحکم

دمشق کا رہنے والا، ہارون الرشید کا ہم عصر اور ایک قابل طبیب تھا۔
یوسف بن ابراہیم مولا ابراہیم بن المہدی کہتا ہے کہ مجھے ۲۲۵ھ میں دمشق جانے کا کا اتفاق ہوا۔ عیسیٰ بن الحکم کے ہاں ٹھیرا۔ ان دنوں مجھے نزلے کی سخت شکایت تھی۔ عیسیٰ نے مجھے مرغن غذائیں اور برف کا پانی پلانا شروع کر دیا۔ میں نے کہا کہ نزلے میں یہ چیزیں مضر ہوتی ہیں۔ کہنے لگا۔ آپ کے وطن میں مضر ہوتی ہوں گی لیکن یہاں کی آب و ہوا میں یہ مفید ہیں۔ جب چند روز کے بعد میں وہاں سے روانہ ہوا تو عیسیٰ مشایعت کے لیے راہب (مقام) تک آیا۔ رخصت ہوتے وقت کہنے لگا۔ "خشک غذائیں کھانا، اور گرم پانی پینا"۔ میں نے کہا "لیکن اب تک تم اس کے اُلٹ چلتے رہے"۔ کہا۔" ایک میزبان کے لیے سخت نامناسب ہے کہ قوانینِ طب کی آڑ لے کے مہمان کو بھوکا و پیاسا رکھے"۔ پھر کہا "میرے والد ایک سو پانچ سال کی عمر میں فوت ہوئے تھے۔ اور آخر تک نہ تو چہرے پہ کوئی جُھری پڑی اور نہ رنگت میں فرق آیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ زندگی بھر وہ چند اصولوں پہ عامل رہے۔ جن میں سے دو یہ تھے۔ اوّل۔ دھوپ میں خشک کیا ہوا گوشت کبھی نہیں کھاتے تھے۔ دوم۔ حمام سے نکل کر ہمیشہ ٹھنڈے پانی سے ہاتھ پانو دھویا کرتے تھے۔ آپ بھی ان اصولوں پہ عمل کریں۔ فائدہ اٹھائیں گے"۔

عیسیٰ بن یوسف المعروف بہ ابن العطّارۃ (العطّار)

القاہر کا طبیب و مشیر نیز خلیفہ و وزرا کے درمیان سفیر تھا۔ سنان بن ثابت بھی القاہر کا طبیب تھا۔ لیکن عیسیٰ خلیفہ کی نظروں میں بہت جچا ہوا تھا۔

عیسیٰ النفیسی الطبیب

سیف الدولہ علی بن عبداللہ بن حمدان کا طبیب تھا۔ جب سیف الدولہ کے سامنے کھانا چنا جاتا تھا تو وہاں چوبیس طبیب موجود ہوتے تھے۔ ان میں سے کسی کو دو تنخواہیں اور کسی کو تین ملتی تھیں۔ یعنی سیف الدولہ بعض سے دو فن اور بعض سے تین فن سیکھتا تھا۔ اور ہر فن کے لیے ایک تنخواہ مقرر تھی۔ یہ عیسےٰ تین تنخواہیں لیا کرتا تھا۔ ایک سُریانی سے عربی میں ترجمہ کرنے کے لیے۔ اور باقی دو دیگر فنون کے لیے۔

عطارد بن محمد الحاسب

اپنے زمانے کا علم ہیئت کا مشہور عالم، جس کی دو تصانیف کے نام یہ ہیں:

(۱) کتاب ترکیب الافلاک۔

(۲) کتاب المرایا المحرقۃ۔

عبدوُس - ابن زید

تذکرہ کا مصنّف اور ایک کامل طبیب، جو چند علامات سے پتا چلا لیتا تھا کہ فلاں مرض کے ہونے کا امکان ہے۔

جب القاسم بن عبیداللہ اپنے والد کی زندگی میں ایک صفراوی مرض کا شکار ہوگیا اور ساتھ ہی قولنج کا بھی حملہ ہوگیا تو عبدوُس نے اسے خراسانی اجوائن اور سوئے کا پانی رینڈی کے تیل کے ساتھ ملا کر پلایا۔ اس میں کچھ خوش بو بھی ملا دی تھی۔ اس سے اس کے دُکھ دُور ہوگئے۔ دُوسرے دن اسے جَو کا پانی دیا، اور وہ بالکل تن درست ہوگیا۔ باقی اطبا اس نسخے پر حیرت زدہ ہوگئے۔

عَلوی الدیری

مصر کی سطح مرتفع پر قوص سے شمال کی جانب جبل بوقیراط کے دامن میں ایک گانو دیر البلاص آباد ہے، جو نیل کے مغربی کنارے پر واقع ہے۔ یہاں کھجوروں کے بہت جھنڈ ہیں اور باغوں کی بہتات ہے۔ علوی اسی گانو کا رہنے والا تھا۔ اس کا ذریعۂ معاش یہ تھا کہ امرا و رؤسا کی جنم پتریاں تیار کرکے ان کے پاس لے جاتا اور ان سے کچھ لے آتا۔ منطق میں ایساغوجی کی شرح مصنّفۂ متّی کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتا تھا۔ اس کا دعوا یہ تھا۔ "مَیں نے ایک ایسا ستارہ معلوم کیا ہے، جس کی رُوح الوالورد نامی میری مطیع ہو چکی ہے۔ اور اسی کی بہ دولت مَیں صاحب الجنّ اور دیوانے کو صرف مس سے اچھا کر سکتا ہوں۔"

القفطی (مصنّف کتاب ہٰذا) کہتا ہے۔ "ایک دفعہ میرا ایک سالہ مرگی اور سکتے

کا شکار ہو گیا۔ مَیں اسے ساتھ لے کر دیر البلاّص میں پہنچا۔ علوی نے بہتیرے منتر پھونکے لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ ہم اسی گانو کی ایک مسجد میں واپس آ گئے۔ وہاں دیارِ مغرب کا ایک معلّم بچّوں کو پڑھا رہا تھا۔ شام کے وقت ہم نے شہر کے بعض آدمیوں سے اپنی سواریوں کے لیے چارہ مانگا لیکن اُن خسیسوں نے انکار کر دیا۔ اور وہ معلّم صاحب تو پہلے ہی ان لوگوں کے دست نگر تھے، اس لیے ہم نیل کے کنارے ایک اور گانو ابنُود میں چلے گئے۔ وہاں دُوسری صبح کو ہمیں کچھ چارہ مل گیا۔ رات مسجد ہی میں گزاری۔ آدھی رات کے وقت کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ کھولا تو ایک آدمی پر نظر پڑی جس نے کمر میں کوئی رسّی وغیرہ باندھی ہوئی تھی۔ ایک ہاتھ میں شمع تھی اور دُوسرے میں پکے ہوئے چوزوں اور انڈوں کا ایک پیالہ۔ معذرت کے بعد کہنے لگا۔ مَیں دیر البلاّص کا رہنے والا ہوں، اور میری بیوی قِفط[1] کی۔ بڑی پاکیزہ سیرت عورت ہے اور اس کا نام اُمِّ سراج ہے۔ جب اُسے معلوم ہوا کہ آپ دیر البلاّص سے تشنہ و گرسنہ چلے آئے ہیں تو اسے بڑا رنج ہوا۔ اور فوراً ماحضر تیار کر کے آپ کے ہاں مجھے معذرت کے لیے بھیجا۔ مَیں نے اس مرد کا شکریہ ادا کیا۔ اور مسجد سے کسی بچّے کی تختی اٹھا کر محض شغلاً چند اشعار لکھ دیے۔ ارادہ یہ تھا کہ انھیں مٹا دُوں گا لیکن صبح کو رخصت ہوتے وقت اس امر کا خیال نہ رہا۔ چناں چہ لڑکوں نے گلی گلی میں وہ اشعار گانے شروع کر دیے۔ جب مشائخِ دیر تک وہ شعر پہنچے، تو چند ایک مل کر بہ غرضِ شکوہ میرے ہاں آئے۔ مَیں نے معذرت کی اور وہ واپس چلے گئے۔ لیکن اُن کے چہروں پر آثارِ ملال باقی تھے۔ شعر یہ ہیں،

(۱) اُمِّ سراج اللہ تمھیں جزائے خیر دے۔ دیر بھر میں صرف ایک مہمان نواز ہے، اور وہ تو ہے۔

---

[1] قِفط۔ مصر کی سطحِ مرتفع پر ایک شہر۔

(۲) اس سرزمین پر اللہ بارانِ رحمت نہ برسائے لیکن تم سدا آباد و شاد رہو۔
(۳) تم گلاب کا وہ پھول ہو جس کے پہلو میں کانٹا چبھا ہوا ہو۔ اللہ اس کانٹے (غالباً اس کا شوہر مراد ہی) کو تباہ کرے، جو تمھارے پہلو میں پیوست ہو چکا ہی۔

حرف الغین

غراب الخطیب الصقلی

یہ یونانی فلسفے کا اُستاد جزیرۂ سسلی کا رہنے والا اور فنِ مناظرہ میں خاص طور پر ماہر تھا۔ دور دور سے طلبہ اس کے ہاں درس لینے آیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ یونان کا ایک نوجوان ثلیسناس غراب کے ہاں آیا اور کہنے لگا کہ اگر آپ فنِ مناظرہ میں مجھے ماہر بنادیں تو میں کچھ رقم جناب کی خدمت میں پیش کروں گا۔ غراب نے یہ شرط مان لی۔ جب وہ یونانی نوجوان کامل الفن بن چکا تو رقم کے متعلق اس کا ارادہ بدل گیا۔ چناں چہ اُستاد کے پاس آیا، اور پوچھنے لگا۔ "مناظرے کا فائدہ کیا ہوتا ہی؟" اُستاد نے کہا "زورِ دلائل سے مقابل کو خاموش کرنا یا اپنی بات منوانا۔" کہنے لگا "بہت اچھا، آیئے پھر آپ کی اُجرت کے متعلق بحث کریں۔ اگر آپ میرے دلائل کے زور سے مغلوب ہوکر خاموش ہوگئے تو ظاہر ہی کہ آپ اُجرت کے مستحق نہیں ہوں گے۔ اور اگر آپ خاموش نہ ہوئے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ میں ابھی اس فن کا ماہر نہیں بنا اور اُجرت مہارت پہ ملنی تھی۔ نتیجتاً آپ کو اُجرت نہیں ملے گی۔ اُستاد کہنے لگا۔ "میں تم سے یقیناً بحث کروں گا۔ اگر میں جیت گیا

توظاہر ہے کہ تمھیں اُجرت ادا کرنی پڑے گی۔ اور اگر میں ہار گیا تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ فنِ مناظرہ میں تم اُستاد سے بھی زیادہ قابل بن چکے ہو۔ اور میری تعلیم کا مقصد ہی تمھیں قابل بنانا تھا۔ اس لیے بہر صورت تمھیں اُجرت ادا کرنی ہوگی۔"

حاضرین میں سے ایک بول اٹھا۔ "منحوس کوّے کا منحوس انڈا" یعنی جیسا اُستاد ویسا شاگرد۔"

حرف الفا

الفضل بن حاتم النیریزی

نیریز ایران کا ایک شہر ہے۔ لکھا ہوا ہو، تو تبریز کا دھوکا ہوتا ہے۔ الفضل علم ہندسہ، ہیئت و حرکاتِ نجوم کا فاضل تھا۔ اس کی چند کتابیں یہ ہیں:۔

(۱) شرح المجسطی (۲) شرحِ اقلیدس (۳) زیج کبیر علیٰ مذہب السندہند۔
(۴) کتاب الزیج الصغیر (۵) کتاب سمت القبلہ۔
(۶) تفسیر کتاب الاربعۃ لبطلیموس۔
(۷) کتاب احداث الجوّ۔ معتضد کے لیے لکھی تھی۔
(۸) کتاب الآلۃ التی یُعرف بہا بُعد الاشیاء

الفضل بن محمد بن عبد الحمید بن واسع ابو برزۃ الجیلیؒ

حساب کا فاضل جس نے حساب پر کئی کتابیں لکھی ہیں۔ دو کے نام یہ ہیں:

(۱) کتاب المعاملات (۲) کتاب المساحۃ

الفضل بن نوبخت ابو سہل

فارسی الاصل، مشہور متکلم جس کا ذکر متکلمین کی کتابوں میں اکثر ملتا ہے۔ محمد بن اسحاق الندیم، ابو عبداللہ المرزبانی اور چند دیگر علمانے اس کے حسب و نسب پر پوری روشنی ڈالی ہے۔ ہارون الرشید نے اسے اُس دارالکتب کا ناظم مقرر کیا تھا جس میں صرف حکمت کی کتابیں تھیں۔ یہ فارسی کتبِ حکمت کو عربی میں منتقل کیا کرتا تھا۔ اور اس کے علم و تصانیف کی بنیاد فارسی کتب پر تھی۔

اس کی چند تصانیف کے نام یہ ہیں:۔

(۱) کتاب البہطان (ایک نسخے میں النہمطان) فی الموالید۔

(۲) کتاب الفال النجومی (۳) کتاب الموالید (۴) کتاب المُدخل

(۵) کتاب تحویل سنی الموالید (۶) کتاب التشبیہ والتمثیل۔

(۷) کتاب المُنتحَل من اقاویل المنجمین فی الاخبار والمسائل والموالید وغیرہا۔

فرات (فراط) بن شحناثا الیہودیؒ

اپنے زمانے کا مشہور طبیب جسے تیاذوق[1] اپنے تمام شاگردوں میں سے قابل ترین شاگرد سمجھتا تھا۔ ایام جوانی میں حجاج بن یوسف میں رہا۔ اور آخری ایام حیات میں منصور کے ولی عہد عیسٰی بن موسٰی عباسی کا طبیب خاص مقرر ہوا۔ عیسٰی عباسی

---

[1] تیاذوق حجاج بن یوسف کا طبیبِ خاص تھا۔

اُس سے ہر امر میں مشورہ لیا کرتا تھا۔ اور اس کا مشورہ ازبس صحیح و صائب ہوتا تھا۔ موسیٰ بن اسرائیل کے حالات میں اسی طرح کے مشورے کا ذِکر آئے گا۔

فرات کی وفات عہدِ منصور[1] ہی میں ہو گئی تھی۔ اس کی وفات کے بعد علیٰ بن موسیٰ عموماً کہا کرتا تھا۔ "فرات! اللہ تم پر رحمت کی بارش برسائے۔ تمہارے بتلائے ہوئے نتائج یوں مترتّب ہو رہے ہیں، گویا تم مستقبل کو دیکھ رہے تھے اور تمام واقعات تمہاری نگاہ کے سامنے تھے۔"

الفتح بن نجبتہ (ایک نسخے میں نجلیتہ) الاصطرلابی

بغداد کا رہنے والا، آلاتِ فلکیہ کے استعمال سے آشنا۔ اور اصطرلاب کے استعمال میں اس قدر ماہر تھا کہ لوگ اسے اصطرلابی کہتے تھے۔ بُدھ کی رات ۶ جمادی الاوّل سنہ ۳۰۵ھ کو فوت ہوا۔

فرخان شاہ بن نصیر بن فرخان شاہ المنجّم

ایک مشہور عجمی منجّم جو دیلمی سلاطین کے زمانے میں بغداد آیا۔ اس کی پیش گوئیاں ہر طرف مشہور ہو گئیں۔ ۲۵، ۲۶ جمادی الاوّل سنہ ۳۶۷ھ کو بغداد ہی میں فوت ہوا۔ یہ حالات ہلال بن محسن کی کتاب سے ماخوذ ہیں۔

---

[1] عہدِ منصور (۱۳۶ - ۱۵۸ھ)

فرفوریوس الصوری

ساحلِ شام کے ایک شہر صور کا رہنے والا جس کا اصلی نام اموِنیوس تھا۔ بعد میں بدل کر فرفوریوس کر دیا۔ علمِ فلسفہ و علومِ ارسطوؔ کا فاضل تھا۔ ارسطوؔ کی چند کتابوں کی تفسیر بھی لکھی۔ (ملاحظہ ہوں حالاتِ ارسطوؔ)

جب ہم عصر علما نے اس کے پاس شکایت کی کہ ارسطوؔ کی تصانیف سمجھ میں نہیں آتیں تو اس نے ایک مختصر سا مقدمہ لکھا، جس کا نام ایساغوجی ہے۔ یہ کتاب طلبۂ منطق کے لیے آج تک خضرِ راہ بنی ہوئی ہے۔ اس کی چند تصانیف کے نام یہ ہیں:۔

(۱) ایساغوجی (۲) کتاب المدخل الی القیاسات الحملیہ۔ ابو عثمان دمشقی نے اس کتاب کا ترجمہ کیا۔

(۳) دو کتابیں جو انابو المصری کی طرف منسوب ہیں۔

(۴) کتاب الردّ لنجیوس فی العقل والمعقول۔ نو مقالے۔ سُریانی زبان میں۔

(۵) کتاب اخبار الفلاسفہ۔ اس کا چوتھا مقالہ سُریانی زبان میں دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ (۶) کتاب الاسطقسات۔ ایک مقالہ۔ سُریانی زبان میں۔

فلوطرخس

اپنے عہد کا مشہور فلسفی، جس کی چند کتابوں کے نام یہ ہیں:۔

(۱) کتاب الآراء الطبیعیۃ۔ اس میں امورِ طبیعی پر فلسفیوں کی آرا درج ہیں۔ پانچ مقالے۔

(۲) کتاب الغضب

(۳) کتاب فیما دلّ علیہ مداراۃ العدُوّ (ایک نسخے میں العدد) والانتفاع بہ

(۴) کتاب الریاضۃ۔ ایک مقالہ۔ قسطانے اس کا ترجمہ کیا۔

(۵) کتاب فی النفس۔ ایک مقالہ۔

فلوطرخس

اس نام کے دو فلسفی ہو گزرے ہیں۔ ایک کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ اور دوسرا یہ ہے۔ اس کی مشہور تصنیف ہے:۔

کتاب الانہار وخواصہا وما فیہا من العجائب والجبال وغیرہا۔

فلوطین (ایک نسخے میں) فلوطیس

یونان کا ایک حکیم جس نے ارسطو کی بعض تحریروں کی شرح لکھی۔ اور اسی وجہ سے اس کا شمار مترجمین ارسطو میں ہوتا ہے۔ فلوطین کی تصانیف رومی سے سُریانی میں تو منتقل ہوئی ہیں لیکن عربی زبان میں بھی منتقل ہوئیں یا نہیں؟ مجھے معلوم نہیں۔

فیثاغورس

یونان کا مشہور حکیم و فلسفی، جو ابیذقلس کے بعد گزرا۔ اور جب سلیمان بن

داؤد علیہما السلام کے اصحاب شام سے مصر میں آئے، تو اس نے حکمت سیکھی۔ اور علمِ ہندسہ پہلے ہی مصریوں سے سیکھ چکا تھا۔ کہتے ہیں کہ یونان میں علم ہندسہ فیثاغورس کی وساطت سے پہنچا۔ اس لیے کہ یہ مصر سے یونان میں واپس آگیا تھا اور اپنے ہمراہ علومِ ہندسہ وطبعیات لے کر آیا تھا۔ فیثاغورس موسیقی کا موجد ہے۔ اس نے نغموں کو عددی نسبتوں سے متوازن بنایا۔ اور کہا کرتا تھا کہ میں نے یہ روشنی چراغِ نبوت سے حاصل کی۔ ترتیبِ عالم وخواصِ اعداد کے متعلق عجیب عجیب انکشافات کیے۔ یومِ آخرت کے متعلق اس کے عقائد ایبذقلس سے ملتے جلتے ہیں۔ وہ کہا کرتا تھا کہ اس مادی عالم سے آگے ایک لطیف روحانی و نورانی دنیا ہے، جہاں صرف ان لوگوں کی رسائی ہو سکتی ہے جو غرور، ریا، حسد، و دیگر عیوب سے پاک ہوں۔ اور صرف یہی لوگ حکمتِ الٰہیہ سے مستفید ہو سکتے ہیں جس طرح کہ نغمات کان تک کان کی کوشش کے بغیر پہنچتے ہیں، اسی طرح روحانی لذائذ روح تک روح کی کوشش کے بغیر پہنچ جاتی ہیں۔

ارسطو کے والد نیقوماخس نے فیثاغورس سے اس قدر فائدہ اٹھایا کہ دنیا نے اسے نیقوماخس فیثاغوری کے نام سے یاد کیا۔ گو ان دونوں میں زمانے کے لحاظ سے کئی سو سال کا فاصلہ تھا، تاہم نیقوماخس کو فیثاغورس کا شاگرد کہنا زیادہ موزوں ہوگا۔

فطون (قطون) العددی

یونانی سلطنت کے آخری ایام میں گزرا۔ عدد و مساحت میں یدِ طولیٰ رکھتا تھا۔ ان علوم پر اس کی چند کتابیں بھی ملتی ہیں یہ حکیم بطلیموس بدلس (مشہور حکیم بادشاہ)

کے زمانے میں تھا۔ اس کی چند کتابیں یہ ہیں :۔

(۱) کتاب فی الحساب۔ قلوبطرہ کی طرف منسوب۔

(۲) القانون۔ یہ ایک نہایت مفصل و مفید کتاب ہے۔ جو قلوبطرہ[لہ] کی طرف منسوب ہے۔ کہتے ہیں کہ قلوبطرہ نے اس کتاب کو اپنی تصنیف قرار دے دیا تھا۔

لہ قلوبطرہ، بطلی موس سیزدہم کی لڑکی ۶۹ قم میں پیدا ہوئی۔ سترہ برس کی عمر میں ملکۂ مصر بن گئی۔ اور اپنے چھوٹے بھائی کے ساتھ مل کر حکومت کرنے لگی۔ بھائی کی نیت میں فتور آگیا اور قلوبطرہ کو اختیارات سے محروم کردیا۔ یہ شام میں چلی گئی، جہاں بازیابیٔ اختیارات کے ذرائع سوچنے لگی۔ عین اس زمانے میں جولیس سیزر (۱۰۲ - ۴۴ قم) پومپی کا تعاقب کرتے ہوئے مصر میں آگیا۔ جب قلوبطرہ کا حال سُنا تو اس کی امداد پر تُل گیا۔ چناں چہ لڑائی ہوئی۔ اور قلوبطرہ پھر مصر کی ملکہ بن گئی۔ اب کی مرتبہ وہ ایک اور چھوٹے بھائی کو ساتھ ملاکر انتظامِ حکومت چلانے لگی لیکن کچھ دنوں کے بعد اُسے زہر دے کر میدان صاف کردیا۔ ملکہ عموماً روما میں سیزر سے ملنے جاتی۔ لوگوں نے ان کے تعلقات کو بُرا مانا لیکن یہ حالات چلتے رہے۔ قتلِ سیزر کے بعد قلوبطرہ نے انٹنی سے تعلقات قائم کرلیے جنھیں ناقابلِ برداشت سمجھ کر ۳۱ قم میں اُکٹیوین سیزر (OCTAVIAN) نے ان دونوں پر حملہ کیا۔ اور ایکٹیم (ACTINM) کے مقام پر انھیں شکست دی۔ یہ دونوں بھاگ کر اسکندریہ پہنچے۔ سیزر نے پیغام بھیجا کہ اگر تم انٹنی کو ہلاک کردو تو میں تم سے صلح کرسکتا ہوں۔ اس پر ملکہ نے اپنی موت کا جھوٹا پیغام انٹنی کو بھجوادیا۔ اس نے جوشِ محبت میں خودکشی کرلی اور معاً سیزر نے بھی آنکھیں بدل لیں۔ اس پر قلوبطرہ نے ایک سخت زہریلا سانپ اپنے سینے سے چمٹا لیا۔ اور اس طرح ۲۹ اگست ۳۰ قم کو بطلی موسی (بطالمہ یا بطالسہ) خاندان کی آخری ملکہ دُنیا سے رخصت ہوگئی۔ (انسائیکلوپیڈیا برطانیکا۔ لفظ۔ (CLEO)

فورون اللذّی

یونان کے اُس دوُر کا فلسفی جب فلسفہ ابتدائی مدارج میں تھا۔ اور اس کے اصول و قواعد ابھی نا استوار تھے۔ اس فلسفی نے ایک خاص فرقے کی بنیاد ڈالی جو اُس قدیم فلسفۂ طبیعی کا متلاشی و قائل تھا، جس کی تعلیم فیثاغورس، تاس الملطی و دیگر یونانی و مصری فلسفی دیا کرتے تھے۔ یہ فلسفہ ارسطوؔ سے ایک سو سال پہلے تک یوُنان میں رائج رہا۔ اس کے بعد کیا ہوا۔ ارسطوؔ کے الفاظ (کتاب الحیوان) یہ ہیں۔

"آج سے ایک سو سال پہلے یعنی سُقراط کے زمانے تک یوُنان میں قدیم طبیعی فلسفہ رائج رہا۔ سُقراط کے بعد دُنیا فلسفۂ سُقراط و افلاطوُن یعنی فلسفۂ مدنیہ کی طرف مائل ہوگئی"۔

آج بعض فلسفی فیثاغورس کی حمایت میں کتابیں لکھ رہے ہیں۔ مثلاً محمد زکریا الرازی ارسطوؔ کی تردید اور فیثاغورس کی حمایت میں کافی کتابیں لکھ چکا ہے۔ اگر نظرِ تحقیق سے دیکھا جائے تو رازی کی غلط روی واضح ہو جاتی ہے۔ اس اجمال کی تفصیل رازی کے حالات میں آئے گی۔

فورون کا فرقہ اصحاب اللذّۃ کے نام سے مشہور ہے حصولِ فلسفہ سے ان کا مقصد محض رُوحانی و دماغی لذت تھا وبس۔ یہ فرقہ ان سات فرقوں میں سے ایک ہے، جن کا ذکر افلاطوُن کے حالات میں ہو چکا ہے۔

فنون الاسکندری

مصر کا ایک قدیم حکیم ریاضی دان و منجّم جس کی دو کتابیں کافی مشہور ہیں:۔

(۱) کتاب القانون ۔ اس میں حرکاتِ نجوم پر بطلی موسی نظام کے مطابق بحث کی گئی ہے۔ اور آسمان کے اقبال و ادبار پر ارباب طلسم کے زاویۂ نگاہ سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

(۲) کتاب الافلاک ۔ اس میں آسمانوں کی ہیئت، تعداد و حرکات پر بطلی موسی تصریحات کے مطابق بلا دلیل روشنی ڈالی گئی ہے۔ یعنی خالی دعاوی ہیں، دلیل کوئی نہیں ۔

فالیس المصری (والیس)

قدیم زمانے کا ایک فاضل منجّم و ریاضی داں جس نے ان مضامین پر بہت عمدہ کتابیں لکھیں ۔ اس کی چند تصانیف کے نام یہ ہیں :-

(۱) البزیدج (الزبرج) الرؤمی ۔ یہ کتاب دُنیائے علم میں بہت مشہور ہے۔ اس کی تفسیر بزرجمہر[1] نے کی ہے۔

(۲) کتاب فی الموالید ۔ اَلَاَیدُغُر اپنی تصنیف فی الموالید میں لکھتا ہے کہ فالیس نے موالید پر دس مکمّل کتابیں لکھی ہیں، جو گزشتہ تمام کتابوں کا نچوڑ ہیں۔ اگر کوئی شخص کسی ایسی بات کے علم کا دعوا کرے، جس کا ذِکر ان کتابوں میں موجود نہیں تو سمجھ لو کہ وہ غلط کہ رہا ہے۔

(۳) کتاب المسائل الکبیر
(۴) کتاب السلطان
(۵) کتاب الامطار
(۶) کتاب تحویل سنی العالم

---

[1] بزرجمہر ۔ انوشیرواں کا وزیر۔

فلی غریؤس

ایک یؤنانی طبیب ہے جس کے زمانے کے متعلق ہمیں کوئی علم نہیں اور نہ کسی مورخ نے اس پر روشنی ڈالی ہے۔ اس کی کتابوں سے (جن کی ایک فہرست عمرو بن الفتح نے مرتب کی ہے) اس کے کچھ حالات معلوم ہوتے ہیں۔

فولیس الاجانیطیؔ (عرف) القوابلیؔ

اپنے زمانے کا مشہور طبیب جو زنانہ امراض کا ماہر تھا۔ دایہ کا کام کرنے والی عورتیں اس کے پاس آتیں۔ ولادت کے بعد پیدا ہونے والی بیماریوں کا علاج پوچھتیں، اور یہ طبیب امراض کی بہترین تشخیص کے بعد ایسی عمدہ دوائیں تجویز کرتا کہ عموماً شفا ہو جاتی۔ اسی بنا پر اس کا نام القوابلی (قوابل کا واحد قابلہ = دایہ) پڑ گیا۔

یہ طبیب اسکندریہ کا رہنے والا تھا۔ جالینوس کے بعد گزرا۔ اس کا زمانہ یحییٰ النحوی کے بعد تھا۔[1] یعنی ظہورِ اسلام کے اوائل میں۔ اس کی بعض تصانیف کے نام یہ ہیں:-

(۱) کتاب الکنّاش فی الطب۔ اس کا ترجمہ حُنین نے کیا۔ اس کا مشہور نام کنّاش الثُریا۔ (۲) کتاب فی عِلَل النساء

---

[1] خط کشیدہ فقرے ایک چیستان سے کم نہیں۔ اصل عبارت یہ ہے:-

دزمنہ بعد زمنِ جالینوس ومقامہ بالاسکندریۃ وکان زمانہٗ بعد زمن یحییٰ النحوی (صہ ۲۶۲) (بقیہ حاشیہ صہ ۳۵۶ پر)

فاملیس

مشہور آمدی طبیب ۔

حرف القاف

قسطا بن لوقا البعلبکّی النصرانی

عہدِ اسلام کا ایک شامی فلسفی جو دورِ عباسیہ میں روم کی طرف چلا گیا۔ وہاں رومیوں کی بہت سی کتابیں پڑھ ڈالیں ۔ پھر شام میں لوٹ آیا۔ جب فرماں[۲] روائے بغداد (عباسیہ) کو اس کی قابلیت کا علم ہوا، تو بغداد میں ترجمۂ کتب (یونانی سے عربی میں)

(ص۳۵۵ کا بقیہ حاشیہ) :- جالینوس حضرت مسیح سے تقریباً دو سو سال بعد اور آنحضرت صلعم سے تقریباً چار سو سال پہلے گزرا تھا۔ اور یحییٰ نحوی اوائل اسلام میں موجود تھا حضرت عمر فاروق رضؓ کے عہدِ خلافت میں جب عمرو بن عاص رضؓ نے مصر کو فتح کیا تو وہاں یحییٰ نحوی سے بھی ان کی ملاقات ہوئی تھی ۔

اب ذرا اصل عبارت پہ نگاہ ڈالیے ۔ یہ تو صاف ہے کہ جو شخص یحییٰ نحوی کے بعد آیا وہ یقیناً جالینوس کے بعد آیا تھا۔ لیکن بعد کی معنی عموماً معاً بعد ہوا کرتے ہیں۔ اور اس کتاب میں یہ لفظ (بعد) تقریباً انھی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اس لیے یہ اعتراف کیے بغیر چارہ نہیں کہ یہاں یہ عبارت کچھ مُحرّف ہے ۔

[۲] قسطا کی وفات تقریباً (۲۱۹ - ۲۲۰ھ) ۸۳۵ء میں ہوئی تھی، اور مامون کی ۲۱۸ھ میں ۔ اس لیے اغلب یہی ہے کہ قسطا کو مامون ہی نے دربارِ خلافت میں طلب کیا ہوگا ۔

کے لیے بلایا گیا۔ یعقوب[1] بن اسحاق کندی کا ہم عصر اور علمِ عدد، ہندسہ، نجوم، منطق، طب و علومِ طبیعیہ کا ماہر تھا۔

اس کی چند کتابوں کے نام یہ ہیں:۔

(۱) کتاب المدخل الی الہندسہ۔ سوال وجواب کی طرز پر ایک اچھی کتاب ہے۔
(۲) کتاب المدخل الی الہیئۃ وحرکات الافلاک والکواکب۔
(۳) کتاب الفرق بین النفس والرّوح (۴) چار کتابیں اخلاطِ اربعہ پر
(۵) کتاب المرایا المحرقۃ (۶) کتاب الاوزان والمکاییل
(۷) کتاب السیاسۃ۔ تین مقالے (۸) کتاب موت الفجأۃ
(۹) کتاب الاعداء (۱۰) کتاب ایام البحران
(۱۱) کتاب العلّۃ فی اسوداد الحبش وغیرہم (۱۲) کتاب المروحۃ واسباب الریح
(۱۳) کتاب القرسطون (ایک نسخے میں الفرسطون)۔
(۱۴) کتاب المدخل الی المنطق (۱۵) کتاب العمل بالکرۃ النجومیۃ
(۱۶) کتاب شرح مذاہب الیونانیین (۱۷) کتاب قوانین الاغذیۃ
(۱۸) کتاب شکوک کتاب اقلیدس (۱۹) کتاب الحمّام
(۲۰) کتاب الفردوس فی التاریخ (۲۱) کتاب استخراج المسائل العددیۃ
(۲۲) کتاب نوادر الیونانیین وذکر مذاہبہم۔

اس کی تصانیف اور بھی ہیں۔

محمد بن اسحاق الندیم کہتا ہے:۔

"قسطا بن لوقا طب، فلسفہ، ہندسہ، اعداد و موسیقی میں ماہر اور

---

[1] یعقوب کندی متوکل (۲۳۲ - ۲۴۸ھ) کے عہد میں مشہور ہوا تھا۔
(عقود الجواہر مصنفہ جمیل بیگ العظم طبع بیروت ۱۳۲۶ھ ص ۹۹)

یونانی وعربی زبان کا فصیح البیان مصنف تھا۔ ارمینیہ میں فوت ہوا۔ یہیں سے ابوعیسٰی بن منجم کے اس خط کا جواب دیا، جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ذکر تھا۔ اور یہیں الفردوس فی التاریخ لکھی تھی۔"

ایک اور مورخ لکھتا ہے:۔

"قسطا بہت بڑا عالم ومصنف تھا۔ شاہِ ارمینیہ سخاریب کی دعوت پر ارمینیہ چلا گیا۔ اور وہاں کے ایک فاضل پادری ابوالغطریق کی خدمت میں مختلف علوم وفنون کی بہت سی کتابیں پیش کیں۔ (قسطا بعض دیگر علما کو بھی کتابیں دے چکا تھا) اور وہیں فوت ہوا۔ اس کی قبر پر احتراماً ائمہ وملوک جیسا قبہ تعمیر کیا گیا۔"

اس میں کوئی کلام نہیں کہ قسطا ایک لحاظ سے بہترین مصنف تھا کہ طویل مضامین کو نہایت مختصر الفاظ میں ادا کرتا تھا۔

قینون ابونصر الطبیب

اپنے زمانے کا مشہور طبیب جو عزّ الدولہ بختیار بن معزّ الدولہ کا طبیبِ خاص تھا۔ ایک دفعہ بختیار کی آنکھیں تقریباً بے نور ہوگئیں۔ قینون کو بُلا کر کہا کہ جب تک بصارت واپس نہ آجائے، تم یہاں سے مت ہلو اور صرف ایک دن میں علاج کرو۔ طبیب نے کہا۔ اس شرط پر کہ تمام شاہی نوکر وخادم میرے حکم کے ماتحت کردیئے جائیں۔ اور اگر کوئی خادم میرے حکم سے سرتابی کرے؛ تو اس کا سر اُڑا دیا جائے۔ بختیار نے منظور کر لیا۔ اس کے بعد ایک ٹب میں کھانڈ کا شیرا بھر کر

بختیار کے ہاتھ اس میں ڈلوا دیے اور آنکھ میں کوئی سفید سی دوا ڈالنی شروع کردی۔ اس دوران میں بختیار نے بارہا نوکروں کو آواز دی لیکن کسی نے جواب نہ دیا۔ (نوکروں کا یہ رویہ طبیب کی ہدایت کے مطابق تھا۔ اس سے غالباً مقصد یہ تھا کہ غصے کی وجہ سے خون چہرے کی طرف زیادہ جائے۔ نیز نوکروں کو دیکھنے کی کوشش سے خون کا دباؤ آنکھوں کی طرف بڑھ جائے۔ مترجم) شام کو بختیار کی بینائی عود کرآئی۔ قینون کہتا ہے کہ اس روز یش نے دس ہزار سلائیاں بختیار کی آنکھوں میں کھینچی تھیں۔

قینون، بختیار اور خلیفۂ بغداد کے درمیان فرائضِ سفارت بھی سرانجام دیا کرتا تھا۔

قنطوان البابلی

اپنے زمانے کا فاضل، فنِ موسیقی کا ماہر، جس کی ایک کتاب کا نام کتاب الایقاع ہے۔

القصرانی

اس کا نسبتی اصلی نام سے زیادہ مشہور ہے۔ قصران رے میں ایک گانو کا نام ہے۔ علمِ نجوم اور احکامِ نجوم (پیش گوئیاں) میں ماہر اور رے میں سکونت پذیر تھا۔ بڑے بڑے اُمرا و ملوک تک اس کی رسائی تھی۔ اس نے اپنی چند صحیح پیش گوئیوں کا ذکر اپنی عظیم الشان و لبریز از عجائب تصنیف کتاب المسائل میں کیا ہے۔ یہ کتاب

منظر رازی الرازی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی میرے پاس موجود ہے۔

حرف الکاف

کرسفّس

اپنے زمانے میں یونان کا مشہور حکیم جس کا فلسفہ ابتدائی مدارج میں تھا اور اس کے اصول و قواعد غیر منضبط تھے۔ اس کے تلامذہ و پیرو اصحاب المظلۃ کہلاتے ہیں۔ یہ فرقہ ان سات فرقوں میں سے ایک ہے، جن کا ذکر حالاتِ افلاطون میں آچکا ہے۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ فلسفی شہر اثینیہ (یونان میں فلسفیوں کا شہر) کے ایک معبد کے ورانڈے میں درسِ فلسفہ دیا کرتا تھا۔ (مَظَلّہ و مِظَلّہ۔ خیمہ سائبان یا کوئی چادر وغیرہ جو دھوپ سے بچنے کے لیے لٹکائی جائے۔ مترجم)

کنکہ (یا کبکہ) الہندی

ابومعشر اپنی کتاب الالوف میں لکھتا ہے کہ کنکہ ہندستان کا مشہور منجّم تھا۔ بُعدِ مسافت کی وجہ سے ہم اس کے حالات سے ناآشنا ہیں۔ ہندستانی قوم کی تعداد بہت زیادہ، سلطنت بہت وسیع اور حکمت و معرفت میں تمام گزشتہ اقوام سے بڑھی ہوئی ہے۔

چین کے بادشاہ عموماً کہا کرتے تھے کہ دُنیا میں اصلی بادشاہ صرف پانچ ہیں اور تمام عالم ان کے زیرِ نگیں ہے:۔ اوّل شاہِ چین جو انسانوں کے بادشاہ

کے نام سے مشہور ہی۔ یہ اس لیے کہ چین[1] کے لوگ بادشاہ کی بہت زیادہ اطاعت کرتے ہیں۔ دوم۔ فرماں روائے ہند جو ملکِ الحکمۃ کے نام سے مشہور ہی۔ سوم ملکِ الترک، جو بہادر ترکوں کی وجہ سے ملک السباع (درندوں کا بادشاہ) کہلاتا ہی۔ چہارم۔ ملکِ ایران، جو اپنی سلطنت کی وسعت، ہئیت، سرسبزی اور معمورۂ ارضی کے وسطی حصّوں میں ہونے کی وجہ سے ملک الملوک کہلاتا ہی پنجم۔ شاہِ روم، جو رومیوں کے جسمانی حُسن و خوبیٔ نظام کی وجہ سے ملک الرجال کے نام سے مشہور ہی۔

ہندستان ہر زمانے میں سرچشمۂ علوم و معدنِ حکمت سمجھا جاتا رہا ہی۔ افسوس صِرف اس امر کا ہی کہ ہندستان ہم (مصریوں) سے بہت دُور ہی۔ اس لیے ہم اس کے علوم و فنون پر سیر حاصل تبصرہ کرنے سے قاصر ہیں۔ ہاں اتنا معلوم ہوا ہی کہ ہندستان میں علمِ نجوم کے تین اسکول (مذہب۔ مسلک) ہیں: اول، سند ہند کا سکول۔ دوم، ارجبہر[2] کا اور سوم ارکند کا اسکول۔ ہمارے ہاں صرف سند ہند کے اصوُل پہنچے ہیں۔ جن کی بنیاد پر ہمارے علمانے تقادیم مرتّب کی ہیں۔ سند ہند کے نقّال یہ ہیں:۔

---

[1] ملک الناس کی یہ توجیہہ درست معلوم نہیں ہوتی۔ میرے ناقص خیال میں اس کی توجیہہ یہ ہی کہ چین کی آبادی ہر زمانے میں بہت زیادہ رہی ہی۔ سنہ ۱۷۴۱ء میں چین کی آبادی تقریباً پینتالیس کروڑ تھی۔ آج سنہ ۱۹۴۲ء میں تقریباً چوّن کروڑ ہی۔ یعنی تقریباً پونے دوسو سال میں صرف نو کروڑ کا اضافہ ہوا۔ بارھویں صدی کے اواخر (قفطی کا زمانہ) میں تقریباً تیس کروڑ آبادی ہوگی۔ اس لیے شاہِ چین کو شاہِ انساناں کا نام سجتا تھا۔

[2] ارجبہر، یہ آریا بھٹ کا بگاڑ ہی، جو ہندستان میں علمِ نجوم کا آدم سمجھا جاتا ہی۔ اس کی ولادت سنہ ۴۷۶ء کو پٹنہ میں ہوئی۔ یہ گردشِ زمین کا قائل تھا۔ اس کی مشہور تصنیف آریہ بھٹا ہی۔ جس میں علمِ نجوم کے اصول و مسائل پر بحث کی گئی ہی۔ (قاموس المشاہیر ج ۲)

(۱) محمد بن ابراہیم الفزاری (۲) حَبَش بن عبداللہ بغدادی (۳) محمد بن موسیٰ[1] الخوارزمی (۴) حُسَین[2] بن محمد بن حمید المعروف بہ ابن الآدمی وغیرہ ۔ سند ہند کے معنی ہیں، غیر فانی زمانہ ۔

ہندستان سے چند ایک کتابیں یہاں پہنچی بھی ہیں، جن کے نام یہ ہیں :۔

(۱) بیافر۔ اس لفظ کے معنی "ثمرِ دانش" ہیں۔ یہ موسیقی و شروں وغیرہ پر لکھی گئی تھی ۔

(۲) کلیلہ و دِمنہ ۔ ایک بلند اخلاقی کتاب ہے ۔

(۳) حساب العدد ۔ اس کتاب کو ابو جعفر محمد بن موسیٰ الخوارزمی نے بسوط بنایا۔ اس میں حساب کے مشکل مسائل نہایت عمدہ طور پر حل کیے گئے ہیں ۔ طریقے سہل، الفاظ قلیل، سمجھنا آسان ۔ اس کتاب کو دیکھ کر پتا چلتا ہے کہ ہندستانیوں کے دماغ کس قدر مخترع، طبیعت کتنی سلیم اور مذاق کتنا ارفع واقع ہوا ہے ۔

کنکہ کی چند تصانیف کے عربی نام یہ ہیں :۔

(۱) کتاب النمودار فی الاعمار (۲) کتاب اسرار الموالید

(۳) کتاب القرانات الکبیر

(۴) کتاب القرانات الصغیر

---

[1] حالات حرف المیم میں ۔

[2] حالات حرف المیم میں ۔ یہاں نام غلط دیا ہوا ہے۔ صحیح نام محمد بن الحسین بن حمید المعروف با بن الآدمی ہے ۔

کتیفات الطبیب النصرانی البغدادی

بغداد کا رہنے والا طبیب جس کا علم کم تھا لیکن ہاتھ میں شفا تھی۔ فساسیری[1] کا معالجِ خاص تھا۔ جب فساسیری کی کسی حرکت پہ خلیفہ القائم باللہ اور اس کا وزیر رئیس الرؤسا ابن المسلمۃ ناراض ہوگیا تو فساسیری اپنے چند دوستوں کے ساتھ بغداد سے بھاگ نکلا۔ اور وزیر نے دُور تک ان کا پیچھا کیا۔ ان دوستوں میں کتیفات بھی شامل تھا۔

کعب العمل الحاسب البغدادی

عراق کا حساب دان جو ماضیٔ قریب میں گزرا ہے۔ دُنیا اس کے عرف سے آگاہ ہے اور اصلی نام کو تقریباً کوئی نہیں جانتا۔ یہ عُرف حساب میں ماہر ہونے کی وجہ سے حاصل کیا تھا۔ وفات ۵۹۳ھ کو بغداد میں ہوئی۔

---

[1] فساسیری ایک غلام تھا۔ جو رفتہ رفتہ القائم باللہ کی افواج کا سپہ سالار بن گیا۔ کسی بات پر خلیفہ سے بگڑ گئی اور مصر میں بھاگ گیا۔ وہاں سے کچھ فوج لے کر خلیفۂ بغداد پر چڑھائی کی۔ القائم باللہ کو گرفتار کر لیا۔ اور شاہِ مصر المستنصر باللہ کو عالمِ اسلامی کا خلیفہ بنا دیا۔ ڈیڑھ برس بعد طغرل بیگ سلجوقی نے بساسیری کو شکست دے کر القائم باللہ کو پھر تخت پہ بٹھایا۔ اور اس کا سر کاٹ کر خلیفہ کے پاس بھیج دیا۔ یہ واقعہ ۴۵۱ھ ۱۰۵۵ء کا ہے۔ (قاموس المشاہیر ص۱۲۵)

کیسان بن عثمان بن کیسان ابوسہل الطبیب النصرانی المصری

مصر کا رہنے والا معزّ الدولہ و عزالدولہ کے زمانے کا طبیب اور اپنے فن کا اُستاد تھا۔ اس نے مصر میں خاندانِ قصریّہ کی خدمت کی۔ العزیز کے زمانے میں قصر میں رہا کرتا تھا۔ وفات ۶، شعبان ۳۹۰ھ۔

حرف اللام

لیثلوٰن البیتلوٰن المتعصّب

یونان کا ایک فلسفی جو فلسفۂ افلاطونی کا اس قدر حامی تھا کہ المتعصّب کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اس کی مشہور کتاب کا نام مراتب کتب افلاطوٰن و اسماءُ ما صنّفہٗ ہے۔

لہ قصر۔ اس نام کے ایران، عراق، شام و مصر میں متعدد مواضع تھے۔ آج بھی مصر میں کئی قصر ملتے ہیں۔ مثلاً قصرِ دخلہ، قصر فرافرا وغیرہ۔ یہاں یہ معلوم کرنا کہ کیسان کس قصر میں رہتا تھا، قدرے دشوار ہے۔

لوقیس

ایک قدیم کتاب میں لکھا ہوا ملا کہ لوقیس اپنے زمانے کا مشہور فلسفی وارسطو کا شارح تھا۔

حرف المیم

مُبَشِّر بن فاتک ابوالوفا

دمشق کا رہنے والا، جس نے بعد میں مصر کو اپنا وطن بنا لیا۔ علوم اوائل کا فاضل اور چند دیگر فنون میں بھی یدِ طولیٰ رکھتا تھا۔ اس سے فضلا کی ایک بہت بڑی جماعت نے استفادہ کیا۔ جن کا فیض دُنیا میں مدّتوں جاری رہا۔ بشّر کا لقب الامیر تھا۔ اس کی ایک بیٹی علمِ حدیث کی اُستاد سمجھی جاتی تھی۔ اور اسکندریہ میں درس دیا کرتی تھی۔ یہ حکیم پانچویں صدی ہجری کے آخر میں گزرا ہے۔

مُبشّر بن احمد بن علی بن احمد بن عمرو الرازی ابوالرشید الحاسب

اس کے آباواجداد رے کے رہنے والے تھے۔ مُبشّر بغداد میں پیدا ہوا۔ اور وہیں سکونت پزیر ہو گیا۔ کنیت ابو رشید اور لقب البرہان تھا۔ علم حساب

خواصِ اعداد، جبر و مقابلہ، ہندسہ، ہئیت، تقسیمِ میراث و چند دیگر علوم کا فاضل تھا اور دُنیا اس سے فائدہ اٹھاتی تھی۔

جب الناصر الدین اللہ ابو العباس احمد نے رباط خاتونی[1] سلجوقی، مدرسہ نظامیہ[2] اور اپنے دولت کدے کے لیے شاہی دار الکتب سے کچھ کتابیں دینا منظور کیں، تو کتابوں کا انتخاب مُبشّر کے سپرد کیا۔

یہ درباریوں میں احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ کافی دولت جمع کر رکھی تھی۔ جب اس نے موصل جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو خلیفہ نے ایک خط الملک العادل ابو بکر[3] بن ایوب کی طرف دے کر بھیجا۔ مُبشّر کی ملاقات ابو بکر سے نصیبین یا دُنیسر[4] کے مقام پر ہوئی، جہاں حکیم کی وفات ہوگئی۔ پیدائش ۵۳۰ھ۔ موت ۵۸۹ھ۔

محمّد بن ابراہیم الفزاری

علمِ نجوم و احکامِ نجوم کا فاضل اور اسلام کا پہلا حکیم جس نے احکامِ نجوم کی

---

[1] خاتونی۔ خاتون کا اسمِ منسوب۔ ترکان خاتون، ملک شاہ بن الپ ارسلان بن جعفری بیگ بن میکائیل بن سلجوق (۴۶۵ - ۴۸۵ھ) جو سلجوقی خاندان کا تیسرا فرماں روا تھا، کی بیوی تھی۔ اس نے نظام الملک ماضی کو وزارت سے معزول کرانے کے بعد ابو الغنائم فارسی کو اس عہدے پر مقرر کرا دیا تھا۔ [2] نظام الملک ماضی ($\frac{1017}{1018}$ء - ۱۰۹۲ء) نے بغداد میں $\frac{1065}{1067}$ء کو مدرسہ نظامیہ کی بنیاد ڈالی تھی۔

[3] ملک سیف الدین عادل ابو بکر خاندانِ ایوبیہ کا تیسرا بادشاہ تھا۔ اس نے ۵۹۵ھ سے ۵۹۶ھ تک سلطنت کی۔ (براؤن کی تاریخ ادب فارسی۔ سلجوقی پیریڈ)

[4] دنیسر۔ دیارِ بکر میں ماردین کے پاس ایک شہر۔ (قاموس)

طرف توجہ دی۔ دولتِ عباسیہ کے اوائل میں گزرا تھا۔

سنہ ۱۵۶ھ کا واقعہ ہے کہ منصور کے دربار میں ایک ہندستانی منجم سندہند نامی وارد ہوا۔ اس کے پاس ایک کتاب تھی جس میں حرکاتِ فلک، مطالع بروج، کسوف و خسوف و دیگر وارداتِ فلکی کا نہایت مکمل و مفصل حال دیا ہوا تھا۔ ہر حقیقت کو دائروں اور شکلوں سے واضح کیا تھا۔ کتاب کئی ابواب پر مشتمل تھی۔ سندہند کا دعوا یہ تھا کہ اس کی یہ کتاب ایک اور کتاب کا ملخص ہے، جو ہندستان کے ایک بادشاہ فیغر کی تصنیف تھی۔ منصور کو یہ کتاب پسند آگئی اور الفزاری (محمد بن ابراہیم) کو عربی میں ترجمہ کرنے کا حکم دے دیا۔ الفزاری نے عربی میں ایک کتاب تیار کی جس کا نام منجموں نے السندہند الکبیر رکھا ہوا ہے۔

سندہند کی کتاب ہندستانی زبان میں تھی۔ سندہند کے لفظی معنی "غیر فانی زمانہ" ہیں۔ عہدِ مامون تک منجم اسی کتاب کو استعمال کرتے رہے۔ اس کے بعد ایک مامونی حکیم ابو جعفر محمد بن موسیٰ الخوارزمی نے اس کا اختصار لکھا اور اس کی تصریحات کے مطابق ایک ایسی تقویم تیار کی ہے جس میں سندہند کی اوساط[1] کو تو قابلِ اعتماد سمجھا لیکن میل و تعادیل کو نظر انداز کر دیا۔ تعادیل کی بنیاد ایرانی اصولوں پر اور میل آفتابی کی بنا بطلیموسی نظام پر رکھی۔ تقریب پر کئی نئے باب لکھے، جن میں علمِ ہندسہ سے ناواقف ہونے کی بنا پر کافی غلطیاں کیں۔ بہر حال الخوارزمی کی یہ کوششیں ازبس مقبول ہوئیں اور منجموں نے ان سے بہت فائدہ اٹھایا۔

جب عبداللہ مامون بن ہارون الرشید بن محمد المہدی بن ابی جعفر عبداللہ المنصور کو علومِ حکمیہ کے حاصل کرنے کا خیال آیا۔ (اور یہ وہ زمانہ تھا کہ المجسطی کی

---

[1] اوساط، میل و تعادیل اور تقریب علم النجوم کی اصطلاحات ہیں، جن کا مفہوم کسی لغت سے بھی دست یاب نہیں ہو سکا۔

اشاعت عام ہو چکی تھی۔ اور تقریباً ہر منجم آلاتِ رصد سے آشنا تھا۔) تو علمائے زمانہ کو جمع کر کے آلاتِ رصد تیار کرنے کا حکم دے دیا۔ اس حکم کی تعمیل کیسے ہوئی؟ مختلف علما کے حالات میں ملاحظہ فرمائیے۔

محمد بن زکریا ابو بکر الرازی

ایک مشہور اسلامی فلسفی، مہندس، منطقی و طبیب جو اوائلِ عمر میں سارنگی بجایا کرتا تھا۔ پھر حصولِ حکمت کی طرف متوجہ ہوا اور بہت کچھ سیکھا۔ فنِ طب، الٰہیات و طبعیات پر کافی کتابیں لکھیں۔ الٰہیات پر اس کی تحریریں کچھ قابلِ تعریف نہیں ہیں۔ اس فن کے ائمہ کی تردید لکھ کر رازی نے اپنی کم فہمی کا ثبوت دیا ہے اور اپنی تائید میں ایسی آرا و مذاہب پیش کیے ہیں، جو قطعاً قابلِ اعتنا نہیں۔

فنِ طب کی تکمیل کے بعد پہلے شفاخانۂ رے اور پھر شفاخانہ بغداد میں فرائضِ طبابت سرانجام دیتا رہا۔ زندگی کے آخری ایام میں اندھا ہو گیا اور بہ قولِ قاضی صاعد[1] بن الحسن الاندلسی تقریباً سنہ ۳۲۰ھ[2] میں فوت ہوا۔

---

[1] قاضی صاعد بن الحسن اندلس کے مشہور شہر طُلیطلہ کا قاضی تھا۔ (تاریخ الحکما صہ ۲۸۲)

[2] پروفیسر نکلسن مصنف تاریخ ادبِ عربی نے ابو بکر محمد بن زکریا الرازی کی تاریخ وفات سنہ ۹۲۳ء سنہ ۳۱۲ھ دی ہے۔ اور کشف الظنون کی تجرید عقود الجوہر میں درج ہے۔ توفی سنة احدیٰ عشرة وثلثمائة وتروی عن ابی الخیر ابن سوار انهٗ توفی سنة نیف وتسعین ومائتین۔ (ابو بکر رازی سنہ ۳۱۱ھ میں فوت ہوا۔ اور ابوالخیر سوار کے ہاں اس کی تاریخ وفات سنہ ۲۹۰ھ سے کچھ اوپر تھی)۔ ان بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ رازی کی تاریخ وفات سنہ ۳۱۰ھ کے قریب قریب تھی۔ اس لیے القفطی کی دی ہوئی تاریخ تقریباً غلط ہے اور ابنِ شیران کی قطعاً غلط ہے۔

ابن شیران اپنی تاریخ میں لکھتا ہے۔

" رازی کی وفات ۳۶۴ھ میں ہوئی تھی"۔

ابن جلجل اندلسی اپنی کتاب میں لکھتا ہے:۔

" مشہور اسلامی ادیب و طبیب محمد بن زکریا الرازی پہلے شفاخانۂ رے اور پھر شفاخانۂ بغداد میں فرائضِ طبابت سرانجام دیتا رہا۔ ابتدا میں سارنگی بجایا کرتا تھا۔ اس کے بعد فلسفہ و طب کی طرف متوجہ ہوا اور مقتدین کی طرح ہر دو فنون میں کمال پیدا کیا۔ اس نے طب پر چند ایک نہایت عمدہ کتابیں لکھی ہیں۔ مثلاً:۔

(۱) الجامع۔ ستر مقالے۔ (۲) وہ کتاب جو منصور بن خاقان کی طرف لکھ کر بھیجی تھی۔ (۳) کتاب الاقطاب (۴) الطبُّ الملکیُّ، جو طبرستان کے والی علی بن وہسوذان کی طرف لکھ کر بھیجی تھی۔

(۵) کتاب فی التقسیم والتشجیر (۶) کتابہٗ فی الدّساکیر والعزل۔

(۷) فی الطب الرّوحانی (۸) کتاب فی النفس (۹) کتابہٗ فی الجُدَرِیّ والحصبۃ (۱۰) کتاب الفصول (۱۱) کتاب الشکوک۔ یہ کتاب بقراط و جالینوس پر لکھی۔

فنِ کیمیا پر بارہ کتابیں لکھیں۔ رازی کی رائے یہ تھی کہ زرسازی ممکن ہے، محال نہیں۔ آخر عمر میں اندھا ہو گیا۔ اس کی وجہ آنکھوں سے مسلسل پانی کا بہنا تھا۔ کسی نے کہا۔ آنکھوں کا آپریشن کیوں نہیں کراتے۔ کہنے لگا۔ دُنیا کو دیکھ دیکھ کر تھک گیا ہوں۔ رازی المکتفی کے عہد میں تھا۔ المقتدر کا بھی کچھ عہد دیکھا تھا۔"

محمد بن اسحاق الندیم اپنی کتاب میں کہتا ہے:۔

"رازی اپنے زمانے میں یگانہ و بے نظیر عالم تھا۔ علومِ قدما اور خصوصاً طب کا بہت بڑا فاضل تھا۔ سیاحت کا شوقین تھا اور منصور سے خاص تعلقات تھے۔ کتاب المنصوری، منصور کی خاطر لکھی تھی"۔

ابوالحسن[1] الورّاق (ایک نسخے میں محمد بن الحسن الورّاق) کہتا ہے:۔

"میں نے رے کے ایک بزرگ سے رازی کے متعلق چند ایک سوالات پوچھے۔ کہنے لگا۔ رازی کا سر موٹا تھا۔ جب پڑھانے بیٹھتا تھا، تو اس کے اِردگرد شاگردوں کے کئی حلقے ہوتے تھے۔ یعنی طالب العلم حلقہ در حلقہ بناکر بیٹھا کرتے تھے۔ جب کوئی سائل مسئلہ دریافت کرنا چاہتا، تو پہلے اُس کا واسطہ تیسرے حلقے سے پڑتا۔ اگر مسئلہ حل ہوجاتا تو خیر، ورنہ دوسرے حلقے سے پوچھتا۔ اگر یہاں بھی تشفی نہ ہوتی تو اگلی صف سے پوچھتا۔ مکمل مایوسی کے بعد خود رازی اس پر روشنی ڈالتا۔

رازی کریم الطبع، دوسروں کے ساتھ احسان کرنے والا، غربا و امرا کا ہمدرد مُفت علاج کرنے والا، اور غربا کی پیسے ٹکے سے مدد کیا کرتا تھا۔

اس کی آنکھ سے رطوبت بہتی رہتی تھی جس کی وجہ سے آخری عمر میں اندھا ہوگیا"۔

تصانیف کی فہرست یہ ہے:۔

(۱) کتاب البرہان ۔ دو مقالے (۲) کتاب الطب الروحانی

---

[1] محمد بن ہبتہ اللہ ابوالحسن الورّاق قرات و علوم قرآن کا ماہر تھا۔ ۳۷۲ھ میں وفات ہوئی۔ (نزہت الالبا، مصنفہ عبدالرحمان بن محمد انباری متوفی ۵۷۷ھ)

(۳) کتاب فی انّ الانسان لہٗ خالق حکیم (۴) کتاب سمع الکیان - ایک مقالہ
(۵) کتاب ایساغوجی، جسے منطق کا دروازہ کہنا زیادہ موزوں ہوگا -
(۶) کتاب جمل معنی قاطیغوریاس -
(۷) کتاب جمل معانی انالوطیقا الاولی إلیٰ تمام القیاسات الحملیۃ
(۸) کتاب ہئیۃ العالم (۹) کتاب الرّد علیٰ من استقلّ بفصول الہندسۃ -
(۱۰) کتاب اللذۃ - ایک مقالہ (۱۱) کتاب السبب فی قتل ریح السموم - ایک مقالہ
(۱۲) کتاب فیما جریٰ بینہ وبین سیس المنانی (۱۳) کتاب الخریف والربیع -
(۱۴) کتاب الفرق بین الرُؤیا المُنذرۃ وبین سائر ضروب الرؤیا -
(۱۵) کتاب الشکوک علیٰ جالینوس (۱۶) کتاب کیفیات الابصار
(۱۷) کتاب الرد علیٰ النّاشی فی نقضہٖ الطب -
(۱۸) کتاب فی اَنّ صناعۃ الکیمیاء الی الوجوب اقرب منہا الی الامتناع -
(۱۹) کتاب الباہِ - ایک مقالہ (۲۰) کتاب المنصوری فی الطب - دس مقالے
(۲۱) کتاب الحاوی فی الطِبّ، اس کا دُوسرا نام ہے: الجامع الحاصر لصناعۃ الطب - بارہ مقالے -
(۲۲) کتاب فی ادراک ما بقی مِن کتب جالینوس مِمّا لم یذکرہٗ حُنین ولا جالینوس فی فہرستہ -
(۲۳) کتاب فی اَنّ الطین المنتقل بہٖ فیہ منافع - ایک مقالہ ایک مقالہ -
(۲۴) کتاب فی اَنّ الحِمیۃ المُفرِطۃ تضرّ بالابدان -
(۲۵) کتاب فی الاسباب المُمیلۃ لقلوب النّاس عن افاضل الاطباء الی اَخسائہم -
(۲۶) کتاب فیما یقدّم مِن الفواکہ والاغذیۃ وما یُؤخَر
(۲۷) کتاب الرّد علی احمد بن الطیّب فیما ردہٗ علیٰ جالینوس من امر الطعم المُرّ -
(۲۸) کتاب الرّد علی المِسْمَعی المتکلّم فی ردّہ علیٰ اصحاب الہیولا -
(۲۹) کتاب الرّد علی جریر الطبیب فیما خالف فیہ من امر التوت الشامی بعقب البطیخ -

(۳۰) کتاب الخلاء والملاء والزمان والمکان ۔
(۳۱) کتاب تفسیر کتاب انابوالی فرفوریوس فی شرح مذہبِ ارسطو فی العلم الالٰہی ۔
(۳۲) کتاب الصغیر فی العلم الالٰہی
(۳۳) کتاب الی ابی القاسم البلخی فی الزیادۃ علیٰ جوابہ وعلی جواب ہذا الجواب ۔
(۳۴) کتاب الہیولیٰ المطلقۃ والجزئیۃ ۔
(۳۵) کتاب الرد علیٰ ابی القاسم البلخی فی نقضہ المقالۃ الثانیۃ فی العلم الالٰہی ۔
(۳۶) کتاب الحصی فی الکلی والمثانۃ (۳۷) کتاب الجُدری والحَصبۃ ۔
(۳۸) کتاب الادویۃ الموجودۃ بکل مکان (۳۹) کتاب الطب الملوکی ۔
(۴۰) کتاب التقسیم والتشجیر (۴۱) کتاب اختصار النبض الکبیر لجالینوس ۔
(۴۲) کتابُ الردِ علی الجاحظ فی نقضِ الطِب ۔
(۴۳) کتاب مناقضۃ الجاحظ فی کتابہ فی فضل الکلام ۔
(۴۴) کتاب الفالج (۴۵) کتاب اللقوۃ ۔
(۴۶) کتاب النقرس والعِرقِ المدنی ۔ (۴۷) کتاب ہیئۃ العین
(۴۸) کتاب الأنثیین (۴۹) کتاب ہیئۃ القلب (۵۰) کتاب ہیئۃ الصماخ (السماخ)
(۵۱) کتاب اوجاع المفاصل ۔ ۲۲ فصلیں (۵۲) کتاب اقراباذین ۔
(۵۳) کتاب الانتقاد والتحریر علی المعتزلۃ (۵۴) کتاب فی الخیار المر ۔
(۵۵) کتاب سبب وقوف الارض فی وسط السماءِ ۔
(۵۶) کتاب فی اَنّ الجسم محرک من ذاتہ واَنّ الحرکۃ منہ طبیعیۃ ۔
(۵۷) کتاب نقض الطبّ الروحانی (۵۸) کتاب فی ان الحرکۃ لیست مرئیۃ بل معلومۃ ۔
(۵۹) کتاب فی انہٗ لایمکن العالم ان یکون لم یزل علیٰ مثال مایشاہدُ ۔
(۶۰) کتاب فی شکوکٍ علی برقلس (۶۱) کتاب تقسیم الامراض وعلاجاتہا ۔

(۶۲) کتاب تفسیر کتاب فلوطرخس فی تفسیر کتابِ طیماؤس ۔
(۶۳) کتاب نقضہ علی سہیل البلخی فیما ناقضہ بہ فی اللذۃ
(۶۴) کتاب فی العِلۃ التی یحدث لہا الورم من الزکام فی رؤسِ بعض النّاس ۔
(۶۵) کتاب التلطّف فی ایصال العلیل الیٰ بعضِ شہواتہ ۔
(۶۶) کتاب العِلۃ فی السباع والہوم ۔
(۶۷) کتاب الردّ علی ابن الیمان فی نقضہ علی المسمعیّ فی الہیولا ۔
(۶۸) کتاب النقض فی الکیّال فی الامامۃ (۶۹) کتاب نقض کتاب لتدبیر ۔
(۷۰) کتاب اختصار کتاب جالینوس فی حیلۃ البرءِ ۔
(۷۱) کتاب تلخیصہ لکتاب العلل والامراض ۔(۷۲) تلخیصہ لکتاب المواضع الآلمہ
(۷۳) کتاب نقض النقض علی البلخی فی العلم الالٰہی ۔
(۷۴) کتاب رسالۃ فی قطر المربع (۷۵) کتاب فی السیرۃ الفاضلۃ ۔
(۷۶) کتاب فی جواہر الاجسام (۷۷) کتاب فی وجوب الادعیۃ ۔
(۷۸) کتاب الحاصل فی العلم الالٰہی (۷۹) کتاب دفع مضارّ الاغذیۃ ۔
(۸۰) کتاب رسالتہ فی العلم الالٰہی لطیفۃ (۸۱) کتاب فی عِلّۃ جذب حجر المقناطیس ۔
(۸۲) کتاب الردّ علی سہیل فی اثبات المعاد (۸۳) کتاب فی اَنّ النفس لیست بجسم ۔
(۸۴) کتاب النفس الصغیر (۸۵) کتاب میزان العقل ۔
(۸۶) کتاب فی السکر ۔ دو مقالے (۸۷) کتاب القولنج ۔ ایک مقالہ ۔
(۸۸) کتاب تفسیر کتاب تفسیر جالینوس لفصول بقراط ۔
(۸۹) کتاب الفصول ویُسمی المرشِد ۔
(۹۰) کتاب فی الاشفاق (الاشتقاق) علیٰ اہلِ التحصیل من المتکلمین والمنطقیین ۔
(۹۱) کتاب فی الأبنۃ وعلاجہا (۹۲) کتاب نقض کتاب الوجود لمنصور بن طلحۃ ۔

(۹۳) کتاب مایدّعی من عیوب الاولیا (۹۴) کتاب فی آثار الامام الفاضل المعصوم

(۹۵) کتاب فی الاوہام والحرکات والعشق

(۹۶) کتاب فی استفراغ المحمومین قبل النضج ۔

(۹۷) کتاب فی الامام والماموم المُحِقّین (۹۸) کتاب شروط النظر

(۹۹) کتاب خواص التلامیذ (۱۰۰) کتاب الآراء الطبیعیہ

(۱۰۱) کتاب ترتیب اکل الفواکہ (۱۰۲) کتاب خطار غرض الطبیب

(۱۰۳) کتاب مایعرض فی صناعۃ الطبّ (۱۰۴) کتاب صفۃ مدادِ معجون لانطیرا

(۱۰۵) کتاب تنقل الاُنثیین فی الشعر (۱۰۶) قصیدۃ فی العِظۃ الیونانیہ

(۱۰۷) رسالۃ فی الجبر (۱۰۸) رسالۃ فیما لایلصق مِمّا یُقطع من البدن

(۱۰۹) رسالۃ فی تعطیش السمک والعلّۃ فیہ (۱۱۰) رسالۃ فی تدبیر الماءِ والثلج ۔

(۱۱۱) رسالۃ فی غروب الشمس والکواکب ۔

(۱۱۲) رسالۃ فی انہ لایوجد شراب یفعلُ فعل الشراب الصحیح فی البدن

(۱۱۳) رسالۃ فی المنطق

(۱۱۴) رسالۃ فی انہ لاتصوّر لمن لاریاضۃ لہ بالبرہانِ انّ الارض کریّۃ ۔

(۱۱۵) رسالۃ فی استدارۃ الکواکب (۱۱۶) رسالۃ فی کیفیۃ النحو

(۱۱۷) رسالۃ فی البحث عن الارض الطبیعیۃ ہی الطین ام الحجر

(۱۱۸) رسالۃ فی العادۃ (۱۱۹) رسالۃ فی العطش وزیادۃ الحرارۃ لِذالک

(۱۲۰) رسالۃ فی الثلج وقولِ بعض الجہّال انہ یُعطش

(۱۲۱) رسالۃ فی علّۃ ضیق الناظر فی النور وتوسّعہ فی الظلمۃ (۱۲۲) کتاب اطعمۃ المرضیٰ

(۱۲۳) کتاب فی انّ العلل الیسیرۃ اعسر تعرّفاً من الغلیظۃ فی بعضہا

(۱۲۴) کتاب فی قِدَمِ الاجسام وحدوثہا (۱۲۵) کتاب فی انّ بعض الناس ترک الطبیب

(۱۲۶) رسالۃ فی العلل المشکلۃ ۔

(۱۲۷) کتاب فی اَنّ الطبیب الحاذق لا یقدِرُ علیٰ ابراءِ جمیع العِلل ۔

(۱۲۸) کتاب العلل القاتلۃ (۱۲۹) رسالۃ فی صناعۃ الطِبّ و وصفہا و تمیزہا ۔

(۱۳۰) رسالۃ لِم صار جُہّال الاطباءِ والنساءِ فی المدن اکثرُ من العلماءِ

(۱۳۱) کتاب المشجّر فی الطبّ علیٰ سبیل کناشٍ (۱۳۲) کتاب فی امتحان الطبیب

(۱۳۳) مقالۃ فیما یمکن ان یستدرک فی احکام النجوم علی رایِ الفلاسفۃ الطبیعین و من لم یقل منہم اَنّ الکواکب احیاء ۔

محمد بن محمد بن طرخان ابو نصر الفارابی

ماوراء النہر سے آگے ترکوں کے ایک شہر فاراب[۱] کا رہنے والا مسلم فلسفی جو اپنے وطن کو چھوڑ کر بغداد میں اقامت گزیں ہو گیا تھا۔ یوحنا بن جیلاو (ایک نسخے میں خیلان ایک اور میں حیلان) سے (جو المقتدر[۲] کے زمانے میں بغداد ہی میں فوت ہوا تھا) علومِ حکمیہ حاصل کیے اور تمام اقران و اماثل سے گوے سبقت لے گیا۔ منطقی کتابوں کی اس طرح تفسیر کی کہ ہر مشکل حل کر کے رکھ دی۔ اس فن کی ضروری مباحث کو نہایت عمدہ کتابوں میں محفوظ کر دیا۔ اور ان پہلوؤں کی تکمیل کی، جنھیں کندی نامکمل چھوڑ گیا تھا۔ منطق کے پانچ طریقوں یعنی قیاس، برہان وغیرہ پر نہایت عمدہ روشنی ڈالی۔ الغرض منطق پر اس کی تصانیف پوری پوری روشنی ڈالتی ہیں۔ ان کتابوں کے علاوہ اس نے ایک اور کتاب میں تمام علوم کی غرض و غایت پر نہایت فاضلانہ بحث کی

---

[۱] فاراب۔ دہے است نزدِ سیحون (منتہی الارب) سیحون روسی ترکستان کا مشہور دریا ہے۔

[۲] المقتدر کا زمانۂ سلطنت از ۲۹۵ھ تا ۳۲۰ھ تھا۔

تھی۔ جس کا مطالعہ طلبۂ علم کے لیے ضروری ہے۔ ایک کتاب افلاطون وارسطو کے مقاصد پر لکھی جس کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ فارابی کتنا بڑا فلسفی و محقق تھا۔ اس کتاب میں تحقیق و نظر کے لیے کچھ ہدایات بھی دی ہیں۔ ہر علم کے لیے اسرار و رموز پر بحث کی ہے۔ فلاطونی فلسفے کی غرض و غایت بتلانے کے بعد اس حکیم کی تصانیف دی ہیں۔ پھر ارسطو کے متعلق ایک شان دار مقدمہ لکھنے کے بعد اس کے فلسفے کا مقصد بتلایا ہے۔ ارسطو کی ہر کتاب پر تبصرہ کیا ہے اور علم الٰہی پر روشنی ڈالتے ہوئے علم طبیعی سے مدد لی ہے۔ الغرض اس موضوع پر یہ بہترین کتاب ہے۔ تمام علوم کی غرض و غایت پر بحث کرنے کے علاوہ اس کتاب نے منطق کو سہل الفہم بنادیا ہے۔

فارابی نے دو اور کتابیں بھی لکھی تھیں۔ ایک کا نام السیاستہ المدنیۃ اور دوسرے کا السیرۃ الفاضلہ ہے۔ ان میں ارسطو کے علم الٰہی پر فاضلانہ بحث کی ہے اور بتلایا ہے کہ کس طرح انسان کو کامل بننے کے لیے چھ روحانی منازل سے گزرنا پڑتا ہے۔ اور کس طرح ان کا لازمی نتیجہ جسمانی جواہر کا حصول ہوتا ہے۔ ان کتب میں انسانی مراتب اور اس کی نفسانی طاقتوں سے بھی بحث کی گئی ہے۔ فلسفہ والہام کا فرق واضح کیا گیا ہے۔ اچھی اور بری سیاست پر روشنی ڈالی گئی اور ثابت کیا گیا ہے کہ مدنیت ملکی اخلاق و الہامی نوامیس کے بغیر کامل نہیں بن سکتی۔

ابونصر فارابی اور ابوبشر متی بن یونس ہم عصر تھے۔ فارابی عمر میں چھوٹا تھا۔ لیکن علم و فضل میں بڑا تھا۔ بغداد و دیگر اسلامی ممالک کے علما ابوبشر کی منطقی تصانیف کا نہایت شوق سے مطالعہ کرتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ تصانیف سہل الحصول و کثیر الشروح ہیں۔ ابوبشر کی وفات بغداد میں الراضی[1] کے عہد خلافت میں ہوئی۔

---

[1] الراضی کا عہد خلافت ۳۲۲ - ۳۲۹ھ تھا۔ تاریخ فلسفۂ اسلام ڈاکٹر ٹی۔ جے۔ بوئر نے ابوبشر کی تاریخ وفات ۳۲۸ھ = ۹۴۰ء دی ہے۔ اور موخر الذکر (بقیہ حاشیہ ص ۲۷۷ پر)

ابونصر فارابی حلب میں سیف الدولہ ابو الحسن علی بن ابی الہیجا عبداللہ بن حمدان کے ہاں آیا، اور مدتوں اس کے پاس اہلِ تصوف کے لباس میں رہا۔ سیف الدولہ اس کی منزلتِ علمی سے آگاہ تھا اس لیے اس کی بہت قدر کیا کرتا تھا۔ فارابی سیف الدولہ کے ہمراہ دمشق گیا۔ اور وہیں ۳۳۹ھ میں فوت ہوگیا۔

اس کی تصانیف کے نام یہ ہیں:۔

(۱) کتاب البرہان (۲) کتاب القیاس الصغیر (۳) الکتاب الاوسط
(۴) کتاب الجدل (۵) کتاب المختصر الصغیر (۶) کتاب المختصر الکبیر
(۷) کتاب شرائط البرہان (۸) کتاب النجوم (۹) تعلیق کتاب فی القوۃ
(۱۰) کتاب الواحد والوحدۃ (۱۱) کتاب آرار اہل المدینۃ الفاضلۃ
(۱۲) کتاب ماینبغی ان یتقدم الفلسفۃ (۱۳) کتاب المستغلق من کلامہ فی قاطیغوریاس
(۱۴) کتاب فی اغراض ارسطوطالیس (۱۵) کتابہٗ فی الجزء
(۱۶) کتاب فی العقل (۱۷) کتاب المواضع المنتزعۃ من الجدل۔
(۱۸) کتاب شرح المستغلق فی المصادرۃ الاولیٰ والثانیہ
(۱۹) کتاب تعلیق ایساغوجی علیٰ فرفوریوس (۲۰) کتاب احصاءِ العلوم
(۲۱) کتاب الکنایہ (۲۲) کتاب الرد علی النحوی (۲۳) کتاب الرد علیٰ جالینوس
(۲۴) کتاب فی ادب الجدل (۲۵) کتاب الرد علی الراوندی
(۲۶) کتاب فی السعادۃ الموجودۃ (۲۷) کتاب التوطئۃ فی المنطق
(۲۸) کتاب المقاییس (۲۹) مختصر کتاب النذر (۳۰) شرحِ کتاب المجسطی
(۳۱) کتاب شرح البرہان لارسطوطالیس (۳۲) کتاب شرح الخطابۃ

(صـ۳۷۶ کا بقیہ حاشیہ):۔ غلط معلوم ہوتی ہے۔ اس لیے کہ القفطی ابوبشر کا قریب العہد مورخ تھا، اور اس کے ذرائع معلومات زیادہ وسیع وقابلِ اعتماد تھے۔

(۳۳) کتاب شرح المغالطۃ (۳۴) کتاب شرح القیاس۔ کبیر
(۳۵) کتاب شرح المقولات (۳۶) تعلیق کتاب شرحِ باریرمینیاس
(۳۷) صدر لکتاب الخطابۃ (۳۸) کتاب شرح السماع
(۳۹) کتاب المقدمات من موجود وضروری۔
(۴۰) کتاب شرح مقالۃ الاسکندر فی النفس (۴۱) کتاب شرح السماء والعالم۔
(۴۲) کتاب الاخلاق (۴۳) کتاب شرح الآثار العلویۃ۔
(۴۴) تعلیق کتاب الحروف (۴۵) کتاب المبادی الانسانیۃ
(۴۶) کتاب الرد علی الرازی (۴۷) کتاب فی المقدمات (۴۸) کتاب فی العلم الالٰہی
(۴۹) کتاب فی اسم الفلسفۃ (۵۰) کتاب الفحص۔
(۵۱) کتاب فی اتفاق آراء ارسطوطالیس وافلاطون
(۵۲) کتاب فی الجن وحالِ وجودہم (۵۳) کتاب فی الجوہر
(۵۴) کتاب فی الفلسفۃ وسبب ظہورہا (۵۵) کتاب التاثیرات العلویہ
(۵۶) کتاب الحیل (۵۷) کتاب النوامیس (۵۸) کتاب لہ نسبۃ الی صناعۃ المنطق
(۵۹) کتاب السیاسۃ المدنیۃ (۶۰) کتاب فی اَنّ حرکۃ الفلک سرمدیۃ
(۶۱) کتاب فی الرؤیا (۶۲) کتاب احصاء القضایا۔
(۶۳) کتاب فی القیاسات التی تشتمل (۶۴) کتاب الموسیقی
(۶۵) کتاب فلسفۃ افلاطون وارسطوطالیس
(۶۶) کتاب شرح العبارۃ لارسطوطالیس علیٰ جہۃ التعلیق
(۶۷) کتاب الایقاعات (۶۸) کتاب مراتب العلوم (۶۹) کتاب الخطابۃ
(۷۰) کتاب المغالطین (۷۱) جوامع لکتب المنطق (۷۲) نیل السعادات
(۷۳) تواریخ کے چند متفرق ابواب[1]۔

(حاشیہ صفحہ ۳۷۹ پر دیکھیے)

محمد بن جابر بن سنان ابو عبداللہ الحرّانی المعروف بہ البتّانی ابو جعفر

قاضی صاعد اندلسی کہتا ہے کہ ابن جابر علم ہندسہ، مشاہدۂ کواکب، ہیئت افلاک صنعت احکام وحساب نجوم کا فاضل تھا۔ اس نے ایک تقویم تیار کی جس میں شمس وقمر کی حرکات پر بطلیموسی تصریحات کی روشنی میں بحث کی ہے۔ نیز حساب فلک و حرکاتِ خمسہ کی وضاحت کی ہے۔ اس نے بعض مشاہدات ان تقاویم میں منضبط کیے ہیں، جو ۲۶۹ھ و ۲۸۹ھ میں تیار کی تھیں۔ حرکاتِ کواکب کے صحیح مشاہدات میں کوئی اسلامی منجم اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ احکامِ نجوم پر اس کی ایک کتاب کتابہٗ فی شرح المقالات الاربع بطلیموس کافی مشہور ہے۔

ابن جابر حرّان کا ایک صابیٔ تھا۔ ایک دفعہ جعفر بن المکتفی[1] نے پوچھا "تم نے مشاہدۂ فلکی کب سے شروع کیا ہے؟" کہا۔ "میرے مشاہدات ۲۶۴ھ سے ۳۰۶ھ تک جاری رہے۔" ۲۹۹ھ والی تقویم میں صرف ثوابت کا حال درج کیا ہے۔

ابن جابر بغداد میں رقہ[2] کے رہنے والے بنوزیّات[3] کے ہمراہ کسی شکایت

(صفحہ ۳۷۶ کا حاشیہ ملاحظہ ہو):۔ کشف الظنون میں الفارابی کی ۱۱۴ تصانیف کے نام دیے ہوئے ہیں۔

[1] المکتفی خلیفۂ بغداد (۲۸۹ - ۲۹۵ھ) کا بیٹا۔

[2] رقّہ، شام میں دریائے فرات کے کنارے ایک شہر، جو کسی وقت دیارِ بکر کی حدود میں شامل تھا۔

[3] زیّات، لقب ہمزہ بن حبیب کوفی قاری بداں جہت کہ زیت را از کوفہ بحلوان می برد۔

(منتہی الادب ز ی ت)

کے سلسلے میں آیا تھا۔ واپسی پر قصر الجص[1] میں ۳۱۷ھ کو فوت ہوگیا۔
اس کی چند تصانیف کے نام یہ ہیں:۔

(۱) کتاب الزیج۔ دو نسخے (۲) کتاب مطالع البروج۔
(۳) کتاب اقدار الاتصالات، جو ابو الحسن بن الفرات کے لیے لکھی تھی۔
(۴) کتاب شرحِ الاربعۃ لبطلی موس۔

محمد بن اسماعیل التنوخیّ المنجّم

علم نجوم کی تلاش میں ہر طرف گھوما، ہندستان میں بھی آیا اور علم و فضل میں کافی کمال پیدا کیا۔ اس فن میں چند عجیب چیزیں باقی چھوڑ گیا ہے، جن میں سے ایک اقبال و ادبارِ فلک کا نظریہ ہے۔

محمد بن خالد بن عبد الملک المنجّم المروالرّوذی

علمِ نجوم کا فاضل، حرکاتِ کواکب کا محقق، جس کا والد مامون کی طرف سے دمشق میں جبل قاسیون والی رصد گاہ پر متعیّن تھا۔

---

[1] قصر الجص۔ عراق میں سامرا کے پاس ایک محل جو معتصم نے سیر و تفریح کے لیے بنوایا تھا۔ یہیں عضد الدولہ نے بختیار بن معز الدولہ کو قتل کیا تھا۔
(معجم البلدان یاقوت)

محمد بن الحسین ابن حمید المعروف بہ ابن الآدمی

مشہور منجم، جس کی شروع کردہ تقویم کو اس کے شاگرد القاسم بن محمد بن ہاشم المدائنی المعروف بالعلوی نے مکمل کرکے نظم العقد نام رکھا، اور ۳۰۸ھ میں شائع کی۔ یہ تقویم ہر لحاظ سے مکمل ہے۔ اس میں صنعتِ تعدیل، اصولِ ہئیت، حسابِ حرکات (سند ہند کے نظام کے مطابق) و اقبال و ادبارِ فلک پر اس قدر عالمانہ و محققانہ بحث کی گئی ہے کہ کہیں اور اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس کتاب کی اشاعت سے پہلے ہم اقبال و ادبارِ فلک کا چرچا تو سُنا کرتے تھے، لیکن اس حقیقت سے ناآشنا تھے۔ اس کتاب نے اس مسئلے کو اچھی طرح واضح کر دیا ہے۔

صاعد بن حسن اندلسی قاضیِ طُلیطُلہ لکھتا ہے:۔

"اس کتاب کے مطالعے سے مجھے اس قدر فائدہ پہنچا ہے کہ شاید کسی اور کو نہ پہنچا ہو۔ اس کتاب کے چند براہین و دلائل نے مجھے اپنی ایک کتاب فی اصلاحِ حرکات النجوم کی تالیف میں بہت مدد دی۔"

محمد بن بہرام ابو سلیمان السجستانی المنطقی۔ نزیل بغداد

متی بن یونس و چند دیگر مشہور اساتذہ کا شاگرد جس نے منطق میں کافی شہرت حاصل کی۔ اس کے ہاں بڑے بڑے رؤسا و علما حصولِ علم و حلِ مشکلات کے لیے آیا کرتے تھے۔ حکایات، سوالات و جوابات کی ایک کثیر تعداد اس کی طرف

منسوب ہے۔ عضد الدولہ فنا خسرو شاہنشاہ اس کی بہت عزت کیا کرتا تھا۔ اس کی چند تصانیف یہ ہیں:۔

(۱) رسالۃ فی مراتب قوی الانسان (۲) رسائل الی عضد الدولہ۔ یہ رسائل مختلف شعبہ ہائے حکمت پر ہیں (۳) چند تصانیفِ ارسطو کی شرح۔

ابو سلیمان کانا تھا، اس لیے مجالس میں نہیں آتا تھا۔ طلبا اس کے پاس گھر میں جایا کرتے تھے۔ اسے سیاسی واقعات سے ازبس دلچسپی تھی۔ جب کوئی امیر اس سے ملنے آتا تو یہ امورِ سلطنت کے متعلق ضرور چند ایک سوالات پوچھتا۔ ابو حیّان التوحیدی اس کے خاص مجلسیوں میں سے تھا۔ توحیدی کی یہ عادت تھی کہ امرائے دولت کے ہاں جا کر کچھ خبریں اکٹھی کر لاتا، اور ابو سلیمان کو سُنا دیتا۔ اس موضوع پر ابو حیّان نے ایک کتاب، کتاب الامتاع والموانستہ لکھی تھی جس میں صمصام الدولہ بن عضد الدولہ کے وزیر ابوالفضل عبداللہ بن العارض الشیرازی کی محفل کے مکمل حالات درج تھے۔ نیز اس میں مختلف علمی مسائل و رموز بھی حل کیے گئے تھے۔ اس کتاب کے ایک نسخے پر کسی صقلوی عالم نے کیا خوب لکھا ہے:۔

"اس کتاب کے آغاز میں ابو حیّان صوفی معلوم ہوتا ہے، درمیان میں محدّث اور آخر میں ایک ذلیل گداگر نظر آتا ہے۔"

ابو سلیمان کے متعلق البدیہی کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:۔

(۱) ابو سلیمان ایک ذہین، قابل و کامل عالم ہے۔

(۲) لیکن ایک تو کانا ہے، دوسرے برص کا شکار ہے، اس لیے اس کی صورت دیکھ کر خون کھولنے لگ جاتا ہے۔

(۳) اس کے والد کا بھی یہی حال تھا۔ (یعنی وہ بھی کانا اور مریضِ برص تھا)

غور فرمائیے۔ کہ یہ کس قدر عجیب معاملہ ہے۔

ابو سلیمان سے کسی نے پوچھا کہ عربی و یونانی نحو میں کیا فرق ہے؟

کہا "عربی نحو (عربوں کا) تقاضائے فطرت ہے، اور یونانی نحو تقاضائے فطنت۔ (ذہانت)"

محمد بن الجہم

بہ قولِ ابو معشر ابن الجہم منطق و علمِ نجوم کا عالِم اور کتاب فی الاختیارات کا مصنّف ہے۔ یہ کتاب مامون کے لیے لکھی گئی تھی، ہر لحاظ سے یہ ایک عمدہ کتاب ہے۔

محمد بن عیسٰی ابو عبداللہ الماہانی

بغداد کا ایک مشہور مہندس جو علم الاعداد میں بھی یدِ طولیٰ رکھتا تھا۔ اس کی چند کتابوں کے نام یہ ہیں:۔

(۱) کتاب عروض الکواکب

(۲) کتاب فی النسبۃ

(۳) کتاب فی ستۃ وعشرین شکلا من المقالۃ الاولیٰ من اقلیدس التی لاتحتاج الی الخلف۔

محمد بن عمر بن الفرخان ابوبکر

اپنے عہد کا فاضل منجم جس کی فضیلت پر ایک جہان شاہد ہے۔ اور جس کا والد بھی ایک فاضل انسان تھا۔ اس کی تصانیف کے نام یہ ہیں:۔

(۱) کتاب المقیاس (۲) کتاب المو الید (۳) کتاب العمل بالاسطرلاب
(۴) کتاب المسائل (۵) کتاب المدخل (۶) کتاب الاختیارات
(۷) کتاب المسائل الصغیر (۸) کتاب تحویل سنی الموالید۔
(۹) کتاب التسییرات (۱۰) کتاب المقالات (۱۱) کتاب تحویل سنی العالم۔

محمد بن موسیٰ المنجم الجلیس

اسی نام کا ایک منجم خوارزمی ہے۔ یہ خوارزمی نہیں۔ یہ منجم عموماً بادشاہوں کے دربار میں رہا کرتا تھا۔ مامون کے دربار میں اور اس کے بعد بھی کچھ عرصے تک زندہ رہا۔

محمد بن عبداللہ بن محمد ابوعبدالرحمان المتقی المنجم الفیریابی الافریقی نزیل مصر

مختلف علوم کا عموماً اور علم النجوم کا خصوصاً بہت بڑا فاضل تھا۔ مصر کے والی ابو تمیم القیروانی کا منجم خاص تھا۔ العزیز[۱] بن المعز کے زمانے تک مصری

---

[۱] العزیز کا زمانہ سلطنت ۳۶۵ھ تا ۳۸۶ھ تھا۔

درباریوں میں مکرم و محترم رہا۔ پھر اس کی شامت جو آئی تو اُمیّہ و عباسیہ کی ایک تاریخ لکھ ماری، جس میں حسبِ معمول اِن خاندانوں کے محاسن و مکارم بیان کیے۔ اس پر العزیز کا وزیر یعقوب بن کِلّس بھڑک اٹھا۔ العزیز کو جو خبر پہنچی تو اس نے محمد کو دربار سے نکال دینے کا حکم دے دیا۔ چناں چہ وزیر نے ۳۷۷ھ میں ایک مجلس منعقد کر کے مصنّف کو بُرا بھلا کہا۔ اور دربار سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔ اور اس کے اموال و املاک پر بھی قبضہ کر لیا گیا۔ اس کے بعد محمد موت (منگل ۴ رمضان ۳۸۵ھ) تک خانہ نشین رہا۔

اس کی چند تصانیف کے نام یہ ہیں:۔

(۱) کتاب التاریخ۔ یہ کتاب العزیز بن المعز کے بعض ایام تک ہے۔

(۲) چند کتابیں نجوم و احکامِ نجوم پر۔

(۳) کتاب فی النحو۔ جس کا اصلی نام السبب لعلم العرب ہے۔ ابن المہذب[1] نے اس نام پر ڈاکہ ڈالا اور اپنی ایک کتاب اللغت کا نام السبب لحصر کلام العرب رکھ دیا۔ یہ اور العتقی ہم عصر تھے۔

محمد بن موسیٰ الخوارزمی

خوارزم کا ایک منجّم جو مامون کے اُس دارالکتب پر متعیّن تھا، جس میں صرف حکمت کی کتابیں تھیں۔ رصد کے آغاز سے پہلے اور بعد بھی علمائے نجوم اس کی تقویمِ اوّل و دوم کو قابلِ اعتماد سمجھتے اور اسے اسلامی دُنیا کا سندہند کہتے تھے۔ اس کی

---

[1] ابن المہذب معز الدولہ کے زمانے کا ایک مصنّف۔ نیز قاہرہ میں بیت المال کا محرّر (کلرک) تھا۔ یہ اور محمد بن عبداللہ ۔ ۔ ۔ ۔ العتقی ہم عصر تھے۔

چند کتابوں کے نام یہ ہیں:۔

(۱) کتاب الزیج الاول (۲) کتاب الزیج الثانی (۳) کتاب الرخامۃ

(۴) کتاب العمل بالاصطرلاب (۵) کتاب التاریخ (۶) کتاب الجبر و المقابلہ

محمد بن عبداللہ بن عمر بن البازیا

حبش[1] بن عبداللہ کا شاگرد اور علم نجوم کا فاضل۔ جس کی چند کتابوں کے نام یہ ہیں:۔

(۱) کتاب الاھویۃ ۔ سات مقالے ۔ (۲) کتاب الزیج

(۳) کتاب القرانات و تحویل سنی العالم (۴) کتاب الموالید و تحویل سنیہا۔

محمد بن عبداللہ بن سمعان

ابو معشر کا غلام و شاگرد، جو برسوں اُستاد کی صحبت میں رہا۔ اس نے چند کتابیں بھی لکھی ہیں، جن کے نام معلوم نہیں۔

محمد بن کثیر الفرغانی

ایک فاضل منجم جسے پیش گوئیاں کرنے میں خاص کمال حاصل تھا۔ کہتے ہیں کہ اس کی جنم پتری میں ایک اچھے ستارے کے ساتھ سہم الغیب بھی پڑا ہوا تھا۔

---

[1] الحبش الحاسب المروزی جس کے حالاتِ زندگی حرف الحا کے ذیل میں آچکے ہیں۔

اس کی چند کتابوں کے نام یہ ہیں:۔
(۱) کتاب الفصول (۲) کتاب اختصار الجسطی (۳) کتاب عمل الرخامات

محمد بن عیسیٰ بن ابی عباد ابوالحسن

آلاتِ رصد وارتفاع کا ماہر اور کتاب العمل بذاتِ الشعبتین کا مصنف تھا۔

محمد بن ناجیۃ الکاتب

علم الہندسہ کا عالم و کتاب المساحۃ کا مصنف تھا۔

محمد بن اکثم بن یحییٰ بن اکثم القاضی

علم الحساب کا بلند پایہ عالم جس کی ایک کتاب، کتاب مسائل الاعداد کافی مشہور ہے۔

محمد بن لُرۃ (ایک نسخے میں کُرۃ) الاصفہانی

اپنے عہد کا مشہور حساب داں اور الجامع فی الحساب کا مصنف۔

محمد بن محمد بن یحییٰ بن اسمٰعیل بن العباس ابوالوفا البوزجانی

بوزجان نیشاپور کا ایک شہر ہے، جہاں ماہِ رمضان کے پہلے بدھ ۳۲۸ھ کو یہ حکیم پیدا ہوا۔ یہاں سے ۳۴۸ھ میں عراق چلا گیا اور علی ابویحییٰ الباوردی و ابوالعلا بن کرنیب سے اعداد و ہندسہ کی تعلیم حاصل کی۔ تکمیلِ تعلیم کے بعد مدتوں ان علوم کا درس دیتا رہا۔ اس کے چچا ابن عمرو المغازلی اور اس کے ماموں ابوعبداللہ محمد بن عنبسہ نے بھی اسی سے حساب و اعداد کا درس لیا تھا۔

اس کی چند کتابوں کے نام یہ ہیں:۔

(۱) کتاب المنازل فی الحساب ۔ یہ ایک عمدہ کتاب ہے ۔

(۲) کتاب تفسیر کتاب الخوارزمی فی الجبر و المقابلہ ۔

(۳) کتاب تفسیر کتاب دیوفنطس فی الجبر (۴) کتاب تفسیر کتاب ابرخس فی الجبر

(۵) کتاب المدخل الی الارثماطیقی ۔ ایک مقالہ

- - - - - - - - - - - - - - - - - - - -

(۶) کتاب فیما ینبغی ان یُحفَظَ قبل کتاب الارثماطیقی ۔

(۷) کتاب البراہین علی القضایا فیما استعملہ دیوفنطس فی کتابہ و علی ما استعملہ ہو فی التفسیر۔

(۸) کتاب استخراج مبلغ المکعب بمال مال و ما یترکب منہا ۔ ایک مقالہ ۔

(۹) کتاب الکامل ۔ تین مقالے (۱۰) کتاب المجسطی ۔

(۱۱) کتاب العمل بالجدول الستینی ۔

ابوالوفا نفسِ آخرین تک بغداد میں رہا ۔ وفات ۳ رجب ۳۸۸ھ

محمد بن عبد اللہ ابو نصر الکلواذی بغدادی

حساب، ہندسہ و ہئیت کا عالم، جو عراق میں عضد الدولہ[۱] کے زمانے میں موجود تھا اور بعد تک زندہ رہا۔ اس کی مشہور تصنیف ہے: کتاب التخت والحساب۔

محمد بن عیسیٰ ابن المنعم ابو عبد اللہ الصقلی

سسلی کا مشہور مہندس، منجم و شاعر جس کے چند اشعار کا ترجمہ درج ذیل ہے:

(۱) میں نے اپنے عشق کو مخفی رکھا تو فائدہ اٹھایا۔ جب ظاہر کیا، تو بدنام ہو گیا۔
(۲) مجھے خیال نہ تھا کہ انجام یہ ہوگا۔ سچ ہے، ہر شے فانی ہے۔
(۳) مجھے تم سے اس قدر محبت ہے کہ تمہارے بغیر جینا مشکل ہے۔
(۴) تمہارا وصال میری زندگی اور فراق میری موت ہے۔

محمد بن مُبَشّر ابن ابی الفتوح نصر بن ابی یعلی بن ابی البشائر بن ابی یعلی بن مُبَشّر وکیل الباب العُدّیّ بغدادی

علوم اوائل، ہندسہ، فلسفہ، علم النجوم، حساب و فرائض کا فاضل، جو امیر عُدّۃ الدین[۲] ابو نصر محمد بن امام ناصر الدین اللہ ابو العباس احمد کا عمر بھر وکیل رہا۔

---

[۱] عضد الدولہ کا زمانہ ۳۳۸ھ۔ ۳۷۲ھ۔

[۲] عباسیہ کے چونتیسویں خلیفہ الناصر لدین اللہ (۵۷۵ھ۔ ۶۲۲ھ) کا بیٹا۔

پیر کے دن ۱۴ رجب ۶۱۸ھ کو فوت ہوا۔ اور موسیٰ[1] بن جعفر کے مشہد میں دفن ہوا۔

محمد بن عبد السلام ابن عبد الرحمان بن عبد الساتر المقدسی ثُمّ الماردِی

ابو حفص عمر بن الخضر بن اللمش بن درش الترکی الدنیسری نے اپنی کتاب حلیۃ السرّبین میں لکھا ہے کہ اس کا والد ماردین[2] کا اور اس کا دادا ڈنیسر کا قاضی تھا۔ اپنے زمانے کا بہت بڑا حکیم وطبیب تھا جس سے ایک دُنیا فیض پاتی تھی۔ اس نے ہبتہ اللہ بن صاعد بن التلمیذ سے بغداد میں درسِ طب لیا۔ جب ابن التلمیذ نے اس کی ذہانت دیکھی، تو اسے حکم دیا کہ صرف علم طب میں کمال پیدا کرو کہ دُنیا کو اس چیز کی اشد ضرورت ہے۔ چناں چہ اتنا بڑا طبیب بنا کہ دوُر دوُر سے امرا و ملوک اسے بلا کر مشورہ لیا کرتے تھے۔ باوجود بڑھاپے کے بڑی بڑی کتابیں پڑھا کرتا تھا۔ شہاب[3] سُہروردی حکمت میں اس کا شاگرد تھا۔

اس حکیم نے باوجود تبحرِ علمی کے کوئی تصنیف پیچھے نہیں چھوڑی۔ ہاں: شیخ بوعلی سینا

---

[1] موسیٰ بن جعفر بن باقر بن زین العابدین بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم (سالِ وفات ۱۸۳ھ)

[2] ماردین۔ الجزیرہ کے ایک پہاڑ پر ایک شہور قلعہ جہاں سے نصیبین و دیگر مواضع نظر آتے ہیں (معجم البلدان۔ یاقوت)

[3] شہاب الدین سُہروردیؒ اپنے چچا ابو نجیب ضیا الدین سُہروردیؒ کے مُرید اور کتاب العوارف کے مصنف تھے۔ حضرت شیخ عبد القادرؒ (وفات ۵۶۱ھ) کے بعد بغداد میں یہ سب سے بڑے بزرگ سمجھے جاتے تھے۔ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ (وفات ۶۶۹ھ) آپ کے خلیفاؤں میں سے تھے۔ آپ کی پیدائش رجب ۵۳۳ھ میں اور وفات ۶۳۲ھ میں ہوئی۔ آپ کا مدفن بغداد میں ہے۔

کی ایک نظم کی شرح لکھی، جس کا پہلا مصرع یہ تھا:

ع هَبِطَتْ اِلَیکَ مِنَ المَحَلِّ الاَرفَعِ

دُنیسر میں ابو محمد قاسم بن ہبتہ اللہ الحریری کے ہاں مدتوں رہا۔ لیکن ملاقات کا اتفاق نہ ہوا۔ میں جب ابو الخیر المسیحی بن العطّار البغدادی کے ہاں حصولِ طب کے لیے گیا تو کہنے لگا۔ خود تمھارے ہاں طب کا ایک بہت بڑا فاضل یعنی محمد بن عبد السلام موجود ہے۔ میں نے عرض کی کہ وہ فوت ہو چکے ہیں۔ آپ کی وفات سینچر کے دن ۱۱ ذی الحجہ ۵۹۴ھ کو ہوئی تھی۔

محمد بن عمر بن الحسین ابو الفضل الفخر الرازی المعروف به ابن الخطیب

علومِ اوائل کا فاضل و علم الاصول کا ماہر تھا۔ خراسان میں بو علی سینا و فارابی کی تصانیف کا مطالعہ کیا۔ پھر ماوراء النہر میں بنو مازہ (بخارا) کے ہاں وسائلِ معاش کی تلاش میں گیا، لیکن ناکام رہا۔ داؤد الطیبی (ایک نسخے میں الطبیی اور ایک میں الطبس ہے)، تاجر، جو تاریخ کا عالم تھا، کہتا ہے:

"ابن الخطیب سے میری ملاقات بخارا میں ہوئی۔ سخت قلاش و مفلوک الحال تھا۔ اور ایک گم نام سے مدرسے ...... میں پڑا گراں خرام زندگی کے دن کاٹ رہا تھا۔ میں نے بعض عرب نما تاجروں سے کچھ چندہ جمع کر کے اس کو دیا۔ یہ فوراً خراسان کی طرف چل دیا۔ وہاں خوارزم شاہ[1] محمد بن تُکش (تکش) سے ملاقات ہوئی۔ اس نے

---

[1] بلکاتگین غزنوی کا ایک غلام انوشتگین ملک شاہ سلجوقی کے دربار میں (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹۲ پر)

اسے ندیم و جلیس بنالیا اور بے شمار دولت مرحمت کی ابن الخطیب نے
ہرات کو اپنا وطن بنالیا۔ وہاں کافی جائداد پیدا کی۔ کئی بچوں کا باپ
بنا۔ آخر وہیں فوت ہوا اور ہرات کے ایک میدان میں ایک پہاڑ کے
پاس دفن ہوا حقیقت یہ ہے کہ ابن الخطیب کے خیالاتِ مذہبی میں کچھ
الحاد کا عنصر پایا جاتا تھا۔ اور ڈر تھا کہ کہیں لوگ اس کی لاش کو خراب
نہ کریں، اس لیے اپنے گھر ہی میں دفن ہوا۔"

ابن الخطیب نے اصول و منطق پر کچھ کتابیں لکھیں۔ نیز قرآنِ حکیم مشہور تفسیر یعنی
تفسیرِ کبیر مرتب کی ہے۔ آپ کا علم متقدمین و متاخرین کی تصانیف کے مطالعے کا نتیجہ تھا۔
متاخرین میں سے کسی نے اپنی تاریخ میں فخرالرازی کا یوں ذِکر کیا ہے:۔

"محمد بن عمر بن الحسین الرازی ابوالمعالی المعروف بہ ابن الخطیب
فخرالدین الرازی اپنے زمانے کا مشہور فاضل تھا۔ فقہ، علم اصول،
الکلام و حکمت میں متقدمین سے گوئے سبقت لے گیا۔ بوعلی بن سینا
کی تردید کی۔ خراسان میں اس کی بہت عزت کی جاتی تھی اور

(صہ ۳۹۱ کا بقیہ حاشیہ) طشت دار تھا۔ پھر اسی بادشاہ کی طرف سے خوارزم شاہ کا حاکم مقرر ہوا اور
خوارزم شاہ کے نام سے مشہور ہوگیا۔ اس کے پوتے اتسنر نے علم انقلاب بلند کیا لیکن سنجر نے اسے
شکست دی۔ کچھ عرصے بعد پھر سر اٹھایا، اور اپنے آپ کو سلطان کہلانے لگا۔ یہ سلطنت ترقی کرتے کرتے
سلجوقیوں جتنی طاقت در بن گئی۔ بادشاہوں کے نام یہ تھے: (۱) انوشتگین (۴۷۰-۴۹۰ھ)۔
(۲) قطب الدین محمد بن نوشتگین (۴۹۰-۵۲۱ھ) (۳) اتسنر بن قطب الدین (۵۲۱-۵۵۱ھ)
(۴) ایل ارسلان بن اتسنر (۵۵۱-۵۶۸ھ)۔ (۵) سلطان شاہ محمود بن ایل ارسلان (۵۶۸-۵۶۸ھ)
(۶) سلطان تکش بن ایل ارسلان (۵۶۸-۵۹۶ھ)۔ (۷) علاء الدین محمد خوارزم شاہ بن تکش
(۵۹۶-۶۱۷ھ)۔ (۸) جلال الدین منکبرنی (۶۱۷-۶۲۸ھ)۔ (طبقات سلاطینِ اسلام صہ ۱۶۰)

اس کی تصانیف کا جہان بھر میں چرچا تھا۔ ان سے فقہانے فائدہ اٹھایا۔ فخر الرازی کرامیۃ[1] کا بہت بڑا دشمن تھا۔ اور یہی وہ لوگ تھے جنھوں نے اس کے کھانے میں زہر ملا دیا تھا اور وہ ہلاک ہوگیا تھا۔ فخر الرازی اس دھوم سے باہر نکلا کرتا تھا کہ سیکڑوں غلام اِردگِرد تلواریں علم کیے ہوتے تھے۔ الغرض فخر الرازی دُنیا میں بڑے ٹھاٹھ سے رہا۔ اسے سونا بنانے کی لت تھی۔ اس بے ہودہ شغل میں بے اندازہ دولت برباد کی لیکن کام یابی نہ ہوئی۔ ولادت ۵۴۳ھ میں اور وفات ذی الحجہ ۶۰۶ھ کو ہرات میں ہوئی۔"

---

[1] کرامیۃ، المشبہ کی ایک شاخ ہے۔ مشبہ صفاتِ الٰہیہ کے اثبات میں اس قدر غلو سے کام لیتے ہیں کہ معاملہ تجسیم تک جا پہنچتا ہے۔ یہ لوگ اللہ نور السماوات والارض سے ایسا نور مُراد لیتے ہیں، جو مادّی آنکھوں کو نظر آسکے۔ ان میں بڑے بڑے فضلا گزرے ہیں۔ ایک جعد بن درہم تھا، جو اللہ کو عرش پر مادّی معنوں میں متمکن خیال کرتا تھا۔ المشبہ کی ایک شاخ الہشامیۃ ہے، جو اللہ کو اس نور کی طرح سمجھتے ہیں جو کسی چلمن سے چھن چھن کر باہر نکل رہا ہو۔ ایک اور شاخ الجوالقیۃ اللہ کو انسانی شکل کی ہستی قرار دیتی ہے۔ اور اس کا عقیدہ یہ ہے کہ خدا کا تمام دھڑ فنا ہو جائے گا اور صرف چہرہ باقی رہ جائے گا۔

ان کے ایک اور فرقے کا نام الکرامیۃ ہے۔ جو محمد بن کرام (وفات ۲۵۶ھ) کے متبع تھے۔ یہ لوگ اللہ کو ایک محدُود جسم تصوّر کرتے تھے۔ ان کے ہاں نماز کو عین درمیان میں کھانے پینے اور جماع کے لیے چھوڑنا جائز تھا۔ نیز غلیظ و ناپاک کپڑوں میں ادائے صلوٰۃ کے قائل تھے۔

تصانیف (۱) تفسیرِ کبیر، جس کا نام ہی مفاتیح الغیب - بارہ جلد۔ سورۂ فاتحہ کی تفسیر علاحدہ لکھی۔

(۲) تفسیرِ صغیر۔ جس کا اصلی نام اسرار التنزیل و انوار التاویل ہی۔

(۳) نہایۃ العقول (۴) المحصول فی علم الاصول (۵) کتاب المحصّل۔

(۶) کتاب الملخّص فی الحکمۃ (۷) شرح عیون الحکمۃ (۸) المباحث الشرقیۃ۔

(۹) لباب الاشارات (۱۰) المطالب العالیۃ فی الحکمۃ (۱۱) شرح الاشارات

(۱۲) الاربعین فی اصول الدین (۱۳) تنبیہ الاشارۃ فی الاصول۔

(۱۴) کتاب المعالم فی الاصولین (۱۵) کتاب سراج القلوب۔

(۱۶) کتاب زُبدۃ الافکار و عُمدۃُ النُّظّار (۱۷) کتاب الجامع الکبیر المِلکی فی الطّب۔

(۱۸) مناقب الامام الاعظم الشافعیؒ (۱۹) کتاب تفسیر اسماء اللہ الحُسنیٰ۔

(۲۰) کتاب السرّ المکتوم (۲۱) کتاب تاسیس التقدیس۔

(۲۲) کتاب الرسالۃ الکمالیۃ (فارسی) (۲۳) کتاب الطریقۃ فی الجدل۔

(۲۴) کتاب شرح سِقط الزند (۲۵) رسالۃ فی السوال (۲۶) منتخب تنکلوشا۔

(۲۷) مباحث الوجود والعدم (۲۸) مباحث الجدل (۲۹) جواب الغیلانی۔

(۳۰) کتاب النبض (۳۱) شرح کلیات القانون ناکمل - ایک جلد۔

(۳۲) تفسیر الفاتحہ - ایک جلد (۳۳) تفسیر سورۂ بقر (عقلی رنگ کی تفسیر) ایک جلد

(۳۴) شرح الوجیز للغزّالی، ناکمل - عِرف عبادات و نکاح پر تین جلدیں لکھیں۔

(۳۵) کتاب الطریقۃ العلائیۃ فی الخلاف - چار جلد۔

(۳۶) کتاب لوامع البیّنات فی شرح اسماء اللہ والصفات

(۳۷) کتاب فی ابطال القیاس - ناکمل - (۳۸) شرح نہج البلاغۃ - ناکمل

(۳۹) فضائل الصحابۃ الراشدین (۴۰) کتاب القضاءِ والقدر۔

(۴۱) رسالۃ الحدوث (۴۲) کتاب تہجین تعجیز الفلاسفۃ (فارسی)
(۴۳) کتاب البراہین البہائیہ (فارسی)
(۴۴) کتاب اللطائف الغیاثیۃ (ایک نسخے میں القیاسیۃ)
(۴۵) کتاب شفاء العی من الخلاف (۴۶) کتاب الخلق والبعث۔
(۴۷) الخمسین فی اصول الدین (فارسی)۔ (۴۸) کتاب الاخلاق
(۴۹) الرسالۃ الصاحبیۃ (۵۰) الرسالۃ المجدیۃ (۵۱) کتاب عصمۃ الانبیاء
(۵۲) کتاب فی الرمل (۵۳) شرح مصادرات اقلیدس (۵۴) کتاب فی الہندسۃ
(۵۵) کتاب رسالۃ نفثۃ المصدور (۵۶) رسالۃ فی ذم الدنیا۔
(۵۷) الاختیارات العلائیہ فی التاثیرات السماویۃ۔
(۵۸) کتاب احکام الاحکام (۵۹) الریاض المؤنقۃ فی الملل والنحل۔
(۶۰) رسالۃ فی النفس۔
(۶۱) المحصل فی شرح کتاب المفصل لابی القاسم محمود بن عمر بن محمد الزمخشری النحوی۔

محمد بن علی بن الطیب (ایک نسخے میں الطبیب) المتکلم البصری

متقدمین کے علم الکلام کا یہاں تک ماہر تھا کہ اس علم کے قواعد و اصول وضع کیے۔ چوں کہ اس کے عقائد میں الحاد کا عنصر موجود تھا اور الحاد سے گھبراتا تھا، اس لیے اسلامی متکلم کا لباس بدل کر سب کچھ کہہ ڈالا۔ تمام عمر تصنیف و تحقیق میں بسر کی۔ مذہب اعتزال کو زیادہ فروغ دیا۔ منگل کے دن ۵ ربیع الآخر ۴۳۶ھ کو بغداد میں وفات پائی۔ قناعت و کفایت شعاری میں مشہور تھا۔

المختار بن الحسن بن عبدون ابوالحسن البغدادی المعروف بہ ابن بُطلان

بغداد کا ایک عیسائی منطقی جس نے کرخ کے نصرانی علماء سے تعلیم حاصل کی۔ علم الاوائل میں کافی شہرت پیدا کی اور علاج و معالجہ سے معاش حاصل کیا کرتا تھا۔ کافی بدصورت تھا۔ بغداد سے نکل کر الجزیرہ میں پہنچا۔ پھر موصل و دیار بکر سے ہوتا ہوا حلب میں آیا۔ یہاں کچھ مدت تک ٹھیرا۔ لیکن جگہ پسند نہ آئی، اس لیے مصر کو چل دیا۔ وہاں ابن رضوان[1] فلسفی سے ملاقات ہوئی۔ ان میں کسی مسئلے پر بحث چل پڑی۔ ابن رضوان نے درشت کلامی سے کام لیا جس پر ابن بُطلان سخت رنجیدہ ہوا۔ اور مصر کو چھوڑ کر انطاکیہ میں آگیا۔ نا اہلوں کی صحبت اور مسلسل سفر سے اس قدر اُکتا چکا تھا کہ دُنیا چھوڑ کر انطاکیہ کے ایک معبد میں خلوت گزیں ہوگیا اور مرتے دم تک عبادت میں محو رہا۔ آپ کی وفات ۴۴۴ھ میں ہوئی۔

بغداد چھوڑنے کے بعد ابن بُطلان نے ہلال بن محسن بن ابراہیم کو ایک خط لکھا تھا جو محمد بن ہلال بن محسن کی تصنیف کتاب الربیع میں منقول ہے۔ اس خط میں ابن بُطلان نے اپنی سیاحت کے چند واقعات درج کیے تھے۔ خط یہ ہے:-

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مجھے جناب والا کی ہستی گرامی سے جو ارادت ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ میں آپ کی خدمتِ عالیہ سے علاحدہ ہوکر بھی آپ سے تعلقات قائم رکھوں۔ (آپ کی جُدائی میرے لیے دراصل علم و فضل و فخر و شرف سے جُدائی ہے۔ اللہ آپ کو سدا سرسبز اور آپ کے دشمنوں کو ذلیل رکھے) چناں چہ میں نے فیصلہ کیا کہ اپنے سفر

---

[1] ابن رضوان المصری کے حالات باب الکنیٰ میں ملاحظہ فرمائیے۔

کے دل چسپ واقعات قلم بند کرکے آپ کی خدمت میں بھیجتا رہوں۔
اس سے دو فائدے ہوں گے، اوّل، بہ ذریعہ خطوط ہماری ملاقات ہوتی رہے گی۔ دوم۔ یہ واقعات آپ کی نئی تصنیف (تاریخ) کا جز بن جائیں گے۔ اور مجھے اُمید ہی کہ جناب میرے ارسال کردہ واقعات میں سے کچھ نہ کچھ ضرور پسند فرمائیں گے۔

ان علاقوں کے رؤسا منتظر ہیں کہ جناب کی تصنیف کا کوئی نسخہ یہاں پہنچے۔ یہ لوگ اس کتاب کو سرآنکھوں پہ لیں گے۔ میں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ آپ کے علم و فضل سے دُنیا کو مستفیض ہونے کا موقع دے۔

میں بغداد سے نکلا تو اس علاقے کے بزرگوں و عالموں سے ملا۔ ان سے مفصّل حالات دریافت کیے۔ ان لوگوں نے نہایت دل چسپ واقعات بیان کیے۔ بعض اشعار بھی نگاہ سے گزرے۔ چوں کہ تمام اشیا کی تفصیل قدرے دقّت طلب ہی، اس لیے صرف چند چیزیں یہاں درج کرتا ہوں۔

میں اوائلِ رمضان سنہ ۳۲۰ھ کو بغداد سے نکلا۔ نہرِ عیسیٰ[1] کے ساتھ ساتھ انبار[2] کی طرف بڑھتا گیا۔ انیس[19] منازل طے کرنے کے بعد

---

[1] نہرِ عیسیٰ، عراق میں ایک وسیع خطے کا نام ہی، جو نہرِ عیسیٰ کے کنارے پہ واقع ہی۔ یہ نہرِ عیسیٰ بن موسیٰ بن علی بن عبداللہ بن عبّاس نے تیار کرائی تھی۔ یہ عیسیٰ سفّاح کا چچازاد تھا، اور یہ نہر فرات سے کاٹی گئی تھی۔

[2] انبار، اس نام کے دو شہر ہیں، ایک بلخ کے پاس ہی، اور دوسرا عراق میں فرات کے مشرقی کنارے پر واقع ہی۔ یہاں موخرالذکر مُراد ہی۔ (مراصد الاطلاع ص ۲۷)

رجبۃ[1] جا پہنچا۔ رجبۃ ایک خوب صورت شہر ہے، جس میں میووں کی بہتات ہے۔ یہاں انگوروں کی انیس[19] قسمیں ملتی ہیں۔ یہ شہر انبار، حلب، تکریت[2]، الموصل، سنجار[3] اور الجزیرہ کے درمیان واقع ہے۔ اس میں اور قصر الرصافہ[4] میں چار یوم کا فاصلہ ہے۔ ہم رصافہ سے روانہ ہو کر حلب میں چار کوچوں کے بعد جا پہنچے۔ حلب کی بیرونی دیوار سفید پتھر سے بنی ہوئی ہے۔ اس میں چھ دروازے ہیں۔ دیوار کے ایک طرف قلعہ ہے جس میں ایک مسجد اور دو گرجے ہیں۔ ایک گرجے میں ایک قربان گاہ ہے، جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام قربانی پیش کیا کرتے تھے۔ قلعے کی جانبِ اسفل میں ایک تہ خانہ (یا غار) سا ہے جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ریوڑ رہا کرتا تھا۔ کہتے ہیں کہ حضرت خلیلؑ ان بھیڑ بکریوں کا دودھ لوگوں کو پلایا کرتے تھے۔ دودھ دوہنے کا وقت آتا، تو غار کے باہر شیر خوار جمع ہو کر ایک دوسرے سے پوچھتے حَلَبَ اَم لا کہ

---

[1] رجبۃ، اس نام کے کئی شہر ہیں۔ سب سے زیادہ مشہور مالک بن طوق کا رجبۃ ہے، جو شام میں دریائے فرات کے کنارے پر واقع ہے۔ (معجم البلدان ج ۲ - ص ۷۶۴)

[2] تکریت، دریائے دجلہ کے کنارے بغداد کے شمال میں سامرا سے تقریباً ۳۰ میل دور ایک شہر۔

[3] سنجار، نصیبین کے جنوب میں تقریباً ۵۰ میل دور دریائے دجلہ سے چالیس میل مغرب کی طرف دیار ربیعہ کا ایک مشہور شہر۔

[4] قصر الرصافہ، شام میں ایک شہر جہاں ابو منع عبیداللہ بن ابی زیاد پیدا ہوئے تھے۔ اسی نام کا ایک گانو کوفہ میں، ایک بصرہ میں، ایک اندلس میں، ایک واسط میں، ایک نیشاپور میں اور ایک افریقہ میں ہے۔ (یہاں اول الذکر مراد ہے)

(القاموس ر ص ف)

حضرت خلیل نے ابھی تک دودھ دوہا ہی یا نہیں۔ بس یہیں سے اس شہر کا نام حلب پڑ گیا۔

شہر میں ایک جامع مسجد، چھ گرجے اور ایک چھوٹا سا شفاخانہ ہی۔ فقہا مذہب[1] امامیہ کے مطابق فتوے دیتے ہیں۔ لوگ جوہڑوں کا پانی پیتے ہیں۔ شہر کے سامنے سے نہر قویق گزرتی ہی، جو گرمیوں میں سوکھ جاتی ہی اور سردیوں میں پھر چل پڑتی ہی۔ یہاں

---

[1] امامیہ، شیعوں کے کئی فرقے ہیں: (۱) زیدیہ، جو زید بن علی بن حسینؓ کی امامت کے قائل ہیں۔ (۲) جارودیہ۔ پیروانِ ابوالجارود، جن کا عقیدہ یہ تھا کہ آنحضرت نے انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ فرما کر امامتِ علیؓ پر مُہر لگادی تھی۔ (۳) امامیہ۔ جو امامت کو اولادِ علیؓ میں محدود مانتے ہیں (۴) الکیسانیہ۔ پیروانِ کیسان، جو محمد بن الحنفیہ کو مہدیٔ منتظر سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ محمد بہ دستور زندہ ہیں۔ (۵) السبیئۃ، پیروانِ ابنِ سبا (ایک یہودی، جسے حضرت عثمانؓ نے مدائن کی طرف جلاوطن کر دیا تھا) ان کا عقیدہ یہ تھا، کہ حضرت علیؓ بہ دستور زندہ ہیں۔ بادل کی کڑک علی کی آواز ہی اور بجلی آپ کا کوڑا ہی۔ یہ لوگ بجلی کی کڑک سُن کر کہا کرتے تھے: وعلیک السلام یا امیرالمومنین۔ ان کا عقیدہ ہی کہ حضرت علیؓ دوبارہ دُنیا میں واپس آئیں گے۔ اور آپ کے چلے جانے کے بعد خود رسول اللہ صلعم تشریف لائیں گے۔ (۶) البیانیہ۔ بیان بن اسماعیل التمیمی کے پیرو، جن کا عقیدہ یہ ہی کہ اللہ کی روُح انبیا کے بعد محمد بن الحنفیہ میں آئی اور پھر بیان میں۔ یہ اللہ کی روُح میں تناسخ کے قائل ہیں۔ (۷) الجناحیۃ۔ پیروانِ عبداللہ بن معاویہ ذوالجناحین، جن کا عقیدہ یہ ہی کہ اللہ کی روُح تمام انبیا میں گھومتی رہی۔ پھر اولادِ علیؓ میں آگئی۔ اور کہ قرآنِ حکیم میں تحریم شراب وخنزیر سے مراد دُشمنانِ علیؓ ہیں۔ (بقیہ حاشیہ صنہ۴ پر دیکھیے)

میووں کی قلت ہے۔ جو کچھ آتا ہے، رُوم سے آتا ہے۔ شہر کے عین وسط میں بحتریؒ[1] کی اہلیہ کا بلند مقام ہے۔

ہم حلب سے انطاکیہ کی طرف چل دیے۔ ان ہر دُو شہروں میں صِرف ایک دن رات کی مسافت ہے۔ رات رُوم کے گانو عَم[2] میں گزُاری۔ عم میں کافی چشمے بہتے ہیں، جن سے لوگ مچھلیاں پکڑتے ہیں اور پن چکیاں بھی موجود ہیں۔ یہاں خنزیروں کی تعداد کافی ہے۔ زنا، شراب اور بدچلن عورتوں کی بھی کمی نہیں۔ اس گانو میں چار گرجے اور ایک مسجد ہے۔ جہاں چُھپ کر اَذان کہی جاتی ہے۔ حلب اور انطاکیہ کی درمیانی زمین نہایت آباد و سرسبز ہے۔ یہاں گیہوں و جو بوئے جاتے ہیں۔ اشجارِ زیتون کی کثرت ہے۔ دیہات تھوڑے تھوڑے فاصلے پر واقع ہیں۔ ہر سُو چمنستان کھلے ہوئے

(ص۳۹۹ کا بقیہ حاشیہ ملاحظہ ہو) (۸) المفوضہ۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ نے کائنات کو پیدا کر کے اس کا انتظام محمد صلعم اور بہ قولِ بعض حضرت علیؓ کے حوالے کر دیا۔

(الفِرق الاسلامیہ ص۲۷)

[1] بُحتری۔ یہ وہی بُحتری ہے جس نے شعرائے جاہلیت کے کلام کا ایک مجموعہ حماسہ بُحتری تیار کیا تھا۔ حماسہ دو ہیں: ایک ابو تمام (وفات ۸۵۰ھ) کا۔ ابو تمام مامون و معتصم کے درباروں میں پلا۔ اور دُوسرا بُحتری (وفات ۸۹۷ء) کا۔ ابو تمام بہت بلند مذاق کا آدمی تھا۔ اس لیے اس کا انتخاب نہایت عمدہ ہے۔ اور بُحتری کا انتخاب مقبول نہیں ہوا۔

(تاریخ ادبِ عربی۔ پروفیسر نکلسن کیمبرج یونی ورسٹی انگلینڈ)

[2] عم، حلب و انطاکیہ کے درمیان ایک گانو جہاں عکاشہ عمّی اور خربا بن دراز پیدا ہوئے تھے۔

(قاموس۔ ع۔ م)

ہیں اور چشمے بہ رہے ہیں۔ انطاکیہ ایک کافی بڑا شہر ہی۔ اس کی شہرپناہ پر تین سو ساٹھ بُرج ہیں۔ یہاں چار ہزار سپاہی ہر وقت حفاظت کی خاطر موجود رہتے ہیں۔ یہ سپاہی قسطنطنیہ سے بھیجے جاتے ہیں اور سال کے بعد بدل جاتے ہیں۔

شہر کی شکل نصف دائرے کی طرح ہی۔ جس کا قطر پہاڑ سے ملا ہوا ہی۔ شہر پناہ پہاڑ کی چوٹی تک جاکر پُورا دائرہ بناتی ہی۔ پہاڑ کے اوُپر ایک قلعہ ہی، جو دور ہونے کی وجہ سے چھوٹا سا نظر آتا ہی۔ اس پہاڑ کی وجہ سے سوُرج دیر سے یعنی ساعتِ ثانیہ میں نکلتا ہی۔ شہر پناہ میں پانچ دروازے وسط میں قلعۂ قُسیانی ہی، جس میں قُسیاُن نامی بادشاہ رہا کرتا تھا۔ یہ وہی بادشاہ ہی جس کے بیٹے کو حضرت مسیح کے مشہور حواری پطرس نے زندہ کیا تھا۔ یہ عمارت سَو قدم لمبی اور اسّی قدم چوڑی ہی۔ یہاں ایک گرجا بھی ہی۔ اس عمارت کے اِرد گِرد ورانڈے ہیں، جن میں قاضی صاحبان عدالت لگاتے ہیں اور اساتذہ نحو ولغت کا درس دیتے ہیں۔ اس گرجے کے ایک دروازے پر گھڑی لگی ہوئی ہی، جو شب و روز چلتی رہتی ہی۔ شہر کے اس حصے سے قدرے اوُپر پانچ طبقے ہیں۔ پانچویں طبقے میں حمّام، باغ، خوب صورت محلات و چشمے پائے جاتے ہیں۔ اور ایسے گرجے ملتے ہیں جو چاندی کے بنے ہوئے ہیں۔ اوُپر سونے کا پانی چڑھا ہوا ہی۔ ہر طرف رنگ دار شیشے لگے ہوئے ہیں اور فرش سیاہ و سفید پتھروں سے بنے ہوئے ہیں۔ شہر میں ایک شفاخانہ بھی ہی جس میں مریضوں کی دیکھ بھال خود پادری صاحب کیا کرتے ہیں۔ رونق، سرسبزی اور خوب صورتی

ہیں یہ شہر اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ یہاں ٹھنڈے و میٹھے پانی بہتے ہیں۔ شہد کی کثرت ہے۔ سامنے نہرِ مقلوب بہ رہی ہے جو نہر عیسیٰ کی طرح جنوب سے شمال کو جاتی ہے۔ شہر کے باہر مسافروں کے خواب و خوارش کے لیے دیرِ سمعان میں ہر قسم کے انتظامات موجود ہیں۔ دیرِ سمعان رقبے میں قصرِ خلافت کا نصف ہے۔ اس کی سالانہ آمدنی تقریباً چار لاکھ دینار ہے۔

دیرِ سمعان سے ذرا اوپر جائیے، تو جبل لکام آجاتا ہے۔ یہاں محلات، صوامع، باغات، چشموں، نہروں کا یہ عالم ہے کہ ہر طرف زاہدوں و سیاحوں کے یوں غول نظر آتے ہیں، صدا ہائے ناقوس و اذان کے وہ غلغلے ہیں کہ انسان اپنے آپ کو بہشت میں محسوس کرتا ہے۔ انطاکیہ میں ایک نہایت قابل اور شیریں کلام عالم سے ملاقات ہوئی۔ جن کا اسم گرامی ابو نصر (ایک نسخے میں ابو نصر) بن العطار قاضی القضاۃ ہے۔

انطاکیہ سے رخصت ہو کر ہم لاذقیۃ میں پہنچے۔ یہ ایک یونانی شہر ہے۔ یہاں ایک بندرگاہ، ایک کھیل کا میدان، پریڈ کے لیے ایک گول میدان اور ایک گرجا نظر پڑتا ہے۔ یہ گرجا آغاز میں صنم خانہ اور ابتدائے اسلام میں مسجد تھا۔ یہ شہر دریا کے کنارے پر واقع ہے۔ اس میں ایک جامع مسجد ہے۔ چند قضاۃ بھی ہیں۔ اوقاتِ نماز پر اذان کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔ اور معاً گرجوں میں ناقوس پھونکے جاتے ہیں۔ یہاں قاضی شاہِ روم کی طرف سے مقرر ہیں۔

یہاں ایک عجیب بات دیکھنے ہیں آئی کہ کوتوال شہر کی فاحشہ عورتوں اور بد عمل مردوں (جن میں سیاح و مسافر بھی شامل ہوتے ہیں) کو جمع کرکے ہدایت کیا کرتا ہے کہ بدکاری کرنے کرانے سے پہلے ہر فاحشہ عورت بڑے پادری صاحب سے ایک انگوٹھی حاصل کرکے اپنی انگلی میں ڈال لے۔ اگر کوئی عورت انگوٹھی کے بغیر پکڑی گئی تو وہ مستوجبِ سزا ہوگی۔

شہر میں جوگیوں و زاہدوں کی وہ کثرت ہے کہ قلم تحریر سے عاجز ہے۔"

ابن بطلان کی مشہور تصانیف یہ ہیں :-

(۱) کتاب تقویم الصحۃ فی قوی الاغذیۃ و دفع مضارہا۔

(۲) کتاب دعوۃ الاطبّاء - یہ ایک ظریفانہ مقالہ ہے۔

(۳) رسالہ اشترار الرقیق۔

جب مصر میں ابنِ بطلان و ابنِ رضوان کے درمیان کشیدگی پیدا ہوگئی، تو ابنِ بطلان نے ایک رسالہ لکھا جس میں ابنِ رضوان کے ادعائے علم کی خوب قلعی کھولی۔ اس کے دیگر معائب بے نقاب کیے۔ اور ایک دیباچہ لکھا جس کا ملخص یہ ہے :-

" علوم و فنون کا مدّعی بننے کے بعد صاحب الدعوا پر کچھ ذمّےداریاں عائد ہو جاتی ہیں، جن میں ادنا ذمے داری یہ ہے کہ آدمی انصاف کو ہاتھ سے نہ دے اور ظلم و اسراف سے اجتناب کرے۔

ابنِ رضوان (اللہ اسے سیدھا راستہ دکھائے) کی طرف سے چند ایسی باتیں مجھے پہنچی ہیں کہ جب ابنِ رضوان کی تیزیٔ مزاج

کو دیکھتا ہوں، تو اُن پر یقین کرنا پڑتا ہی۔ اور جب اس کے علم و فضل پہ نگاہ ڈالتا ہوں، تو یقین نہیں آتا۔ بہر حال میرا فرض چشم پوشی و درگزر ہی، اس لیے کہ مجھے یقین ہی کہ ابنِ رضوان ایک نہ ایک دن سچائی کی طرف واپس آجائے گا۔ اگرچہ اس وقت گُم راہی کی وادی میں بھٹک رہا ہی۔ میں ابنِ رضوان سے لڑائی پسند نہیں کرتا۔ یہی وجہ ہی کہ میں نے اپنی طرف سے کوئی حرکت ایسی نہیں کی جس سے غلط فہمی ہونے کا امکان ہو۔ میں ہمیشہ اخوت و مودت کی تعمیر کو مستحکم بنانے کی فکر میں رہا۔ لیکن ہر معاملے میں ابنِ رضوان کا رویہ ازبس ناتسلّی بخش رہا۔ میرے پاس جب کبھی ابنِ رضوان کی طرف سے کوئی مسئلہ آیا، میں نے فوراً جواب دے دیا۔ اور انتہا درجے کی نرمی و ملسالمت سے کام لیا۔ لیکن آپ فخریہ کہتے پھرتے ہیں کہ اگر ابنِ بُطلان مجھ سے ہزاروں سوالات پوُچھے تو میں فوراً جواب دوں گا۔ اور وہ میرے ایک سوال کا بھی جواب نہ دے گا۔ اس کے جواب میں میں بہت کہہ سکتا ہوں۔ لیکن بہ قولِ شاعر ؎

ان لوگوں نے میرے بھائی اُمیم کو قتل کر ڈالا ہی
اگر اب میں ان کی طرف تیر پھینکوں، تو یہ تیر بھی میرے ہی

پہلو میں پیوست ہوتا ہی۔ جماعت اعضا کی جا بہ جا ہوتی ہی۔ کبھی نہ کبھی کوئی اعضا بیمار ہو جاتا ہی، اور پھر تن درست۔ ابن رضوان اس وقت توازنِ دماغی کھو کر بیمار ہو چکا ہی۔ مجھے بہ سب کچھ بہ طیب خاطر برداشت کرنا چاہیے۔ اس لیے کہ یہ ہماری جماعت کا ایک فرد یا عضو ہی۔ حال ہی میں کسی طرف سے مجھے حکم ملا تھا۔

(جس کی خلاف ورزی ممکن نہیں) کہ میں ان تمام متنازعہ فیہ امور و مسائل پر ایک رسالہ لکھوں، چناں چہ تعمیل ہوئی۔ یہ مقالہ سات فصول پر مشتمل ہی، فصلِ اوّل، اُن طلبہ علم کے متعلق ہی، جنھوں نے اساتذہ سے درس لیا۔ دوم، اُن حضرات کے متعلق جنھوں نے خود کتب کا مطالعہ کیا۔ اور شکوک میں پھنس کر رہ گئے۔ سوم، صحیح العقل انسان کو کوئی بات سمجھانا آسان ہی اور کم عقل کو سمجھانا دُشوار۔ چہارم، فضلائے دہر کی یہ عادت رہی ہی کہ جب متقدمین کی تحریروں میں کوئی قابلِ اعتراض بات دیکھتے ہیں تو بدگوئی پہ نہیں اُترتے، بلکہ تلاش و تفحص سے کام لیتے ہیں۔ پنجم، جو مسائل براہینِ قاطعہ سے ثابت ہو چکے ہیں، ان کی تردید بھی طریقہ بُرہانیہ سے ہونی چاہیے۔ ششم، ابنِ رضوان کے اس قول کے متعلق "وہ چاہے تو مجھ سے ہزار مسائل پوچھے۔ لیکن میں اُسے ایک ہی بات میں لاجواب کر کے رکھ دوں گا"۔ ہفتم۔ ابن رضوان کے نقطۂ طبیعیہ پر۔

میں ابنِ رضوان سے یہ گزارش کرتا ہوں کہ جب وہ میرے اس رسالے کو پڑھے تو بہ جائے گالی گلوچ کے نفس مضمون کا جواب دے۔ طبیعت میں غصہ نہ آنے دے اور بغض و تعصب سے مُبرا ہو کر میری معروضات پر غور کرے۔ ثامسطیوس نے کیا خوب کہا ہی:۔

"دل اللہ کا ہیکل ہی، ہمیں چاہیے کہ دل کو رُوحانی غلاظتوں سے صاف رکھیں"۔

فیثاغورس نے فرمایا تھا:۔

"عوام معابد میں نہایت ادب سے داخل ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ ان کو اللہ کا گھر سمجھتے ہیں۔ جو لوگ تمام دُنیا کو اللہ کا گھر سمجھتے ہیں، انھیں چاہیے کہ ہر جگہ با ادب ہو کر رہیں۔"

اللہ سے دُعا ہے کہ وہ آپ کو قوتِ غضبیہ پر فتح حاصل کرنے کی توفیق دے اور ہمیں ہدایت نصیب کرے۔

فصلِ ثانی:۔ ایک ناقص العلم انسان (جس نے اُستاد کی مدد کے بغیر کتب کا خود مطالعہ کیا) کے شکوک کبھی حل نہیں ہوا کرتے۔ وجہ یہ کہ شک کمیِ علم سے پیدا ہوتا ہے۔ ناقص علم شک پیدا کرتا ہے۔ اور شک علم کو اور ناقص بناتا ہے۔ ضعفِ علم شکوک کو بڑھاتا ہے اور جب شکوک بڑھ جاتے ہیں تو علم اور ضعیف ہو جاتا ہے۔ اس کی ایک مثال نظامِ جسمانی میں ملتی ہے کہ سودا قوائے فکریہ کو ردّی بنا دیتا ہے۔ اور ردّی فکر کی وجہ سے اخلاط جل کر سودا میں بدل جاتے ہیں۔ بہ دیگر الفاظ سودا کا غلبہ فکر کو کم زور کرتا ہے، اور کم زور فکر سودا کو بڑھاتا ہے۔ ایک فاسد الفکر انسان اپنی بیماری کو سمجھ ہی نہیں سکتا اس لیے علاج کی پروا نہیں کرتا۔ اگر کسی شخص کو دیوانہ کتا کاٹ کھائے تو وہ پانی کے پیلے کو زہر کا پیالہ سمجھ کر نہیں پیتا اور ہلاک ہو جاتا ہے، حالاں کہ پانی اُس کے لیے باعثِ حیات ہوتا ہے۔ یہی وہ امراض ہیں جن کے علاج سے اطبا عاجز آجایا کرتے ہیں۔

دماغی دُنیا میں بھی ایسے مریض ملتے ہیں۔ بعض لوگ غلط اعتقادات، غلط آرا و اصوؔل کو صحیح سمجھ بیٹھتے ہیں۔ اب انھیں لاکھ

سمجھائیے۔ کبھی نہ مانیں گے۔ ان لوگوں کے معتقدات و مقبولات کو چند دیگر سہل انگار طبائع مقبول کرلیتی ہیں۔ رفتہ رفتہ ایک بہت بڑی جماعت ایک ہی رنگ میں رنگی جاتی ہے۔ ان کے معتقدات ان کے لیے طبائعِ ثانیہ بن جاتے ہیں اور کوئی دلیل انھیں اپنے معتقدات سے جُدا نہیں کرسکتی۔

جس طرح غلیظ ہوا سے اجسام کی موت واقع ہوجاتی ہے، اسی طرح کج فہمی و کج انگاری سے قوائے فکریہ دم توڑ دیتے ہیں۔ سچ کہا ہے ارسطو نے:

"جاہل انسان مُردہ ہے۔ جاہل نما بیمار ہے اور عالم زندہ ہے"۔ امید ہے کہ یہ تفاصیل مسئلۂ زیرِ بحث کی وضاحت کے لیے کافی سمجھی جائیں گی۔

فصل رابع:۔ فضلا کی یہ عادت ہوتی ہے کہ اگر کسی بزرگ کی کتاب میں کوئی قابلِ اعتراض امر یا متناقص آرا دیکھ پائیں تو فوراً بدظن نہیں ہوجاتے بلکہ کافی غور و خوض کے بعد کسی نتیجے پر پہنچا کرتے ہیں۔ ارسطو عمر بھر اس انتظار میں رہا کہ آیا چاند کی شعاعوں سے بھی قوسِ قُزح بنتی ہے یا نہیں۔ چناں چہ زندگی میں صرف دو دفعہ ایسی قوسِ قُزح دیکھ سکا۔ جالینوس برسوں اس امر پہ غور کرتا رہا کہ طبیعت میں انقباض و ملال ہو تو نبض میں سکون کیوں آجاتا ہے۔ آخر وجہ دریافت کرنے میں کامیاب ہوگیا"۔

(اس مقالے کا باقی حصہ فنی اصطلاحات سے لبریز اور اُلجھے ہوئے منطقی، ہندسی وطبّی مسائل سے پُر ہے۔ اکثر حصہ میری سمجھ میں نہیں آیا اس لیے نظر انداز کیا جاتا ہے۔

جو صاحب اس بحث کو دیکھنا چاہیں وہ اصل کتاب کا صفحہ ۲۰۱ ملاحظہ فرمائیں۔ مترجم)

ابن بُطلان، ابوالفرج بن الطیّب البغدادی[51] کا قابل ترین شاگرد تھا۔ ابوالفرج اس کی بہت تعظیم و تکریم کیا کرتا اور اپنے تمام شاگردوں سے اسے بلند مرتبہ سمجھا کرتا تھا۔ ایک کتاب ثمار البُرہان پر ابوالفرج لکھتا ہے:-

"ابنِ بطلان نے مجھ سے ثمار البُرہان از اول تا آخر پڑھی۔ ابنِ بطلان ایک بلند مرتبہ فاضل ہے۔ خدا اس کی شان کو دوبالا کرے۔"

عبداللہ[52] بن الطیّب لکھتا ہے:-

"جب ابنِ بُطلان حلب میں آیا، تو والیٔ حلب سے درخواست کی کہ نصارائے حلب کی عبادات و صلوات کا اسے ناظم مقرر کیا جائے۔ والی نے اس درخواست کو شرفِ قبولیت بخشا۔ ابن بطلان نے اصولِ عیسائیت کے قیام میں اس قدر سخت گیری سے کام لیا کہ لوگ متنفر ہوگئے۔ اُن دنوں حلب میں ایک نصرانی طبیب و کاتب رہا کرتا تھا جس کا نام ابوالخیر بن شرارۃ تھا۔ ایک مرتبہ یہ دونوں کہیں اکٹھے ہوگئے۔ اور کسی مسئلے پہ بحث چل پڑی۔ چوں کہ ابن بطلان منطقی داؤ پیچ سے خوب واقف تھا۔ اس لیے ابن شرارہ کو دو ہاتھوں میں رگید ڈالا۔ اس پر ابنِ شرارہ بھڑک اٹھا۔ اور حلب کے نصرانیوں کو بھی ساتھ ملا لیا۔ چناں چہ ابن بطلان حلب کو چھوڑ کر انطاکیہ میں آگیا۔ ابن بطلان کی وفات کے بعد تک ابنِ شرارہ اس کے پیچھے پڑا رہا۔ بڑا الزام یہ تھا کہ اس کے عقائد

---

[51] ابوالفرج عبداللہ بن الطیّب البغدادی کے حالات حرف العین میں گزر چکے ہیں۔

[52] ابوالفرج عبداللہ بن الطیّب۔

خلافِ شریعتِ عیسوی تھے۔ لیکن ساتھ ہی چند حکایات بھی مشہور کر رکھی تھیں۔ مثلاً کہا کرتا تھا کہ بہ قولِ راہبِ انطاکیہ اگر ابنِ بطلان کے مزار پر چراغ جلا دیا جائے تو فوراً بجھ جاتا ہے۔

حلب کے نصرانیوں نے بھی اس کی ہجو لکھی تھی۔ اس لیے کہ یہ عبادات و صلوات کے متعلق اس کی سخت گیری سے متنفر تھے۔"

مُوسیٰ بن شاکر

یہ اور اس کے تین بیٹے یعنی محمد، احمد و حسن علومِ ریاضی، ہندسہ، ہئیت و حرکاتِ نجوم کے فاضل تھے۔ مُوسیٰ مامونی منجموں میں مشہور ہو گزرا ہے۔ اس کے ہر سہ بیٹے علم ہندسہ و علم الحِیَل میں اُستاد مانے جاتے تھے۔ اس فن پر ان کی کتابیں بھی ملتی ہیں، جو حیل بنی مُوسیٰ کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ کتابیں ازبس مشہور، مفید و بلند پایہ ہیں۔ ان لوگوں نے علومِ قدیمہ کے حاصل کرنے میں کافی دولت صرف کی۔ بعض علما کو بلادِ رُوم میں اس غرض سے بھیجا کہ وہاں سے قدیم علوم کی کتابیں تلاش کر کے لے آئیں۔ پھر مترجم تلاش کیے۔ اور اس طرح زرِ کثیر کے صرف سے جواہرِ حکمت جمع کیے۔

یوں تو یہ بھائی ہر فن مولا تھے لیکن علمِ ہندسہ، علم الحیل، حرکاتِ نجوم، و موسیقی میں ید طُولیٰ رکھتے تھے۔ محمد (سب سے بڑا بھائی) کی وفات ربیع الاوّل ۲۵۹ھ میں ہوئی۔ احمد بن موسیٰ کے لڑکے کا نام مُطہّر تھا۔ گو کم علم تھا، تاہم المعتضد کے جرگۂ ندما میں شامل ہو گیا۔ ان بھائیوں کی تصانیف یہ ہیں:-

(۱) کتاب الفرسطون (ایک نسخے میں القرسطون) مصنّف احمد بن موسیٰ۔

(۲) کتاب الحیل ۔ مصنف احمد بن موسیٰ ۔
(۳) کتاب الشکل المدور المستطیل ۔ مصنف حسن بن موسیٰ ۔
(۴) کتاب حرکاتِ الافلاک الاولیٰ ۔ ایک مقالہ ۔ مصنف محمد بن موسیٰ
(۵) کتاب مخروطات بلینوس ۔ " " "
(۶) کتاب الشکل الہندسی الذی بیّن جالینوس امرہٗ ۔
(۷) کتاب الجزء ۔ مصنف محمد
(۸) کتاب فی انکار ان ثَمّ کرۃ تاسعۃ الافلاک ۔۔۔ مصنف احمد
(۹) کتاب المسئلۃ التی القاہا احمد بن موسیٰ علیٰ سِند بن علی ۔
(۱۰) کتاب مساحۃ الکرۃ وقسمۃ الزاویۃ بثلثۃ اقسامٍ متساویۃ ۔

موسیٰ بن اسرائیل الکوفی

ابو اسحاق ابراہیم بن مہدی کا طبیبِ خاص تھا ۔ گو ایک مشہور طبیب تھا لیکن دوسرے اطبا کے مقابلے میں کم علم تھا ۔ اس میں چند ایسی مجلسی خوبیاں پائی جاتی تھیں ، جو دوسروں میں موجود نہ تھیں ۔ مثلاً فصاحت ، علمِ نجوم ، تاریخ سے پوری آگہی اور نقل اشعار ۔ ابو اسحاق ابراہیم بن مہدی انھی خوبیوں کی وجہ سے اسے پسند کرتا تھا ۔ مزاج میں بے حد شگفتگی تھی ۔ امورِ سلطنت میں دیگر ندما کی طرح دخل دیتا تھا ۔ عنفوانِ شباب میں ایک یہودی طبیب فرات بن شحناثا کے ساتھ مل کر عیسیٰ بن موسیٰ کی خدمت میں رہا کرتا تھا ۔ فرات تیاذوق کا قابل ترین شاگرد تھا ۔ عیسیٰ فرات سے ہر مرض میں مشورہ لیا کرتا تھا اور اس کا مشورہ ہمیشہ تیر بہدف ثابت ہوتا تھا ۔ موسیٰ بن اسرائیل نے اپنی ایک تصنیف میں اُن تمام مشوروں

کا ذکر کیا ہے، جو عیسٰی نے فرات سے وقتاً فوقتاً لیے تھے۔

موسیٰ کی ولادت ۱۲۹ھ اور وفات ۲۲۲ھ میں ہوئی۔

موسیٰ بن سیار ابو عمران

اپنے زمانے کا مشہور طبیب و مناظر جو ابو طیب ابراہیم بن مصر کے ساتھ مل کر مریضوں کا علاج کیا کرتا تھا۔ ان ہر دو نے کناش یوحنا پر حواشی بھی لکھے ہیں۔

موسیٰ بن میمون الاسرائیلی الاندلسی

اندلس کا رہنے والا یہودی، جس نے اپنے وطن ہی میں ریاضی، منطق، طب و علم الاوائل کی تکمیل کی۔ گو فن طب میں کافی دست گاہ رکھتا تھا لیکن عمل کرنے سے ڈرتا تھا۔ اُس زمانے میں بلادِ مغرب پر عبدالمومن[1] بن علی الکومی (ایک نسخے

---

[1] عبدالمومن بن علی الکومی:۔ اُمیہ خاندان کے چوبیس بادشاہوں نے ہسپانیہ میں ۱۳۸ھ سے ۴۲۲ھ تک حکومت کی۔ اس کے بعد کچھ عرصے تک طوائف الملوکی رہی۔ پانچویں صدی ہجری کے آخر میں ہسپانیہ چار امرامیں بٹا ہوا تھا۔ عیسائیوں نے اس صورتِ حالات سے فائدہ اٹھا کر حملہ کر دیا۔ اور محمد بن عباد کے سوائے (جو سویلی میں حکمران تھا) باقی سب کو شکست ہو گئی۔ محمد نے افریقہ سے مرابطین (۴۴۸ھ۔ ۵۴۱ھ) کو اپنی مدد کے لیے بُلایا۔ مرابطین نے عیسائیوں کو سخت شکستیں دیں۔ اور بعد میں ہسپانیہ پر خود قابض ہو بیٹھے۔ ان کی حکومت صرف ترانوے[۹۳] برس رہی۔ اور بادشاہوں کی تعداد چھ تھی۔ مرابطین کو ۵۳۸ھ میں مہدوی (موحدین) نے شکست دی۔ مہدویہ کا رہنما ابو عبداللہ محمد بن تومرت (بقیہ حاشیہ ص۴۱۲ پر)

میں الکوفی) البربری (ایک نسخے میں البریدی ایک اور میں البریری) کا تسلط تھا۔ کچھ ایسے واقعات پیش آئے کہ عبدالمومن نے بلادِ مغرب سے یہود و نصارا کے اخراج کا حکم جاری کر دیا۔ اور تنبیہ کی کہ جو لوگ میعادِ معین کے اندر ملک کو نہیں چھوڑیں گے، اُن کی جایداد ضبط کر لی جائے گی۔ اور ممکن ہو کہ انھیں موت کی سزا بھی دی جائے۔ ہاں جو لوگ مذہبِ اسلام میں داخل ہو جائیں گے، وہ اپنے وطن میں رہ سکیں گے۔ اس حکم کے بعد سب کے بار تو اٹھے اور چل دیے، البتہ متموّل لوگ تقیۃً مسلمان ہو گئے۔ ان میں موسیٰ بن میمون بھی شامل تھا۔ کچھ عرصے تک تو اسلامی عبادات میں حصہ لیتا رہا لیکن جب تمام گھر بار کا بندوبست کر چکا تو مصر کو چل دیا۔ یہاں شہر فسطاط[۱] (اس شہر میں یہودیوں کی آبادی زیادہ تھی) کے ایک محلّے المصیصہ میں آکر آباد ہو گیا اور جواہر کی تجارت شروع کر دی۔ اسلام چھوڑ کر آبائی دین پر واپس چلا گیا۔ یہاں لوگ اس سے علومِ اوائل کا درس لینے لگے۔ دولتِ علویہ (مصریہ) کے آخری دنوں کا واقعہ ہو کہ عسقلان کے بادشاہ نے فسطاط کے یہودیوں سے کوئی قابل طبیب مانگا۔ ان لوگوں نے موسیٰ کا نام تجویز کیا۔ لیکن یہ نہ گیا۔

(ص ۱۱۳ کا بقیہ حاشیہ):۔ (م ۵۲۲ھ) تھا۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بھائی عبدالمومن بن علی الکومی اس کا جانشین بنا۔ اس نے مرابطین کو شکست دی۔ اس کی وفات ۵۵۸ھ میں ہوئی۔ موحدیہ کے تیرہ بادشاہوں نے ۵۲۲ھ سے ۶۶۷ھ تک حکومت کی۔ اس کے بعد عیسائیوں کا غلبہ ہو گیا۔ اور صرف غرناطہ میں ایک مُسلم سلطنت باقی رہ گئی۔

(طبقاتِ سلاطینِ اسلام: ص ۴۲-۴۳)

[۱] فسطاط۔ مصر کا مشہور شہر جو عمرو بن عاص (فاتح مصر) نے دریائے نیل کے مشرقی کنارے پر بنا کر دارالخلافہ قرار دے دیا تھا۔ اس سے پہلے مصر کا دارالخلافہ اسکندریہ تھا۔

(نزہت ص ۲۵۱)

دولتِ عَلَویہ کے خاتمے کے بعد جب المُعز[۵۱] تختِ مصر پر جلوہ افروز ہوا تو قاضی عبدالرحیم بن علی البیانی نے اس کی کچھ تنخواہ باندھ دی۔ چونکہ اس کا علم کم تھا اس لیے طبّی معاملات میں اس کی رائے پر اعتماد نہیں کیا جاتا تھا۔ بلکہ چند دیگر طبیب بھی علاج و معالجے پر متعین تھے، جن سے ایسے امور میں مشورہ لیا جاتا تھا۔

موسیٰ نے مصر میں ایک یہودی ابوالمعالی کی بہن سے شادی کرلی۔ یہ یہودی نورالدین علی المدعو بہ افضل بن صلاح الدین یوسف بن ایوب[۵۲] کی والدہ کا کاتب تھا۔ اس سے ایک بچہ پیدا ہوا جو آج مصر کا ایک مشہور طبیب ہے۔ ابوالمعالی نے موسیٰ کی بہن سے شادی کرلی جس سے کئی بچے پیدا ہوئے۔ ان میں سے مشہور ابوالرضی ہے جو بلادِ روم میں خاندانِ قلیج ارسلان[۵۳] کا طبیبِ خاص ہے۔

موسیٰ کی وفات تقریباً ۶۰۵ھ میں ہوئی۔ موت سے پہلے وصیت کرگیا تھا

---

[۵۱] یہاں مصنف نے غلط نام دے دیا ہے۔ علویوں کا خاتمہ ایوبیوں نے کیا تھا۔ اور ایوبیوں کی تمام شاخوں میں المعز نام کا کوئی بادشاہ نہیں تھا۔ بغیر ایک کے یعنی معزالدین اسمٰعیل جو صرف یمن کا مالک تھا۔ اور جس کا عہدِ حکومت از ۵۹۳ھ تا ۵۹۸ھ ہے۔ مصر کے ایوبیوں میں العزیز نام کا ایک بادشاہ ہے جس نے صلاح الدین یوسف ناصر (۵۶۴ - ۵۸۹ھ) کے بعد چھ برس تک (۵۸۹ - ۵۹۵ھ) حکومت کی تھی۔ غالباً یہاں یہی العزیز مراد ہے جسے غلطی سے مصنف نے المعز لکھ دیا ہے۔

[۵۲] سلطان صلاح الدین ایوبی (۵۶۴ - ۵۸۹ھ) کا بیٹا جس نے دمشق پر ۵۸۲ھ سے ۵۹۲ھ تک سلطنت کی تھی۔ (طبقات سلاطین اسلام ص۶۷)

[۵۳] خاندانِ قلیج ارسلان :۔ سلجوقیوں کی یہ شاخ ایشیائے کوچک میں حکم راں تھی۔ اس کا پہلا فرماں روا سلیمانِ اوّل بن قتلمش بن ارسلان بیغو بن سلجوق تھا۔ تعدادِ سلاطین بقید سالِ جلوس حسبِ ذیل ہے۔ (بقیہ حاشیہ ص۴۱۴ پر ملاحظہ ہو)

کہ اس کی میت بحیرہ طبریہ (جہاں ائمہ بنی اسرائیل کی قبریں ہیں) میں دفن کی جائے چناں چہ ایسا ہی کیا گیا۔

ابن میمون شریعتِ یہود کا عالِم تھا۔ اس کی چند کتابیں یہ ہیں:۔

(۱) شرحِ تلموذ۔ (تلموذ تورات کی شرح ہے) چوں کہ مصنف پر فلسفہ زیادہ غالب تھا، اس لیے بعض باتیں خلافِ شریعت کہہ گیا۔ یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ اس کتاب کو پسند نہیں کرتے، اور بعض پسند بھی کرتے ہیں۔

(۲) ابطال المعاد ۔ اس کتاب کے خلاف علمائے یہود نے صدائے احتجاج بلند کی تو کتاب چھپا کر اندر رکھ لی۔ صرف خاص دوستوں کو کبھی کبھی

(ص ۳۱۳ کا بقیہ حاشیہ ملاحظہ ہو)۔

سالِ ہجری	نام	سالِ ہجری	نام
۴۷۰	سلیمانِ اوّل بن قتلمش	۶۰۱	کیخسرو اوّل بن قلیج ارسلان ثانی
۴۷۹	(دورۂ جنون)	۶۰۷	عزّ الدین کیکاؤس اوّل بن کیخسرو
۴۸۵	قلیج ارسلان داؤد بن سلیمان اوّل	۶۱۶	علاء الدین کیقبادِ اوّل " "
۵۰۰	ملک شاہ اوّل بن قلیج ارسلان	۶۳۴	غیاث الدین کیخسرو ثانی بن علاء الدین
۵۱۰	مسعودِ اوّل " "	۶۴۳	عزّ الدین کیکاؤس ثانی بن غیاث الدین
۵۵۱	عزّ الدین قلیج ارسلان ثانی بن ملک شاہ	۶۵۵	رکن الدین قلیج ارسلان رابع " "
۵۸۴	قطب الدین ملک شاہ ثانی بن قلیج ارسلان ثانی	۶۶۶	غیاث الدین کیخسرو ثالث بن رکن الدین
۵۸۸	غیاث الدین کیخسرو اوّل " "	۶۸۲	غیاث الدین مسعود ثانی بن عزّ الدین
۵۹۷	رکن الدین سلیمان ثانی " "	۶۹۶ / ۷۰۰	علاء الدین کیقباد ثانی
۶۰۰	قلیج ارسلان ثالث بن سلیمان ثانی		بن غیاث الدین

(طبقات سلاطین اسلام صفحہ ۱۲۷-۱۳۰)

دکھلاتا تھا۔

(۳) مختصر۔ جالینوس کی اکیس کتابوں کا اختصار نکالا۔ سولہ کتابوں پر کچھ حاشیہ آرائی بھی کی لیکن یہ اختصار کسی کام کا نہیں ہے۔

(۴) تہذیب کتاب الاستکمال لابن الافلح الاندلسی ۔ ابن الافلح کی یہ کتاب علمِ ہیئت پر تھی ۔ موسیٰ نے بہت اچھی اصلاح دی ۔ اصل کتاب قدرے مبہم تھی ۔

(۵) تہذیب کتاب الاستکمال لابن ہود ۔ یہ ریاضی کی ایک کتاب ہے، جو اصلاح طلب تھی ۔ خوب اصلاح کی ہے ۔ بعض لوگوں نے موسیٰ سے یہ کتاب پڑھی بھی ہے۔ زندگی کے آخری ایام میں بے چارے پر ایک مصیبت آن ٹوٹی ۔ اور وہ یوں کہ اندلس کا ایک فقیہہ ابوالعرب بن معیشۃ مصر میں وارد ہوا ۔ یہ فقیہہ موسےٰ کو پہلے سے جانتا تھا ۔ یہاں آکر جب دیکھا کہ موسےٰ باقاعدہ یہودی بنا بیٹھا ہے، اور اندلس میں اظہارِ اسلام کیا کرتا تھا ۔ تو سخت بھڑکا اور موسیٰ کو سزا دلانے پہ تُل گیا ۔ لیکن قاضی عبدالرحیم بن علی نے یہ کہہ کر اس کے غضب میں تسکین پیدا کی کہ موسیٰ قابلِ نفرت انسان ہے۔ اگر یہ مسلمان بھی ہو جائے، تو بھی مسلمان نہیں ہو سکتا ۔

موسیٰ بن العیزار

صنعتِ علاج، ترکیبِ ادویہ اور طبائعِ مفردات کا فاضل تھا ۔ اس نے ایک شربت تیار کیا جس کا نام شراب الاصول تھا اور اس کی تعریف میں لکھا کہ یہ شربت قبض کھولتا ہے ۔ پسلیوں وغیرہ کی ریح کو دور کرتا ہے ۔ تکلیف کے ساتھ یا رک رک کر آنے والے حیض کے لیے ازبس مفید ہے ۔ بچے دانی کے فضلوں کو ہٹا کر اسے

قابلِ حمل بناتا ہی۔ وضع حمل کی شکایت کو دور کرتا ہی۔ گردوں و مثانوں کی ریت بہا لے جاتا ہی۔ اگر کوئی عصب یا عضو دُکھتا ہو، تو اس شربت کی بہ دولت دوا مقامِ ماؤف تک جا پہنچتی ہی۔ اور پیٹ کے صفراوی پانی کو بول کے راستے نکالتا ہی۔

ابن العیزار (بعض نسخوں میں العازر والعازار) مصر کا باشندہ تھا جب المُعز العلوی مغرب سے مصر میں آیا۔ تو ابن العیزار اس کا معالجِ خاص مقرر ہوا۔ اس نے المُعز کے لیے بڑے بڑے مفید نسخے تیار کیے۔ ان میں سے ایک شربت تمر ہندی تھا جس کا پورا نسخہ التیمی[1] المقدسی نے اپنی کتاب مادۃ البقا میں درج کیا ہی۔

مقسطراطیس

یونان کا فلسفی وکتبِ ارسطو کا شارح، جس کی بعض شرحیں نکل چکی ہیں۔ اسے مورخین نے شارحینِ ارسطو میں شمار کیا ہوا ہی۔

ماکسیمس

روم کا مشہور فلسفی جسے مورخین نے شارحینِ ارسطو میں شمار کیا ہی۔

---

[1] محمد بن احمد بن سعید التیمی المقدسی (۳۷۰ھ میں موجود) کے حالات اوراقِ گزشتہ میں درج ہو چکے ہیں۔

میلاؤس

مہندس و ریاضی داں، جس نے اِن فنون پر چند کتابیں بھی لکھی ہیں۔

میطن الاسکندری

علم فلک، علم الارصاد، آلاتِ فلک واحکامِ نجوم کا فاضل، جس نے اقطیمن[1] کے ساتھ مل کر اسکندریہ میں بہ ذریعۂ رصد ستاروں کا مشاہدہ کیا۔ یہ ہر دو بطلیموس سے پان سو ستّر سال پہلے گزرے تھے۔

منالاؤس

اسکندریہ کا مشہور ریاضی دان و مہندس جو بطلیموس سے پہلے گزرا تھا۔ اس کا ذکر المجسطی میں ملتا ہے۔ اسکندریہ میں اور بہ قولِ بعض منف میں درسِ حکمت دیا کرتا تھا۔ یونانی رنگ کا حکیم تھا۔ اس کی کتابیں پہلے سُریانی اور پھر عربی میں ترجمہ ہوئیں۔ اس کی ایک کتاب کا نام یہ ہے:۔

کتاب معرفۃ کمیّۃ تمیز الاجرام المختلطۃ۔

یہ کتاب ایک بادشاہ طوماطیاؤس نامی کے لیے لکھی تھی۔

---

[1] حالات گزشتہ اوراق میں دیکھیے۔

مورطس یا مورسطس

یونان کا ایک ریاضی دان جس کی ایک تصنیف کا نام ہے:
کتاب فی الآلۃ المصوتۃ المسماۃ بالارغنن البوقی والارغنن الزمری۔
ان باجوں کی آواز ساٹھ میل سے سُنائی دیتی تھی۔

مرایا البابلی

ابو معشر منجم نے اس کا ذکر کیا ہے۔ اور اس کی ایک تحریر بھی نقل کی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بُخت نصّر کا منجم تھا۔ اس کی ایک کتاب کا نام ہے:
کتاب الملل والدول والقرانات والتحاویل۔

مغنس

بُقراط کا مشہور شاگرد، حمص کا رہنے والا، جو جالینوس سے پہلے گزرا تھا۔ اس کی ایک کتاب کا نام ہے: کتاب البول۔ ایک مقالہ۔

ماغنس

اسکندریہ کا طبیب جو یحییٰ نحوی کے بعد گزرا۔ اطبا میں کافی مشہور تھا۔ اس کی کوئی کتاب نگاہ سے نہیں گزری۔ اس کا ذکر عبید اللہ بن بختیشوع نے کیا ہے۔

متّیٰ بن یونس ابوبشر نزیل بغداد

منطق کا شارح و عالم جس کی تحریروں میں اطناب و تکرارِ الفاظ کا عیب پایا جاتا ہے۔ غالباً ابوبشر کا مقصد اچھی طرح سمجھانا اور واضح کرنا تھا۔ اہلِ منطق اس کی کتابوں کو سند سمجھتے ہیں۔ الراضی کے زمانے میں ۳۲۰ھ و ۳۳۰ھ کے درمیان بغداد میں تھا۔ ابوسعید السیرانی النحوی کے ساتھ فضل[1] بن الفرات المعروف بہ ابنِ حرابہ کی موجودگی میں کئی مناظرے ہوئے۔ یہ مناظرے عام مجلس میں ہوا کرتے تھے۔

محمد بن اسحاق الندیم اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ ابوبشر متی بن یونس دیر قُنّی[2] کا رہنے والا تھا۔ مرماری کے اسکول میں جوان ہوا۔ قُویری، روفیل، بنیامین اور ابواحمد بن کرنیب سے تعلیم حاصل کی۔ اور وہ کمال پیدا کیا کہ رئیس المنطقیین کہلایا۔

اس کی چند کتابوں کے نام یہ ہیں:۔

(۱) کتاب تفسیر الثلث مقالات الاواخر من تفسیر ثامسطیوس

(۲) کتاب نقل کتاب البرہان الفص (۳) کتاب نقل سوفسطیقا الفص۔

(۳) کتاب نقل کتاب الشعراء الفص۔

(۴) نقل کتاب الکون والفساد بتفسیر الاسکندر الافرودیسی۔

---

[1] فضل بن الفرات پہلے مقتدر باللہ (۲۹۵۔ ۳۲۰ھ) پھر قاہر باللہ (۳۲۰۔ ۳۲۲ھ) اور اس کے بعد الراضی (۳۲۲۔ ۳۲۹ھ) کا وزیر رہا۔

[2] دیر قُنّی، شام میں "دیر" سے شروع ہونے والے کافی مواضع ہیں۔ مثلاً دیر الزعفران۔ دیر المعرفۃ (دمشق کے پاس ایک گانو) دیرِ سمعان (دمشق کا ایک گانو جہاں عمر بن عبدالعزیز مشہور اموی خلیفہ دفن ہیں)۔ دیرُ العاقول۔ دیرُ عبدون۔ دیر العذاریٰ۔ دیرُ ہند۔ دیرُ بحران۔ دیرُ مرجش۔ دیر مارن اور دیر قُنّی بھی شام کا ایک موضع ہے۔

(۵) کتاب نقل اعتبار الحکم وتعقب المواضع لثاسطیوس۔
(۶) نقل کتاب تفسیر الاسکندر لکتاب السماء۔ اس کتاب کی اصلاح یحییٰ بن عدی نے کی۔
(۷) تفسیر الکتب الاربعۃ فی المنطق۔ اس تفسیر کو علمائے منطق سند سمجھتے ہیں۔
(۸) تفسیر کتاب ایساغوجی۔ ایساغوجی منطق کی پہلی کتاب ہے۔ اس کا مصنف فرفوریوس تھا۔
(۹) کتاب صدر کتاب انالوطیقا (۱۰) کتاب المقاییس الشرطیۃ۔

مثرو ذیطوس

اتنا بڑا حکیم تھا کہ اس کا حکم بادشاہوں کی طرح چلتا تھا۔ یہ معجونِ مثرو ذیطوس کا موجد ہے، جو ہر قسم کے زہر کے لیے اکسیر تھی۔ اس حکیم کا قاعدہ یہ تھا کہ جن مجرموں کو موت کی سزا مل جاتی تھی، انھیں سانپوں وغیرہ سے ڈسوا کر مختلف دوائیں کھلاتا تھا۔ چناں چہ اس نے بعد از تجربہ تین چار قسم کی دوائیں تیار کیں۔ ان میں سے کوئی زہریلی مکڑی، کوئی بچھو، کوئی سانپ، کوئی سمندری خرگوش اور کوئی خانق الذئب (پودا) کے زخم خوردہ کے لیے تریاق کا حکم رکھتی تھی۔ مثرو ذیطوس اِن مفرد دواؤں کو مختلف مقادیر میں ملا کر ایک ایسی معجون حاصل کرنا چاہتا تھا، جو تمام زہروں کے لیے تریاق کا کام دے۔ (لیکن غالباً کام یاب نہ ہوسکا) اردن[۱] کے رئیس الاطبا اندروماخس نے اس حکیم کے نسخوں میں کچھ ردّ و بدل کر کے سانپ کے زہر کا زیادہ مفید تریاق تیار کرلیا۔

---

[۱] اردن، عرب اور شام کے درمیان فلسطین کے مشرق میں ایک چھوٹا سا علاقہ۔

ماسرجویہ البصری (ماسرجیس)

اُمیّہ خاندان کے مشہور بادشاہ عمر[1] بن عبدالعزیز نے اسے حکم دیا کہ اہرن القس[2] کی مشہور کلیاتِ طب (کلیاتِ قدیمہ میں بہترین) کا عربی میں ترجمہ کرے۔

ابن جلجل الاندلسی لکھتا ہے کہ ماسرجویہ شام کا ایک یہودی تھا جسے مروان[3] نے کلیاتِ اہرن القس کے ترجمے کا حکم دیا تھا۔ جب عمر بن عبدالعزیز تختِ خلافت پر متمکن ہوا تو یہ ترجمہ دارالکتب میں پڑا ملا۔ فیصلہ نہ کرسکتا تھا، آیا مسلمانوں کے فائدے کے لیے اس کتاب کو شائع کرے یا نہ کرے۔ چناں چہ کتاب مُصلّے پہ رکھ کر چالیس رات استخارہ کرتا رہا اور اس کے بعد اشاعت کی اجازت دے دی۔ ابن جلجل کہتا ہے کہ مجھے یہ حکایت ابوبکر محمد[4] بن عمر نے مسجد قرمونی[5] میں ۳۵۹ھ کو سنائی تھی۔

ایوب بن الحکم البصری جو محمد[6] بن طاہر بن الحسین کا دربان اور کافی بادب

---

[1] عمر بن عبدالعزیز بن مروان بن حکم، اُمیّہ کا آٹھواں خلیفہ (۹۹ - ۱۰۱ھ)

[2] اہرن القس کے حالات گزر چکے ہیں۔

[3] مروان، اُمیّہ کا چوتھا خلیفہ (۶۴ - ۶۵ھ)

[4] محمد بن عمر بن الفرخان ابوبکر۔ حالات حرف المیم میں گزر چکے۔

[5] قرمونی: اگر یہ قرمونیۃ کا اسم منسوب ہو تو قرمونیۃ یورپ کا ایک شہر ہے۔ اور اگر قرمان کا بگاڑ ہو، تو قرمان روم کے ایک علاقے کا نام ہے۔ یوں قرمیٰ بھی ایک موضع ہے۔ مکّہ و مدینہ کے درمیان۔ بہرحال تحقیقاً معلوم نہ ہوسکا کہ قرمونی کیا ہے۔

[6] آلِ طاہر کا آخری بادشاہ (۲۴۸ - ۲۵۹ھ) مصنف نے یہاں دادا کا نام غلط دیا ہے۔ صحیح شجرۂ نسب یوں ہے: محمد بن طاہر بن عبداللہ بن طاہر بن حسین۔

با اخلاق و باخبر انسان تھا، بیان کرتا ہے کہ ابو نواس[1] الحسن بن ہانی کو ثقیف کی ایک لڑکی جنان سے عشق ہو گیا۔ یہ لڑکی بصرے کے ایک گانو حکمان کی رہنے والی تھی۔ اس کے رشتے داروں میں سے ابو عثمان و ابو میۃ زیادہ مشہور تھے۔ ابو نواس ہر صبح حکمان کے راستے پر کھڑا ہو جاتا اور ہر راہ گزر سے جنان کا حال پوچھتا۔ ایک دن حسبِ معمول صبح کے وقت اُس طرف نکلا۔ میں (ایوب) بھی ہمراہ ہو لیا۔ اُس روز پہلا مسافر جو حکمان کی طرف سے آتا ہوا ملا، ماسرجویہ طبیب تھا۔ ابو نواس نے پوچھا۔ سناؤ بھائی! ابو عثمان و ابو میۃ کا کیا حال ہے۔ جس کے جواب میں ماسرجویہ نے کہا۔ "جنان بالکل راضی و خوش ہے"۔ اس پر ابو نواس نے فوراً کہا:۔

"میں حکمان سے آنے والوں سے پوچھتا تو یہ ہوں کہ ابو عثمان کا کیا حال ہے۔ اور ابو میۃ (ایک بلند اخلاق انسان جو زمانے کی گردشوں میں ہماری پناہ و سہارا بنتا ہے) کس رنگ میں ہے۔ لیکن مجھے جواب یہ دیا جاتا ہے کہ جنان راضی ہے۔ اللہ ان مسافروں کو اپنی برکات سے محروم کرے، انھیں میرے سینے کا راز کیسے معلوم ہو گیا؟"

ایوب کہتا ہے کہ ایک دن میں ماسرجویہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ یہ قارورے دیکھ رہا تھا کہ خوزستان کا ایک مریض وارد ہوا۔ اور کہنے لگا کہ طبیب صاحب! میرا مرض جہان بھر سے انوکھا ہے۔ میں جب صبح کو بیدار ہوتا ہوں تو آنکھوں کے سامنے

---

[1] ابو نواس الحسن بن ہانی اہواز کا ایک شاعر تھا۔ اس کی رسائی ہارون الرشید کے دربار تک ہو گئی۔ اس نے چند تصانیف بھی چھوڑی ہیں۔ وفات ۱۹۵ھ میں ہوئی۔ لٹریچر میں صرف ابو نواس کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی خمریات بہت مشہور ہیں۔ ایک مرتبہ مامون نے اسے شراب پہ شعر کہنے سے حکماً روک دیا تھا۔ اس کا دیوان کئی لوگوں نے مرتب کیا اور ہر تذکرہ نویس نے اس کی شاعری کو سراہا۔

اندھیرا ہوتا ہے اور سخت بھوک لگی ہوئی ہوتی ہے۔ جب کھانا کھا چکتا ہوں تو اندھیرا ہٹ جاتا ہے۔ شام کو پھر یہی حالت ہو جاتی ہے اور کھانے کے بعد پھر ٹھیک ہو جاتا ہوں۔ رات کو سہ بارہ یہ تکلیف ہو جاتی ہے۔ اور جب تک کھانا نہ کھالوں اندھا رہتا ہوں۔

ماسرجویہ نے حکایت سُن کر کہا۔ اللہ اس بیماری پر لعنت برسائے کہ کس قدر گھٹیا اور کمینے انسان کو جا چمٹی۔ اگر تم (مریض سے خطاب) کسی طرح یہ بیماری مجھے اور میرے بچّوں کو دے سکو، تو میں تمھیں اپنی جائداد کا نصف دینے کو تیار ہوں۔ مریض نے کہا۔ "جناب کا مطلب"۔ طبیب نے کہا۔ "میرا مطلب یہ ہے کہ تمھاری یہ بیماری دراصل کمالِ صحت ہے۔ اور میں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تم سے یہ نعمت چھین کر کسی ایسے شخص کو دے، جو تم سے زیادہ مستحق ہو"۔

مَسْلَمہ بن احمد ابوالقاسم المعروف المجریطی الاندلسی

اندلس کے ریاضی دانوں و منجموں کا اُستاد جسے مشاہدۂ کواکب کا بہت شوق تھا۔ المجسطی کے سمجھنے کی ازحد کوشش کیا کرتا تھا۔ اس کی چند تصانیف کے نام یہ ہیں:۔ (۱) ثمار العدد۔ یہ کتاب اندلس میں بہت مشہور ہونے کے علاوہ سند مانی جاتی تھی۔ (۲) اختصار تعدیل الکواکب من زیج البتانی۔ مسلمہ نے محمد بن موسیٰ خوارزمی کی تقویم کی طرف بھی توجہ دی۔ چناں چہ اس تقویم کی فارسی تاریخوں کو عربی تاریخوں میں تبدیل کیا۔ نیز بتلایا کہ سنۂ ہجری کی پہلی تاریخ کو ستاروں کی اوسطیں کیا تھیں۔ اس کتاب میں مسلمہ نے چند جداول کا بھی اضافہ کیا ہے۔ کتاب نہایت عمدہ ہے۔ صرف ایک نقص باقی رہ گیا ہے

کہ جہاں جہاں مصنف نے غلطی کی تھی، وہ غلطی مسلمہ کے ہاں بھی باقی رہی۔
مسلمہ کی وفات انقلاب اندلس سے کچھ عرصہ پہلے ۳۹۸ھ میں ہوئی۔ اس نے بڑے بڑے شاگرد پیچھے چھوڑے۔

ماشاءاللہ

ایک یہودی منجم جس کا اصلی نام میشا بن ابری (ایک نسخے میں اثری) تھا، منصور[1] کے زمانے میں پیدا ہوا اور مامون[2] کے عہد تک زندہ رہا۔ پیش گوئیاں کرنے میں ید طولیٰ رکھتا تھا۔ اور اس کی جنم پتری میں سہم الغیب (ستارے کا نام) پڑا ہوا تھا۔

ایک دفعہ سفیان[3] ثوری اور ماشاءاللہ کی ملاقات ہوئی۔ سفیان نے کہا "تم زحل سے ڈرتے ہو۔ اور میں رب زحل سے۔ تم مشتری سے امیدیں باندھتے ہو۔ اور میں رب المشتری سے۔ تم آیندہ کے متعلق ستاروں پہ اعتماد رکھتے ہو اور میں استخارے پر۔ تجھ میں اور مجھ میں کتنا فرق ہے"۔ ماشاءاللہ نے کہا۔ "بے شک ہم جوتشیوں کی نسبت تم بہت زیادہ کامیاب زندگی بسر کرتے ہو۔ اور تمھیں جو اطمینان حاصل ہے اُس سے ہم محروم ہیں۔ ماشاءاللہ کی بعض تصانیف یہ ہیں:-

---

[1] منصور کا زمانہ (۱۳۶ھ - ۱۵۸ھ)

[2] مامون کا عہد (۱۹۸ھ - ۲۱۸ھ)

[3] سفیان ثوری امام ابو حنیفہ نعمانؒ بن ثابت کوفی (۸۰ - ۱۵۰ھ) کے شاگرد۔ بہت بڑے محدث و درویش، جنھیں ابو جعفر منصور (۱۳۶ - ۱۵۸ھ) نے جیل میں ڈال دیا تھا۔ حضرت سفیانؒ کی وفات ۱۶۱ھ میں ہوئی۔

(۱) کتاب المواليد الكبير (۲) کتاب القرانات والاديان والملل۔
(۳) کتاب مطرح الشعاع (۴) کتاب المعانی۔
(۵) کتاب صنعة الاصطرلاب والعمل بها (۶) کتاب ذات الحلق۔
(۷) کتاب الامطار والرياح (۸) کتاب السہمین۔
(۹) الكتاب المعروف بالسابع والعشرين۔ یہ کتاب کئی کتابوں کا مجموعہ ہے۔ پہلی کتاب کا نام ابتداءُ الاعمال۔ دوسری کا فی دفع التدبیر۔ تیسری کا فی المسائل۔ چوتھی کا فی مشہودات الکواکب۔ اور پانچویں کا فی الحدوُد۔ (ایک نسخے میں الحدوث) ہے۔

محفوظ بن عیسٰی بن المسیحی الحکیم ابو العلاء الطبیب النصرانی النیلیؔ نزیل واسط

اپنے عہد کا مشہور طبیب جسے علاجِ امراض میں کمال حاصل تھا شعر وادب کا بھی خاصا مذاق رکھتا تھا۔ ۵۵۹ھ کو عراق میں زندہ تھا۔ تاریخ وفات معلوم نہیں۔

المظفّر بن احمد ابو الفضل الاصفہانی المعروف بالیزدی

اصفہان سے بچپن ہی میں چلا گیا، اور شام میں اقامت پزیر ہوگیا۔ وہاں طب، ادب وشاعری میں کافی دست گاہ پیدا کی۔ اور پھر اصفہان میں واپس آگیا۔ اصفہان کی ہجو میں کہتا ہے:-

"اصفہان میرا وطن ہے۔ جسے بچپن ہی میں چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ یہاں کے جوان کہول (چالیس و پچاس سال کے درمیان عمر والے) ہیں۔ کہول بوڑھوں کی طرح ہیں، اور بوڑھے کتوں کی طرح۔
اے اصفہان! تیرے پاس میرے لیے نہ دولت ہے نہ منصب اور نہ مصائب میں کوئی جائے پناہ، اس لیے اگر میں تجھ پر سلام بھیجوں تو میری مہربانی سمجھ۔ تیری طرف توجہ کروں تو اسے خاص نوازش خیال کر۔"

یزدی نے دیوانِ حماسہ[1] کا جواب لکھا ہے۔ اشعار کی تعداد اوزان و قوافی میں کوئی فرق نہیں آنے دیا۔ اس کا ایک نسخہ مدرسۂ نظام (اصفہان) کے کتب خانے میں موجود ہے۔

میخائیل بن ماسویہ

اس کے بھائی کا نام یوحنا اور والد کا نام ماسویہ تھا۔ میخائیل جندیسا پور (خوزستان کا مشہور شہر) کے شفاخانے میں دوائیں کوٹنے کی خدمت پر مامور تھا۔ ماسویہ بالکل ان پڑھ تھا۔ لیکن تجربے، مشق اور صحبتِ اطبا کی بہ دولت امراض کا علاج خوب کرتا تھا۔ آخر جبرئیل بن بختی شوع اس پر مہربان ہو گیا اور اسے کئی طرح کے فائدے پہنچائے۔ کہتے ہیں کہ ماسویہ داؤد بن سرافیون[2] کی ایک

---

[1] دیوانِ حماسہ تالیفِ ابوتمام (۲۳۱ھ) حماسۂ بحتری سے زیادہ مشہور ہے۔
[2] داؤد بن سرافیون، مامون کے عہد (۱۹۸ - ۲۱۸ھ) میں بغداد میں اقامت پزیر تھا۔ دراصل باجرمی کا رہنے والا ایک طبیب تھا۔ یہ وہی طبیب ہے، (بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۲۷ پر)

کنیز کے دامِ محبت میں گرفتار ہوگیا۔ جبریئل نے آٹھ سو دراہم پر یہ کنیز خریدکر ماسویہ کے حوالے کردی۔ یوحنا و میخائیل اسی کنیز کے بطن سے پیدا ہوئے۔ میخائیل بڑا ہوکر مامون کے دربار میں ملازم ہوگیا۔

میخائیل جب کبھی کسی مریض کو سکنجبین یا گُل قند دیتا تھا تو شہد کے ساتھ ملاکر۔ یہ ہر معاملے میں یونانیوں کی تقلید کرتا تھا۔ گزشتہ دوسو سال میں اس پائے کا کوئی طبیب پیدا نہیں ہوا۔ ایک دن کسی شخص نے کیلے کے متعلق اس کی رائے دریافت کی۔ کہنے لگا۔ کتبِ اوائل میں اس کا ذکر نہیں ملتا، اس لیے میں کھانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ مامون اس کی بہت عزت کرتا اور امورِ صحت میں اسی سے مشورہ لیتا تھا۔ بغداد کے تمام طبیب اس کی بہت تعظیم کیا کرتے تھے۔

میخائیل کہتا ہے کہ جب مامون بغداد میں داخل ہوا اور طاہر بن حسین[1] کو شرفِ ملاقات بخشا تو اس وقت خلیفہ کے سامنے قطربل کی نبیذ پڑی تھی۔ مامون پوچھنے لگا " ابوطیب! کیا تم نے ایسی اچھی شراب پہلے بھی کہیں دیکھی ہے"۔ کہنے لگا " جہاں پناہ! بوشنج[2] میں دیکھی تھی "۔ مامون نے کہا " تو بہت اچھا، کسی کو لکھ کر وہاں سے چند بوتلیں منگواؤ "۔ طاہر نے فوراً اپنے نائب کو لکھا۔ اس نے چند بوتلیں بھیج دیں اور ساتھ ہی نہروان[3] کے افسرِ محکمۂ اطلاعات نے مامون

(صہ ۴۲۶ کا بقیہ حاشیہ) جسے موسیٰ الہادی نے نالائقی کی وجہ سے موت کی سزا دی تھی۔ پوری حکایت باب الکنیٰ۔ ابوقریش کے حالات میں دیکھیے۔

[1] آلِ طاہر کا پہلا فرماں روا (۲۰۵ - ۲۰۷ھ)

[2] بوشنج، نہروان کا ایک موضع۔

[3] نہروان، بغداد اور واسط (دریاے دجلہ کے کنارے ایک شہر) کا درمیانی علاقہ۔ نیز دریاے تامرہ کے کنارے ایک شہر کا نام۔ (قاموس۔ ن۔ ہ۔ ر)

کو اطلاع دی کہ یہاں سے کوئی تحفہ طاہر کی طرف بھیجا جا رہا ہے۔ مامون نے چند روز تک تو انتظار کیا، جب شراب نہ پہنچی تو طاہر کو بلایا۔ وجۂ تاخیر پوچھی تو کہنے لگا "میرے آقا میں افلاس و فلاکت کے دنوں میں ایک دفعہ بوشنج سے گزرا تھا۔ وہاں کسی نے مجھے نبیذ پلائی تھی جس کا مزا اب تک نہیں بھولا۔ اس کے بعد میری یہ ہمیشہ آرزو رہی کہ کاش میں اس علاقے کا حاکم یا والی بن جاؤں۔ اب کہ امیر المومنین نے میری اس آرزو کو پورا کر دیا ہے اور میں نے وہاں سے شراب منگوائی ہے تو وہ بدترین اور نہایت ردّی نکلی ہے۔ چوں کہ پیش کرنے سے شرماتا تھا، اس لیے حاضرِ خدمت نہ ہوا"۔ اس پر مامون نے حکم دیا کہ وہ شراب شاہی گودام میں رکھ دی جائے۔ اور اس پر "طاہری شراب" لکھ دیا جائے۔ (اس لیبل سے مقصد طاہر کو چھیڑنا تھا)

کچھ عرصے کے بعد مامون کو قَے کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ اور اس مقصد کے لیے ردّی شراب کی ضرورت پڑی۔ کسی نے کہا۔ "طاہری شراب" سے زیادہ ردّی کہیں نہیں مل سکتی۔ چناں چہ گودام سے منگوائی گئی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ عراق کی ہوا کی وجہ سے وہ ردّی شراب قطربلی شراب سے بھی زیادہ اچھی بن چکی ہے۔

المبارک بن شرارۃ ابو الخیر الطبیب الکاتب الحلبی

حلب کا یہ نصرانی طبیب طب میں کافی شہرت کا مالک تھا، البتہ منطق نہیں جانتا تھا۔ کتابت مدارِ معاش تھی۔ اس کے تیار کردہ چارٹ تمام حلب میں مشہور تھے۔ چوں کہ زمینوں کا ایک خاص شرح سے مالیہ ادا کرنا پڑتا تھا، اس لیے ہر زمین دار کے پاس یہ چارٹ (جن میں مالیہ وغیرہ کا حساب درج تھا) موجود تھے۔

یہ چارٹ فیصلہ کُن چارٹ کہلاتے تھے۔ اگر حکامِ مال میں کسی بات پہ اختلاف ہو جاتا تو وہ ان چارٹوں کو سامنے رکھ کر فیصلہ کرتے۔

ابن بطلان کے حالات میں ہم عرض کر چکے ہیں کہ ابوالخیر و ابن بطلان کے مناظرے باہمی شکر رنجی و کشیدگی کی حد تک پہنچ گئے تھے۔

ابوالخیر حلب ہی میں رہا۔ یہاں تک کہ ترکوں نے اس علاقے کو فتح کر لیا۔ اور رضوان بن تُتُش کو حلب کا حاکمِ اعلیٰ بنا کر بھیجا۔ ایک دن ابوالخیر اس کے دربار میں موجود تھا، اور رضوان نے شراب پی ہوئی تھی۔ نشے میں کہنے لگا۔ "اے طبیب ابھی اسلام قبول کرو" طبیب کے انکار کرنے پر جھٹ تلوار سے حملہ کر دیا۔ طبیب زخمی تو ہوا لیکن جان بچ گئی۔ حلب سے فوراً بھاگا، اور انطاکیہ میں چلا آیا۔ انطاکیہ سے صور[1] چلا گیا۔ وہاں نہایت غربت و مسکنت کی حالت میں سنہ ۹۰۰ھ کو فوت ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد شہر میں منادی کرائی گئی کہ ایک مسکین غریب فوت ہو گیا ہے، للہ کچھ مدد کرو، تاکہ اس کی لاش کو دفن کرنے کا انتظام کیا جا سکے۔

ابوالخیر کی کتاب التاریخ دو لحاظ سے اچھی ہے، اوّل کہ اس میں ماضیٔ قریب کے مفصّل حالات درج ہیں۔ دوم کہ حلب کے متعلّق اس میں بہت کچھ دیا ہوا ہے۔ اس کتاب کو متاخرین میں سے کسی نے مختصر کیا تھا۔ میں نے یہ مختصر دیکھی ہے۔ اصل کتاب دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔

المنجم الخارجی المصری

مصر کا یہ جوتشی پیش گوئیاں کرنے میں اُستادِ زمانہ تھا۔ ایک دفعہ اس نے

---

[1] ساحلِ شام پر ایک شہر۔

اپنے متعلق یہ پیش گوئی کی کہ عنقریب میں بادشاہ بن جاؤں گا۔ اس پیش گوئی کے بعد مصر کی سطح مرتفع پر ۳۷۸ھ میں عَلم بغاوت بلند کر دیا۔ اور لوگوں سے کہنے لگا کہ میرے پیچھے چلو، میں تمھیں ایک پہاڑ میں امام مہدی کے پاس لے چلوں گا۔ تین سو تیس اشخاص سے بیعت بھی لی۔ ان دنوں العزیز بن المُعز تختِ مصر پر متمکن تھا۔ اس کی گرفتاری کا حکم نافذ کر دیا۔ ۷ صفر کو اس کی گرفتاری کی خبر موصول ہوئی اور منگل کے دن ۱۲ صفر ۳۷۸ھ کو فوج کے افسر ابو الفتوح فضل بن صالح نے اسے شاہی دربار میں پیش کیا۔ دربار سے پہلے قید اور کچھ عرصے بعد موت کے احکام صادر ہوئے۔ چناں چہ اسے موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا۔

مسکویہ بو علی الخازن

ایران کا بہت بڑا ادیب، علومِ قدیمہ کا فاضل اور عضد الدولہ بن بویہ کا خزانچی و ندیمِ مجلس تھا۔ اس کے مناظروں و حاضر جوابیوں سے اہلِ علم اچھی طرح آشنا ہیں۔ اس کی چند کتابیں یہ ہیں:۔

(۱) کتاب اُنس الفرید۔ چھوٹی چھوٹی دل چسپ و مفید حکایات کا مجموعہ۔

(۲) کتاب تجارب الاُمم۔ تاریخ کی کتاب جس میں ۳۷۲ھ تک کے حالات درج ہیں۔ اسی سال عضد الدولہ کی وفات ہوئی تھی۔ یہ کتاب نہ صرف تاریخی معلومات سے لبریز ہے بلکہ کم کوشی و خرد مندی کے نتائج بھی واضح کیے ہیں۔

(۳) کتاب الفوز الکبیر (۴) کتاب الفوز الصغیر۔

(۵) کتاب فی الادویۃ المفردۃ

(۶) کتاب فی ترکیب الباجات من الاطعمۃ ۔ اس کتاب میں مختلف کھانوں کے نسخے بہ مع ترکیب درج ہیں۔ کتاب بہت اچھی ہے۔

مسکویہ سنہ ۴۲۰ھ تک زندہ رہا اور بہت لمبی عمر پائی۔

بو علی سینا لکھتا ہے کہ ایک دفعہ میں نے بو علی مسکویہ سے کوئی مسئلہ پوچھا۔ اس نے مجھے سمجھانے کی خاطر ایک بات کو کئی بار بیان کیا۔ لیکن چوں کہ خود بھی سمجھا ہوا نہ تھا، اس لیے مجھے نہ سمجھا سکا۔

بو علی کی اس حکایت کے الفاظ مجھے یاد نہیں رہے، خلاصہ یہی تھا۔ عرصہ ہوا کہ کہیں پڑھی تھی اور یہاں حافظے سے نقل کی جا رہی ہے۔

مسیحی بن ابی البقا بن ابراہیم النصرانی النیلی۔ نزیل بغداد ابوالخیر۔ یعرف بہ ابن العطار

ہمارے زمانے کا مشہور طبیب جو دربارِ خلافت میں معالجِ خاص تھا، پردگیانِ حرم و کنیزوں کے علاج پر متعین تھا۔ دنیا نے اس کے علاج نیز صحبت سے بہت فائدہ اٹھایا۔ امام الناصر لدین اللہ ابوالعباس احمد اس کی بہت عزت کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ موصل کے امیر (اتابک[1] زنگی خاندان کا ایک فرد) نے اسے طبی مشورے کے

---

[1] اتابکوں کی مختلف شاخیں مختلف ملکوں مثلاً موصل، شام، الجزیرہ و شیراز وغیرہ پر حکمراں رہی ہیں۔ ملک شاہ سلجوقی کا ایک غلام آق سنقر حاجب تتش کی طرف سے حلب کا حاکم تھا۔ اس کے سر میں خود مختاری کا جنون جو سمایا تو تتش سے جنگ چھیڑ دی اور قید ہو گیا۔ کچھ عرصے بعد اس کا لڑکا عماد الدین زنگی عراق وغیرہ کا حاکم بنا دیا گیا۔ اس نے چند اور (بقیہ حاشیہ صـ۴۳۲ پر)

نے طلب کیا۔ چناں چہ وہاں گیا، اور کچھ عرصے تک وہیں رہا۔

ابن العطّار کو کتابیں جمع کرنے کا بے حد شوق تھا۔ اس کا قاعدہ تھا کہ جب کوئی کتاب اس کے ہاتھ آجاتی تو اس کی جلد وغیرہ کو بُری طرح خراب کر دیتا۔ اس بے ہُودہ حرکت سے اس کا مقصد یہ تھا کہ کتاب کو سستے داموں خرید سکے۔ اس ایک عیب کی وجہ سے مُلک بھر میں اس کی بد دیانتی کا چرچا تھا۔

کافی عمر پانے اور بے اندازہ دولت سمیٹنے کے بعد جمعرات کے دن ۱۲ رمضان ۶۰۸ھ کو بغداد میں فوت ہوا۔ اس کا بیٹا بھی طبیب تھا۔ لیکن اطوار ناپسندیدہ رکھتا تھا، بُری مجلس میں پڑ کر باپ کی ساری کمائی ضائع کر بیٹھا۔

قُثَم بن طلحہ الزّینبیّ المعروف بہ ابن الانفی اپنی تاریخ میں لکھتا ہے:۔

"ابن عطّار نے مجھے بتلایا کہ ایک دفعہ ایک عورت کے اندامِ نہانی کے پاس ایک پھوڑا نکلا جس سے وہاں سُوراخ بن گیا۔ یہ سُوراخ پیٹ

(صہ۴۳۱ کا بقیہ حاشیہ):۔ علاقے اپنی قلم رو میں شامل کر لیے، اور یہیں سے زنگیوں کی حکومت شروع ہو گئی۔ اتابکانِ موصل کی فہرست یہ ہے:۔

سالِ جلوس	نام	سالِ جلوس	نام
۵۲۱ھ	عماد الدین زنگی	۶۰۷ھ	عزّ الدین مسعود ثانی بن نور الدین
۵۴۱ھ	سیف الدین غازی اوّل بن زنگی	۶۱۵ھ	نور الدین ارسلان شاہ ثانی بن مسعود ثانی
۵۴۴ھ	قطب الدین مودود " "	۶۱۶ھ	ناصر الدین محمود بن مسعود ثانی
۵۶۵ھ	سیف الدین غازی ثانی بن قطب الدین	۶۳۱ھ	بدر الدین لولو (وزیرِ ناصر الدین محمود)
۵۷۶ھ	عزّ الدین مسعود اوّل " "	۶۵۷ھ / ۶۶۰	اسماعیل بن لولو
۵۸۹ھ	نور الدین ارسلان شاہ اوّل بن عزّ الدین		اس سلسلے کو مغلوں نے تباہ کیا۔

(طبقاتِ سلاطینِ اسلام صہ۱۴۴)

کے تمام پردوں کو چیر کر انتڑیوں تک جا پہنچا۔ اور دو ماہ تک بول و براز اسی سوراخ سے بہتا رہا۔ اس کے بعد یہ سوراخ خود بہ خود بند ہو کر مندمل ہو گیا۔ تمام شکایات جاتی رہیں اور عورت چنگی بھلی ہو گئی۔ ان بیرونی جلد پر کچھ آثارِ مرض (جب ابن العطار نے اُسے دیکھا) دکھائی دیتے تھے۔"

مسعود بن ابی محمد ابو الفتوح المعروف بہ ابن الغضائری

ویعرف ایضاً بہ ابن الحویان

بغداد میں باب البصرہ کا رہنے والا حنبلی المذہب فلسفی، متکلم، ادیب و شاعر جو بہ ظاہر معتزلہ تھا لیکن دراصل مذہبِ حکما کا قائل تھا۔ نماز نہیں پڑھتا تھا۔ ہفتے کے دن، ربیع الاخر ۶۱۶ھ کو فوت ہوا۔

المکفوف الملاحمی المصری

مصر کا ایک اندھا قصاب جس کی پیش گوئیاں عموماً درست نکلتی تھیں۔ حسن بن رافع الکاتب کہتا ہے کہ جس دن احمد بن طولون[1] کو مصر میں داخل ہونا تھا، سڑکوں

---

[1] طولون ایک سامانی غلام تھا، جسے ایک سامانی امیر نے مامون کے ہاں بہ طورِ تحفہ بھیجا تھا۔ مامون نے اس پر نوازشات کیں۔ اور ۲۴۰ھ میں اس کے لڑکے احمد کو مصر کا حاکم بنا کر بھیج دیا۔ وہاں اس نے خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ (بقیہ حاشیہ ص۴۳۴ پر)

پر لوگوں کا ہجوم تھا۔ میں ایک دُکان پر بیٹھا ہوا تھا۔ اسی دُکان پر ایک اندھا قصاب (نوجوان) بھی موجود تھا۔ حاضرین میں سے کسی نے اس سے احمد بن طولون کے متعلق پوچھا۔ کہنے لگا کہ اس کی شکل و صورت و اخلاق و عادات اس قسم کے ہیں۔ وہ اور اس کا بیٹا چالیس سال تک حکومت کریں گے۔

جب احمد بن طولون داخل ہوا تو ہم نے اس کا حُلیہ بالکل ویسا پایا جیسا کہ اندھے قصاب نے بیان کیا تھا۔

حُسنِ اتفاق دیکھیے کہ اسی روز مصر کے بعض دیگر منجموں نے ابنِ طولون کے طالعِ دُخول (دخول مصر) پہ نگاہ ڈالی تو وہ بُرجِ عقرب کے تیرھویں درجے میں نکلا۔ ایک منجم (جسے پیش گوئیاں کرنے میں یدِ طولیٰ حاصل تھا) کہنے لگا کہ یہ ستارہ خاندانِ عباسیہ کے بانی کا ہے، ابنِ طولون اور اُس کی اولاد مصر پر دو قران (ایک قران تقریباً بیس سال کا ہوتا ہے) تک حکومت کرے گی۔ ایک ہی واقعے کے متعلق دو منجموں کا ایک ہی جیسی پیش گوئی کرنا بہت نادر ہوا کرتا ہے۔ یہ پیش گوئیاں پُوری ہوئیں۔ اور ابنِ طولون، اس کے بیٹے اور پوتے نے اڑتیس سال تک حکومت کی۔

(صہ ۴۳۳ کا بقیہ حاشیہ):- اور ۲۶۴ھ میں شام پر بھی قبضہ جما لیا۔ آخر ۲۹۲ھ میں اس سلسلے کو خلفائے عباسیہ نے ختم کر ڈالا۔

سالِ جلوس	نام
۲۵۴ھ	احمد بن طولون
۲۷۰ھ	خمارویہ بن احمد
۲۸۲ھ	ابوالعساکر بن خمارویہ
۲۸۳ھ	ہارون بن خمارویہ
۲۹۲ھ	شیبان بن احمد

(طبقات سلاطینِ اسلام صہ ۵۸)

منصور بن مقشّر المصری ابوالفتح النصرانی

مصر میں دولتِ قصریہ کا مشہور طبیب جس کی عزیز بہت قدر کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ ۳۸۵ھ میں یہ طبیب بیمار پڑ گیا اور شاہی سواری کے ہمراہ نہ جا سکا۔ ان دنوں عزیز کے پاؤں میں کوئی تکلیف تھی۔ جب طبیب قدرے اچھا ہو گیا تو بادشاہ نے مندرجۂ ذیل خط طبیب کو لکھا:۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ہمارے طبیب کو اللہ سلامت رکھے اور اُس پر اپنی نعمتوں کی بارش برسائے۔ ہمیں تمھاری صحت کی خوش خبری ملی۔ جسمانی صحت اللہ کی سب سے بڑی نوازش ہے۔ میں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تم پر رحمت کی بارش برسائے۔ اور صحتِ کاملہ عطا فرمائے، تاکہ تمھاری مصیبت پر دُشمن خوش نہ ہوں، حاسدوں کی چالوں کو اللہ تباہ کرے اور انھیں ناقابلِ برداشت مصائب میں بتلا کرے۔ تمھاری لغزشوں کو معاف کر کے تمھیں صحتِ کاملہ اعتدالِ مزاج و راحت و مسرّت سے بہرہ ور کرے۔ تم پر سلام اور آنحضرت صلعم پر درود۔"

مُخرج الضمیر

یہ حکیم اس نام سے اس لیے مشہور ہو گیا تھا کہ یہ دل کی بات بتلا دیتا تھا۔ ایک دفعہ چند آدمیوں نے اسے گھیر لیا۔ ان میں سے ایک کہنے لگا کہ اگر تم یہ بتا دو کہ میرے دل میں اس وقت کیا ہے تو تمھیں اس قدر دینار (دینار دکھلا کر) دوں گا۔ سائل نے اپنے دل کی بات ہم میں سے ایک شخص کو بتادی۔ مُخرج الضمیر نے زائچہ بنایا، غور و فکر

کے بعد کہنے لگا تمھارے دل میں کوئی زمینی جوہر ہے، جس کی نہ کوئی خوش بو ہے نہ ذائقہ۔ پھر کہنے لگا کوئی پتھر ہے۔ اس کے بعد سر سے پگڑی اُتار کر وہ پھینکی اور بازار کی طرف نکل گیا۔ واپس آیا تو کسوٹی کے پتھر کا ایک ٹکڑا ہاتھ سے پھینک کر کہنے لگا۔ تمھارے دل میں کسوٹی کا پتھر تھا۔ یہ کہ کر دینار اٹھا لیے۔

ہم نے پُوچھا کہ پگڑی اُتار پھینکنے سے مقصد کیا تھا۔ کہنے لگا کہ ایک ستارہ پتھر کا ایک رنگ بتلاتا تھا اور دُوسرا ایک اور۔ بس فیصلہ نہ کر سکتا تھا کہ کون سی شہادت پہ اعتبار کرلوں۔ جی جو گھبرایا تو پگڑی وہ پھینکی اور خود بازار میں ایک رنگ ریز کے ہاں چلا گیا۔ اس سے دریافت کیا کہ اگر فلاں فلاں رنگ کو ملا دیا جائے تو کیسا رنگ بنتا ہے۔ کہنے لگا کہ کسوٹی کے پتھر جیسا۔ بس فوراً اس نتیجے پر پہنچا کہ سائل کے دماغ میں کسوٹی کا پتھر ہے۔

حرف النون

نیقولاوس

یُونان کا مشہور فلسفی و شارحِ ارسطوؔ۔ اس کی چند تصانیف کے نام یہ ہیں:۔

(۱) کتاب فی جُمل فلسفۂ ارسطوؔ۔

(۲) کتاب النبات ۔ اس کے کئی مقالے عربی میں ترجمہ ہو چکے ہیں۔

(۳) کتاب الردّ علی جاعل العقل والمعقولات (ایک نسخے میں الفعل والمفعولات) شیئاً واحداً۔ (۴) کتاب اختصار فلسفۂ ارسطوؔ۔

بہ قولِ ابن بُطلان یہ حکیم لاذقیہ کا رہنے والا تھا۔ وہیں پیدا ہوا۔ اور وہیں

اس کے اعزہ واقارب رہتے تھے۔ یہ بہت بڑا فلسفی تھا۔

نیقوماخس ابن ماخاؤن (ارسطوکا والد)

بہ قولِ بطلی مؤس یہ حکیم نجیب الطرفین تھا۔ اس کی والدہ ووالد ہردو واضعِ طب یعنی اسقل بیوسِ اوّل کی نسل سے تھے۔ یہ حکیم یونان کے ایک ضلع جھراشن کے ایک شہر اسطاغاریا کا رہنے والا تھا۔ افلاطون کا شاگرد فیل قوس (والدِ اسکندر) کا معالجِ خاص اور مذہباً فیثاغوری تھا۔ اس کی بعض کتابوں کے نام یہ ہیں:۔

(۱) کتاب الارثماطیقی فی علم العدد (۲) کتاب النغم

نسطاس النصرانی

مصر کا ایک قابل طبیب جو محمد[۱] بن طغج بن جف الاخشید کے زمانے میں تھا۔

---

[۱] دولتِ اخشیدیہ:۔ فرغانہ کا ایک امیر طغج عباسیہ کی طرف سے دمشق کا حاکم تھا۔ اس نے بغاوت کی اور قید ہوا۔ بعد میں اس کا لڑکا محمد پہلے دمشق اور پھر مصر کا والی بنایا گیا۔ جہاں اس نے بڑی طاقت حاصل کی۔ اور ۳۳۰ھ میں شام وحرمین کو بھی حوزۂ اقتدار میں شامل کرلیا۔ سلسلہ سلاطین یہ ہے:۔

سالِ جلوس ہجری	نام	سالِ جلوس ہجری	نام
۳۲۳ھ	محمد الاخشید بن طغج	۳۵۵ھ	ابوالمسک کافور (خواجہ سرا)
۳۳۴ھ	ابوالقاسم عنگور بن الاخشید	۳۵۷-۳۵۸ھ	ابوالفوارس احمد بن علی
۳۴۹ھ	ابوالحسن علی بن الاخشید		(طبقات سلاطینِ اسلام صہ ۵۹)

اس کی بعض کتابوں کے نام یہ ہیں :-

(۱) رسالۃ فی البول ۔ یہ رسالہ زید بن رومان الاندلسی النصرانی کے لیے لکھا تھا۔
(۲) کُناش فی الطب ۔ اچھی کتاب ہے۔

نظیف النفس الرومی

ایک عالم طبیب جو عربی تراجم (یونانی سے) سے آگاہ تھا۔ بدقسمتی سے کچھ منحوس واقع ہوا تھا۔ جس مریض کے علاج پہ جاتا، اُسے اگلی دُنیا میں پہنچا کے دم لیتا تھا۔ عضد الدولہ اس سے شگونِ بد لیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ ایک سپہ سالار بیمار ہوگیا۔ عضد الدولہ کو جو شرارت سوجھی تو اس طبیب کو عیادت کے لیے بھیج دیا۔ سپہ سالار نے فوراً اپنا نوکر شاہی حاجب کے پاس یہ پوچھنے کے لیے بھیجا کہ آیا بادشاہ کی نیت میں کوئی فتور تو نہیں آگیا کہ نظیف النفس جیسے منحوس کو ایک بیمار کے سر پر بھیج دیا ہے۔ جب یہ قاصد حاجب کے پاس پہنچا اور اس نے بادشاہ کو اطلاع دی تو شاہ خوب ہنسا اور فوراً چند ایک خلعتیں بھیج کر اپنی نیک نیتی کا یقین دلایا۔

جب عضد الدولہ نے بغداد میں شفاخانہ قائم کیا اور اس میں چوبیس[۲۴] طبیب مقرر کیے تو نظیف النفس کو بھی ان میں شامل کر دیا۔

حرف الھا

ہارون بن علی بن ہارون بن یحییٰ بن ابی منصور المنجم

مشہور منجم جو آلاتِ رصد کے استعمال سے آگاہ تھا۔ اس کی تیار کردہ تقویم

سند مانی جاتی ہے۔ اس علم میں ممتازِ گیتی تھا۔ پیش گوئیاں کیا کرتا تھا۔ اور اس کی جنم پتری میں سہم الغیب پڑا ہوا تھا۔ دیلمیوں کے عہد میں شہرت حاصل کی۔ چوہتر برس کی عمر پائی اور بغداد میں اتوار کے دن یکم ذی الحجہ ۳۷۶ھ کو فوت ہو گیا۔

ہارون بن صاعد بن ہارون الصابیٔ ابو نصر

بغداد کا مشہور و معروف طبیب جو شفاخانۂ عضدی میں رئیس الاطبا کے فرائض سرانجام دیتا رہا۔ جمعرات کی رات ۳ رمضان ۴۴۲ھ کو فوت ہوا۔

ہبۃ اللہ بن الحسین البدیع ابو القاسم البغدادی الاصطرلابی

آلاتِ فلکیہ کے استعمال کا ماہر اور رفتار دور سے واقف جس نے اپنے نظریوں کو براہینِ ہندسیہ و قوانینِ اقلیدسیہ سے یوں ثابت کیا ہے کہ بڑے بڑے منجموں کو مات کرکے رکھ دیا۔ اور نتائج یوں اخذ کیے ہیں کہ دنیا انگشت بدنداں رہ گئی۔ اس نے بعض نئی چیزیں بھی پیدا کی ہیں۔ مثلاً کرے میں کچھ اضافہ کرکے اسے مکمل کر دیا۔ متقدمین نے بھی اس اضافے کی کوشش کی تھی لیکن ناکام رہے۔ اس پر ایک رسالہ بھی سپردِ قلم کیا ہے جس میں براہینِ قاطعہ سے مخالفین کی خبر لی ہے۔

اسی طرح آلاتِ[1] شاملہ کا نقص دور کیا۔ آلۂ شاملہ کے موجد خجندی[2] کا دعوا یہ

---

[1] آلۂ شاملہ فلک بینی کا ایک آلہ تھا، جو اصطرلاب سے بدرجہا بہتر تھا۔

[2] حامد بن الخضر ابو محمود الخجندی فخر الدولہ بویہی (۳۶۶-۳۸۷ھ)۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۴۰ پر)

تھا کہ یہ آلہ صِرف عرض واحد کے لیے استعمال ہو سکتا ہے۔ عروضِ متعددہ کے لیے استعمال نہیں ہو سکتا۔ ہبۃ اللہ نے اس کا نقص دُور کر کے اسے عروضِ متعددہ کے لیے کارآمد بنایا۔ اس پر دلائل قائم کیے۔ نیز ایک رسالہ لکھا جس میں اس امر کو کافی شرح و بسیط سے بیان کیا۔

ہبۃ اللہ نے مسطر بنایا اور قطب نما ایجاد کیا۔ تعویذ گنڈے کا کام بھی کیا کرتا تھا۔ چوں کہ منجم تھا، اس لیے ہر تعویذ یا جادو کی تاثیر کے اوقات معلوم کر لیتا تھا۔ اور اسی لیے اس فن میں کامیاب سمجھا جاتا تھا۔ بادشاہ، امرا، نواب، وزرا وغیرہ اس کی ساحری سے فائدہ اٹھاتے تھے اور اس طرح یہ بے شمار دولت کماتا تھا۔ المسترشد[1] کے عہد میں زندہ تھا۔ جب مر گیا تو دُنیا کو بہت رنج ہوا۔ اور سب نے محسوس کیا کہ اب شاید اس کی کُرسی ہمیشہ کے لیے خالی رہے گی۔ شعر اچھے کہتا تھا۔

ہبۃ اللہ بن صاعد ابن التلمیذ النصرانی

بغداد کا ایک مشہور طبیب جس نے بعض خلفائے عباسیہ کے ہاں کافی وقار و احترام پیدا کیا۔ علاج و معالجے میں کافی ماہر تھا۔ جہاں جاتا، عموماً مریض شفایاب ہو جاتا۔ بعض متاخرین نے اس کا ذِکر ان الفاظ میں کیا ہے:۔

"سُلطان الحکما، امین الدولہ ابوالحسن ہبۃ اللہ بن صاعد بغداد کا ایک نصرانی طبیب ہے جس کا عُرف ابن التلمیذ ہے۔ ابن التلمیذ دراصل اس کے نانے کی کنیت تھی۔ جب اس کا نانا معتمد الملک ابوالفرج یحییٰ بن التلمیذ النصرانی البغدادی فوت ہو گیا تو ہبۃ اللہ اس کا جانشین

(ص ۴۳۹ کا بقیہ حاشیہ):۔ کا ہم عصر تھا۔ رے میں سکونت رکھتا تھا۔ وفات ۲۹۱ھ۔ (انسائیکلوپیڈیا آف اسلام)

[1] المسترشد کا عہد (۵۱۲ - ۵۲۹ھ)

ہوا۔ اس جانشینی کی بہ دولت یہ بھی ابن التلمیذ کے نام سے مشہور ہوگیا۔
ہبۃ اللہ اپنے عہد کا بقراط و جالینوس تھا، پہلے اطبا میں اس پایے کا کوئی
طبیب نہیں ہوا۔ یہ صحیح معنوں میں خاتم الاطبا تھا۔ بڑی لمبی عمر پائی۔
شان و شوکت کی زندگی ملی۔ ہمارے بعض معاصرین نے ہبۃ اللہ کو دیکھا
ہے۔ اور ان کی رائے یہ ہے کہ یہ طبیب بہت خوش شکل، مقبول صورت،
شیریں صحبت، لطیف المذاق، ظریف الطبع، بعید المنزل، عالی ہمت،
پاکیزہ خاطر، صحیح الفکر و دانش کار تھا۔ نصارا کا مذہبی رہنما و رئیس
تھا۔ اس کے میٹھے و مترنم اشعار پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اس کے مذاق
میں کس قدر لطافت تھی۔ دھوئیں والی انگیٹھی کے متعلق کہتا ہے:

(انگیٹھی کی زبان سے) عموماً عشق کی آگ جدائی میں بھڑکتی ہے، اور میری آگ
ملاقات کے وقت۔ فرقت میرے عشق کو پیغامِ سکون دیتی ہے۔ اور
میرے دل میں اطمینان آجاتا ہے۔

ایک اور مقام پہ کہتا ہے:۔

تم نے جدائی کی کمان سے ایک ایسا تیر میری طرف پھینکا جس کے گھاؤ
کا کوئی علاج نہیں ہو سکتا۔ تمھیں عاشق کی غیر حاضری پہ ناراض ہونے
کی ضرورت نہیں کہ اس جرم کی سزا اسے مسلسل ملتی رہتی ہے۔

ایک جگہ لکھتا ہے:۔

اس نے اپنے کتے کو تو رنگ دار کپڑے پہنائے اور مجھے قدرتی لباس
(جلد) پر قانع رہنے کی ہدایت کی۔ وہ اپنے کتے کو مجھ سے اچھا سمجھتا ہے
اور میں ہر کتے کو اس سے اچھا جانتا ہوں۔

مندرجۂ ذیل اشعار ملاحظہ ہوں:۔

جوانی کی مسرّت ایک نشہ تھا، جواب دور ہوگیا۔ اب میں نے
اپنے رویے میں مناسب تبدیلی پیدا کرلی ہے۔ میں موت کا منتظر ہوں
اور میری حالت اُس مسافر کی طرح ہے جس نے منزل سے ورے کوئی
رات بسر کی ہو۔"

ابن التلمیذ ہفتے میں ایک بار المقتفی[1] کی ملاقات کو جاتا۔ چوں کہ بہت بوڑھا تھا،
اس لیے خلیفہ اسے بیٹھنے کی اجازت دے دیتا۔ طبیب کو بادشاہ کی طرف سے کچھ
جائداد ملی ہوئی تھی۔ جس میں بغداد کی دارالقواریر بھی شامل تھی۔ جس پر وزیر یحییٰ[2] بن
ہُبیرہ نے زبردستی قبضہ جما لیا تھا۔ ایک دن جب ابن التلمیذ شاہی دربار سے واپس
ہونے لگا تو ضعفِ پیری کی وجہ سے اٹھنا مشکل ہوگیا۔ خلیفہ نے فرمایا۔ "حکیم صاحب،
اب آپ بہت بوڑھے ہوگئے ہیں۔" جواب میں فوراً کہا۔ "درست ہے جہاں پناہ!
اب میں بوڑھا ہوگیا ہوں اور میری بوتلیں[3] ٹوٹ گئی ہیں۔" یہ فقرہ (بوتلوں کا ٹوٹنا)
بغداد میں ہمیشہ ایسے موقع پر چست کیا جاتا ہے۔ کہ جب کوئی شخص عاجز و بےکار ہوگیا ہو۔
اور اس کا استعمال وہیں ہوتا ہے، جہاں بہت بے تکلفی ہو۔

یہ جواب سُن کر بادشاہ سوچنے لگا کہ حکیم کی ساری عمر ہمارے دربار میں گزر گئی۔ اور
اس نے آج تک بے تکلفی یا مذاق سے کام نہ لیا۔ آخر آج یہ جرأت کیوں کی؟ دریافت
کرنے پہ معلوم ہوا کہ وزیر نے دارالقواریر پر قبضہ جما رکھا ہے۔ خلیفہ وزیر پر سخت ناراض
ہوا۔ فوراً واگزاری کا حکم دیا اور بہ طورِ تلافی حکیم کو کچھ اور جائداد بھی عنایت کی۔

---

[1] المقتفی (۵۳۰-۵۵۵ھ)

[2] المقتفی کا وزیر۔

[3] حکیم کے الفاظ یہ تھے۔ نعم کبرتُ وتکسّرت قواریری۔ قواریر جمع ہے قارورہ کی یعنی بوتل
وغیرہ۔ اس جواب میں دارالقواریر کے چھن جانے کی طرف ایک لطیف اشارہ تھا۔

ہبتہ اللہ کی وفات ماہِ صفر ۵۶۰ھ میں ہوئی۔ تقریباً سو سال کی عمر پائی۔ اور آخری دم تک ہوش قائم رہا۔

ہبتہ اللہ بن الحسین ابنِ علی الحکیم ابوالقاسم الطبیب الاصفہانی

محمد بن محمد بن حامد[1] کہتا ہے:۔

" یہ طبیب میرے چچا کا معاصر و معالج تھا۔ دُنیا کی زینت، موتیوں کی کان، زمانے کا فاضل، بے اندازہ فضائل کا مالک، بدیع اصطرلابی[2] وقاضی ارّجانی کا معاصر تھا۔ اس کے مقابلے میں بقراط و سقراط کی کوئی ہستی نہ تھی۔ ابنِ بطلان کی حیثیت محض ایک نقشِ باطل کی تھی۔ اس کی وفات تقریباً ۵۳۰ھ میں ہوئی۔ کہتے ہیں کہ اس پر سکتے کا حملہ ہوا۔ اور لوگوں نے مُردہ سمجھ کر اس کی لاش گھر کے تہ خانے میں رکھ دی۔ جب چند ماہ کے بعد لاش کو وہاں سے منتقل کرنے کا خیال آیا اور تہ خانے کا دروازہ کھولا گیا تو لوگ کیا دیکھتے ہیں کہ حکیم صاحب زینے کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں لیکن رُوح پرواز کر چکی ہے "۔

ہبتہ اللہ اچھے خاصے شعر کہا کرتا تھا۔ ایک دوست کے ہاں مہمان ہوا۔ اس کے غُسل خانے کے متعلق کہتا ہے:۔

---

[1] محمد بن محمد بن حامد بن الہ الاصفہانی ابو حامد۔ مصنّفِ تاریخ الحکما یعنی القفطی (۵۶۸-۶۴۶ھ) کا ہم عصر تھا۔ اور بہ حیثیتِ مورخ و سوانح نگار مشہور ہے۔

[2] ہبتہ اللہ بن الحسین البدیع ابوالقاسم الاصطرلابی۔ حالات گزر چکے ہیں۔

"اس گھر کا ایک حصہ بہشت ہے۔ اور ایک جہنم۔ مجھے ہر دو کی سیر کا اتفاق ہوا۔ میں میزبان کی نوازش و رانت کا بہر رنگ شکریہ ادا کرتا ہوں۔ نوکر کا ہشاش بشاش چہرہ دراصل میزبان کے بشاش چہرے کا نتیجہ ہے۔ یعنی میزبان مہمان پرور ہے۔ تو نوکروں کو مہمانوں پر خشکی جھاڑنے کی جرأت نہیں ہو سکتی۔"

ہبتہ اللہ بن ملکا ابوالبرکات الیہودی

ایک فاضل یہودی طبیب، جو آخر عمر میں مسلمان ہو گیا تھا۔ بغداد کا رہنے والا تھا۔ چھٹی صدی ہجری کے وسط میں گزرا ہے۔ اس کے ہاتھ میں شفا تھی۔ علوم اوائل میں ماہر تھا۔ گفتگو میں لذت اور اندازِ بیان میں لطافت تھی۔ قدیم و جدید اطبا کی کتابیں پڑھ ڈالی تھیں۔ مسلمان ہونے کے بعد کتاب المعتبر لکھی جس میں ریاضی کے بغیر باقی مختلف علوم، مثلاً منطق، طبعیات و الٰہیات کے اہم مسائل پر روشنی ڈالی۔ عبارت فصیح، طرزِ بیان بلند اور غالباً اس مضمون پر یہ بہترین کتاب ہے۔

ایک مرتبہ ایک سلجوقی بادشاہ بیمار ہو گیا۔ اور اس حکیم کو بغداد سے طلب کیا۔ شفایاب ہونے کے بعد بادشاہ نے حکیم کو اس قدر دولت، سواری، خلعتیں و دیگر تحائف دے کر واپس بھیجا کہ حکیم عراق کا بہت بڑا دولت مند بن گیا۔ ایک دفعہ ابن افلح اندلسی نے اس کی ہجو کہی ہے:

"ہمارے ہاں ایک یہودی طبیب رہتا ہے جس کی ہر بات سے حماقت ٹپکتی ہے۔ اپنی طرف سے تو بڑا اینٹھتا ہے لیکن دنیا کی نگاہ میں کتے سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تک تیہ

(وہ جنگل جہاں حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم کو چالیس سال تک رکھا تھا)
ہی میں گھوم رہا ہے۔ (یعنی پورا جنگلی ہے)۔"

ہبۃ اللہ تک یہ اشعار پہنچے تو اسے یقین ہوگیا کہ اسلام لائے بغیر سوسائٹی میں اس کی کبھی عزت نہیں بن سکتی۔ چناں چہ قبولِ اسلام کا فیصلہ کیا۔ چوں کہ اس کی لڑکیاں جوان تھیں اور وہ والد کے ہمراہ اسلام لانے پر راضی نہ تھیں بلکہ وہ باپ کی موت پر رونے تک کو تیار نہ تھیں، اس لیے حکیم بادشاہ کے ہاں گیا اور کہنے لگا کہ میرے مسلمان ہونے کے بعد میری جایداد بہ طورِ انعام میری لڑکیوں کو دی جائے۔ خواہ وہ مسلمان ہوں یا نہ ہوں۔ خلیفہ نے اجازت دے دی۔ اس کے بعد مسلمان ہوگیا اور عمر بھر تعلیم و تعلّم میں مصروف رہا۔

مجھے ایک بزرگ نے یہ کہانی سُنائی ہے، کہ ایک دفعہ بغداد کا ایک متوسط الحال آدمی حکیم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مجھے عرصے سے کھانسی کی شکایت ہے اور کوئی دوا مفید نہیں بیٹھی۔ اس روز حکیم نے سُرخ رنگ کا ایک اطلسی چغہ پہنا ہوا تھا، جو سلجوقی فرماں روا نے اسے عطا کیا تھا۔ حکیم نے مریض کو پاس بٹھالیا اور کہا کہ اب اگر کھانسی آئے تو زمین پر نہ تھوکنا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب مریض نے کھانسنا شروع کیا تو حکیم نے چغے کا دامن بڑھا کر کہا۔ اس میں تھوکو۔ مریض پہلے تو گھبرایا لیکن طبیب کے مکرّر حکم سے مجبور ہوکر تھوکنا پڑا۔ حکیم نے تھوک کو رگڑا اور پھر حکم دیا کہ اس درخت سے ایک نارنج توڑ کر مریض کو کھلاؤ۔ مریض کہنے لگا۔ "جنابِ والا! یہ کھٹی چیز ہے اس کے کھانے سے بس مر جاؤں گا۔" حکیم نے کہا "اسی میں تمھاری صحت ہے۔" چناں چہ وہ کھا گیا۔ دوسرے دن پھر حکیم کے پاس آیا اور بتایا کہ رات بھر جاگتے کٹی اور کھانسی سے دم بھر افاقہ نہ ہوا۔ حکیم نے کہا کہ اسے ایک اور نارنج کھلاؤ۔ مریض کہنے لگا۔ "حضور! مجھے گزشتہ رات نارنج نے بے حد تکلیف دی تھی۔ اور اگر آج پھر

کھا گیا۔ تو موت یقینی ہے"۔ حکیم نے کہا۔ تمھاری دوا یہی ہے۔ چناں اسے کھانا پڑا۔ دوسری صبح آکر کہنے لگا۔"رات نہایت اچھی گزری ہے، کھانسی کا نام ونشان تک نہ تھا"۔ حکیم نے کہا "بس آج کے بعد نارنج نہ کھانا، ورنہ مر جاؤ گے"۔

مریض کے جانے کے بعد لوگوں نے حقیقت پوچھی تو کہا کہ میں نے اس کے تھوک کو اس ملائم ریشمی کپڑے میں خوب رگڑا، تو معلوم ہوا کہ تھوک میں تل چھٹ یا چھلکا نہیں ہے، بلکہ صرف لیس دار بلغم ہے (بلغم میں چھلکا اس وقت ہوتا ہے جب سینے اور پھیپھڑوں میں زخم ہو چکے ہوں۔ اور اس کا علاج آسان نہیں) جو سانس اور پھیپھڑے کی نالیوں میں جما ہوا ہے۔ چناں چہ میں نے نارنج کھانے کا حکم دے دیا۔ جب دوسرے روز اس نے زیادہ کھانسی کی شکایت کی تو مجھے یقین ہو گیا کہ نارنج بلغم کو نالیوں سے نکال رہا ہے۔ چناں چہ ایک اور نارنج کھلا دیا جس سے مکمل شفا ہو گئی۔ اب اگر اُسے میں اور نارنج کھانے کی اجازت دے دیتا تو مرض زدہ ہوائی نالیوں کو کھٹاس سے نقصان پہنچتا اور شاید وہاں زخم ہو جاتے۔

حاضرین حکیم کی دانش مندی پر حیران ہو گئے۔

ہم عصر اطبا کو جب کوئی فنی مشکل درپیش آتی تو فوراً حکیم کو لکھ بھیجتے اور حکیم لکھ کر جواب دیتا۔ حکیم کی ان تحریروں کو کسی نے کتاب کی شکل دے دی ہے، جسے طبیب نقل کیا کرتے ہیں۔

زندگی کے آخری ایام میں قسمت نے حکیم سے آنکھیں پھیر لیں۔ خوش بختیاں بدبختیوں میں تبدیل ہو گئیں اور غریب بیسیوں امراض کا ہدف بن گیا۔ بصارت جاتی رہی۔ شنوائی مفقود ہو گئی۔ پہلے برص کا اور پھر کوڑھ پن کا حملہ ہو گیا۔ (اللہ ان مصائب سے بچائے) جب موت قریب آئی تو وصیت کی کہ اُس کی قبر پر یہ الفاظ کندہ کیے جائیں:۔

"اوحد الزمان ابوالبرکات مصنفِ المعتبر (جس کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہیں) کی قبر یہ ہی۔"

بعض لوگوں نے اس قبر کو دیکھا اور اُس پر مندرجہ بالا تحریر خود پڑھی ہی۔

پاک ہو وہ اللہ جس پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ اور جس کی قضاؤں سے کوئی حیلہ گر یا مفرور بچ نہیں سکتا۔ ای اللہ ہم زندگی میں صحت اور آخرت میں نجات طلب کرتے ہیں۔ گزشتہ زندگی تو تیری عنایات کی بدولت نہایت اچھی کٹ گئی۔ اب باقی ماندہ زندگی کی فکر ہی۔ رحم کر کہ یہ چند ایام بھی اچھی طرح کٹ جائیں۔ اس غریب و مجبور بندے کی یہ دُعا سُن اور اسے محرُوم نہ کر۔

البدیع ہبۃ اللہ الاصطرلابی نے ایک قطعے میں ابوالبرکات کے تکبّر اور امین الدولہ ابوالحسن بن التلمیذ کی تواضع کا موازنہ کیا ہی۔

"ابوالحسن ابن التلمیذ اور اُس کا بیرو ابوالبرکات ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ابوالحسن تواضع کی بدولت فلک نشیمن بنا ہوا ہی۔ اور ابوالبرکات غرور کی وجہ سے قعرِ ذلت میں گرا ہوا ہی۔"

ابن الزاغونی ابوالبرکات کے اسلام لانے کی وجہ کچھ اور بیان کرتا ہی۔ کہتا ہی کہ سلطان[1] محمود عراق کا والی تھا اور ابوالبرکات اس کا طبیبِ خاص لگا ہوا تھا۔ سلطان محمود نے اپنے چچا سنجر کی لڑکی خاتون سے شادی کی ہوئی تھی، جسے وہ بہت پیار کرتا تھا۔ بلاد[2] الجبل میں کہیں دوڑے پہ نکلے ہوئے تھے کہ خاتون بیمار پڑ گئی۔ حکیم کے علاج

---

[1] سلطان محمود بن محمد بن ملک شاہ بن الپ ارسلان بن جعفری بیگ بن میکائیل بن سلجوق سلاجقہ عراق کا پہلا فرماں روا اور سنجر (۵۱۱ - ۵۵۲ھ) کا بھتیجا تھا۔ عراق و ہمدان میں ۵۱۱ - ۵۲۵ھ تک حکومت کی۔ [2] بلاد الجبل، آذربائیجان، عراق عرب کے درمیان چند شہر و بستیاں۔ (قاموس۔ ج۔ ب۔ ل)

سے کوئی افاقہ نہ ہوا اور وہ مرگئی۔ اس پر سلطان محمود نے بے حد آہ وزاری کی۔ اور حکیم ڈر گیا کہ کہیں جوشِ اضطراب میں اُس کا سر ہی نہ اُڑادے۔ اسے بچنے کی صرف ایک ہی سبیل نظر آئی کہ اسلام لے آئے۔ چناں چہ مسلمان ہو گیا۔

ہرمس الثانی

ہرمسِ اوّل یعنی حضرت ادریس علیہ السلام کا ذکر کتاب کے آغاز میں آچکا ہے۔ یہ ہرمس دوم بابل کے ایک شہر کلواذا کا رہنے والا تھا۔ کلدانی کو کلواذا سے مشتق کرنا غلط ہے۔ یہ ہرمس طوفانِ نوح کے بعد گزرا تھا۔ نمرود بن کوش کے بعد اس نے شہر بابل کی بنیاد ڈالی۔ علمِ طب، فلسفہ و علم الاعداد کا فاضل اور فیثاغورس ارثماطیقی کا شاگرد تھا۔ طوفان سے تقریباً تمام علوم ضائع ہو گئے تھے۔ اس نے علمِ طب، فلسفہ و علم الاعداد کو دوبارہ زندہ کیا۔ کلواذا مشرقی فلسفیوں کا مرکز و وطن سمجھا جاتا تھا۔ مشرق کے فلسفیوں نے سب سے پہلے فلسفہ و حکمت کے اصول و قواعد وضع کیے۔ ایرانی فلسفی ازبس ذہین و ذکی تھے۔ یہ تمام تفاصیل ابو معشر البلخی سے لی گئی ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ ہرمس دوم یہی تھا۔

ہرمس ثالث المصری

تواریخ کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ یہ ہرمس ثالث تھا۔ اسے المثلث بالحکمۃ بھی کہتے ہیں، اس لیے کہ یہ تیسرا فلسفی ہرمس تھا، اور بابلی دوسرا۔

یہ ہرمس طوفان کے بعد مصر میں پیدا ہوا۔ چوں کہ سیاح تھا اس لیے شہروں

کے حالات، اخبار و طبائع باشندگان سے پوری طرح آگاہ تھا۔ اس کی ایک کتاب کیمیا پر اور دوسری زہریلے حیوانات پر، بہت مشہور ہے۔

مصری تمام عالم میں مشہور ہیں۔ ان کے کھنڈرات، قبائلی روایات، معابد و مدارس (جن میں سے کچھ اب تک موجود ہیں) سے پتا چلتا ہے کہ یہ قوم کسی وقت بہت بڑی سلطنت و روشن تہذیب کی مالک رہی ہے۔ اور اس کی مثال کہیں اور موجود نہ تھی۔ طوفان سے پہلے کے واقعات سے ہم قطعاً ناآشنا ہیں۔ اُس زمانے کے چند اہرام، کچھ ہیاکل اور چند ایک ایسے مکانات باقی رہ گئے ہیں، جو قدیم[1] اقوام نے

---

[1] قدیم اقوام سے مُراد آلِ قحطان ہے۔ قحطان بن عامر بن سالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح آلِ قحطان کی طرف حضرت صالحؑ مبعوث ہوئے تھے۔ حضرت صالحؑ سام کی آٹھویں اور قحطان کی چوتھی پُشت میں سے تھے۔ بعض مورخین کے ہاں ثمود و آلِ قحطان ایک ہی قوم کے مختلف نام ہیں۔ بعض کے ہاں ثمود عاد کا بیٹا تھا۔ آلِ قحطان نے دولۃ معینین کو تباہ کیا تھا، جو بحرِ ابیض سے خلیج فارس تک پھیلی ہوئی تھی۔ آلِ قحطان پہاڑوں کو کاٹ کر گھر بنایا کرتے تھے اور ان کی حکومت مصر تک پھیلی ہوئی تھی۔ مورخین کے ایک گروہ کا خیال ہے کہ معینین سے مُراد عاد ہے۔ اگر یہ خیال دُرست ہو، تو مندرجۂ ذیل آیت کا تاریخی پہلو واضح ہو جاتا ہے۔

وَاذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِنْ بَعْدِ عَادٍ وَبَوَّأَكُمْ فِي الْأَرْضِ تَتَّخِذُونَ مِنْ سُهُولِهَا قُصُورًا وَتَنْحِتُونَ الْجِبَالَ بُيُوتًا۔

(اے ثمود (یا آلِ قحطان) وہ وقت یاد کرو جب ہم نے عاد کے بعد تمھیں فرماں روائے زمین بنا کر تمھاری سلطنت کو مستحکم کر دیا تھا۔ تم میدانوں پر محلات بناتے تھے۔ اور پہاڑوں کو کاٹ کر گھر تیار کرتے تھے۔)

دولتِ معینین کے بانی طسم و جدلیس (عربی النسل) تھے۔ ان لوگوں نے اس سلطنت کی بنیاد ۳۲۰۰ ق م کو یمن میں ڈالی تھی۔ کچھ عرصے بعد آلِ قحطان (بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۵۰ پر دیکھیے)

پہاڑوں کو کاٹ کر تیار کیے تھے۔ طوفان کے بعد یہاں کئی قومیں جمع ہو گئیں۔ مثلاً یونانی رومی، قبطی و عمالقہ[1]۔ کثرت قبطیوں کی ہے۔ جن کی اصلیت سے مورخ ناآشنا ہیں۔

(صفحہ ۴۴۹ کا بقیہ حاشیہ ملاحظہ ہو):۔ نے اس سلطنت کا تختہ اُلٹ دیا۔ آلِ قحطان کا اصلی وطن مدائن کے پہاڑ تھے، جہاں سے وہ اِدھر اُدھر پھیل گئے۔ (تفسیر الجواہر۔ علامہ جوہری طنطاوی مصری بہ زیرِ آیت واذ کروا اذ جعلکم خلفاء الخ)

پہاڑوں میں گھر بنانے کا سُراغ بعض اور منابع سے بھی ملتا ہے۔ مثلاً معجم یاقوت مادّہ صیر کے نیچے لکھا ہے۔ "صیرِ آجار کے پاس دیارِ طے میں ایک پہاڑ ہے، جس میں قدیم اقوام گھر بنایا کرتی تھیں"۔ پھر مادہ جشّ کے نیچے درج ہے۔ "جشّ ایک پہاڑ ہے۔ آجار کے پاس جس میں عادِ ارم کے گھر تھے۔" یہاں مصنفِ معجم نے غلطی کھائی ہے۔ قرآنِ حکیم کی آیتِ بالا سے صاف ظاہر ہے کہ پہاڑوں میں گھر بنانے والے ثمود تھے.. نہ کہ عاد۔

[1] عمالقہ، عاد کے آٹھ بیٹے تھے: اُبیہ، ثمود، شدّاد، شدید، یلیم، جولیس، عملق اور عملیق یا عمالیق۔ عملیق کی اولاد عمالقہ کہلاتی ہے۔ شجرۂ نسب یہ ہے: عملیق بن عاد بن عوص بن ارم بن لاوذ بن سام بن نوح۔ عمالقہ نے عراق و مصر پر سنہ ۳۴۶۰ ق م سے سنہ ۲۸۱ ق م تک حکومت کی اور رُعاۃ کے نام سے مشہور ہوئے۔ قرآنِ حکیم کی آیتِ ذیل سے مستنبط ہوتا ہے کہ اہرامِ مصر انھی عمالقہ (جو عاد کے بیٹے اِرم کے پوتے۔ اور عادِ اِرم کے نام سے مشہور تھے) نے بنائے تھے۔

وَاِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ

(اور وہ مینار بنانے والے عادِ ارم)

ظاہر ہے کہ جن میناروں سے اہلِ عرب آگاہ تھے، وہ اہرامِ مصر ہی تھے۔ ورنہ عراق، شام و ایران وغیرہ میں کہیں کوئی قابلِ ذکر مینار موجود نہ تھے کہ جن کی طرف عربوں کی توجہ منعطف کرائی جاتی۔

عرب میں سب سے پہلے بنو جرہم پہنچے اور پھر عمالقہ۔ آج تک کعبہ دس دفعہ گر چکا ہے یا اسے کافی نقصان پہنچ چکا ہے۔ پہلی دفعہ جب کعبہ گر گیا تو بنو جرہم نے (بقیہ حاشیہ صـ ۴۵۱ پر)

اور صرف اتنا کہ کر پیچھا چھڑا لیتے ہیں کہ قبطی مصر کے ایک شہر کی طرف منسوب ہیں۔ وبس۔
مصر کی لمبائی چالیس یوم اور چوڑائی تیس یوم کی مسافت ہی۔ یہ ٹلک لمبائی میں بحیرۂ رؤم کے جنوب میں ایک سنگلاخ زمین سے شروع ہوکر ایلہ[۱] تک چلا گیا ہی۔ جو بحرِ افریقہ (جسے بحرِ ہند و بحرِ چین[۲] بھی کہتے ہیں) کی ساحلی خلیج[۳] پر واقع ہی۔ چوڑائی میں شہر آسوان (جو نیل کے بالائی یعنی جنوبی حصے میں واقع ہی) و سطحِ مرتفع سے شروع ہوکر شہر رشید[۴] و دہانۂ نیل (بحیرۂ رؤم میں) تک چلا جاتا ہی۔

(صفحہ ۴۵ کا بقیہ حاشیہ) ۱۔ اسے بنایا اور دوسری مرتبہ عمالقہ نے تعمیر کیا۔

یہاں یہ واضح کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہی کہ عمالقہ نام کی دو قومیں تاریخ میں مشہور رہی ہیں: ایک وہ جن کا ذکر اوپر آچکا ہی۔ فراعینِ مصر کے تمام سلسلے اسی قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ دوم۔ عمالقۂ ثانیہ۔ حمیر کے فرماں روا جو عملق بن سمیدع بن صوار بن عبد شمس بن عبد مناف کی اولاد تھے۔ ملکہ زبا جس نے جذیمۃ الابرش کو قتل کیا تھا، عمالقۂ ثانیہ سے تعلق رکھتی تھی۔

[۱] ایلہ۔ ینبع و عقبہ کے درمیان ایک مشہور شہر جہاں عقیل بن خالد و یونس بن زید پیدا ہوئے تھے۔ (قاموس)

[۲] مصنف نے یہاں غلطی کھائی ہی۔ افریقہ کے پاس سمندر کا کوئی حصہ بحرِ چین نہیں کہلاتا۔ بحرِ چین بحر الکاہل کے اس حصے کا نام ہی، جو ملکِ چین کے قرب و جوار میں ہی۔

[۳] ساحلی خلیج سے مراد یہاں بحیرۂ قلزم ہی۔ آج نہرِ سوئز کے ذریعے یہ بحیرہ رؤم کے بحیرے سے ملا ہوا ہی۔ لیکن اگلے زمانوں میں یہ تعلق مفقود تھا اور اس کی حیثیت ایک خلیج سے زیادہ نہ تھی۔

[۴] بحیرۂ رؤم کے ساحل پر دہانۂ نیل کے بالمقابل ایک شہر۔ دریائے نیل، قاہرہ سے ذرا آگے اسماعیلیہ کے پاس تین بڑی بڑی شاخوں میں تقسیم ہوکر بحیرۂ رؤم میں گرتا ہی۔ دہانے کے مغربی کنارے پر اسکندریہ ہی۔

قدیم زمانے میں اہالیٔ مصر بُت پرست تھے۔ ظہورِ عیسائیت کے بعد عیسائی بن گئے۔ جب مسلمانوں نے مصر کو فتح کیا تو کچھ مسلمان ہو گئے اور باقی آبائی دین پر جمے رہے۔

قدیم مصری مختلف علوم سے آگاہ اور حکمی موشگافیوں سے آشنا تھے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ سطحِ ارضی پر انسان سے پہلے عجیب الخلقت حیوان آباد تھے۔ جب انسان کا ظہور ہوا تو اس نے بعض کو مسخر کر کے اپنے کام پہ لگا لیا اور باقی ماندہ کو جنگلوں میں بھگا دیا۔ ان میں دیو اور بھوت بھی شامل تھے۔ یہ تفاصیل **ابو صیفی** کی تاریخ مصر سے لی گئی ہیں۔

علما کی ایک جماعت کا خیال یہ ہے کہ طوفان سے پہلے تمام علوم کا منبع و مصدر ادریسؑ یعنی ہرمسِ اوّل تھا، جو مصر کی سطحِ مرتفع کا باشندہ تھا۔ عبرانیوں کے ہاں یہ خنوخ کہلاتا ہے۔ اس کا شجرۂ نسب یوں دیا ہوا ہے: خنوخ بن یارد بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم۔ کہتے ہیں کہ ادریس پہلا انسان ہے، جس نے جواہرِ ملکوتی و حرکاتِ کواکب پر روشنی ڈالی۔ الٰہی حمد و ثنا کے لیے معابد بنوائے۔ اور علمِ طب ایجاد کیا۔ مناظر ارضی و سماوی پر سب سے پہلے اسی نے نظمیں لکھیں۔ اور یہ پہلا نبی ہے جس نے طوفانِ نوح سے متنبہ کیا تھا۔ چوں کہ اسے خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں طوفانِ آب و آتش سے تمام علوم تباہ نہ ہو جائیں، اس لیے مصر کی سطحِ مرتفع پر اہرام و برابی (بربہ کی جمع = ہیکل۔ معبد) بنا کر ان میں تمام صنعتوں کی تصویریں بنا ڈالیں۔ آلات کی شکلیں کھینچ دیں اور ہر علم کے صفات و فوائد لکھ دیے، تاکہ یہ علوم و صنائع دُنیا میں باقی رہیں۔

طوفان کے بعد ریاضی، طبیعیات و الٰہیات کی طرف عموماً اور علم سحر۔ شعبدہ بازی، آتشیں شیشوں اور زر سازی کی طرف خصوصاً توجہ دی جاتی تھی۔

قدیم زمانے میں مصر کا دارالخلافہ و مرکزِ علم منف تھا، جسے قبطی زبان میں

مافہ کہتے ہیں۔ یہ شہر فسطاط سے بارہ میل دوُر ہی۔ جب اسکندرِ اعظم نے اسکندریہ کی بِنا ڈالی تو خوبیٔ آب و ہوا نے اس شہر کو مرکزِ توجہ بنا ڈالا۔ اسکندریہ مسلمانوں کی آمد تک دار الحکمت رہا۔ جب مسلمان مصر میں داخل ہوئے، تو عمرو[1] بن عاص فاتحِ مصر نے ساحلِ نیل پر ایک موزوں مقام انتخاب کرکے شہر فسطاط کی بِنا ڈالی، جو اُس وقت سے اب تک حکوٗمت کا دار الخلافہ چلا آتا ہی اور جہاں ہزاروں عربی و مصری آکر آباد ہو گئے ہیں۔

ہرمس ثالث شیشوں، منکوں اور بڑے بڑے پیالوں کا موجد ہی۔ اسقل بیوس اسی ہرمس کا شاگرد تھا، جو یوٗنان سے یہاں حصولِ علم کے لیے آیا تھا، جب مختلف فنون و صنائع سیکھنے کے بعد یونان میں واپس گیا، اور اُن کے سامنے ایسی چیزیں پیش کیں، جن سے وہ قطعاً نا آشنا تھے تو اسے سر آنکھوں پہ بٹھایا، اور فرطِ عقیدت و ارادت سے اسقل بیوس کے متعلق وہ وہ کہانیاں گھڑیں، جنھیں عقلِ سلیم ایک لمحے کے بھی تسلیم نہیں کر سکتی۔ اس کی چند کتابوں کے نام یہ ہیں:۔

(۱) کتاب عرض مفتاح النجوم الاوّل (۲) کتاب مفتاح النجوم الثانی۔
(۳) کتاب تسییر الکواکب (۴) کتاب قسمۃ تحویل سنی الموالید علی درجۃ درجۃ
(۵) کتاب المکتوم فی اسرار النجوم المسمّی تقضیب الذہب۔
(۶) ہرمس نے اپنے ایک شاگرد طاطی کی طرف ایک مقالہ سوال و جواب کی صوٗرت میں لکھ کر بھیجا تھا جس کا کچھ حصّہ گُم ہوگیا ہی، کچھ پھٹ گیا ہی اور کچھ نقل کرلیا گیا ہی۔

---

[1] عمرو بن العاص نے ۲۱ھ میں مصر کو فتح کیا تھا۔ اور آپ کی وفات ۴۳ھ میں ہوئی تھی۔

ہلال بن ابراہیم بن زہرون ابوالحسین الصابیٔ الحرّانی الطبیب نزیل بغداد

ابواسحاق[1] ابراہیم بن ہلال الصابیٔ الکاتب کا والد، طبیبِ حاذق اور علاجِ امراض میں ماہر تھا۔ اس نے عوام کو بہت فائدہ پہنچایا۔ اور امرائے بغداد کے ہاں بڑی قدر و منزلت حاصل کی۔

ابواسحاق ابراہیم بن ہلال بیان کرتا ہے کہ ایک دن میرے والد توزون کے دربار سے بہ ایں شان نکلے کہ نئی خلعت سے آراستہ، خوب صورت خچر پہ سوار اور پانچ ہزار دراہم کی تھیلی ہاتھ میں تھی۔ لیکن بہ ایں ہمہ جبین سے آثارِ فکر و ملال نمایاں تھے۔ میں نے بڑھ کر پوچھا۔ "ابا جان! اس انعام و اکرام کے بعد یہ پریشانی کیسی؟" فرمایا "توزون ایک جاہل انسان ہے اور آج کا یہ انعام و اکرام اس کی جہالت کا ایک کرشمہ ہے۔ بات یوں ہوئی کہ میں نے اُسے ایک مسہل دیا جس سے انتڑیوں میں زخم پڑ گئے اور خون آنے لگا۔ جب مجھے معلوم ہوا تو میں نے فوراً علاج کیا اور خون بند ہو گیا۔ اس پر یہ جاہل توزون اس نتیجے پہ پہنچا کہ شاید اصلاحِ خون کے لیے اس غلیظ خون کا نکلنا ضروری تھا۔ چناں چہ خوش ہو کر مجھے یہ سب کچھ دے دیا۔ تو جو شخص حکیم کی غلطی کو کمال سمجھ کر اُسے مستحقِ انعام ٹھیراتا ہے، ممکن ہے کل حکیم کے کسی کمال سے ناراض ہو کر اُسے گردن زدنی و کُشتنی قرار دے دے۔"

ہلال کا اندازہ صحیح نکلا اور بعد میں اُس غریب کے ساتھ توزون نے وہی کچھ کیا، جس کا اسے خطرہ تھا۔

---

[1] حالات حرف الالف میں گزر چکے ہیں۔

ہرقل النجّار

یہ بابل کے سات مشہور فلسفیوں میں سے ایک تھا۔

حرف الواو

ویجن بن رستم ابوسہل الکوہیّ المُنجّم

علمِ ہئیت واستعمالِ آلاتِ رصدیہ کا فاضل جس نے سلطنتِ بویہیہ اور خصوصاً ایامِ عضدیہ[1] میں بہ کافی وقار واحترام حاصل کیا۔ جب صمصام الدولہ کو اُس کے بھائی شرف الدولہ نے سلطنتِ عراق سے معزول کردیا اور خود عنانِ ولایت سنبھال لی تو بغداد میں داخل ہوتے ہی (۳۷۸ھ) حکم دیا کہ کواکبِ سبعہ (عطارد، زہرہ، زحل وغیرہ) کی رفتار اور برجوں میں داخل ہونے کی کیفیت قلم بند کی جائے (اس سے پہلے مامون نے بھی ایک دفعہ اس طرح کا حکم دیا تھا) یہ کام ویجن بن رستم کے سپرد ہوا۔ ویجن علمِ ہئیت وہندسہ میں اپنی مثال نہیں رکھتا تھا۔ ویجن نے باب الخطّابین (بغداد) کے پاس باغ کے آخری کنارے پر ایک مُحکم مشاہدہ گاہ (رصدگاہ) بنوائی۔ جس کی بنیادیں، دیواریں ازبس مضبوط تھیں۔ پھر چند دیگر منجّموں کے ساتھ مل کر آسمان کا مشاہدہ کیا۔ نتائجِ مشاہدہ دو الگ الگ کاغذوں پر قلم بند کیے۔ اور ان کے نیچے سب کے دستخط لیے۔

پہلے کاغذ یا محضر نامے کے اندراجات یہ تھے:

---

[1] (۳۳۸ - ۳۷۲ھ)

"بسم اللہ الرحمن الرحیم - مشرقی رصدگاہ (اللہ اس کی برکت و سعادت میں اضافہ کرے) پر جو اعلیٰ حضرت، والا جاہ، ولی النعمت شاہنشاہ شرف الدولہ (ملت کی زینت - اللہ اس کی عمر دراز کرے اور شان و شوکت بڑھائے) کے قیام گاہی باغ (شرقِ بغداد) میں واقع ہے۔ سنیچر کے دن ۲۷، ۲۸، صفر ۳۷۸ھ مطابق ۱۶، ماہِ حزیران ۱۲۹۹ اسکندری و روزِ انیران - ماہِ خرداد ۳۵۷ یزدجردی کو چند قاضی، کاتب، علما، منجم و مہندس جن کے دستخط اس تحریر کے نیچے ثبت ہیں، مشاہدۂ کواکب کے لیے جمع ہوئے۔ اور بالاتفاق اس نتیجے پہ پہنچے کہ گزشتہ رات جب پوری ایک گھڑی گزر چکی تھی۔ سورج راس السرطان میں داخل ہو گیا تھا۔ نیز بالاتفاق یہ فیصلہ دیا کہ ویجن کا آلۂ رصد اس قسم کے تمام دیگر آلات سے بہتر ہے۔ اور ....

.... (یہ پانچ سطریں فنی اصطلاحات سے لبریز تھیں، اس لیے میں سمجھ نہ سکا) (مترجم)

............"

دوسرے محضر کا مضمون یہ تھا:-

"منگل ۲، جمادی الآخرہ ۳۷۸ھ مطابق روزِ شہریور۔ مہر ماہ ۳۵۷ یزدجردی و ۱۸، ماہِ ایلول ۱۲۹۹ اسکندری کو علما و منجمین کی وہی جماعت پھر مشاہدۂ نجوم کے لیے جمع ہوئی۔ اور بعد از مشاہدہ بالاتفاق اس نتیجے پر پہنچے کہ منگل کے دن جب طلوعِ آفتاب کے بعد چار گھڑیاں گزر چکی تھیں، سورج راسِ میزان میں داخل ہو چکا تھا۔"

ان محضر ناموں پر مندرجۂ ذیل حضرات نے دستخط ثبت کیے:-

قاضی ابوبکر بن صبر - قاضی ابوالحسن الخوزی - ابو اسحاق ابراہیم بن ہلال۔

ابوسعد الفضل بن بولس النصرانی الشیرازی ۔ ابوسہل ویجن بن رستم صاحب الرصد۔
ابوالوفا محمد بن محمد الحاسب ۔ ابوحامد احمد بن محمد الصاغانی صاحب الاصطرلاب ۔
ابوالحسن محمد بن محمد الساہری ۔ ابوالحسن المغربی ۔

ویجن کی چند لازوال تصانیف کے نام یہ ہیں :۔

(۱) کتاب مراکز الاکر۔ ناکمل۔ (۲) کتاب الاصول علی تحریکات اقلیدس۔ ناکمل
(۳) کتاب البرکار التام۔ دو مقالے ۔
(۴) کتاب مراکز الدوائر علی الخطوط من طریق التحلیل دون التراکیب ۔
(۵) کتاب صنعۃ الاصطرلاب بالبراہین ۔ دو مقالے ۔
(۶) کتاب اخراج الخطین علی نسبۃ ۔ (۷) کتاب الدوائر المتماسۃ من طریق التحلیل۔
(۸) کتاب الزیادات علی ارشمیدس فی المقالۃ الثانیۃ ۔
(۹) کتاب استخراج ضلع المسبع فی الدائرۃ

حرف الیا

یحییٰ النحوی المصری

اسکندریہ کا رہنے والا اور شاواری کا شاگرد تھا۔ اسکندریہ کے ایک گرجے میں پادری کے فرائض سرانجام دیتا تھا۔ نصاریٰ کے فرقۂ یعقوبیہ[۱] سے تعلق رکھتا تھا۔

---

[۱] فرقۂ یعقوبیہ۔ یعقوب مار (YACOB) کی طرف منسوب ہے جس کا اصلی نام جیمز بریڈیس تھا۔ ۵۰۰ء سے ذرا پہلے اڈیسہ کے قریب ایک شہر ٹیلا (TELA) میں پیدا ہوا۔ یہ شخص عقیدۂ تثلیث کا مخالف اور توحید کا قائل تھا۔ اس نے پیرووں کا ایک (بقیہ حاشیہ ص ۲۵۵ پر دیکھیے)

کتبِ حکمت پڑھنے کے بعد عقیدۂ تثلیث (تین ایک ہیں اور ایک تین ہیں) سے متنفر ہوگیا۔ جب اس کے "الحاد" کا علم دُوسرے پادریوں کو ہوا، تو اسے خوب ڈانٹا ڈپٹا، مناظرے کیے، ترغیب و ترہیب سے بھی کام لیا، لیکن وہ ہٹ کا پکا اپنی ضد پہ اڑا رہا۔ نتیجۃً اسے پادریت سے علاحدہ کردیا گیا۔ اور عیسائیوں کی مجالس میں اُٹھنے بیٹھنے کے قابل نہ رہا۔ جب عمروؓ بن العاص نے مصر کو فتح کیا اور انھیں یحییٰ کے علم و عرفان اور تثلیث کے متعلق علمائے نصرانیت کے ساتھ مناظروں کا پتا چلا تو اسے بُلا بھیجا۔ اس کے خیالات ابطالِ تثلیث نیز فنائے عالم پہ سُنے اور اس کے منطقی و فلسفی دلائل (جن سے عرب ناآشنا تھے) سُن کر بے حد مسرور ہوئے چوں کہ عمروؓ سلیم الفطرت و صحیح الفکر انسان تھے، اس لیے یحییٰ کو اپنا ندیم و جلیس بنا لیا۔

ایک دن یحییٰ نے عمروؓ کو کہا کہ آپ نے مصر کے تمام خزائن کو مقفل کرکے معطل بنا دیا ہے۔ میرا ناقص مشورہ یہ ہے کہ جو چیز آپ کے کام کی ہو، اس پر تو بے شک پہرے بٹھائیں، لیکن باقی ماندہ سے ہمیں فائدہ اٹھانے دیں۔ عمروؓ نے پوچھا کہ تمھارے فائدے کی کون سی چیز ہے؟ کہا۔ شاہی کتب خانوں میں فلسفہ و حکمت کی کتابیں۔ پوچھا۔ یہ کتب خانے کیسے جمع ہوئے؟ کہا۔ اسکندریہ کا ایک بادشاہ

(صفحہ ۴۵۷ کا بقیہ حاشیہ):- بہت بڑا گروہ پیدا کر لیا، جن پر شاہِ روما جسٹینین (CUSTINIAN) نے بے پناہ مظالم توڑے، لیکن یہ تحریک دب نہ سکی۔ جب ۱۸۳۲ء میں پادری (Y.P. BADGER) کو پیروانِ یعقوب کی صحیح تعداد معلوم کرنے کا خیال پیدا ہوا تو صرف ٹرکی میں اسے ایک لاکھ ایسے عیسائی ملے۔ حلب میں ان کے دس گھر اور جبل طور میں ۱۵۰ دیہات پلے۔ یعقوب نے شام اور قسطنطنیہ کا سفر بھی کیا تھا۔ قسطنطنیہ میں پندرہ برس رہا۔ اور بادشاہ سے اپنے فرقے کے لیے حقوق مانگتا رہا۔ جب ناکامی ہوئی تو گداگروں کے لباس میں اپنے اصول پھیلاتا رہا۔ اس کی وفات ۵۷۸ء میں ہوئی۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے آٹھ برس بعد۔ (انسائیکلوپیڈیا برطانیکا)

بطلیموس[1] فیلاڈلفوس علوم و فنون کا بہت گرویدہ تھا۔ اس نے ایک شخص زمیرۃ (ایک نسخے میں ضمیرۃ) کو جمعِ کتب کے کام پر لگایا۔ چناں چہ اس شخص نے بڑی تلاش وطلب اور زرِ کثیر کے صَرف کے بعد ۵۴۱۲۰ کتابیں جمع کیں۔ بادشاہ نے کتابوں پر نگاہ ڈالی تو بہت خوش ہوا اور پوچھنے لگا کہ کیا دنیا میں کوئی ایسی کتاب ہے جس کی نقل یہاں موجود نہ ہو؟ زمیرہ نے کہا۔ ہزاروں بلکہ لاکھوں سند، ہند، ایران، جُرجان، درمان، بابل، موصل اور روم میں کتابوں کے بڑے بڑے خزانے موجود ہیں، جن کے مقابلے میں ہمارے کُتب خانے کی کوئی حقیقت نہیں۔ بادشاہ (وسعتِ علم پر) حیرت زدہ ہو گیا۔ اور کہا کہ تلاش و حصولِ کُتب کا کام ہر قیمت پہ جاری رکھو۔ یہ کام اُس بادشاہ کی ساری زندگی میں جاری رہا۔ اس کی وفات کے بعد اُس کے خلفا ان کتابوں کی اب تک حفاظت کرتے آئے ہیں۔

عمروؓ بن عاص مصریوں کی علم دوستی پہ حیرت زدہ ہو گئے۔ اور یحییٰ سے کہنے لگے کہ معاملہ اہم ہے، اس لیے خلیفہ سے پوچھ کر بتاؤں گا۔ چناں چہ عمروؓ نے تمام کہانی حضرت فاروقِؓ اعظم کو لکھ بھیجی اور پوچھا کہ یحییٰ کو کیا جواب دوں اور ان کتابوں کا کیا کروں؟ امیر المومنین نے جواب[2] میں لکھا:۔

---

[1] بطالسہ کا دوسرا بادشاہ جسے انگریزی میں (PHILADELPHUS) لکھتے ہیں۔ اس نے ۳۰۹ ق م سے ۲۴۶ ق م تک حکومت کی۔ (انسائیکلوپیڈیا برطانیکا)

[2] یہ واقعہ بوجوہ غلط معلوم ہوتا ہے۔ اوّل القفطی نے اس اطلاع کا ماخذ بیان نہیں کیا۔ نہ کسی کتاب کا نام لیا ہے اور نہ کسی راوی کا، بلا سند مصنّف کی روایت پر کیسے یقین آئے۔ القفطی نہ تو عمرؓ فاروق کے زمانے میں موجود تھا۔ عمروؓ بن عاص نے ۲۱ھ میں مصر کو فتح کیا تھا اور القفطی ۵۶۸ھ کو یعنی ۵۴۷ سال بعد پیدا ہوتا ہے۔ اتنا بڑا الزام عائد کرنے سے پہلے القفطی کو زبردست تاریخی شواہد و دلائل پیش کرنے تھے۔ اگر آج میں کسی کتاب میں لکھ دوں (بقیہ حاشیہ صـ۲۶۰ پر)

" اگر ان کتابوں کے مضامین کتابِ الٰہی (قرآن شریف) کے مطابق ہیں
تو ہمیں کتاب اللہ کافی ہے اور ہم ان کتب سے قطعاً مستغنی ہیں۔ اور اگر
مخالف ہیں تو ان کی ضرورت نہیں، انھیں تباہ کردو۔"

(ص۲۵۹ کا بقیہ حاشیہ) :- کہ بابر نے دو ہزار مسجدیں گرائی تھیں۔ تو یہ الزام محض اس لیے قابلِ تسلیم نہیں ہو سکتا کہ مجھ میں اور بابر میں صرف چار سو تیس برس کا فرق ہے۔ دوم۔ عمرؓ کے زمانے میں ایران، عراق، شام اور ایشیائے کوچک کا کچھ علاقہ بھی فتح ہوا تھا۔ ایران و عراق ہزارہا سال تک ساسانی و کیانی سلطنتوں کے مرکز رہے۔ ظاہر ہے کہ یہاں کیا کچھ کتابیں موجود نہ ہوں گی۔ انوشیرواں بڑا علم دوست بادشاہ تھا جس نے برزویہ کو صرف ایک کتاب کلیلہ و دِمنہ حاصل کرنے کے لیے ہندستان میں روانہ کیا تھا۔ انوشیرواں کے دارالکتب میں کلیلہ و دِمنہ کے سوا چند اور کتابیں بھی ہوں گی۔ پھر شام، مصر و ایران میں بیسیوں ایسے اطبا، منجّم و فلسفی موجود تھے، جن کے پاس فلاطون، ارسطو، جالینوس اور بطلی موس کی کتابیں تھیں۔ اگر عمرؓ فاروق کتابوں کے ایسے ہی دشمن تھے تو ان تمام کتب خانوں کو کیوں نہ جلا دیا۔ صرف اسکندریہ کی کتابوں نے کون سا قصور کیا تھا۔ سوم۔ القفطی اور عمروؓ بن العاص کے درمیان سینکڑوں مورّخ گزرے۔ مثلاً ابن عشاق (۷۶۸ء) احمد بن یحییٰ البلاذری (۸۹۲ء) ابوحنیفہ احمد دیناوری (۸۹۵ء) ابوجعفر محمد بن جریر الطبری (۸۳۸ء - ۹۲۳ء) علی بن حسین مسعودی بغدادی (۹۵۶ء) علامہ عتبی (۱۰۳۶ء) خطیب بغدادی (۱۰۷۱ء)۔ امام الدین اصفہانی وغیرہ اور کسی مورّخ نے اس واقعے کا ذکر نہیں کیا۔ ہاں القفطی کے ایک معاصر عبداللطیف بغدادی (۵۵۷ھ پیدائش) نے اپنی تصنیف

کتاب الافادة والاعتبار فی الامور المشاهدة والحوادث المعاینة بارض مصر (محررہ ۶۰۳ھ) میں لکھا ہے۔

" اور کہا جاتا ہے کہ مصر کے اس مقام پر ارسطو پڑھایا کرتا تھا۔ اور یہاں ایک کتب خانہ تھا جسے عمروؓ بن عاص نے عمرؓ بن الخطاب کے حکم سے جلا دیا تھا۔"

(بقیہ حاشیہ ص۲۶۱ پر)

تعمیلِ ارشاد میں عمرؓو بن عاص کُتب خانوں کے پیچھے پڑ گئے۔ چھ سال تک اسکندریہ کے حماموں میں یہ کتابیں جلتی رہیں۔ کچھ کتابیں بعض دیگر طریقوں سے تباہ کیں اور اس طرح یہ کتب خانے ختم ہو گئے۔

یحییٰ کانی کتابوں کا مصنف ہے۔ تصانیفِ جالی نوس و ارسطوؒ کے سلسلے میں اس کے کئی تراجم و تفاسیر کا ذکر آچکا ہے۔ چند دیگر تصانیف کے نام یہ ہیں :۔

(صنـ۴۶۰ کا بقیہ حاشیہ) :۔ اس عبارت میں "کہا جاتا ہے" کا فقرہ صاف صاف بتلا رہا ہے کہ یہ کہانی بعض اہلِ غرض نے یونہی مشہور کر رکھی تھی۔ اس حوالے کا پہلا حصہ۔ کہ "ارسطو مصر میں پڑھایا کرتا تھا، قطعاً غلط ہے۔ ارسطو کبھی مصر میں نہیں آیا۔ اگر عبداللطیف بغدادی کے اس حوالے کا پہلا حصہ غلط ہے اور یقیناً غلط ہے تو دُوسرے کو کیوں صحیح سمجھا جائے۔ مزید برآں عبداللطیف محض ایک طبیب تھا۔ (ملاحظہ ہو ابنِ ابی اصیبعہ کی طبقات الاطبا) اسے تاریخ نویسی سے کیا تعلق۔ چہارم۔ سلطنتِ اسلامی (فاروقی) میں ہزاروں تورات و انجیل کے نُسخے موجود تھے۔ اگر عمرؓ ایسے ہی کتاب سوز ہوتے، تو یہ کہہ کر کہ "اگر یہ صحائف قرآن کے مطابق ہیں تو ان کی ضرورت نہیں۔ اور اگر مخالف ہیں تو جلا دو"، ان تمام کتب کو جلا ڈالتے۔ جلانا تو ایک طرف حضرت عمرؓ ان صحائف کا مطالعہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ وہ روایت مشہور ہے کہ ایک دن عمرؓ (غالباً حدیث میں یہی نام ہے) تورات پڑھ رہے تھے کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ لوکانَ مُوسیٰ حیاً لما وسعہٗ اِلّا اتباعی۔

پنجم۔ یہ تسلیم شدہ امر ہے کہ عمرؓ سُنّتِ نبوی کے بہت بڑے پیرو تھے۔ آپ کی تمام زندگی اتباعِ رسولؐ کا بہترین نمونہ تھی۔ علم کی تلاش و اشاعت پر آنحضرت صلعم کے کئی ارشادات موجود ہیں۔ مثلاً اطلبوا العلم ولوکانَ بالصین۔ الحکمۃ ضالۃ المومن فھو احق بہا حیث وجدھا۔ وغیرہ۔ علم کے حصول کا ذریعہ صرف کتابیں ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ عمرؓ ارشاداتِ نبوی کی پروا نہ کرتے ہوئے علم کے وسائل و مخازن یعنی کتب کو جلا ڈالتے (بقیہ حاشیہ صـ۴۶۲ پر)

(۱) کتاب الرّد علی برقلس القائل بالدہر۔ سولہ مقالے۔
(۲) کتاب فی ان کل جسم متناہٍ ومونۃ متناہاۃ۔ ایک مقالہ۔
(۳) کتاب الرّد علیٰ ارسطوطالیس۔ چھو مقالے (۴) کتاب تفسیر یا بال للارسطوطالیس
(۵) کتاب الرّد علیٰ نسطورس (۶) کتاب یرد فیہ علیٰ قوم لایعرفون۔ دو مقالے۔
(۷) کتاب مثل الاوّل۔ ایک مقالہ۔

(صـ۲۶۱ کا بقیہ حاشیہ):۔ ششم۔ خود مدینے میں قرآنِ حکیم کے علاوہ کئی کتابیں موجود ہوں گی۔ اور کوئی کتاب ہو یا نہ ہو، حسانؓ بن ثابت کا دیوان یقیناً موجود تھا۔ اور غالباً حضرت علیؓ کے بعض اشعار وارشادات بھی تحریر میں آچکے تھے۔ اگر عمرؓ نے ان کو نہ جلایا، تو مصر کی کتابوں سے کیا ضد تھی۔

ہفتم۔ حضرت عمرؓ خود بھی علم کے بہت بڑے متلاشی تھے۔ مشہور ہے کہ آپ نے سورہ والعصر جنابِ عائشہ صدیقہؓ سے چھو ماہ میں پڑھی تھی۔ اس چھو ماہ میں اِدھر اُدھر کے معارف بیان ہوئے ہوں گے۔ بعض دیگر علمی، دینی وقرآنی مسائل زیرِ بحث آئے ہوں گے اور اسی چیز کا نام علم ہے۔ جب یہی مسائل ومباحث حروف کی صورت اختیار کر لیتے ہیں تو کتاب بن جاتی ہے۔ ایک ایسی کتاب کو جلانا گویا حکمت ودانش کو ختم کرنا ہے۔ اور عمرؓ جیسے بے مثال فرماں روا سے ایسی حرکت قطعاً غیر متوقع ہے۔

ہشتم۔ طلبائے تاریخ اس حقیقت سے آگاہ ہیں کہ تمام عرب حضرت عمرؓ کی بے حد عزت کیا کرتے تھے۔ اور آپ کے ہر عمل کو رسولِ کریم کا عمل سمجھتے تھے۔ اگر حضرت عمرؓ نے یہ کتب خانہ جلایا ہوتا، تو عمرؓ کے معاصر عبداللہ بن عباس تفسیر لکھنے کی تمنّا نہ کرتے۔ تفسیر میں صرف قرآن شریف تو ہوتا نہیں، ساتھ دیگر مسائل وواقعات بھی آجاتے ہیں۔ اور یہ باقی چیزیں اُسی دلیل کے ماتحت کہ "اگر قرآن کے موافق ......" یا تو تحریر میں آتی ہی نہ۔ اور اگر آچکی تھیں تو جلادی جاتیں۔

نہم۔ عمرؓ کے ہر عمل کی نہایت خلوص سے پیروی کی جاتی تھی۔ اگر عمرؓ نے کتابیں جلانے کی سنّت قائم کی تھی، تو کیوں باقی عربوں نے آپ کی پیروی نہ کی۔ کیوں چند سال بعد (بقیہ حاشیہ صـ۲۶۳ پر)

• یحییٰ نے ارسطو کی کتاب السماع الطبیعی کی تفسیر لکھی ہے۔ اس تفسیر میں زمانے پر بحث کرتے ہوئے تمثیلاً لکھتا ہے:

(صـ ۴۶۲ کا بقیہ حاشیہ): امام مالکؒ (۷۱۳ء - ۷۹۵ء) نے موطا اور بخاریؒ (۸۷۰ء) نے صحیح بخاری لکھی۔ کیا ان بزرگوں کو کسی نے نہ بتایا تھا کہ عمرؓ کتابیں جلانے کی سُنّت ڈال گئے ہیں۔ اگر ان کو اس حقیقت کا علم نہ تھا (حالاں کہ امام مالکؒ کی پیدائش حضرت عمرؓ کی وفات سے صرف ساٹھ سال بعد مدینے میں ہوئی تھی اور اس وقت سیکڑوں ایسے بزرگ موجود ہوں گے، جنھوں نے عمرؓ کو دیکھا ہوگا۔ اگر اس قُربِ زمان و وحدتِ مکان کے باوجود امام مالکؒ کو اس حقیقت کا علم نہ ہوسکا) تو پانچ سو سال بعد القفطی پر کون سا فرشتہ نازل ہوا تھا، جو یہ حکایت سُنا گیا۔

دہم۔ یورپ کے مندرجۂ ذیل مورّخ اس واقعے کی صحت سے منکر ہیں:

(۱) مسٹر گبن (وفات ۱۷۹۷ء) ملاحظہ ہو "رومن امپائر"۔

(۲) پروفیسر وائٹ پروفیسر عربی آکسفورڈ نے ۱۸۰۱ء میں اس پر ایک محققانہ مقالہ لکھا تھا۔ (ملاحظہ ہو "خلفائے محمد" تصنیفِ واشنگٹن ارونگ صـ ۱۱۳)

(۳) ڈاکٹر ڈریپر ال ال ڈی۔ پروفیسر نیویارک کالج امریکہ۔ (ملاحظہ ہو آپ کی کتاب "معرکۂ مذہب و سائنس"۔ بیسواں ایڈیشن۔ مطبوعہ لندن ۱۸۸۶ء۔ صـ ۱۰۴)

(۴) مسٹر اینڈ ریو کرچٹن (ملاحظہ "تاریخِ عرب قدیم و جدید" جلد اوّل صـ ۳۹۳)

(۵) آرتھر گلمین۔ (ملاحظہ ہو "سیریسنز" دوسرا ایڈیشن۔ صـ ۲۵۴)

دہم حالاتِ مصر پر بڑی بڑی معتبر کتابیں لکھی جاچکی ہیں۔ مثلاً (۱) ابو عمر الکندی (م ۲۴۶ھ) کی "خطط مصر" (۲) ابن شاہین (۳۸۵ھ) کی "کشف الممالک" (۳) محمد بن عبداللہ (۴۲۰ھ) کی تاریخ مصر" قطب الدین حلبی (۷۳۵ھ) کی "تاریخ مصر" وغیرہ۔ اگر یہ تمام کتابیں جمع کی جائیں، تو تعداد ساٹھ سے ہو جائے۔ ان تمام کتابوں میں اس واقعے کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔ اللہ جانے القفطی کو یہ چیز کہاں سے سوجھی ہے۔

اور[1] .... یہ .... ہمارے سال کی طرح ہے۔ اور .... یہ
.... ۲۴۲ سن د قلطیانوس قبطی ہے۔"

عبیداللہ بن جبریئل بن عبیداللہ بن بختی شوع لکھتا ہے:

"یحیٰی کا نام ثاس طیوس تھا۔ نحو، منطق و فلسفہ کا فاضل تھا۔ ہر چند کہ اس نے طب کی بہت سی کتابوں کی تفسیر لکھی ہے تاہم یہ اسکندریہ کے مشہور طبیبوں مثلاً انقیلاؤس، اصطفن الاسکندرانی، جاسیوس و ماریوس کی فہرست میں شمار نہیں ہوتا، بلکہ فلسفیوں میں گنا جاتا ہے، اس لیے کہ یحیٰی فلسفے کا بہت بڑا فاضل تھا۔

یحیٰی چالیس سال کی عمر تک ملاح رہا۔ جب کبھی طالب العلموں کا کوئی گروہ اس کی کشتی میں سفر کرتا، تو یہ ان کی علمی گفتگو سے بہت لطف اٹھاتا۔ رفتہ رفتہ اس میں طلبِ علم کا بے پناہ جذبہ پیدا ہوگیا۔ سوچنے لگا کہ عمر عزیز کے چالیس سال گزر چکے ہیں، کیا اس عمر میں کچھ سیکھنا ممکن ہے؟ سوچ ہی رہا تھا کہ ایک چیونٹی پر نظر پڑی، جو کھجور کی ایک گٹھلی منہ میں تھامے چھت پہ چڑھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ یہ چیونٹی بیسیوں دفعہ گری لیکن ہمت نہ ہاری۔ اور آخر کامیاب ہوگئی۔

یحیٰی اس چیونٹی کی بلند ہمتی سے بے حد متاثر ہوا۔ فوراً کشتی بیچ ڈالی۔ اور مدرسے میں جا کر پڑھنا شروع کر دیا۔ رفتہ رفتہ نحو، لغت و منطق میں یگانۂ روزگار بن گیا۔ یوں تو علم کے کئی شعبوں پہ عبور حاصل کیا تھا لیکن نحو، لغت و منطق میں کافی مشہور تھا۔ ان علوم پر کتابیں بھی لکھیں۔"

---

[1] اس حوالے کا یہ مقصد ہے کہ یحیٰی دقلطیانوس کے سن ۲۴۲ میں زندہ تھا۔ حوالہ نامکمل ہے۔

یحییٰ بن ابی منصور

دربارِ مامون کا مشہور و بلند پایہ منجم جسے خلیفہ نے ۲۱۵، ۱۶، ۱۷ھ میں چند دیگر منجموں کے ساتھ مشاہدۂ کواکب کا حکم دیا۔ چناں چہ یہ بغداد اور دمشق کے جبل قاسیون[۱] والی رصدگاہ میں کام کرتا رہا۔ جب ۲۱۸ھ میں مامون کی وفات ہوگئی، تو یہ کام رُک گیا۔ یحییٰ کی وفات روم کے ایک شہر میں ہوئی۔ اس کی دو کتابیں یعنی کتاب الزیج الممتحن وکتاب العمل لِسُدس ساعۃٍ فی الارتفاع بمدینۃ السلام بہت مشہور ہیں۔

ابو معشر کہتا ہے کہ مجھے محمد بن موسیٰ المنجم (خوارزمی نہیں) الجلیس نے بتایا کہ اُسے یحییٰ بن ابی منصور نے مندرجہ ذیل کہانی سُنائی تھی۔ یحییٰ کہتا ہے:

"ایک دن میں المامون کی مجلس میں پہنچا، تو کیا دیکھتا ہوں کہ چند منجم تشریف فرما ہیں۔ اور ایک مُدعیٔ نبوّت بھی بیٹھا ہوا ہے لیکن ہمیں اس کے دعوائے نبوّت کا علم نہ تھا۔ مجھے دیکھتے ہی مامون نے کہا۔ اچھا بھائی! تم چند دیگر منجموں کے ساتھ مل کر ذرا معلوم تو کرو کہ آیا یہ شخص سچا ہے یا جھوٹا۔ حکم تو دے دیا، لیکن یہ نہ بتلایا کہ اس کے دعوے کی نوعیت کیا تھی۔

ہم محل کے ایک صحن میں چلے گئے۔ وہاں زائچہ تیار کیا۔ شمس و قمر ایک خانے میں اور سہم السعادہ و سہم الغیب دوسرے خانے میں نکلے۔ اسی خانے میں اُس وقت کا طالع بھی موجود تھا۔ سنبلہ سے جدی و مشتری اور عقرب سے زہرہ و عطارد اس طالع کو جھانک رہے تھے۔ اس زائچے کو دیکھتے ہی تمام بہ یک زبان بول اٹھے کہ وہ شخص اپنے دعوے میں

---

[۱] دمشق کے پاس ایک پہاڑ جس پر کئی انبیا و اکابر کی قبریں ہیں اور کہتے ہیں کہ یہاں ایک غار ہے، جہاں قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تھا۔ (نزہت صفحہ ۲۵)

سمجھا ہو- اور امیرالمومنین کے سامنے اپنی رائے بیان کردی۔

امیرالمومنین نے میری طرف مخاطب ہوکر فرمایا۔ "تم نے ابھی تک اپنی تو رائے نہیں دی"۔ میں نے عرض کی "میری رائے اپنے ساتھیوں سے مختلف ہو"۔ امیرالمومنین فرمانے لگے "وہ کیسے؟" میں نے کہا کہ ان حضرات نے زائچے کو کسی اور نقطۂ نگاہ سے دیکھا ہو اور میرے نتائج کچھ اور ہیں۔ میرے خیال میں اس شخص کو اپنے دعوے کا خود بھی یقین حاصل نہیں۔ اور وہ آج کل اس کوشش میں ہو کہ کسی نہ کسی طرح کہیں سے ایسے شواہد پیدا کرے جو اُس کے دعوے کو صحیح ثابت کرسکیں۔ "کیا یہ زائچہ تمھاری اس رائے کی تائید کرتا ہو"۔ امیرالمومنین نے پوچھا۔ "یقیناً" میں نے عرض کیا۔ اس لیے کہ مشتری . . . . (یہ پانچ سطریں خالص جوتش سے تعلق رکھتی ہیں اور میں اس علم سے بے بہرہ ہوں۔ اس لیے سمجھ نہیں سکا۔ مترجم) . . . .

مامون نے میرے دلائل سن کر مجھے شاباشی دی اور اس کے بعد بتلایا کہ یہ شخص مُدعیٔ نبوت ہو- میں نے کہا کہ اس سے کوئی دلیل تو پوچھی جائے۔ مُدعیِ نبوت کہنے لگا کہ میرے پاس دو ثبوت ہیں: اوّل، میری انگوٹھی، کہ اگر اسے کسی اور کی انگلی میں پہنا دیا جائے تو اسے ہنسی چھوٹ جاتی ہو- اور جب تک یہ انگوٹھی اُتار کر دور نہ پھینک دے، بند نہیں ہوتی۔ دوم، میرے پاس ایک قلم ہو، جو کسی دوسرے کے ہاتھ میں ہرگز نہیں لکھتا۔ مامون کے کہنے پر یہ ہر دو شعبدے دکھلائے۔ میں نے عرض کی کہ یہ سب کچھ جادو ہو اور زہرہ و عطارد کا اثر ہو، جو

اس کی جنم پتری میں موزوں مقام پہ پڑے ہوئے ہیں۔ اُس شخص نے اپنی فریب کاری کو تسلیم کر لیا۔ خاتم و قلم کی شعبدے بازی سے پردہ اُٹھا دیا اور اپنے گناہ سے توبہ کر لی، اور مامون نے خوش ہو کر ایک ہزار دینار انعام دیا۔ یہ شخص عبداللہ بن السریؔ کے حلقۂ درس میں شامل ہو گیا۔ اور بہت بڑا منجّم بن گیا۔"

ابو معشر کہتا ہے کہ بغداد کی بعض ملحقہ بستیوں اور محلّوں میں بھونڈوں[1] (بول و براز کی گولیاں بنانے والا بھنگا) کی کثرت اسی کے جادو کا نتیجہ تھی۔ نیز ابو معشر کہتا ہے کہ اگر میں اس وقت موجود ہوتا تو اُس زائچے کی تفسیر یوں کرتا کہ برج میں انقلاب ہے۔ مشتری پر وبال ہے۔ قمر رو بہ زوال ہے اور ہر دو ستارے برجِ کناب یعنی عقرب کو جھانک رہے ہیں، اس لیے مدّعی کا دعوا باطل ہے۔

یحییٰ بن اسحاق الطبیب الاندلسی

یحییٰ کا والد اسحاق امیر عبداللہ[2] کے زمانے میں مشہور طبیب تھا۔ اور خود یحییٰ کو فنِ علاج میں وہ ملکہ حاصل تھا کہ اس کی قابلیت سے عبدالرحمان[3] ناصر اموی والیٔ اندلس

---

[1] ان بھونڈوں (خنافس) کی وجہ سے دجلہ کے مغربی کنارے کا ایک موضع دیرالخنافس کہلاتا ہے۔ اس موضع میں ہر سال ان بھونڈوں کی وجہ سے تین دن تک در و دیوار سیاہ رہتے ہیں، اور تین دن کے بعد ایک بھونڈ بھی کہیں نظر نہیں آتا۔ [2] امیر عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمان دوم بن حکم بن ہشام بن عبدالرحمان الداخل۔ قرطبہ کا ساتواں فرماں روا تھا۔ ۲۷۵ھ میں تخت پر بیٹھا۔ اور ۳۰۰ھ میں فوت ہوا۔ [3] عبدالرحمان سوم الناصر (۳۰۰ - ۳۵۰ھ) محمد کا بیٹا اور امیر عبداللہ کا پوتا تھا جو امیر عبداللہ کے بعد تخت نشین ہوا۔

بہت متاثر ہوا۔ اور اسے اپنا وزیر مقرر کر لیا۔ جب طبیب مسلمان ہو گیا، تو عبدالرحمان نے اسے بعض صوبوں کا عامل بنا دیا۔ اس کی کِنّاش (کلیاتِ طب) جس کا نام ابریسم ہے، نہایت فاضلانہ تصنیف ہے۔ چونکہ اس کی بنیاد طب رومی کے اصولوں پر رکھی گئی تھی، اس لیے اندلس میں نہ تو مقبول ہوئی اور نہ مشہور۔

حکایت ایک دن یہ طبیب اپنے گھر کے دروازے پہ بیٹھا ہوا تھا کہ ایک بدّو شور مچاتا ہوا آیا۔ "وزیر کو بُلاؤ کہ میں مر چلا" وزیر نے آگے بڑھ کر پوچھا، تمھیں کیا دُکھ ہے۔ کہنے لگا کہ میرے آلۂ تناسل کے سوراخ میں سخت ورم ہو گیا ہے جس سے پیشاب رُکا ہوا ہے۔ وزیر نے کہا، دکھاؤ۔ دیکھ کر بیمار کے ساتھی سے کہا کہ ایک صاف پتھر کہیں سے اٹھا لاؤ۔ جب وہ لے آیا، تو کہا کہ آلۂ تناسل کا سر اس پتھر پہ رکھو۔ طبیب نے آلۂ تناسل کے سر پر اس زور سے ایک مُکّا رسید کیا کہ بیمار شدّتِ درد سے بے ہوش ہو گیا اور زخم سے پیپ اور خون بہنے لگا۔ کچھ دیر کے بعد مریض نے آنکھ کھولی اور معاً پوری روانی سے پیشاب بہنے لگا۔ حکیم نے کہا۔ اب تم اچھے ہو گئے ہو اور جا سکتے ہو۔ لیکن میں اتنا کہنے سے رُک نہیں سکتا کہ تم پرلے درجے کے احمق و بے ہودہ انسان ہو کر تم نے ایک چارپائے کی دُبر میں آلۂ تناسل ڈال دیا۔ اندر کوئی جَو کا دانہ تھا، جو تمھارے آلۂ تناسل کے سوراخ میں چُبھ گیا، اور یہ ساری خرابی وہیں سے پیدا ہوئی۔ بیمار نے اپنی حماقت کا اقرار کیا۔ اور شرمندگی سے سر جُھکا لیا۔

یحییٰ بن سعید ابن ماری ابوالعبّاس النصرانی المعروف بالمسیحی

ساٹھ مقامات کا مصنف اور مشہور طبیب وادیب جو بصرے میں طبابت کیا کرتا تھا۔ چوں کہ ماضیٔ قریب میں فوت ہوا ہے، اس لیے میں کئی ایسے علما سے واقف ہوں، جنھوں نے یحییٰ سے درس لیا تھا۔ ان میں سے ایک ابوحامد محمد بن محمد بن حامد بن آلہ الاصفہانی العماد اور دوسرا البصری المعلّم الحفتی تھا۔ موخرالذکر اس کے مقامات سُنایا کرتا تھا۔

المسیحی شاعر بھی تھا اور بسا اوقات بصرے میں آنے والے حکام کی شان میں قصائد پڑھا کرتا تھا۔ طبیب[1] ایک موضع الدوٰیر (ایک نسخے میں الدوین) کا رہنے والا تھا۔ علمِ اوائل، ادبِ عربی، شاعری و انشا میں فاضلِ زمانہ سمجھا جاتا تھا۔ طبابت ذریعۂ معاش تھا۔ اس کا والد دوٰیر کو چھوڑ کر بصرے میں آگیا۔ جہاں المسیحی کی پیدایش ہوئی۔ اس کی وفات ۱۹، ۲۰، رمضان ۵۸۹ھ کو ہوئی۔

بُڑھاپے پر اس کے دو شعر ملاحظہ ہوں۔

(۱) جب بڑھاپے کی علامات ظاہر ہوئیں تو ہِند مجھ سے بھاگ گئی اور نفرت کرنے لگی۔

(۲) سچ ہے، جب آسمان پر کواکبِ رجم (شیطانوں کو بھگانے والے) نمودار ہوں۔ تو شیطان بھاگ جاتے ہیں۔

---

[1] طبیب۔ واسط و تستر کے درمیان ایک شہر (قاموس)

یحییٰ بن عدیؔ بن حمید بن زکریا المنطقی ابوزکریا
نزیل بغداد

اپنے زمانے میں منطقیوں کا رئیس جس نے ابوبشر متّٰی بن یونس، ابونصر محمد بن محمد بن طرخان الفارابی اور چند دیگر علما سے تعلیم حاصل کی۔ بہ لحاظِ عقائد یعقوبی نصرانی تھا۔ اپنے ہاتھ سے کتابیں نقل کیا کرتا تھا۔ خط نہایت عمدہ تھا۔ ایک دفعہ کسی دوست نے ملامت کی کہ تمام دن ایک جگہ بیٹھ کر کتابیں نقل کرنا کہاں کی عقل مندی ہے۔ کہنے لگا کہ میں اب اس بیٹھنے اور لکھنے کا عادی ہو گیا ہوں۔ میں نے تفسیرِ طبری دو دفعہ نقل کی ہے۔ متکلمین کی بے شمار کتابیں نقل کر چکا ہوں اور محکم فیصلہ کیا ہوا ہے کہ ہر روز کم از کم ایک سو یا کچھ اوپر صفحات نقل کروں گا۔

اس کی چند تصانیف کے نام یہ ہیں:

(۱) کتاب نقضِ حُجُ القائلین بانّ الافعال خلق اللہ واکتساب العبد

(۲) کتاب تفسیر طوبیقا لارسطو (۳) کتاب مقالۃ فی البحوث الخمسۃ عن الروس الثمانیۃ

(۴) کتاب فی تبیین الفصل بین صناعتیؔ المنطق الفلسفی والنحو العربی۔

(۵) کتاب فی فصل صناعۃ المنطق (۶) کتاب ہدایۃ من تاہ الی سبیل النجاۃ

(۷) کتاب فی تبیین انّ للعدد والاضافۃ ذاتین موجودتین فی الاعداد

(۸) مقالۃ فی استخراج العدد المُضمَر (۹) مقالۃ فی ثلث بحوث غیر المتناہی۔

(۱۰) تعلیق فی ثلثِ بحوث غیر المتناہی۔

(۱۱) مقالۃ فی انّ کلّ مُتصل اِنّما ینقسم اِلی مُنفصلٍ

(۱۲) کتاب جواب یحییٰ بن عدیؔ من فصل من کتاب ابی الجبش النحوی فیما ظنّہ انّ العدد غیر متناہٍ۔

(۱۳) مقالۃ فی الکلام فی ان الافعال خلق اللہ واکتساب العباد
(۱۴) کتاب اَجوِبۃ بِشر الیہودی عن مسائلہ
(۱۵) کتاب شرح مقالۃ الاسکندر (الافرودلیسی) فی الفرق بین الجنس والمادۃ
(۱۶) مقالۃ فی اَن حرارۃ النار لیست جوہراً للنار (۱۷) مقالۃ فی غیر المتناہی
(۱۸) مقالۃ فی الردّ علیٰ من قالَ بانّ الاجسام مُجلبۃ علیٰ طریق الجدل
(۱۹) تفسیر فصل من المقالۃ الثامنۃ من السماع الطبیعی لارسطوطالیس
(۲۰) مقالۃ فی اَنہ، لیس شئی موجود غیر متناہ لا عدداً ولا عظماً۔
(۲۱) مقالۃ فی تزییف قول القائلین بترکیب الاجسام من اجزاءٍ لاتتجزأ
(۲۲) مقالۃ فی تبیین ضلالۃ من یعتقد ان علم الباری بالامور الممکنۃ قبل وجودہا۔
(۲۳) تعلیقُ آخرُ فی ہٰذا المعنی (۲۴) مقالۃ فی انّ الکمّ لیس فیہ تضاد۔
(۲۵) مقالۃ فی انّ القُطر غیر مشارک للضلع (۲۶) عدّۃ مسائل فی کتاب ایساغوجی
(۲۷) مقالۃ فی ان الشخصَ اسم مشترک (۲۸) مقالۃ فی الکُلِّ والاجزاء
(۲۹) تفسیر الالِفِ الصُّغریٰ من کتب ارسطوطالیس فیما بعد الطبیعۃ
(۳۰) مقالۃ فی الحاجۃ الیٰ معرفۃ ماہیّات الجنس والفصل والنوع والخاصۃ والعرض فی معرفۃ البُرہان۔
(۳۱) مقالۃ فی الموجودات (۳۲) مقالۃ فی انّ کل متصل ینقسم الی اشیا ینقسم دائما بغیر نہایۃ۔
(۳۳) کتاب اِثبات طبیعۃ الممکن واقوی الحُجج علیٰ ذٰلک والتنبیہ علی فسادِہا۔
(۳۴) مقالۃ فی التوحید (۳۵) مقالۃ فی اَنّ المقولات عشرۃ لا اقلّ ولااکثر۔
(۳۶) مقالۃ فی انّ العرض لیس ہوَ جنساً للتسع المقولات العرضیۃ
(۳۷) مقالۃ فی تبیین وجود الامور العامیۃ (۳۸) قول فی الجُزءِ الذی لا یتجزاَ

(۳۹) مختلف مضامین پر تعالیق۔

(۴۰) قول فیہ تفسیر اشیاء ذکرہا عند ذکرہ فضل صناعۃ المنطق

(۴۱) تعالیق عدۃ عنہ عن ابی بشر متّی فی امور جرت بینہما فی المنطق

(۴۲) مقالۃ فی قسمۃ الاجناس الستّ التی لم یُقسّمہا ارسطو الی اجناسہا المتوسطۃ وانواعہا واشخاصہا۔

(۴۳) مقالۃ فی البحوث العلمیۃ الاربعۃ عن اَصناف الموجود الثلثۃ الالٰہی والطبیعی والمنطقی۔

(۴۴) مقالۃ فی نہج السبیل الی تحلیل القیاسات۔

(۴۵) کتاب الشُبہۃ فی ابطال الممکن۔

(۴۶) جواب الدارمی وابی الحسن المتکلم عن المسئلۃ فی ابطال الممکن۔

(۴۷) مقالۃ بینہٗ وبین ابراہیم بن عدیّ الکاتب ومُناقضۃ فی اَنّ الجسم جوہر وعرض۔

(۴۸) مقالۃ فی جواب ابراہیم بن عدیّ الکاتب

(۴۹) رسالۃ کتبہا لابی بکر الادمیّ العطّار فی ما تحقق من اعتقاد الحکماء بعد النظر والتحقیق۔

ابوزکریا یحیٰی بن عدی کی وفات جمعرات کے دن ۲۰، ۲۱، ذی القعد ۳۶۴ھ مطابق ۱۳، ماہِ آب ۱۲۸۵ اسکندری کو ہوئی۔ بیعۃ القطیعۃ (بغداد) میں دفن ہوا۔ اکیاشی برس (شمسی) عمر پائی۔ ایک مقام پر اس کی تاریخِ وفات جمعرات ۲۰، ۲۱، ذی القعد ۳۶۳ھ درج ہے۔

یحییٰ بن علی بن یحییٰ المنجّم

علومِ اوائل وعلم الآداب کا فاضل جو نجابتِ اصل (اس کے آبا و اجداد سردار تھے) وکمالِ فضل کی وجہ سے امراو خُلفا کا ندیم رہا ہو۔ پیر کی رات ۱۶، ۱۷ ربیع الآخر ۳۰۰ھ کو وفات ہوئی۔

یحییٰ بن التلمیذ الحکیم معتمد الملک النصرانی

سلطنتِ عباسیہ کا طبیب وشیر، علم کامل، خُلقِ عالی و معرفتِ کاملہ کا مالک تھا۔ دولت کے لحاظ سے خوش قسمت تھا۔ المستظہر باللہ[۱] کے آخری ایام یعنی تقریباً ۵۱۲ھ تک زندہ رہا۔ شعر اچھے کہتا تھا۔ ایک دفعہ سیف الدولہ نے ایک عمارت (مہمان سرائے) بنوائی، جو تیار ہوتے ہی جل گئی۔ اس پر یحییٰ نے یہ شعر کہے:

"تم نے یہ بلند عمارت بنوائی، اور تمھارا ارادہ یہ تھا کہ یہ تعمیر عظمت و شرف میں کیوان سے بھی بڑھ جائے۔ عمارت کو کہیں سے معلوم ہو گیا کہ تم اسے احسان، عزت اور انسانی بھلائی کے لیے تیار کر رہے ہو۔ عمارت نے بھی تمھارے اخلاقِ عالیہ کی تقلید کی کہ آگ جلا کر تم سے بھی پہلے مہمانوں کی خاطر و مدارات شروع کر دی۔"

ایک جگہ کہتا ہو:

---

[۱] المستظہر باللہ (۴۸۷ - ۵۱۲ھ)

"تمھارا فراق میری موت ہے۔ مجھے اور زیادہ تباہ نہ کرو۔ تم شمع ہو
اور میں آگ۔ جُدائی میں تم خود بھی بجھ جاؤ گے"۔

ایک اور شعر ملاحظہ ہو:

"آنے والے کی خوش بُو اس سے پہلے آگئی۔ اور پیاسے عاشق کی
پیاس بُجھا گئی"۔

یحییٰ بن سہل (ایک نسخے میں سُہیل) السدید ابو بشر المنجّم التکریتی

تکریت کا مشہور منجم و پیش گو، جو بغداد میں اکثر جایا کرتا۔ اور وہاں کے روسا کی صحبتوں میں شامل ہوا کرتا تھا۔ ہلال بن المحسن بن ابراہیم الصابی اور یحییٰ ابن سہل کی ملاقاتیں اکثر ہوا کرتی تھیں۔ تکریت کے متعلق ہلال نے اپنی تاریخ میں یحییٰ ابن سہل کی چند روایت کردہ حکایات درج کی ہیں۔ ابن سہل کا خاتمہ یوں ہوا کہ موصل و گرد و نواحی علاقے کے امیر المنیع[1] قرواش العقیلی نے اسے قتل کرا دیا۔

---

[1] المنیع بنی عقیل کا دوسرا فرماں روا تھا۔ بنو عقیل قبائل مضر کے بنو کلب سے تعلق رکھتے تھے، جو بعد از قبولِ اسلام شام و عراق میں ہجرت کر آئے تھے۔ انھوں نے موصل میں ۳۸۶ھ سے ۴۸۹ھ تک حکومت کی۔ پہلا بادشاہ حسام الدولہ مقلد بن المسیب بن رد نع بن مقلد (۳۸۶ - ۳۹۱ھ) تھا۔ دوسرا قرواش (۳۹۱ - ۴۴۲ھ)۔ تیسرا ابو کامل برکہ بن حسام الدولہ قرواش کا بھائی تھا۔ چوتھا۔ قریش بن ابو الفضل بدران بن حسام الدولہ مقلد (م ۴۵۳ھ)۔ پانچواں۔ مسلم بن قریش (م ۴۷۸ھ)۔ چھٹا۔ ابراہیم بن قریش (م ۴۸۶ھ)، اور ساتواں، علی بن مسلم (م ۴۸۹ھ) تھا۔

یحییٰ بن عیسیٰ بن جزلۃ ابوعلی الطبیب البغدادی النصرانی

بغداد کا ایک نصرانی طبیب جس نے کرخ کے نصارا سے درسِ طب لیا۔ پھر منطق سیکھنے کا ارادہ کیا۔ نصارا مذکورہ میں کوئی منطقی موجود نہ تھا۔ کسی نے اسے بتلایا کہ ابوعلی بن الولید شیخ المعتزلہ علمِ کلام و منطق کا فاضل ہے۔ چناں چہ ابن الولید کی خدمت میں حصولِ علم کے لیے جا پہنچا۔ ابن الولید اسے درس بھی دیتا اور براہینِ واضحہ سے اسلام کی صداقت بھی ثابت کرتا رہتا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ابن عیسیٰ مسلمان ہو گیا۔ جب اس کے اسلام کی خبر قاضی القضاۃ ابوعبداللہ الدامغانی کو پہنچی، تو بہت خوش ہوا، اور اپنی عدالت میں قبالہ نویسی پہ لگا لیا۔ ابن عیسیٰ تمام محلے اور تمام دوستوں کا علاج مفت کیا کرتا تھا۔ دوائیں بھی اپنے پاس سے خرید کر دیتا تھا۔ جب مرض الموت میں گرفتار ہوا، تو اپنی تمام کتابیں امام ابوحنیفہؒ کے مشہد میں دے دیں۔ اس کی وفات ۴۷۳ھ میں ہوئی۔

اس کی دو کتابیں کافی مشہور ہیں:

(۱) کتاب المنہاج فی الاغذیۃ والادویۃ (۲) کتاب تقویم الابدان مجدول۔

یعقوب بن اسحاق بن الصباح بن عمران بن اسماعیل بن محمد بن الاشعث بن قیس بن معدی کرب بن معاویہ بن جبلۃ بن عدی بن ربیعۃ بن المعاویۃ الاکبر بن الحارث الاصغر بن معاویہ بن الحارث الاکبر بن معاویہ بن ثور بن مرتع بن کندۃ بن عفیر بن عدی بن الحارث بن مرۃ بن ادد بن زید بن یشجب بن عریب بن زید بن کہلان بن سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان ابویوسف الکندی۔

اسلام کا یہ مشہور و معروف فلسفی و منجم یونانی، ایرانی و ہندی حکمت کا فاضل (حاشیہ ص۴۰۶ پر دیکھیے)

اور دیگر علوم کا ماہر تھا۔ دُنیا میں فلسفیٔ عرب کے لقب سے مشہور ہی۔ حکم رانوں کی اولاد تھا۔ اس کا والد اسحاق بن الصباح مہدی ورشید کی طرف سے کوفے کا گورنر رہا۔ اس کا دادا اشعث بن قیس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور اس سے ذرا پہلے تمام کِندۃ[1] پہ حکم راں تھے۔ اشعث کا والد قیس بن معدی کرب بھی کندہ کا فرماں روا تھا۔ یہ قیس وہی ہی، جس کی تعریف میں اعشٰی[2] بن قیس نے چار لمبے لمبے قصائد لکھے تھے، جو یوں شروع ہوتے ہیں:

(۱) لَعَمرُكَ ماطوُل هٰذا الزمن

(۲) رَحلَت سُمَیّةُ غُدوَۃً اجمالَها

(۳) أاَزمَعتَ مِن آلِ لیلیٰ ابتکارا

(۴) أتَهجُرُ غانِیَةً ام تُلِمّ

قیس کا والد معدی کرب اور دادا معاویہ بن جبلہ حضر موت[3] میں

(ص۴۷۵ کا حاشیہ): امام ابوحنیفہؒ کی وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی اور بغداد میں دفن ہوئے۔

[1] کِندہ، یمن کا ایک قبیلہ جس کے ایک بزرگ عفیر بن عدی بن حارث کا لقب کندہ تھا۔ اس قبیلے سے عرب کا مشہور شاعر امراءُ القیس بن حُجر بن حارث تھا۔ حارث کِندہ کا امیر اور یمن کے تبابعہ یعنی منذر وغیرہ کا باج گزار تھا۔ اس خاندان نے ۴۸۰ء میں اقتدار حاصل کیا۔

[2] اعشٰی کا اصلی نام میمون تھا۔ یہ اتنا بڑا ہجو گو تھا کہ جب کسی امیر سے انعام وغیرہ طلب کرتا تو وہ ہجو کے ڈر سے فوراً تعمیل کرتا۔ جب اعشٰی آنحضرت صلعم کو دیکھنے کے لیے آیا، تو ابوسفیان نے اسے ایک سو اونٹ دیے، تاکہ تمام عرب کو قریش کے خلاف نہ بھڑکاتا پھرے۔

[3] حضر موت، یمن کے ایک صوبے نیز ایک قبیلے کا نام۔

بنوحارث الاصغر بن معاویہ پر حکمراں تھے۔ معاویہ بن الحارث الاکبر اس کا والد الحارث الاکبر۔ اس کا دادا معاویہ اور پردادا ثور[1] مُشقر[2] یمامہ[3] و بحرین[4] میں معد[5] پر حکومت کیا کرتے تھے۔

الکندی وہ واحد حکیم ہے، جسے فیلسوفِ عرب کا لقب عطا ہوا۔ اس کی تصانیف تعداد میں کافی ہیں۔ اس کی تمام چھوٹی بڑی کتابوں کا ذکر آگے آئے گا۔ باوجود ایک مُتبحر عالم ہونے کے اس کی تصانیف میں ایک نقص پایا جاتا ہے کہ بعض مقامات پر غیر یقینی دلائل سے کام لیتا ہے۔ کہیں عبارت آرائی شروع کر دیتا ہے اور کہیں نقلِ اشعار کی طرف جُھک پڑتا ہے۔ صنعتِ تحلیل سے کہیں کام نہیں لیا۔ اگر اس صنعت سے ناآشنا تھا، تو قابلِ افسوس ہے۔ اور اگر آشنا تھا، اور عمداً نظرانداز کیا تو کہنا پڑے گا کہ الکندی نے علما کا راستہ اختیار نہیں کیا۔ اس نے اپنی تصانیف میں زیادہ تر صنعتِ ترکیب سے کام لیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے، کہ ان کتب سے صرف مُتبحر عالم فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

ابن جُلجل الاندلسی کہتا ہے:

---

[1] ثور، قبیلۂ مُضر کی ایک شاخ، نیز بلاد مزینہ میں ایک وادی کا نام۔ نیز مکے کے پاس ایک پہاڑ۔ یہاں غالباً ثانی الذکر مراد ہے۔

[2] بحرین میں ایک پرانا قلعہ۔ (قاموس)

[3] بصرہ و کوفہ کے درمیان ایک شہر (قاموس)

[4] عمان و بصرے کے درمیان ایک شہر (قاموس) ممکن ہے اس وقت اس نام کا کوئی شہر بھی ہو۔ لیکن آج کل بحرین ایک جزیرے کا نام ہے، جو خلیج فارس میں واقع ہے۔ اور غالباً یہاں مُراد یہی جزیرہ ہے۔

[5] معد، ایک قبیلے کا نام جس کا جدِ اول معد بن عدنان تھا۔ (قاموس)

"الکندی ایک شریف الاصل بصری تھا، جس کا دادا بنو ہاشم (عباسیہ) کی طرف سے بعض ولایات پر حکمراں رہا۔ بصرے میں اس کی آبائی جاگیر موجود ہے۔ بصرے سے بغداد میں حصول علم کے لیے گیا اور رفتہ رفتہ طب، فلسفہ، حساب، منطق، موسیقی، ہندسہ، علم الاعداد و ہیئت میں یگانۂ روزگار بن گیا۔ علم کی بہ دولت بادشاہوں کا ندیم بنا۔ کتبِ فلسفہ کی ایک کثیر تعداد عربی میں منتقل کر کے ان کی مشکلات دور کیں۔ اہلِ منطق کے رنگ میں توحید و نبوت پر بے نظیر کتابیں لکھیں۔ ایک کتاب آدابِ نفس پر لکھی، جس کا نام تسہیل سُبُل الفضائل ہے۔ اقالیمِ معمورہ پر بھی ایک کتاب لکھی۔ اس کی تمام تصانیف کی مکمل فہرست درجِ ذیل ہے:"

کُتبِ فلسفہ

(۱) کتاب الفلسفۃ الاولیٰ فی ما دون الطبیعیات والتوحید۔
(۲) کتاب فی الفلسفۃ الداخلۃ (۳) کتاب فی انہ، لاتنال الفلسفۃ اِلّا بعلم الریاضۃ۔
(۴) کتاب الحثّ علیٰ تعلّم الفلسفۃ (۵) کتاب فی قصدِ ارسطو فی المقولات۔
(۶) کتاب ترتیب کُتب ارسطو (۷) کتاب فی مقیاس العلمی۔
(۸) کتاب اقسام العلم الانسی (۹) کتاب مائیۃ العلم واقسامہ۔
(۱۰) کتاب فی انّ افعال الباری کلہا عَدل۔
(۱۱) کتاب فی مائیۃ الشئ الذی لانہایۃ لہ۔
(۱۲) رسالۃ فی الابانۃ ان لایکون جرم العالم بلانہایۃ۔
(۱۳) کتاب فی الفاعلۃ والمنفعلۃ من الطبیعیات۔
(۱۴) کتاب فی اعتبارات الجوامع الفکریۃ۔
(۱۵) کتاب فی مسائل سُئل عنہا فی منفعۃ الریاضات۔

(۱۶) کتاب فی بحث المدعی ان الاشیاء الطبیعیۃ تفعل فعلاً واحداً بایجاب الخلقۃ۔
(۱۷) کتاب فی الرفق فی الصناعات (۱۸) کتاب فی قسمۃ القانون۔
(۱۹) رسالۃ فی مائیۃ العقل (۲۰) رسالۃ فی رسم رقاع الی الخلفاء والوزراء
کُتبِ منطقی | (۲۱) کتاب المدخل المنطقی المستوفی (۲۲) کتاب المدخل المختصر۔
(۲۳) کتاب المقولات العشر۔
(۲۴) کتاب فی الابانۃ عن قول بطلیموس فی اول المجسطی حاکیاً عن ارسطو فی انالوطیقا۔
(۲۵) کتاب فی الاحتراس عن خدع السوفسطائیۃ (۲۶) کتاب فی البرہان المنطقی۔
(۲۷) رسالۃ فی الاصوات الخمسۃ (۲۸) رسالۃ فی سمع الکیان۔
(۲۹) رسالۃ فی آلۃ مخرجۃ للجوامع۔
کُتبِ حساب | (۳۰) رسالۃ فی المدخل الی الارثماطیقی۔
(۳۱) رسالۃ فی الحساب الہندی (۳۲) رسالۃ فی الاعداد التی ذکرہا افلاطون فی کتاب السیاسۃ۔
(۳۳) کتاب فی تالیف الاعداد (۳۴) رسالۃ فی التوحید من جہۃ العدد۔
(۳۵) رسالۃ فی استخراج الخبئ والضمیر (۳۶) رسالۃ فی الزجر والفال من جہۃ العدد۔
(۳۷) رسالۃ فی الخطوط والضرب بعدد الشعیر (۳۸) رسالۃ فی الکمیۃ المضافۃ۔
(۳۹) رسالۃ فی النسب الزمانیہ (۴۰) رسالۃ فی الحیل العددیۃ وعلم اضمارہا۔
کُتبِ کُرَیَّۃ | (۴۱) رسالۃ فی ان العالم وکل ما فیہ کرّی۔
(۴۲) رسالۃ فی ان العناصر الاولی والجرم الاقصیٰ کُرِیَّۃ۔
(۴۳) رسالۃ فی انّ الکُرَۃ اعظم الاشکال الجرمیّۃ (۴۴) رسالۃ فی الکریات۔
(۴۵) رسالۃ فی عمل السمت علی کرۃ (۴۶) رسالۃ فی ان سطح ماء البحر کرّی۔
(۴۷) رسالۃ فی تسطیح الکرۃ (۴۸) رسالۃ فی عمل الحلق الست واستعمالہا۔
کُتبِ موسیقی | (۴۹) رسالۃ الکبریٰ فی التالیف۔ (۵۰) کتاب ترتیب النغم

(۵۱) کتاب المدخل الی الموسیقی (۵۲) رسالۃ فی الایقاع۔
(۵۳) رسالۃ فی الاخبار عن صناعۃ الموسیقی (۵۴) کتاب فی خبر صناعۃ الشعراء

کُتُبِ نجوم (۵۵) رسالۃ فی انّ رؤیۃ الہلال لاتضبط بالتحقیق و انّما القول فیہ بالتقریب۔

(۵۶) رسالۃ فی السوال عن احوال الکواکب (۵۷) رسالۃ فی کیفیاتٍ نجومیۃٍ۔
(۵۸) رسالۃ فی مطرح الشعاع (۵۹) رسالۃ فی الفصلین
(۶۰) رسالۃ فیما ینسب الیہ کل بلدٍ من البلدان الیٰ برجٍ اوکوکب۔
(۶۱) رسالۃ فیما سُئل عنہ من شرح ما عرض لہ اختلاف فی صوَرِ المو الید۔
(۶۲) رسالۃ فی تصحیح عمل نمو دارات المو الید۔
(۶۳) رسالۃ فی اعمار الناس فی الزمن القدیم وخلافہا فی ہذا الزمن۔
(۶۴) رسالۃ فی رجوع الکواکب (۶۵) رسالۃ فی اختلاف الاشخاص العالیہ
(۶۶) رسالۃ فی شرعۃ مایرٰی من حرکۃ الکواکب فی الافق و ابطائہا کلّما علت۔
(۶۷) رسالۃ فی فصل ما بین السنین (۶۸) رسالۃ فی الاوضاع النجومیۃ۔
(۶۹) رسالۃ فی المنسوبۃ الی الاشخاص العالیۃ (۷۰) رسالۃ فی علل احداث الجو۔
(۷۱) رسالۃ فی علۃ ان بعض الاماکن لاتمطر۔

کُتُبِ ہندسہ (۷۲) کتاب اغراض کتاب اقلیدس (۷۳) کتاب اصلاحِ اقلیدس
(۷۴) کتاب اختلافِ المناظر (۷۵) کتاب اختلاف مناظر المرآۃ۔
(۷۶) کتاب فی عمل شکل الموسّطین (۷۷) کتاب فی تقریب وتر الدائرۃ۔
(۷۸) کتاب فی تقریب وتر السبع (ایک نسخے میں التسع)۔
(۷۹) کتاب مساحۃ ایوانٍ (۸۰) کتاب تقسیم المثلّث والمربّع۔
(۸۱) کتاب کیف تعمل دائرۃ مساویۃ لسطح اسطوانۃ مفروضۃٍ۔

(۸۲) رسالة فی شروق الکواکب وغروبہا (۸۳) کتاب قسمة الدائرة بثلثہ اقسام ۔
(۸۴) رسالة فی اصلاح المقالة الرابعة عشرو الخامستہ عشر من کتاب اقلیدس ۔
(۸۵) کتاب البراہین المساحیة (۸۶) کتاب تصحیح قول البسقلاؤس فی المطالع ۔
(۸۷) کتاب صنعة الاصطرلاب (۸۸) کتاب استخراج خطّ نصف النہار وسمت القبلة
(۸۹) کتاب عمل الرخامة بالہندسة ۔
(۹۰) کتاب عمل الساعات علی صفیحة تنصَبُ علی السطح الموازی للاُفُق خیر من غیرہا ۔
(۹۱) رسالة فی استخراج الساعات علی کُرةٍ بالہندسة ۔ (۹۲) کتاب السوانح ۔

فلکیات (۹۳) کتاب فی امتناع مساحة الفلک الاقصیٰ ۔
(۹۴) کتاب فی ان طبیعة الفلک مخالفة لطبائع العناصر وانّہا خامِسة ۔
(۹۵) کتاب ظاہریات الفلک (۹۶) کتاب فی العالم الاقصیٰ ۔
(۹۷) کتاب فی سجود الجرم الاقصیٰ لبارئہٖ ۔
(۹۸) کتاب فی انہٗ لایجوز ان یکون جرم العالم بلا نہایةٍ ۔
(۹۹) کتاب امتناع الجرم الاقصیٰ من الاستحالة (۱۰۰) کتاب فی الصُّور ۔
(۱۰۱) کتاب فی المناظر الفلکیہ (۱۰۲) کتاب فی صناعة بطلیموس الفلکیہ
(۱۰۳) کتاب فی تناہی جرم العالم ۔
(۱۰۴) کتاب فی ماہیة الفلک واللون اللازوردی المحسوس من جہة السماء ۔
(۱۰۵) کتاب ماہیة الجرم الحامل بطباعہٖ للالوان من العناصر الاربعة ۔
(۱۰۶) کتاب فی البرہان علی الجسم السائر وماہیة الاضواء والاظلام ۔

کتب طب (۱۰۷) کتاب الطبّ الروحانی (۱۰۸) کتاب الطب البُقراطی
(۱۰۹) کتاب فی الغذاءِ والدواءِ (۱۱۰) کتاب الابخرة المُصلحة للجوّ من الاوباءِ
(۱۱۱) کتاب الادویة المُشفیة من الروائح المؤذیة ۔

(۱۱۲) کتاب کیفیۃ اسہال الادویۃ (۱۱۳) کتاب فی علۃ نفث الدم۔
(۱۱۴) کتاب تدبیر الاصحّاء (۱۱۵) کتاب اشفیۃ السموم۔
(۱۱۶) کتاب فی بحارین الامراض (۱۱۷) کتاب نفس العضو الرئیس من الانسان۔
(۱۱۸) کتاب کیفیۃ الدماغ (۱۱۹) کتاب فی علۃ الجذام
(۱۲۰) کتاب فی عقّۃ الکلب الکَلِب (۱۲۱) کتاب فی وجع المعدۃ والنقرس۔
(۱۲۲) کتاب فی الاعراض الحادثۃ من البلغم وموت الفجاۃ۔
(۱۲۳) رسالۃ الی رجل فی علۃ شکاہا (۱۲۴) کتاب فی اقسام الحُمیات۔
(۱۲۵) کتاب فی اجساد الحیوان اذا فسدت (۱۲۶) کتاب علاج الطحال۔
(۱۲۷) کتاب فی قدر منفعۃ صناعۃ الطب (۱۲۸) کتاب فی صنعۃ اطعمۃ من غیر عناصرہا۔
(۱۲۹) کتاب فی تغیّر الاطعمۃ (۱۳۰) کتاب فی القراباذین

احکامیات (۱۳۱) کتاب تقدمۃ المعرفۃ بالاشخاص العالیۃ۔
(۱۳۲) کتاب رسائلہ الثلث فی صناعۃ الاحکام۔ (۱۳۳) کتاب مدخل الاحکام علی المسائل۔
(۱۳۴) کتاب فی دلائل النحسین فی برج السرطان (۱۳۵) کتاب فی منفعۃ الاختیارات۔
(۱۳۶) کتاب فی منفعۃ صناعۃ الاحکام ومن المسمّی منجمًا بالاستحقاق۔
(۱۳۷) کتاب حدوُد المِوالید (۱۳۸) کتاب تحویل سنی العالم۔
(۱۳۹) کتاب الاستدلال بالکسوفات علیٰ حوادث الجو۔

کُتبِ جَدَل (۱۴۰) کتاب الرد علی المنانیۃ (۱۴۱) کتاب الرد علی الثنویہ[1]۔
(۱۴۲) کتاب الاحتراس عن خدع السوفسطائیہ (۱۴۳) کتاب نقض مسائل الملحدین۔

---

[1] ثنویہ۔ دو خداؤں کے قائل، ایران میں ظہورِ اسلام کے وقت یہ فرقہ موجود تھا۔ ان کے ہاں نور و ظلمت و خیر و شر کے خالق جُدا جُدا تھے۔ خالقِ خیر کو یزدان اور خالقِ شر کو اہرمن کہتے تھے۔

(۱۴۴) کتاب تثبیت الرسل علیہم السلام۔
(۱۴۵) کتاب فی اثبات الفاعل الحق الاول والفاعل الثانی بالمجاز۔
(۱۴۶) کتاب فی الاستطاعۃ وزمانِ کونہا۔
(۱۴۷) کتاب فی الاجرام والرد علیٰ من تکلم فی امرہا۔
(۱۴۸) کتاب فی انّ بین الحرکۃ الطبیعیۃ والعرضیۃ سکون۔
(۱۴۹) کتاب فی الجسم وانہ لاساکن ولامتحرک فی اول ابداعہٖ۔
(۱۵۰) کتاب فی التوحیدات (۱۵۱) کتاب فی جواہر الاجسام۔
(۱۵۲) کتاب القول فی اوائل الاجسام (۱۵۳) کتاب فی الجزأ الذی لایتجزأ
(۱۵۴) کتاب فی افتراق المِلل فی التوحید وانہم مجمعون علی التوحید وکل قدخالف صاحبہٗ
(۱۵۵) کتاب البرہان۔

نفسیات (۱۵۶) کتاب فی انّ النفس جوہر بسیط غیر دائرٍ۔
(۱۵۷) کتاب فی ماہیۃ الانسان والعضو الرئیس منہ۔
(۱۵۸) کتاب فیما للنفس ذِکرہٗ وہی فی عالَم العقل قبل کونہا فی عالم الحِس۔
(۱۵۹) کتاب اجتماع الفلاسفۃ علی الرموز۔
(۱۶۰) کتاب فی علۃ النوم والرؤیا وماتومر بہ النفسُ۔

سیاسیات (۱۶۱) رسالۃ فی الریاسۃ (۱۶۲) کتاب تسہیل سُبُل الفضائل۔
(۱۶۳) کتاب دفع الاحزان (۱۶۴) رسالۃ فی الاخلاق۔
(۱۶۵) رسالۃ فی سیاسۃ العامۃ (۱۶۶) رسالۃ فی التنبیہ علی الفضائل۔
(۱۶۷) کتاب فی فضیلۃ سُقراط (۱۶۸) کتاب فی الفاظ سُقراط۔
(۱۶۹) کتاب فی المحاورۃ بین سُقراط وارسوالیس۔
(۱۷۰) کتاب فی ماجریٰ بین سُقراط والحرانیین (۱۷۱) رسالۃ فی خبر موت سقراط۔

(۱۷۲) کتاب خبر (ایک نسخے میں خیر) العقل ۔

احداثیات | (۱۷۳) کتاب العلة الفاعلة القریبة للکون والفساد ۔

(۱۷۴) کتاب العلة فی ان النار والہوار والمار والارض عناصر الکائنات الفاسدات ۔

(۱۷۵) کتاب فی اختلاف الازمنة التی تظہر فیہا قوی الکیفیات الاربع الاولیٰ ۔

(۱۷۶) کتاب فی ماہیة الزمان والحین والدہر ۔

(۱۷۷) کتاب فی العلة التی لہا یبرد اعلی الجوّ ویسخن ما قرب من الارض ۔

(۱۷۸) کتاب فی الاثر الذی یظہر فی الجوّ ویُسمّی کوکباً ۔

(۱۷۹) کتاب فی الکواکب الذی یظہر ایاماً ویضمحل (۱۸۰) کتاب فی کوکب الذوابة

(۱۸۱) کتاب فی علة برد ایام العجوز (۱۸۲) کتاب فی علة الضباب ۔

(۱۸۳) کتاب فی ما رُصِدَ من الاثر العظیم فی اثنتین وعشرین ومائتین للہجرة ۔

ابعادیات | (۱۸۴) کتاب الآلة التی یُستخرجُ بہا الابعاد والاَجرام ۔

(۱۸۵) کتاب فی ابعاد مسافات الاقالیم (۱۸۶) کتاب فی المساکن ۔

(۱۸۷) کتاب فی ابعاد الاجرام (۱۸۸) کتاب الکون فی الرُبع المسکون ۔

(۱۸۹) کتاب فی استخراج بُعد مرکز القمر من الارض ۔

(۱۹۰) کتاب فی عمل آلةٍ یُعرَفُ بہا بُعد المعاینات ۔

(۱۹۱) کتاب معرفة ابعاد قُلل الجبال ۔

تقدُمیات | (۱۹۲) کتاب اسرار تقدمة المعرفة بالاحداث ۔

(۱۹۳) کتاب فی تقدمة الخبر (۱۹۴) کتاب فی تقدمة المعرفة بالاستدلال بالاشخاص السماویة

انواعیات | (۱۹۵) کتاب انواع الجواہر الثمینة (ایک نسخے میں الثمانیة ۔

(۱۹۶) کتاب فی انواع الحجارة (۱۹۷) کتاب فیما یصبغ فیعطی لوناً ۔

(۱۹۸) کتاب فی انواع السُیوف والحدید ۔

(۱۹۹) کتاب فی ما یُطرح علی الحدید والسیوف حتّٰی لا یتثلّم ولا یکلّ ۔

(۲۰۰) کتاب الطائر الانسی ۔

(۲۰۱) کتاب فی تمویج (مختلف نسخوں میں تمریج، تمریخ، تمویخ) الحمام ۔

(۲۰۲) کتاب فی الطرح علی البیض ۔

(۲۰۳) کتاب فی انواع النحلِ (ایک نسخے میں النخل) وکرائمہ ۔

(۲۰۴) کتاب فی عمل القمقم الصیاح (ایک نسخے میں النبّاح)

(۲۰۵) کتاب کیمیاء العطر (۲۰۶) رسالۃ فی العطر وانواعہ

(۲۰۷) کتاب فی صنعۃ الاطعمۃ وعناصرہا (۲۰۸) کتاب فی الاسماء المعماۃ ۔

(۲۰۹) کتاب التنبیہ علی خدع الکیمیائیین ۔

(۲۱۰) کتاب فی الاثرین المحسوسَین فی الماء ۔ (۲۱۱) کتاب فی المد والجزر ۔

(۲۱۲) کتاب ارکان الحیل (۲۱۳) رسالۃ فی الاجرام الغائصۃ فی الماء

(۲۱۴) کتاب فی الاجرام الہابطۃ (۲۱۵) کتاب فی عمل المرایا المحُرقۃ ۔

(۲۱۶) رسالۃ فی المرآۃ (۲۱۷) کتاب اللفظ ۔ تین اجزا ۔ (۲۱۸) کتاب فی الحشرات

(۲۱۹) کتاب فی حدوث الریاح فی باطن الارض المحُدثۃ کثرۃ الزلازل ۔

(۲۲۰) کتاب فی جواب اربع عشرۃ مسئلۃ طبیعیات سالہا بعضُ اِخوانہ ۔

(۲۲۱) کتاب الجواب عن ثلٰث مسائل سُئل عنہا ۔

(۲۲۲) کتاب فی علۃ الرعد والبرق والثلج والصواعق والمطر ۔

(۲۲۳) کتاب فی فضل المُتفلسف بالسکوت

(۲۲۴) کتاب فی ابطال دعوےٰ من یدعی صنعۃ الذہب والفضۃ

(۲۲۵) کتاب فی الخیل والبیطرۃ (۲۲۶) کتاب فی اَنّ علۃ اختلاف الاشخاص العلویات لیست الکیفیات الاولیٰ کما ہیَ عِلّۃ فیما تحتہا ۔

شاگردوں اور کاتبوں کا ایک گروہ سدا الکندی کی خدمت میں موجود رہتا تھا۔ ان میں سے مشہور حسنویہ، نفطویہ، سلمویہ و رحمویہ ہیں۔ احمد[1] بن الطیب بھی آپ کا شاگرد تھا۔

حکایت الکندی کے پڑوس میں ایک بہت بڑا تاجر ہمیشہ الکندی کے پیچھے پڑا رہتا تھا۔ اس کا ایک بیٹا تھا جس نے باپ کے تمام کاروبار کو سنبھالا ہوا تھا۔ ایک روز اس لڑکے پر سکتے کا حملہ ہوگیا، اور تاجر سخت گھبرایا۔ ایک تو بیماری کی وجہ سے اور دوسرے اس لیے کہ تمام لین دین کا علم صرف اس کے بیٹے کو تھا۔ تاجر نے بغداد کے تمام اطبا کو بلایا، لیکن کوئی افاقہ نہ ہوا۔ کسی نے کہا تمھارے پڑوس میں دُنیا کا سب سے بڑا فاضل رہتا ہے، اُس کی خدمات سے کیوں فائدہ نہیں اُٹھاتے۔ مجبوراً اپنا بھائی الکندی کے ہاں بھیجا۔ اس نے اس قدر الحاح و اصرار کیا کہ الکندی کو جانا ہی پڑا۔ وہاں جا کر لڑکے کی نبض پر ہاتھ رکھ لیا، اور اپنے چار شاگردوں کو، جو موسیقی میں ماہر تھے، حکم دیا کہ بیمار کے سر پہ کھڑے ہو کر سارنگی بجاؤ۔ اور فلاں فلاں سُر پیدا کرو۔ کچھ دیر کے بعد نبض میں قدرے جنبش پیدا ہوئی۔ پھر جسم ہلنے لگا۔ اس کے بعد وہ لڑکا اُٹھ بیٹھا۔ حکیم نے تاجر سے کہا کہ اپنے کاروبار و لین دین کے متعلق جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو، پوچھ لو اور لکھ لو۔ اس دوران میں ساز بجتے رہے۔ جب تاجر نے سب کچھ پوچھ لیا، تو دفعتہً ساز بے تال ہو گئے اور لڑکا بے ہوش ہو کر پھر گر گیا۔ تاجر نے کہا، خدا کے لیے وہی سُر نکالیے کہ میرا بچہ اُٹھ پڑے۔ الکندی نے کہا۔ اب اٹھنا مشکل ہے، جب میں یہاں پہنچا تھا تو اس میں زندگی کے صرف چند سانس باقی تھے، جن سے تم نے فائدہ اُٹھا لیا۔ اب قیامت ہی کو جاگے گا۔

---

[1] احمد بن محمد بن مروان بن الطیب السرخسی۔ حالات گزر چکے ہیں۔

ابو معشر کہتا ہے کہ الکندی کے گھٹنوں میں تکلیف رہا کرتی تھی۔ جسے کم کرنے کے لیے پرانی شراب پیتا تھا۔ جب شراب سے توبہ کر لی، تو شربتِ شہد کا استعمال شروع کر دیا۔ چوں کہ جسمانی نظام میں کافی خرابی پیدا ہو چکی تھی، اس لیے رگوں کے منہ بند ہو گئے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جسم کے اندرونی و نچلے حصوں تک شہد کی حرارت نہ پہنچ سکتی۔ چناں چہ گھٹنے کا درد بڑھ گیا۔ اور یہ پٹھا سخت متورم ہو گیا۔ چوں کہ اعصاب کا تعلق دماغ سے ہوتا ہے۔ اس لیے یہ تکلیف دماغ تک جا پہنچی[1]۔

یعقوب بن طارق

ایک فاضل منجم جس کی چند تصانیف کے نام یہ ہیں:

(۱) کتاب تقطیع کردجات الجیب (۲) کتاب ما ارتفع من قوس نصف النہار

(۳) کتاب الزیج محلول من السند ہند درجۃ درجۃ (۴) کتاب علم الفلک۔

(۵) کتاب علم الدول۔

یعقوب بن محمد الحاسب المصیصی ابو یوسف

اپنے عہد کا مشہور حساب داں جس نے اس فن پر کئی کتابیں لکھیں اور

---

[1] مصنف نے الکندی کی تاریخ وفات نہیں دی۔ اور نہ یہ بتلایا ہے کہ اس گھٹنے والی بیماری کا انجام کیا ہوا تھا۔ پروفیسر نکلسن نے الکندی کی تاریخ وفات ۲۵۰ھ مطابق ۸۶۰ء دی ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب بغداد میں مسندِ خلافت پر بارھواں خلیفہ یعنی المستعین باللہ (۲۴۸ھ - ۲۵۱ھ) بیٹھا ہوا تھا۔

جس سے دُنیا نے کافی فائدہ اٹھایا۔

یعقوب بن ماہان السیرافی

ایک مشہور طبیب جس نے کتاب السفر والحضر جیسی دل چسپ کتاب پیچھے چھوڑی۔

یعقوب بن صقلان النصرانی المشرقی الملکی

یہ حکیم قدس[1] شریف میں پیدا ہوا، اور وہیں ایک عالِم سے تعلیم حاصل کی، جو فلسفیٔ انطاکیہ کے نام سے مشہور تھا۔ یہ عالِم دراصل انطاکیہ کا رہنے والا تھا اور قدس شریف میں آکر آباد ہوگیا تھا۔ اس کا گھر گرجے کی شکل کا تھا۔ اس نے انطاکیہ اور دیگر گرد ونواحی علاقوں میں علم الاوائل وغیرہ حاصل کیا۔ اور قدس شریف میں ۵۰۰ھ تک فرائضِ معلمی انجام دیے۔ الکندی اسی فلسفی کا شاگرد تھا۔

قدس شریف کے نصرانی دراصل ارض بلقا[2] وعمان[3] سے آئے ہیں۔ اور اب مشرقیین کہلاتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ لوگ قدس کے ایک مشرقی محلّے میں آباد ہیں، جسے محلۃ المشارقۃ کہتے ہیں۔

یعقوب قدس کے شفاخانے میں بہ حیثیتِ معالج کام کیا کرتا تھا۔ جب

---

[1] قدس شریف یعنی بیت المقدس، نیز نجد میں ایک پہاڑ کا نام۔ یہاں اول الذکر مراد ہے۔

[2] بلقا، شام کا ایک شہر، نیز بنوائی بکر کے ایک دریا کا نام۔ (قاموس) [3] خلیج عمان کے کنارے پر عربی ساحل کا ایک علاقہ۔ نیز بہ قولِ مصنف القاموس شام کا ایک شہر۔

اس شہر پر شاہ المعظم عیسیٰ بن الملک[۱] العادل ابوبکر بن محمد بن ایوب نے قبضہ کیا تو یعقوب کو معالجِ خاص مقرر کیا۔ ہر چند کہ یعقوب عالم نہ تھا لیکن کچھ تو سعادتِ ازلی اور کچھ کہنہ مشق ہونے کی وجہ سے علاج میں پوری مہارت رکھتا تھا۔ المعظم اسے دمشق میں اپنے ساتھ لے گیا۔ وہاں جاہ و حشمت کے لحاظ سے بڑا آدمی بن گیا۔ کچھ عرصے کے بعد وجع المفاصل کا شکار ہو گیا۔ اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ جب المعظم کو اس کے مشورے کی ضرورت محسوس ہوتی، تو پالکی میں بلوایا جاتا۔ المعظم کی وفات کے کچھ عرصے بعد یعقوب بھی دنیا سے چل بسا۔ سنِ وفات تقریباً ۶۲۸ھ تھا۔ اور دمشق میں دفن ہوا۔

یوحنا بن البطریق الترجمان

مامون کا غلام جو ترجمۂ کتب پر مامور تھا۔ اندازِ بیان خوب تھا لیکن عربی بولتے وقت زرا جھجکتا تھا۔ فلسفہ و طب ہر دو کا استاد تھا۔ لیکن طبیعت پر رنگِ فلسفہ زیادہ غالب تھا۔ حنین کی طرح بقراط و ارسطو کی کئی کتابوں کا ترجمہ کیا۔

یوحنا بن یوسف بن حارث بن البطریق القس

اپنے زمانے میں اقلیدس و دیگر کتبِ ہندسہ کا فاضل مانا جاتا تھا۔ اس نے

---

[۱] عیسیٰ معظم بن الملک العادل ابوبکر بن نجم الدین ایوب ایوبیان دمشق میں سے تیسرا فرماں روا تھا۔ جس نے ۶۱۵ھ سے ۶۲۴ھ تک حکومت کی تھی۔ القفطی نے شجرہ غلط دیا ہے۔ ابوبکر کو محمد کا بیٹا بنا دیا ہے۔ حالاں کہ وہ نجم الدین ایوب کا لڑکا تھا۔ (طبقاتِ سلاطینِ اسلام ص ۶۲)

کئی یونانی کتابوں کا ترجمہ کیا۔ اور چند دیگر تصانیف بھی لکھیں۔

یوحنّا بن سرافیون

دولتِ عباسیہ کے اوائل میں تھا۔ اس کی تمام تصانیف سُریانی زبان میں ہیں۔ اس کی صِرف دو کتابیں عربی زبان میں منتقل ہوئیں۔ یعنی

(۱) کتاب الکُناش الکبیر۔ بارہ مقالے۔

(۲) کتاب الکُناش الصغیر۔ سات مقالے۔

یوحنّا بن ماسویہ نصرانی و سُریانی

ہارُون الرشید نے اس حکیم کو اُن طبّی کُتب کے ترجمے پہ مقرر کیا، جو انگورہ[۱]، عموریہ[۲] و دیگر بلادِ رُوم پر اسلامی قبضے کے بعد دست یاب ہوئی تھیں۔ اسے نہایت قابل کاتب ملے ہوئے تھے، جو اس کے پاس بیٹھ کر کتابت کیا کرتے تھے۔

یوحنا، ہارُون الرشید، امین، مامُون اور ان کے جانشینوں کے دربار میں تھا۔ متوکّل کا بھی طبیبِ خاص رہا۔ شاہانِ عبّاسیہ کا قاعدہ تھا کہ جب تک طبیب پاس نہ ہوتا، کھانا نہ کھاتے۔ سردیوں میں جوارشاتِ ہاضمہ (جس کی تاثیر گرم ہوتی، اور حرارتِ غریزیہ کو باقی رکھنے میں مدد دیتیں) اور گرمیوں میں پکے ہوئے مقوّی و ٹھنڈے شربت و معجونیں ان بادشاہوں کو کھلائی جاتیں۔

---

[۱] موجودہ ترکی سلطنت کا دارالخلافہ۔

[۲] رُوم کا ایک شہر، جو قیصرِ رُوم قسطاس نے بنایا تھا۔ (نزہت ص۹۷)

یوُحنا بغداد میں ایک بلند مرتبہ انسان سمجھا جاتا تھا۔ اس کی چند تصانیف کے نام یہ ہیں۔

(۱) کتاب البُرہان۔ تیس ابواب (۲) البصیرۃ (۳) کتاب التمام والکمال

(۴) کتاب الحُمیّات (۵) کتاب الاغذیۃ (۶) کتاب الفصد والحجامۃ۔

(۷) کتاب المُشجر۔ یہ ایک قابلِ قدر کُتاش ہے

(۸) کتاب الجذام (ایک نسخے میں الجلام (۹) کتاب اصلاح الاغذیۃ۔

(۱۰) کتاب الرُّجحان فی المعدۃ۔

(۱۱) کتاب النجُح۔ ایک چھوٹی سی کُتاش جو مامون کے لیے لکھی گئی تھی۔

(۱۲) کتاب الادویۃ المسہلۃ (۱۳) کتاب الکامل (۱۴) کتاب الحمّام۔

(۱۵) کتاب الاسہال (۱۶) کتاب علاج الصداع (۱۷) کتاب السَّدر والدوار

(۱۸) کتاب لم امتنع الاطباءُ عن علاج الحوامل فی بعض شہورِ حملہن

(۱۹) کتاب محنۃ الطبیب (۲۰) کتاب الصوت والبُحۃ (۲۱) کتاب مجسّۃ العروق

(۲۲) کتاب ماءِ الشعیر (۲۳) کتاب المرّۃ السوداء۔

(۲۴) کتاب علاج النساء اللواتی لایَحْبِلْنَ (۲۵) کتاب السِواک والسنونات۔

(۲۶) کتاب اِصلاح الادویہ المُسہلَۃ۔ (۲۷) کتاب القولنج

(۲۸) کتاب التشریح۔

محمد بن اسحاق اپنی کتاب میں لکھتا ہے:-

"ابوزکریا یوُحنا بن ماسویہ ایک فاضل و بلند مرتبہ انسان تھا، جو مامون، معتصم، واثق و متوکّل کے درباروں میں رہا۔ الحکیمی لکھتا ہے کہ ایک دفعہ ابن حمدون الندیم نے متوکّل کے سامنے ابن ماسویہ سے مذاق کیا۔ اس نے جواب میں کہا کہ اگر تم میں بہ جائے جہالت عقل ہوتی۔ اور بہ مقدارِ جہالت ہوتی، اور اس عقل کو ایک سو بھونڈوں میں

تقسیم کیا جاتا، تو ہر بھونڈ ارسطو سے زیادہ عقل مند بن جاتا"۔
یوحنا کی وفات متوکل کے ایامِ سلطنت میں ہوئی۔ اس حکیم نے بغداد میں ایک علمی مجلس بنائی ہوئی تھی، جس کے جلسوں میں علمی مضامین پڑھے جاتے تھے۔ اس مجلس کے علاوہ بھی لوگ اس کے علم سے فائدہ اٹھایا کرتے تھے۔ شاگردوں کی ایک جماعت تحصیلِ علم کے لیے سدا اس کے پاس موجود رہتی تھی۔

یوسف طبیب و منجّم بیان کرتا ہے:۔

"۲۱۵ھ کا واقعہ ہے کہ میں جبریئل بن بختی شوع سے علث[1] میں ملا۔ اُن دنوں مامون دیرالنسا میں فروکش تھا۔ اور جبریئل شاہی عملے کے ہمراہ آیا ہوا تھا۔ پاس یوحنا بھی تھا، جس کے ساتھ جبریئل کسی بیماری پر بحث کر رہا تھا۔ اور موقع بہ موقع اس کی قابلیت کی داد دے رہا تھا۔ مجھے جو دیکھا، تو جھٹ سالِ نو کا زائچہ منگوایا، اور مجھ سے کہنے لگا کہ آؤ ذرا حساب تو کر دو۔ میں نے یہ کام شروع ہی کیا تھا کہ یوحنا اُٹھ کر چلا گیا۔ اس کے بعد جبریئل کہنے لگا۔ یہ حساب کا بہانہ یوحنا کو اٹھانے کے لیے تھا، ورنہ اس زائچے کے متعلق تو میں تمھاری رائے کے علاوہ چند دیگر علما کی آرا سے بھی واقف ہوں۔ میں تم سے یہ پوچھنا چاہتا تھا کہ آیا یوحنا نے جالی نوس سے بڑا ہونے کا دعوا کیا ہے؟ میں نے اس معاملے پر لاعلمی کا اظہار کیا۔ ہماری گفتگو یہیں تک پہنچی تھی کہ کوچ کا نقارہ بج گیا۔ شاہی سواری بغداد کو چل دی۔ اور ہر شخص سامان باندھنے کی فکر میں لگ گیا۔

بغداد میں یوحنا سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ پوچھنے لگا کیا جبریئل

---

[1] علث، دجلہ کے مشرق میں عراق کا ایک گانو۔

سے پھر بھی کوئی ملاقات ہوئی تھی۔ میں نے کہا کہ علث کے بعد اتفاق نہیں ہوا۔ اس کے بعد میں نے علث والا واقعہ یوں بیان کیا کہ یوں کسی شخص نے جبرئیل سے کہا ہے کہ تم نے جالی نوس سے بھی دانا تر ہونے کا دعوا کیا ہے۔ کہنے لگا۔ "جس شخص نے یہ چیز جبرئیل تک پہنچائی ہے، اس پر اللہ کی لعنت برسے کہ وہ جھوٹا ہے۔" اس پر میرا اطمینان ہو گیا اور میں نے اسے یقین دلایا کہ میں جبرئیل کی بدظنی کو دور کرنے کی کوشش کروں گا۔ یوحنا کہنے لگا۔ "میں نے تو صرف اتنا کہا تھا کہ اگر آج بقراط و جالی نوس زندہ ہوتے اور وہ میری تقریریں سن پاتے تو فوراً اللہ سے دعا کرتے کہ اے اللہ ہمارے تمام حواس کو سمع میں تبدیل کر دے، تاکہ یوحنا کے اقوالِ حکمیہ کو اور اچھی طرح سن سکیں۔" اس کے بعد مجھ سے بہ اصرار کہنے لگا کہ یہ فقرہ جبرئیل تک پہنچا دینا۔ میں نے معافی تو مانگی لیکن وہ مُصر تھا۔ اس لیے میں ایک صبح جبرئیل کے ہاں گیا۔ جبرئیل کسی بیماری سے صحت یاب ہونے کے بعد شراب پی کر بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے یوحنا کا وہ قول سنایا، تو غیظ و غضب سے بھڑک اٹھا۔ اور مجھے خطرہ پیدا ہو گیا کہ کہیں پھر بیمار نہ ہو جائے۔ اور کہنے لگا کہ بے محل نیکی کرنے کی سزا یہی ہے۔ کمینوں کو نوازنے اور طب جیسی بلند صنعت میں رذیلوں کو شامل کرنے کا نتیجہ یہی ہونا چاہیے تھا۔

"یوسف! کیا تم یوحنا کی خاندانی تاریخ سے آگاہ ہو؟" میں نے کہا "نہیں"۔ تو سنو۔ جبرئیل نے کہا "ایک دفعہ ہارون الرشید نے مجھے شفاخانہ جاری کرنے کا حکم دیا۔ میں نے جندیسا پور کے شفاخانے

دھشتک[۱] کو طلب کیا۔ اس نے معافی مانگی۔ اور کہا کہ خلیفہ کی طرف سے انھیں آج تک کچھ نہیں ملا۔ مزید براں جندیسا پور میں اس کا اور اس کے بھتیجے میخائیل کا رہنا ضروری ہے۔ ساتھ ہی بطیماثیوس پادری کو سفارش کے لیے لے آیا۔ چناں چہ مجھے اُن سے دست بردار ہونا ہی پڑا۔ اس پر دھشتک نے کہا۔ "چوں کہ آپ نے ہمیں معاف کر دیا ہے، اس لیے اس خوشی میں آپ کے ہاں ایک تحفہ روانہ کروں گا جو شفاخانے کے لیے مفید ثابت ہوگا۔ اور آپ اسے یقیناً پسند فرمائیں گے۔" میں نے تحفے کی حقیقت پوچھی تو کہا "ہمارے ہاں ایک یتیم و بے کس سالڑکا (جس کے آبا و اجداد و اقارب کا ہمیں کوئی علم نہیں) دوائیں رگڑا کرتا تھا۔ وہ یہیں بڑا ہوا۔ اور اس شفاخانے میں گزشتہ چالیس سال سے کام کر رہا ہے۔ اب اس کی عمر پچاس کے قریب ہے۔ گو اَن پڑھ ہے لیکن علاج و معالجہ، معرفتِ ادویہ، تشخیصِ امراض و انتخابِ ادویہ میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ آپ اسے اپنے کسی شاگرد کے ساتھ شفاخانے میں مقرر کر دیں۔ بہت اچھی طرح کام چلائے گا۔" میں نے دھشتک کا تحفہ منظور کر لیا۔ دھشتک نے جندیساپور میں پہنچتے ہی وہ آدمی میرے پاس بھیج دیا۔ وہ شخص رہبانوں کا لباس پہنے داخل ہوا۔ امتحان لینے پہ معلوم ہوا کہ واقعی نہایت قابل طبیب ہے۔ نام پوچھا، تو کہا "ماسویہ" ماسویہ مجھ سے کچھ دور داؤد بن سرافیون کے پڑوس میں رہا کرتا تھا۔ داؤد عیاش طبع انسان تھا اور ماسویہ خوشامدی۔ اس لیے ان دونوں

---

[۱] جندیساپور کا ایک ماہر طبیب۔

ہیں دوستی ہوگئی۔ چند دن کے بعد ماسویہ میرے پاس آیا۔ تو کیا دیکھتا
ہوں کہ زاہدانہ لباس کی جگہ سفید کپڑے زیب تن ہیں۔ وجہ پوچھی، تو
کہنے لگا۔ "بندہ پرور کیا عرض کروں۔ داؤد بن سرافیون کی دوستی بہت
مہنگی پڑی ہے۔ اس کے ہاں ایک کنیز ہے جس کے بغیر جینا وبال ہوگیا
ہے۔ خدا کے لیے مجھ پر رحم فرمائیے۔ اور وہ کنیز خرید دیجیے۔ میں نے
آٹھ سو درہم پر وہ کنیز اسے خرید دی، جس سے یوحنا اور اس کا بھائی
پیدا ہوا۔ میں نے ان دونوں بچوں کی یوں پرورش کی کہ گویا وہ میرے
کسی قریبی رشتے دار کے لڑکے تھے۔ یہ بچے جوان ہوئے، تو ان کی
شان بڑھانے اور مراتب بلند کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا۔
چناں چہ یوحنا کو شفا خانے میں رئیس الاطبا بنا دیا۔ مگر آج ان تمام
نیکیوں کا بدلہ بہت بُرا مل رہا ہے۔ جب دُنیا کو یوحنا کے اس دعوے
کا علم ہوگا، تو کیا وہ اس کے اُستاد، اُس کے مربّی اور اس کے محسن
پر لعنت نہیں بھیجے گی۔ ان کمینوں کی یہی وہ حرکات تھیں۔ جن کی
بنا پر ایرانیوں نے فیصلہ کیا تھا کہ خاندانی طبیبوں کے سوائے دوسروں
کو حصولِ طب کی اجازت نہ دی جائے۔ ایرانیوں کا یہ اقدام دراصل
بہت قابلِ تعریف تھا۔"

ایک دفعہ سلمویہ بن بنان (معتصم کا طبیب وجلیس) نے یوحنا کا ذکر چھیڑ دیا۔
اس کی تعریف بھی کی اور ساتھ ہی کہا:۔

"یوحنا ایک آسمانی بلا ہے اور بدبخت ہے وہ مریض جو اس کی خدمت
حاصل کرنے بیٹھے۔ اس نے اس قدر کتبِ طب پڑھی ہیں کہ اس سے
علاج کرانا یقیناً خطرناک ہے۔ طب میں سب سے اہم چیز درجہ مرض

کی تشخیص اور پھر مناسب مقدار میں دوا کا استعمال ہے۔ یوحنا ان ہر دو
امور سے بڑی طرح جاہل ہے۔ اگر کسی ایسے مریض کے گرد ہو جائے
جو کسی گرم بیماری کا شکار ہو، تو پہلے اُسے بہت زیادہ مقدار میں سخت
ٹھنڈی دوائیں دے گا۔ جس سے مریض کی حرارتِ غریزی کم ہو جائے
گی اور بدن ٹھنڈا پڑ جائے گا۔ برودت کو دور کرنے کے لیے گرم دوائیں
و غذائیں شروع کرا دے گا جس سے حرارت بڑھ جائے گی۔ بہ دیگر
الفاظ مریض ہمیشہ ہی بیمار رہے گا۔ کبھی فرطِ حرارت اور کبھی فرطِ
برودت سے ظاہر ہے کہ برودت و حرارت کی زیادتی سے جسم کمزور
ہو جاتا ہے۔ طبیب کا فرض تو یہ ہے کہ حالتِ صحت میں صحت کو قائم
رکھے، اور بیماری میں اعتدال پیدا کرنے کی کوشش کرے اور جس
طبیب میں یہ خوبیاں موجود نہ ہوں۔ وہ طبیب ہی نہیں۔"

یوحنا ظریف الطبع تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس کے ہاں ہر وقت ایک مجلس لگی رہتی
تھی۔ تنگ دلی و زود رنجی میں جبرئیل بن بختی شوع سے بھی بڑھا ہوا تھا۔ جبرئیل غصے
میں عموماً ظریف بن جایا کرتا تھا۔ کہتے ہیں کہ قارورے دیکھتے وقت یوحنا بہت مذاق
کیا کرتا تھا۔

چند حکایات ایک مریض عورت یوحنا کے ہاں آئی۔ اور یہ ظاہر کرنے کے
لیے کہ وہ یوحنا کے چند دوستوں سے بھی واقف ہے کہنے لگی۔
"یوحنا! تمھیں فلاں فلاں آدمی سلام کہتے تھے۔" اس پر یوحنا کہنے لگا۔ ان آدمیوں
کی نسبت میں اہلِ قسطنطنیہ و عموریہ کو زیادہ اچھی طرح جانتا ہوں۔ تم اپنا قارورہ
دکھاؤ اور چلتی بنو۔"

ایک دفعہ ایک بیمار کو کہا، کہ تمھارا علاج فصد ہے۔ مریض کہنے لگا۔" میں

فصد کا عادی نہیں ہوں"۔ یوحنا نے کہا۔ "تم اس مرض کے بھی تو پہلے عادی نہ تھے۔ کوئی شخص ماں کے پیٹ سے عادی بن کر نہیں نکلتا"۔

ایک آدمی کے بدن پر کہیں دھدری (ECZEMA) نمودار ہو گئی۔ یوحنا کے پاس آیا۔ یوحنا نے دائیں ہاتھ کی فصد کھلوانے کا حکم دیا۔ مریض نے تعمیل کی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ طبیب نے بائیں ہاتھ کی فصد کھلوانے کی ہدایت کی۔ مریض نے ایسا ہی کیا لیکن بے سود۔ اس کے بعد طبیب نے ایک مطبوخ پینے کو کہا لیکن کوئی افاقہ نہ ہوا۔ آخر میں اصطیخی قوتن (کوئی دوا) پینے کا مشورہ دیا۔ جب اس سے بھی کوئی فائدہ نہ ہوا، اور مریض نے آکر شکایت کی تو یوحنا کہنے لگا "اطبا کے پاس تو صرف اتنے ہی علاج تھے۔ اب صرف ایک علاج باقی رہ گیا ہے۔ گو یہ علاج بقراط و جالی نوس کی تصانیف میں موجود نہیں لیکن انسانی تجربے میں بارہا آچکا ہے۔ پوچھنے لگا۔ "وہ کون سا علاج ہے"۔ کہا "بازار سے دو بڑے بڑے کاغذ خرید کر ان کو چھوٹے چھوٹے پرزوں میں کاٹو۔ ہر پرزے پر یہ الفاظ لکھو: "ایک مریض کے لیے صحت کی دعا کرنے والے پر اللہ کی رحمت"۔ اس کے بعد جمعے کے دن کچھ پرزے بغداد کی مشرقی مسجد اور کچھ مغربی مسجد میں ڈلوا دو۔ تم پر دوا تو کارگر ہوتی نہیں۔ لیکن امید کامل ہے کہ دعا کا کچھ نہ کچھ اثر ضرور ہوگا"۔

یوحنا کے پاس ایک پادری ضعفِ معدہ کی شکایت لے کر آیا۔ کہا۔ جوارش خوزی کھاؤ۔ کہنے لگا۔ پہلے کھا چکا ہوں، لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ کہا جوارش کموّنی کا استعمال کرو۔ کہنے لگا، یہ بھی کر چکا ہوں لیکن بے اثر۔ کہا۔ قداذیقون شروع کرو۔ کہنے لگا۔ اس دوا کی پوری صراحی پی چکا ہوں، لیکن بے نتیجہ۔ کہا۔ پھر کھجور کی شراب پی دیکھو۔ کہنے لگا، یہ بھی کر چکا ہوں لیکن بے سود۔ یوحنا طیش میں آکر کہنے لگا تو بس تمھاری اس بدہضمی کا علاج صرف ایک ہی ہے کہ اسلام

لے آؤ۔ چند روز میں ہاضمہ درست ہو جائے گا۔

یوحنا نے چند ایک لونڈیاں گھر میں رکھی ہوئی تھیں۔ ایک دفعہ چند نصارا نے اسے ملامت کی کہ تم ایک بیوی پہ قناعت نہیں کرتے اور دینِ مسیحی کے اصولوں کو کھلم کھلا توڑتے ہو۔ تم ہمارے مذہبی رہبر تھے اور یہ چیزیں تمھیں نہیں سجتیں۔ کہنے لگا۔ اللہ نے صرف ایک جگہ کہا ہے کہ تم دو بیویاں نہ کرو اور دو کپڑے مت پہنو، لیکن تمھارے ملعون پادری نے بیس کپڑے پہن رکھے ہیں۔ اور تم اسے بہ دستور مذہبی امام سمجھتے ہو۔ اور مجھے ملحد قرار دیتے ہو۔ پہلے اپنے پادری کو جاکر سمجھاؤ۔ اگر اس نے احکامِ مذہب کی خلاف ورزی کو جاری رکھا تو میں بھی جاری رکھوں گا۔

بختی شوع بن جبرئیل عموماً یوحنا سے مذاق کیا کرتا تھا۔ ۲۲۰ھ کا ذکر ہے کہ مدائن کی چھاؤنی (جو معتصم نے بنوائی تھی) میں ابراہیم بن المہدی کے ہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ بختی شوع کہنے لگا۔ "یوحنا! تم میرے حقیقی بھائی اور میرے باپ کے بیٹے ہو"۔ یوحنا جھٹ بول اٹھا۔ "ابراہیم صاحب گواہ رہنا، میں اس کے والد کی میراث میں برابر کا شریک ہوں"۔ بختی شوع نے جواب دیا۔ "مذہبِ اسلام میں ولدالزنا شریکِ وراثت نہیں ہوا کرتا، بلکہ اسے رجم کیا جاتا ہے"۔ یوحنا خفیف ہو کر رہ گیا۔

احمد بن ہارون الشرابی کہتا ہے: متوکّل علی اللہ نے مجھے بتلایا کہ واثق کا عہدِ خلافت تھا۔ دجلہ کے عین درمیان ایک بارہ دری میں واثق کانٹے سے مچھلی کا شکار کھیل رہا تھا اور یوحنا اس کی دائیں طرف بیٹھا تھا۔ جب کافی دیر گزر گئی۔ اور کوئی مچھلی ہاتھ نہ لگی، تو واثق کہنے لگا۔ "لے یوحنا! اٹھ یہاں سے۔ تیری نحوست کی وجہ سے کوئی مچھلی نہیں پھنسی"۔ یوحنا کہنے لگا۔ "عالم پناہ!

میرا والد ماسویہ اور والدہ رسالۃ تھی، جو آٹھ سو درہم میں خریدی گئی تھی۔ ان ہر دو سے یوحنا پیدا ہوا۔ جو اپنی خوش قسمتی و بلند اقبالی کی بہ دولت شہنشاہوں کا ندیم و جلیس بنا اور اس کی ہر تمنا پوری ہوئی۔ کیا آپ ایسے انسان کو منحوس کہتے ہیں؟ منحوس تو وہ شخص ہوتا ہے جس کے خاندان میں چار پشتوں سے شہنشاہت چلی آتی ہو اور وہ خود بھی شہنشاہ ہو لیکن تختِ خلافت و محلاتِ شاہی کو چھوڑ کر دِجلہ کے عین وسط میں ایک چھوٹی سی دُکان پہ بیٹھ کر ماہی گیری جیسا ذلیل کام کر رہا ہو۔ اور ہر وقت یہ خطرہ رہتا ہو کہ کہیں ہوا کا کوئی جھونکا اسے اٹھا کر دریا میں نہ پھینک دے۔" واثق بے حد خفیف ہوا۔ لیکن پی گیا۔ کچھ دیر کے بعد پوچھنے لگا "یوحنا! اس کی کیا وجہ ہے کہ ماہی گیر ایک گھنٹے میں اتنی مچھلی پکڑ لیتا ہے، جس کے عوض میں کم از کم اُسے ایک دینار مل جاتا ہے۔ اور میں تمام دن یہاں ضائع کرتا ہوں اور ایک درہم کی مچھلی بھی نہیں پکڑ سکتا۔ یوحنا کہنے لگا۔ "جہاں پناہ! وجہ صاف ہے کہ اللہ کی نوازشات حسبِ ضرورت و حاجت ہوا کرتی ہیں۔ ایک ماہی گیر کی گزرِ اوقات ماہی گیری پہ ہے اور آپ کی سلطنت پر، اس لیے اُسے زیادہ مچھلیاں ملتی ہیں اور آپ کو نہیں ملتیں۔ کہ اللہ اس کی ضرورت نہیں سمجھتا۔"

یوحنا کے پاس ایک رومی کنیز تھی، جس سے جماع تو کیا کرتا تھا لیکن وضعِ نطفہ سے پہلے ہی علاحدہ ہو جاتا تھا۔ اتفاقاً یہ کنیز حاملہ ہوگئی۔ اور اس سے ایک ایسی لڑکی پیدا ہوئی، جس کا دایاں پانو اور بایاں کان غائب تھا۔ کسی نے کہا، "تم نے تو ضبطِ تولید کا بڑا انتظام کر رکھا تھا، آخر یہ بدوضع لڑکی کہاں سے آگئی۔" کہنے لگا۔ "یہ سب کچھ میرے اس انتظام کا نتیجہ ہے کہ ایک رات میں اس کنیز سے کچھ دیر تک جماع کرتا رہا پھر علاحدہ ہوگیا۔ کچھ وقفے کے بعد پیشاب کیے بغیر پھر شروع ہو گیا۔ آلِ تناسل کی نالی میں منی کا کوئی ناقص سا چھلکا پھنسا ہوا ہوگا، جو رحم میں چلا گیا

اور رحم نے قبول کر لیا۔ چوں کہ اس چھلکے میں مکمل جسم بننے کی قابلیت نہ تھی اس لیے ناقص لڑکی پیدا ہوئی۔"

طبیبوں نے یوحنا کی اس تاویل کو کافی پسند کیا، البتہ طیفوری[1] (یوحنا کا سُسرا) نے اتفاق نہ کیا۔ وہ کہنے لگا کہ یہ بد وضع لڑکی دراصل یوحنا کے چند غلاموں کی حرکت کا نتیجہ ہے۔

۲۱۷ھ کا واقعہ ہے کہ صالح بن شیخ بن عمیرۃ بن حیان بن سراقۃ الاسدی (ایک نسخے میں الاںدی) سخت بیمار ہو گیا اور ابراہیم بن مہدی اس کی عیادت کو گیا۔ ابراہیم نے دیکھا کہ بیماری ہلکی پڑ چکی ہے، اِدھر اُدھر کی باتیں شروع ہو گئیں۔ اس دوران میں صالح نے مندرجہ ذیل کہانی سنائی :۔

"میرے جد امجد عمیرہ کا بھائی لاولد فوت ہو گیا، جس پر میرے دادا کو بہت صدمہ ہوا۔ چند ماہ کے بعد معلوم ہوا کہ ایک لونڈی حاملہ ہے، اس پر میرا دادا بہت خوش ہوا۔ اس لونڈی سے لڑکی پیدا ہوئی، جسے عمیرہ نے نہایت محبت سے پالا۔ جب وہ جوان ہو گئی تو ہر طرف سے شادی کے پیغام آنے لگے۔ عمیرہ حسب و اخلاق کی خاص طور پر پڑتال کرتا۔ امیدواروں میں خالد بن صفوان[2] بن الاہتم التمیمی (ایک نسخے میں الابراہیم التمیمی) کا عم زاد بھائی بھی شامل تھا۔ عمیرہ اس کے حسب سے تو واقف تھا لیکن عادات و اخلاق سے واقف نہ تھا۔ اس لیے اس سے کہا کہ تم سال بھر میرے ہاں رہو، تاکہ تمہارے اخلاق کا کچھ جائزہ لے سکوں۔

---

[1] الطیفوری عبداللہ۔ حالات حرف الطا میں۔

[2] خالد بن صفوان ابو العباس سفّاح کا ایک بذلہ گو ندیم تھا۔

رہایش میں کسی طرح کی تکلیف نہ ہوگی۔ لڑکے نے مان لیا۔ اور وہاں رہنے لگا۔ ہر روز عمیرہ کو اس کے متعلق دس بری اور دس ہی اچھی خبریں ملتیں۔ جب کافی عرصہ گزر گیا اور عمیرہ فیصلہ نہ کر سکا کہ لڑکا برا ہے یا اچھا تو خالد کو ایک چٹھی لکھی جس کا مضمون یہ تھا: کہ تمھارا عم زاد بھائی میری بھتیجی سے نکاح کرنے کی غرض سے یہاں آیا ہوا ہے۔ میں اُس کے خاندان کے متعلق تو سب کچھ جانتا ہوں لیکن اس کے اخلاق کے متعلق عجیب تذبذب میں ہوں۔ اس کے متعلق دن میں جس قدر اچھی خبریں ملتی ہیں، اتنی ہی بُری اطلاعیں بھی آجاتی ہیں۔ میں مشکور ہوں گا، اگر آپ اس مسئلے پر کچھ روشنی ڈالیں۔

خالد نے جواب میں لکھا کہ میرا چچا اخلاق کے لحاظ سے نہایت بلند، دشمن تک کو معاف کر دینے والا اور بہت کریم الطبع انسان تھا لیکن ساتھ ہی قبیح الصورت تھا۔ اس لڑکے کی ماں بے حد حسین لیکن بدخُلق، کنجوس و احمق تھی۔ اس لڑکے نے والدین کے تمام قبائح لے لیے ہیں اور محاسن کے پاس تک نہیں پھٹکا۔

جونہی یہ خط عمیرہ کو پہنچا، فوراً لڑکے کا سامانِ سفر بندھوایا۔ اور ایک تیز رفتار اونٹنی پہ سوار کر کے واپس بھیج دیا۔"

ابراہیم بن المہدی کہتا ہے:-

"میں صالح بن شیخ کے گھر سے لوٹا، تو راستے میں ہارون بن سلیمان بن منصور کا گھر پڑتا تھا۔ خیال آیا کہ ہارون سے بھی ملاقات کرتا جاؤں۔ اندر گیا، سلام کیا، بیٹھا۔ باتیں چل پڑیں اور صالح بن شیخ کا ذکر آیا

تو ہارون کہنے لگا۔ اس کی حکایات بڑی دل چسپ ہوا کرتی ہیں۔ میں نے وہ عمیرہ والی کہانی سُنا دی۔ پاس یوحنا بیٹھا ہوا تھا۔ کہنے لگا۔ خدا کی قسم یہ کہانی تو ہو بہ ہو میری سرگزشت معلوم ہوتی ہے۔ میرا منہ لمبا، کھوپری اُبھری ہوئی، ماتھا چوڑا اور آنکھیں نیلی ہیں۔ لیکن بلا کا ذہین ہوں اور قیامت کا حافظہ پایا ہے۔ دوسری طرف میری بیوی بلا کی حسین لیکن اوّل درجے کی احمق و کودن ہے۔ نہ اپنی بات سمجھتی ہے اور نہ دوسرے کی۔ ہمارے ہاں ایک لڑکا ہے، جس میں ہمارے تمام معائب و قبائح تو موجود ہیں، لیکن کسی خوبی کا نام و نشان تک نہیں ملتا۔ جالی نوس بندروں و انسانوں کی تشریح و تجربہ کیا کرتا تھا۔ اگر امیر المومنین کا ڈر نہ ہوتا تو میں اس لڑکے کو چیر پھاڑ کر ضرور دیکھتا اور معلوم کرتا کہ اس کی کُندیٔ ذہن و حماقت کے اسباب کیا ہیں۔ پھر ایک کتاب میں اُس کی ساخت و عروق و اعصاب پر مکمل بحث کرتا تاکہ دُنیا فائدہ اٹھاتی۔ اس وقت شیخ ابوالحسن یوسف پاس بیٹھا تھا۔ یوحنا کہنے لگا مجھے خطرہ ہے کہ کہیں ابوالحسن ہماری آج کی گفتگو طیفوری (یوحنا کا سُسر) اور اُس کے بیٹوں تک نہ پہنچا دے۔ ہم آپس میں لڑ پڑیں گے۔ اور ابوالحسن کی قدرے تفریح ہو جائے گی۔ چناں چہ ایسا ہی ہوا۔

یوحنا کے بیٹے کا نام بھی ماسویہ تھا۔ چوں کہ بے حد احمق، کودن و منحوس تھا، اس لیے یوحنا اس سے نفرت کرتا تھا۔ لیکن بہ ظاہر طیفوری کے ڈر سے اسے پیار کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ لڑکا بیمار ہو گیا۔ اوپر سے شاہی قاصد آگیا کہ دمشق میں مامون کے ہمراہ معتصم بھی تشریف فرما ہیں۔ اور بُلا بھیجا ہے۔ یوحنا نے رخصت ہونے سے پہلے

بیٹے کی فصد کھولنی چاہی لیکن طیفوری اور اس کے دو بیٹوں زکریا اور
دانیال نے سخت مخالفت کی۔ یوحنا اپنی ضد پہ اڑا رہا۔ چناں چہ
روانہ ہونے سے پہلے فصد کھول دی اور خود چلا گیا۔ تین دن کے
بعد ماسویہ بن یوحنا کی وفات ہوگئی۔ جنازہ اٹھا تو اس کے سسر
اور سالوں نے چلا چلا کر لوگوں سے کہا لوگو! یہ طبعی موت نہیں، بلکہ باپ
نے بیٹے کو عمداً قتل کیا ہے۔ ثبوتِ دعوا میں ابوالحسن یوسف طبیب
کی روایت کردہ کہانی بیان کی۔"

یوسف الہروی

اپنے عہد کا مشہور منجم، جس نے احکامِ نجوم پر ایک کتاب لکھی، جس کا نام ہے
کتاب الرزق النجّامی (ایک نسخے میں الزرق النجومی) تقریباً تین سو اوراق پر
مشتمل ہے۔

یوسف السّاہر الطبیب۔ یُعرف بالقس

مکتفی[1] کے زمانے میں ایک مشہور طبیب تھا، جس کی ساری زندگی تلاشِ علوم
میں گزری۔ اسے ساہر (شب بیدار) اس لیے کہتے تھے کہ یہ رات کو بہت کم سوتا
تھا۔ اور کہا کرتا تھا کہ نیند موت کی بہن ہے۔ اور ایک طبیب کو جس کا کام اسبابِ
حیات فراہم کرنا ہے۔ موت کی بہن سے بچنا چاہیے۔ اور صرف اتنا سونا چاہیے،

---

[1] مکتفی (۲۸۹-۲۹۵ھ)

جس سے حکیم کو راحت مل جائے۔ اور اس مقصد کے لیے تقریباً تین گھنٹے کافی ہیں۔ یہ حکیم تقریباً تین گھنٹے سوتا تھا۔ اور باقی رات مطالعہ، تصنیف و مشاہدۂ کواکب میں گزار دیتا تھا۔

بعض سوانح نگاروں کا خیال یہ ہے کہ اس کے سر پر پھوڑا تھا، جو اسے سونے نہیں دیتا تھا۔ اگر اس کی تصنیف کتاب الکناش پر تہ رش نگاہ ڈالی جائے۔ تو بعض تصریحات سے پتا چلتا ہے کہ یوسف الساہر زندگی بھر ایک قسم کے پھوڑے سے جسے سرطان کہتے ہیں۔ دکھ اٹھاتا رہا۔

یوسف بن یحییٰ بن اسحاق السبتی المغربی ابوالحجاج
نزیل حلب

سبتہ[1] میں یہ طبیب ابن سمعون کے نام سے مشہور ہے۔ سمعون اس کا نواں یا دسواں دادا تھا۔ ابن سمعون، فائس کا رہنے والا تھا۔ یہ شہر سرزمینِ مغرب میں بحیرۂ روم کے ساحل پر واقع ہے۔ اس کی آبادی کافی ہے۔ اس کا والد یحییٰ اس شہر میں کسی حرفت کے ذریعے معاش حاصل کیا کرتا تھا۔ یوسف نے یہیں حکمت و ریاضی میں کمال پیدا کیا۔ عام مجلسی گفتگو میں بھی اصولِ ریاضی سے کام لیا کرتا تھا۔ جب اس ملک میں یہود و نصارا سے کہا گیا کہ یا تو اسلام لاؤ، اور یا ملک چھوڑ کر چلے جاؤ، تو یوسف نے کچھ عرصے کے لیے اسلام کا اعلان کر دیا۔ اور اندر اندر سے ہجرت کی تیاریاں کرتا رہا۔ جب تمام سامان مکمل ہو چکا۔ تو مصر میں آگیا

---

[1] اسپین کا ایک شہر۔ (قاموس)

اور وہاں یہودیوں کے سردار موسیٰ[1] بن میمون قرطبی سے ملاقات ہوئی۔ ابن میمون اپنے زمانے کا مشہور عالم تھا۔ یوسف اسی کے ہاں فروکش ہوا اور اس کی شاگردی اختیار کرلی۔ یہ طبیب ابن افلح اندلسی کی کتاب الہیئۃ سبتہ سے ہمراہ لے آیا تھا۔ ابن میمون کے ساتھ مل کر اس کی اصلاح کی۔ پھر مصر سے شام کی طرف چلا گیا۔ وہاں حلب میں متوطن ہوگیا۔ اور ایک یہودی ابوالعلا الکاتب مارذکا نامی کے ہاں شادی کرلی۔ حلب سے بہ غرض تجارت عراق کو چلا گیا۔ اور وہاں سے ہندستان میں جا پہنچا۔ کچھ عرصے کے بعد واپس آیا۔ اور سفر چھوڑ کر مقامی تجارت میں مصروف ہوگیا۔ اس کی مالی حالت اچھی ہوگئی۔ کچھ جایداد بھی خرید لی اور طلبۂ علم بھی استفادے کے لیے جمع ہوگئے۔ حلب کے دربار ظاہریہ میں طبیب خاص بھی رہا۔ اور اس میں کوئی کلام نہیں کہ ابن شمعون بلا کا ذہین و تیز نظر تھا۔ میرے مراسم اس کے ساتھ بہت گہرے ہوگئے۔ ایک دن مجھ سے کہنے لگا کہ میرے ہاں اولادِ نرینہ کوئی نہیں، صرف دو بیٹیاں ہیں۔ کوئی ایسا گُر بتاؤ کہ اللہ مجھے ایک آدھ بیٹا عنایت کردے، تاکہ میری جایداد کا جائز وارث پیدا ہو جائے۔ ورنہ اگر موجودہ صورت میں میری وفات ہوگئی تو جایداد پر حکومت قبضہ کرلے گی۔ میں نے حکما کے بیان کردہ چند حیلے اُسے بتلائے۔ اس کی پہلی بیوی مرچکی تھی اور دوسری شادی کی ہوئی تھی۔ اسے حمل ہوگیا۔ اور بہ فضلِ خدا بیٹا پیدا ہوا۔ یوسف اچھلتا کودتا میرے پاس آیا اور یہ خوش خبری سُنائی۔ کچھ عرصے کے بعد اس کی بیوی نے کہیں بہت گرم پانی سے بچّے کو نہلا دیا۔ اور وہ مرگیا۔ یوسف کو بہت زیادہ صدمہ ہوا۔ میں تعزیت کے لیے گیا۔ تو اُسے تسلّی دلانے کی کوشش کی اور کہا کہ وہی گُر پھر برتو، انشا اللہ کام یابی ہوگی۔ یوسف نے پھر وہی گُر استعمال کیا، چناں چہ لڑکا

---

[1] موسیٰ بن میمون اسرائیلی الاندلسی کے حالات حرف المیم میں۔

پیدا ہوا جس کا نام عبدالباقی رکھا گیا۔ اس کے بعد اُس گُر کو نظر انداز کر دیا۔ اور کچھ عرصے کے بعد لڑکی پیدا ہو گئی۔ بہت گھبرایا۔ اور اپنے آپ کو لعن طعن کرنے لگا۔ میں نے کہا کہ اُس گُر سے پھر کام لو، انشاءاللہ بچہ ملے گا۔ چناں چہ ایسا ہی ہوا۔ خوش ہو کر کہنے لگا کہ اب اس گُر کو کبھی نظر انداز نہیں کروں گا۔

ایک دن میں نے یوسف سے کہا کہ اگر یہ بات دُرست ہو کہ مرنے کے بعد بھی ارواح کو اس دُنیا کے واقعات کا علم ہوتا رہتا ہے تو آؤ قول و پیمان باندھیں کہ اگر تم پہلے مرے تو میری ملاقات کو آیا کرو گے۔ اور اگر میں پہلے چل بسا تو تم سے ملنے آؤں گا۔ چند سال کے بعد یوسف چل بسا۔ ایک رات خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ نہایت عمدہ کپڑے پہنے ایک مسجد کے صحن میں چبوترے پر بیٹھا ہوا ہے۔ میں نے اُسے وہ وعدہ یاد دلایا، تو مُنہ پھیر کر چل دیا۔ میں نے دوڑ کر پکڑ لیا اور پوچھا۔ خُدا کے لیے اتنا تو بتا جاؤ کہ موت کیا چیز ہے۔ اور انسان کس رنگ میں یہاں رہتے ہیں۔ کہنے لگا۔ مرنے کے بعد کُلّی کُل سے مل جاتی ہے اور جزئی جزء میں رہ جاتی ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ رُوح کُلّی ہے، جو اللہ سے جا ملتی ہے۔ اور جسم جُزئی ہے، جو جُزء یعنی زمین میں رہ جاتا ہے۔ جاگنے کے بعد مدّتوں اس ملاقات کا سرور رہا۔

ہم اللہ سبحانہ سے مغفرت مانگتے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کو دہراتے ہیں ؎

"موت کے وقت توبہ۔ اللہ ہی بہترین دوست ہے"

حکیم کی وفات حلب میں ذی الحجہ ۶۲۶ھ کے عشرۂ اوّل میں ہوئی۔

یونیوس الحکیم

اپنے عہد میں یونان کا مشہور حکیم، جس کے متعلق مشہور ہے کہ انگور کا شیرہ مٹی کے برتنوں میں ڈال کر رکھ دیتا۔ جب خمیر تیار ہو جاتا، تو جھاگ اُتار کر پھینک دیتا اور ہر صراحی میں اُنتالیس رطل شراب بھر دیتا۔ اس کے بعد رطل بھر وزن کا پیاز لیتا۔ اسے ایک طرف سے تقریباً کھول دیتا۔ اور بیچ میں سے دھاگا گزار کر صراحی کے اندر ڈال دیتا۔ چند روز کے بعد دھاگے کی مدد سے کھینچ کر اس پیاز کو صراحی کی گردن میں پھنسا دیتا، اور اوپر کیچڑ مل دیتا۔ اس کے بعد صرف وقتِ حاجت اس صراحی کو کھولتا۔

یونس الحرّانی الطبیب

ایشیا سے یورپ میں چلا گیا اور اندلس میں اقامت اختیار کر لی۔ اُن دنوں اندلس پر امیر محمد الاموی حکمراں تھا۔ یہ اپنے ساتھ امراضِ شکم کے لیے ایک معجون لے گیا۔ جس کا ایک سقیۃ (   ) پندرہ دینار میں بیچتا تھا۔ اس طرح کافی دولت جمع کر لی۔ ایک دفعہ اندلس کے پانچ طبیبوں نے مشورہ کر کے اس معجون کا ایک سقیۃ خرید لیا اور لگے اس کا تجزیہ کرنے۔ کافی غور و خوض کے بعد نتائج قلم بند کیے۔ اور حکیم کو لکھا۔ کہ ہم تمھاری دوا کا تجزیہ کرنے کے بعد ان نتائج پر پہنچے ہیں۔ اگر یہ نتائج درست ہوں تو فبہا، ورنہ ازراہِ

---

[1] محمد بن عبدالرحمان دوم بن حکم بن ہشام بن عبدالرحمانِ اوّل قرطبہ کا پانچواں فرماں روا تھا۔ عہد حکومت ۲۳۸ - ۲۷۳ھ۔

نوازش صحیح نسخے سے مطلع فرمائیے۔ حکیم نے جواب میں لکھا کہ اجزائے معجون بالکل درست ہیں، صرف اوزان اجزا میں آپ کو غلطی لگی ہے۔ میری اس معجون کا نام المغیث الکبیر ہے، لیجیے تمام نسخہ و ترکیب وغیرہ حاضر ہے۔ اس حکیم کی نوازش سے یہ معجون تمام اندلس میں پھیل گئی۔ یہ حکایت حکیم المستنصر[1] الاموی فرماں روائے اندلس کے اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی مجھے ملی۔ المستنصر واقعات و تاریخِ عالم میں بہت دل چسپی لیتا تھا: اور کافی سمجھ دار فرماں روا تھا۔

یونس کے متعلق ایک اور حکایت یوں مشہور ہے کہ اندلس کے کسی طبیب نے کسی دوا کے متعلق یہ لکھا ہوا دیکھا کہ وہ تُفا[2] سے حاصل کی جاتی ہے۔ اسے معلوم نہ تھا کہ تُفا کیا چیز ہے۔ آخر یونس کے پاس آیا، اور پوچھا "تمھارے ہاں تُفا ہے؟" کہا۔ "ہے"۔ پوچھا "دو درہم وزن کی کیا قیمت ہے؟" کہا "دس دینار" اس نے دس دینار نکال کر دے دیے۔ یونس نے تُفا کے صرف معنی بتلا کر کہا کہ "اب تشریف لے جائیے"۔ اس نے کہا "لفظ سے تو میں پہلے ہی آگاہ تھا، مجھے تو اصل چیز چاہیے"۔ یونس کہنے لگا "تمھارا مقصد شاید اصل چیز ہی ہو لیکن میرا مطلب صرف لفظ کی تشریح تھی"۔

یونس کے بیٹے ایشیا میں چلے آئے۔ اور یہاں ثابت بن سنان ابن وصیف[3] الکحال و دیگر علما سے علم حاصل کیا۔

---

[1] حکم دوم بن عبدالرحمان سوم بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمان دوم (۳۵۰ھ - ۳۶۶ھ) کا لقب المستنصر باللہ تھا۔ اور قرطبہ کا آٹھواں خلیفہ تھا۔

[2] تُفا کی حقیقت مترجم کو معلوم نہ ہو سکی۔

[3] ابن وصیف کے حالات زندگی آگے آئیں گے۔

یزید بن یزید بن یوحنّا بن خالد یعرف بہ یزید بور

(ایک نسخے میں یور)

مامون الرشید کا ایک فاضل طبیب جو ابراہیم بن مہدی کی خدمت پر بھی مامور رہا۔ یہ مریضوں کے ساتھ نہایت خوش اخلاقی سے پیش آتا تھا۔

الکُنیٰ فی اسماءِ الحکماءَ

ابو جعفر بن احمد (ایک نسخے میں محمد) بن عبداللہ بن حبش

علم ہیئت کا عالم اور آلاتِ فلکیہ کے استعمال میں ماہر تھا۔ اس کی ایک تصنیف کا نام کتاب الاصطرلاب المسطح ہے۔

ابو جعفر الخازن

اس کی کنیت اس کے نام سے زیادہ مشہور تھی۔ عجم کا رہنے والا۔ حساب، ہندسہ، سیرِ کواکب اور مشاہدۂ اجرامِ فلکی میں مشہورِ زمانہ تھا۔ اس کی چند کتابیں یہ ہیں:۔

(۱) کتاب زیج الصفائح۔ اس فن میں بہترین و جلیل ترین کتاب ہے۔

(۲) کتاب المسائل العددیۃ۔

ابوالحسن بن سنان الطبیب

ابوالحسن[1] الحرّانی کا معاصر و دوست، جس نے دربارِ بویہہ میں نیز اس سے پہلے بہت عزّت حاصل کی۔ فنِ طب میں ماہر، خوش اندام و عاقل تھا۔ اس کے نتائجِ فکریہ کا مختلف سوانح نگاروں نے ذکر کیا ہے۔ اس کا بیٹا ابوالفرج اور پوتا[2] ہر دو طبیب تھے۔

ابوالحسن بن ابی الفرج بن ابی الحسن بن سنان طبیب

اپنے عہد کا بے نظیر فاضل جو اپنے جدّ امجد ابوالحسن بن سنان کے معاصرین سے کسی حالت میں کم نہ تھا۔ اس نے بہت شہرت، عزّت و وجاہت حاصل کی۔

ابوالحسن تلمیذ سنان

بغداد کا ایک طبیب جس نے سنان بن ثابت سے تعلیم حاصل کی۔ اور اطبا

---

[1] ثابت بن ابراہیم بن زہرون الحرّانی ابوالحسن، حرف الثا میں حالات گزر چکے ہیں۔ ڈاکٹر لپرٹ (جرمنی) نے ابوالحسن الحرّانی و ثابت بن ابراہیم کو دو علاحدہ علاحدہ شخصیتیں سمجھا ہے۔ ملاحظہ ہو فہرستِ تاریخ الحکما " اسماء الاشخاص باب الالف والثا،" حالاں کہ دراصل یہ ایک ہیں۔ ملاحظہ ہو تاریخ الحکما ص ۱۱۳ و ص ۱۱۴۔ نیز ص ۳۹۶ (ابوالحسن بن سنان کے ذیل میں)

[2] پوتا، ابوالحسن بن ابی الفرج بن ابی الحسن بن سنان۔

میں تلمیذِ سنان کے نام سے مشہور ہوا۔ فنِ طب میں خاص شہرت کا مالک تھا۔ عہدِ بویہہ میں بغداد میں طبیب تھا۔ بہت شہرت و عزّت حاصل کی۔ پیر کے دن ۳ جمادی الآخرہ ۳۸۷ھ کو وفات ہوئی۔

ابوالحسن[1] بن سنان

اس طبیب کے ایک ہم نام کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ یہ ہر دو مختلف ہستیاں تھیں۔ اس کا دادا ثابت بن قُرّہ صابیوں کے مشہور طبّی خاندان یعنی آلِ سنان سے تعلق رکھتا تھا۔ ابوالحسن ۴۳۹ھ میں موجود تھا اور شفاخانے میں رئیس الاطبا تھا۔ اس کے بعض نسخے نہایت عمدہ تھے۔ بہت بڑا عالِم و کام یاب معالج تھا۔ اور اپنے آباواجداد سے کسی طرح کم نہ تھا۔

ابوالحسن کا بھائی ابوالفضل بن سنان لکھتا ہے:۔

" ۴۳۹ھ میں ہر طرف وبا پھیل گئی۔ اور میں بھی بیمار ہوگیا۔ میری بیماری اس حد تک بڑھ گئی کہ زندگی کی تمام اُمیدیں منقطع ہوگئیں۔ چوں کہ صابئین میں بے اتفاقی بہت زیادہ ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ دو بھائیوں میں بھی اتحاد و اتفاق نہیں ہوتا۔ اس لیے میرے تعلقات ابوالحسن بن سنان سے ازبس کشیدہ تھے۔ چناں چہ وہ نہ تو علاج کے لیے آیا۔ اور نہ عیادت کو۔ جب کسی شخص نے اُسے بتلایا کہ میری جان لبوں پہ پہنچ گئی ہے تو آ پہنچا۔ لیکن میرے حواس اس قدر درہم و برہم ہو چکے تھے کہ میں اُسے پہچان نہ سکا۔ آتے ہی ایک مُرغی

---

[1] ابوالحسن بن سنان بن ثابت بن قرہ۔

ذبح کرائی۔ اُس کا کلیجہ بھنوایا۔ اور مجھے کھلا دیا۔ ہفتہ بھر میرے ہاں رہا۔ جب مَیں پوری طرح شفایاب ہوگیا تو وہ واپس چلا گیا مَیں خوش تھا کہ بھائی بھی مل گیا اور مرض سے بھی نجات ہوئی۔ خیال آیا کہ بھائی کے مکان پر جاکر اس کا شکریہ ادا کروں۔ چناں چہ ایک آدمی کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اس کی قیام گاہ پر پہنچا۔ جب اُسے میری آمد کا پتا چلا تو دروازہ بند کردیا۔ اور ایک کھڑکی سے آواز دی۔ کہ ابوالفضل میرے ہاں آنے کی کوئی ضرورت نہیں، بس واپس چلے جاؤ۔ ہمارے تعلقات بس وہی ہیں جو پہلے تھے۔ یہ سُن کر میرا دل ٹوٹ گیا اور مَیں واپس آگیا۔ اس کے بعد تمام زندگی میں ہماری ملاقات نہ ہوئی۔"

غرس النعمۃ محمد بن الرئیس ابوالحسین ہلال بن المحسن بن ابراہیم الصابئ مندرجۂ ذیل حکایت کا راوی ہے:۔

"سنہ ۴۳۶ھ میں میرے والد رئیس ابوالحسین بہت سخت بیمار ہوگئے۔ باوجودے کہ ابوالحسن بن سنان سے ہمارے تعلقات حسبِ معمول بگڑے ہوئے تھے، مَیں نے اسے ایک چٹھی لکھ کر بُلا بھیجا۔ اُس نے آنے کا وعدہ کیا لیکن پورا نہ کیا۔ جب ابّا جان کی حالت زیادہ تشویش ناک ہوگئی تو خاندان کی چند عورتیں ابنِ سنان کے پاس گئیں، اور اُسے اُس کی سنگ دلی و کینہ پروری پہ خوب کوسا۔ اس نے پھر وعدہ کرلیا۔ لیکن پورا نہ کیا۔ پورے بیس یوم تک میرے والد نزع کی حالت میں رہے۔ اور صورتِ حالات یہاں تک خراب ہوگئی کہ کبھی تو خیمے (یا کمرے) کو گرانے کے درپے ہو جاتے

اور کبھی دروازوں کو اُکھیڑنے لگ جاتے۔ جب عورتوں نے ان حرکات کو دیکھا، تو کہنے لگیں۔ بس آخری ساعت قریب آگئی ہے۔ ہمارے خاندان کے بعض دیگر افراد پر بھی مرنے سے چند گھڑیاں پہلے یہ حالت طاری ہو گئی تھی۔ عورتوں نے رونا پیٹنا شروع کر دیا اور میں مردانے میں جاکر بیٹھ گیا۔ لوگ تعزیت کے لیے آنے شروع ہو گئے۔ خلافِ توقع ابوالحسن بن سنان بھی آپہنچا۔ میں نے فوراً کہا۔ جالی نوس کی وفات کے بعد بھی دُنیا زندہ رہی۔ (مطلب یہ کہ اباجان کی وفات کے بعد بھی ہم لوگ جیتے رہیں گے)۔ اب کہ اباجان انتقال فرما چکے ہیں، تمھارے آنے کا کیا فائدہ۔ ہم تمھارے دیدار کے پیاسے تھوڑے ہی تھے۔ ابوالحسن نے کوئی جواب نہ دیا اور سیدھا اندر چلا گیا۔ حضرتِ والد کی حالت دیکھی، اور فوراً مجھے بلا کر کہنے لگا۔ فضول باتوں کا وقت نہیں ہے۔ فوراً دو چار نوکر بلا کر والد کا جسم دابنے پہ لگاؤ۔ اور پھر آواز دی۔ "اے ابوالحسین، اے ابوالحسین، آپ بالکل نہ گھبرائیں، انشاء اللہ خیر ہو گی۔ اگر کوئی خطرے کی بات ہوتی، تو میں یہاں نہ آتا۔ برائے نوازش دوا پی کر ہماری مدد کیجیے"۔ ابوالحسن کا مقصد اباجان کی ڈھارس بندھانا تھا۔ پھر ہاتھ بڑھا کر جسم کو چھوا۔ والد صاحب کے مُنہ سے ایک دو لفظ نکلے جنھیں ہم میں سے کوئی نہ سمجھ سکا، اس لیے کہ قوتِ گویائی سلب ہو رہی تھی۔ نبض دیکھی تو ندارد۔ پھر ٹخنوں پہ ہاتھ رکھا اور کہا۔ مُرغی کا بُھنا ہوا کلیجہ، کوئی نرم سی غذا اور روٹی لاؤ۔ ہم لے آئے، تو اُس نے کلیجہ اباجان کو کھلا دیا۔ اور پھر کہا، ایک سُرخ رنگ کی ناشپاتی اور

ایک سیب لاؤ۔

ہم اُن دنوں باب المراتب میں رہا کرتے تھے۔ نوکر کو بھیجا کہ کرخ سے یہ پھل خرید لائے۔ نوکر باہر نکلا ہی تھا کہ ان پھلوں سے لدی ہوئی دو بیل گاڑیاں سڑک پر دیکھیں۔ ہمارے ہمسائیگی میں عبداللہ المردؤسی کا ایک باغ تھا اور یہ گاڑیاں وہیں سے آ رہی تھیں۔ ہمارے نوکر نے صورتِ حالات بتائی۔ گاڑی بان نے چند ناشپاتیاں اور چند ایک سیب اس کے حوالے کیے۔ ابوالحسن نے ابا جان کو ناشپاتی تو فوراً کھلا دی۔ اور سیب دوپہر تک عرقِ گلاب میں رکھ دیا۔ اس اثنا میں وہ نرم غذا اور چپاتی بھی کھلا دی۔ مُرغی کا جگر کھانے کے بعد حالت روبہ اصلاح ہو رہی تھی اور نبض میں اعتدال آ رہا تھا۔ رفتہ رفتہ مزاج کا چڑچڑا پن جاتا رہا اور ابا جان نہایت سکون و اطمینان محسوس کرنے لگے۔ اس پر عورتیں دوڑتی ہوئی آئیں۔ اور ابنِ سنان کا سر چومنے لگیں۔ دو چار نے تو اس کے پانو چوم لیے۔ اس کے بعد ابنِ سنان کہنے لگا۔ "یہ ناقابل طبیب صرف فیس بٹورنے آتے ہیں، یا کچھ علاج کی بھی اہلیت رکھتے ہیں۔ اچھا بتاؤ تو سہی کہ میرے آنے سے پہلے یہ کیا کچھ کر چکے تھے۔" میں نے کہا۔ "ان طبیبوں کی طب کا خلاصہ تو صرف اتنا ہو کہ مریض کو کوئی نہ کوئی دوا پلاتے چلو۔ اس سے بحث نہیں کہ وہ مفید بیٹھ رہی ہو یا مضر ثابت ہو رہی ہو۔ ایک بزرگ نے ساتویں رات کو جُلّاب دے دیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور ۔ ۔ ۔ ۔" "بس بس میں سمجھ گیا۔" ابنِ سنان نے کہا۔ "اس نے بیماری کے جوش میں مُسہل دے دیا۔

جس سے حواس مختل ہوگئے" "جی ہاں۔ اور اسی رات سے یہ بدحواسی و بے چینی چلی آتی ہے۔" پھر کہا "مجھے تمھارے ابا جان کی بیماری کا علم تھا۔ لیکن میں حاضر اس لیے نہ ہوا کہ آج کے دن تک مجھے کوئی خطرہ نظر نہ آتا تھا۔ اور آج کے بعد غافل رہنا خطرناک تھا۔ ابوالحسین کی جنم پتری سے بھی ایسا ہی مستنبط ہوتا ہے۔ بہر حال آج کی رات بہت خطرناک ہے۔ یا نورات کو فوت ہو جائے گا، اور یا صبح کے وقت پوری صحت کے ساتھ بیدار ہوگا۔" میں نے پوچھا کہ دوران شب میں کون سی علامات اُمید افزا ہوں گی۔ کہا۔" اگر رات کو چین کی نیند سوئیں، تو سمجھ لو کہ شفا ہوگئی۔ علی الصباح انھیں بیدار کرو۔ یہ تم سے خوب باتیں کریں گے۔ پھر انھیں صحن میں تھوڑی سی سیر کراؤ۔ اس کے بعد یہ جَو کا پانی پییں۔ اور اگر خدانہ خواستہ رات بے چینی میں بسر ہوئی، تو رشتۂ حیات منقطع سمجھو۔" عِشا تک ہم سب مریض کے سرہانے بیٹھے رہے۔ اس کے بعد مریض نہایت اطمینان سے سوگیا۔ ابوالحسن کہنے لگا۔" مبارک ہو محمد! اللہ نے تمھاری آنکھیں ٹھنڈی کیں، اب کھانا منگواؤ۔" کھانا کھاکر ہم سب اسی کمرے میں سو گئے۔ سونے سے پہلے حکیم نے تنبیہ کی کہ اگر آدھی رات کے وقت مریض کو جگایا نہ گیا، تو اس کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔"

خدا کی قسم ہم سب سحر تک نہایت مدہوش ہوکر سوئے۔ جب جاگے تو دیکھا کہ ابا جان نہایت نحیف آواز میں ابوالحسن کو بُلا رہے ہیں۔ ہم سب نے ایک دوسرے کو مبارک باد دی اور پھر ابا جان نے یہ خواب سُنایا:۔

"آج خواب میں دیکھا کہ الشریف المرتضیٰ ابوالقاسم الموسوی نقیبُ العلویین (الشریف المرتضیٰ و رئیس ابوالحسین ہلال بن المحسن ہم عصر و دوست تھے۔ جب مرتضیٰ کو اتفاقاً معلوم ہوا کہ ابوالحسین فوت ہوچکا ہے تو اس کی وفات پہ ایک مرثیہ لکھا) اس کی اولاد اور لوگوں کا ایک ہجوم قریش کے گورستان کی طرف جارہا ہے۔ اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا قیامت آگئی ہے۔ میں مرتضیٰ کے پاس ایک علاحدہ جگہ جا بیٹھا۔ اس اثنا میں مرتضیٰ کا بیٹا عبداللہ وارد ہوا۔ مرتضیٰ کے کان میں کچھ کہا، جس کے جواب میں مرتضیٰ نے صرف اتنا ہی کہا کہ "لاؤ یہ گھر کا آدمی ہے"۔ عبداللہ شربت کا ایک گلاس لے آیا جو ہم نے مل کر پیا۔ اس کے بعد مرتضیٰ گھوڑے پہ سوار ہوگیا اور نوکروں سے کہا کہ ابوالحسین کو بھی کوئی سواری لادو۔ میں وہاں بالکل تنہا رہ گیا۔ اور دیر تک انتظار کیا لیکن کوئی سواری نہ ملی۔ پاس سے ایک آواز آئی۔ "بچ گئے، بچ گئے"۔"

ہم سب نے اس خواب کے صحیح ہونے کی تصدیق کی۔ اور صحت پر مبارک باد کہی۔ صبح کے وقت صحن میں ایک تخت پوش پہ جا بیٹھے اور اپنے ہاتھ سے جَو کا پانی پیا۔ ابھی آپ کے حواس پوری طرح قائم نہیں ہوئے تھے۔ چناں وہ بار بار پوچھتے "ابوالحسن! یہ کس کا گھر ہے۔ ہم کہاں بیٹھے ہوئے ہیں وغیرہ وغیرہ"۔ میں ان تمام سوالات کا جواب دیتا لیکن والدِ محترم سمجھ نہ سکتے۔

اسی صبح کو ابوالفتح منصور بن محمد بن المقدر المتکلم النحوی الاصفہانی وارد ہوا۔ اور کہنے لگا، کہ حضرت میں نے آج رات کو یہ خواب دیکھا ہے:۔

"کیا دیکھتا ہوں کہ میں آپ کی عیادت کے لیے آرہا ہوں اور

قدرے فکرمند ہوئں کہ ایک شخص نے پوچھا۔ کہاں جا رہے ہو۔
کہا۔ ہلال بن المحسن کی عیادت کو جا رہا ہوں۔ کہنے لگا۔ میری ایک
بات اپنی بیاض میں لکھ لو۔ اور وہ یہ کہ ہلال بن محسن بن ابراہیم
بن ہلال کی تاریخِ ولادت فلاں تھی؛ اتنے سال زندہ رہے گا،
اور ماہِ رمضان سنہ ۴۴۸ھ کو فوت ہو جائے گا۔"

اللہ کی شان دیکھیے کہ تمام وہ دوست، رؤسا، اطبا، و علما جو اس روز ابوالحسین سے قطعاً مایوس ہو چکے تھے، ابوالحسین سے پہلے فوت ہو گئے۔ اور مرتضیٰ (جس نے افواہ سُن کر ابوالحسین کا مرثیہ لکھا تھا۔) کی وفات پر ابوالحسین کو مرثیہ لکھنا پڑا۔ یہ مرثیہ عینیہ تھا۔

ابوالحسن (الحسین) بن غسّان الطبیب البصری

بصرے کا رہنے والا ایک طبیب، جو علومِ اوائل میں کافی دست رس رکھتا تھا دربارِ بویہ میں مدتوں ملازم رہا اور عضد الدولہ فناخسرو کی خصوصیت سے خدمت کی۔ شعر گوئی کا ملکہ بھی رکھتا تھا۔ جب عضد الدولہ بغداد کی طرف روانہ ہوا تو ابوالحسن نے مندرجۂ ذیل اشعار کہے:۔

"بادشاہ کی عقل ممالک کا انتظام کرتی ہے۔ اور ہمارا فاتح سردار
بلادِ مفتوحہ کی حفاظت کرتا ہے۔

اے عضد الدولہ بغداد میں جلدی پہنچ کہ سارا عراق چوپڑ کی
نذر ہو گیا ہے۔"

عز الدولہ بختیار، جسے عضد الدولہ نے عراق سے باہر کر دیا تھا، رات دن چوپڑ

کھیلتا رہتا تھا۔

ابوالحسن مندرجۂ ذیل اشعار میں عزالدولہ بختیار کی ہجو کرتا ہے۔ اور اس کے ضُعفِ عزم کو بے نقاب کرتا ہے۔

"اہواز میں ستر دن رہا۔ اور مُلک کا یوں انتظام کیا کہ اینٹ سے اینٹ بجادی۔ اس کی سیاست کا آغاز اندھا پن، وسط حماقت اور انجام زوال تھا۔"

ابوالحسن بن دنخا الطبیب الکاتب

دربارِ بویہہ کا مشہور و خاص طبیب، جو سفر میں بہاءُالدولہ بن عضدالدولہ کے ساتھ رہا کرتا تھا۔ اور بصرے کے سرکاری دفتر میں کاتبِ اعظم تھا۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ اسے کاتب کہتے تھے۔

ابوالحسین البصری الکحّال

بصرے کا سُرمہ ساز، جو ایک خاص قِسم کا سُرمہ تیار کیا کرتا تھا۔ اور عموماً عوام کو مُفت دیا کرتا تھا۔ دربارِ بویہہ میں تقرّب حاصل کیا اور سنہ ۴۲۹ھ میں وفات پائی۔

ابوالحسین بن کشکرایا المعروف بہ تلمیذ سنان

بغداد کا مشہور و معروف طبیب جسے عضد الدولہ نے شفاخانۂ بغداد میں متعین کیا تھا۔ شفاخانے میں ملازم ہونے سے پہلے امیر سیف الدولہ کے دربار میں تھا۔ اس نے دو کناش لکھی ہیں، ایک کا نام حاوی تھا۔ اور دوسری منسوب الیہ کے نام سے مشہور تھی۔

باتیں بہت کرتا تھا۔ اور طبیبوں سے ٹیڑھے علمی سوالات پوچھ کر انھیں شرمندہ کیا کرتا تھا۔ اس کا ایک بھائی راہب تھا جس کا حُقنہ موادِ فاسدہ کے اِخراج اور اول (جو بچہ پیدا ہونے کے بعد ماں کے پیٹ سے نکلتی ہے) نکالنے کے لیے از بس مفید تھا۔ اور اسی وجہ سے یہ صاحبُ الحُقنہ کہلاتا تھا۔

ابوالحسین بن نَفّاخ الجرائحی

فنِ جراحی کا ماہر، جسے عضد الدولہ نے شفاخانۂ بغداد میں مقرر کر کے ابوالحسن الجرائحی کا شریکِ کار بنا دیا۔ یہ ہر دو حکیم اپنے فن کے اُستاد تھے۔

ابوحرب الطبیب (ابوحارث)

مسعود[1] بن محمود بن سبکتگین والیٔ خراسان و غزنی کا طبیب و مُقرب جسے

---

[1] ملوک غزنویہ کا بانی سبکتگین تھا۔ جو البتگین (سامانیوں کا ترکی النسل غلام) کا غلام نیز داماد تھا۔ سلاطین کے نام یہ ہیں:۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۲ پر دیکھیے)

ملک فرخ زاد بن مسعود نے تخت نشین ہونے کے بعد محض اس لیے قتل کر دیا تھا کہ یہ عبدالرشید بن محمود کا منظورِ نظر رہا تھا۔ اس کی موت ۴۴۴ھ میں واقع ہوئی۔

ابوالحکم الطبیب الدمشقی

عیسیٰ بن حکم (جو دولتِ عباسیہ کے اوائل میں گزرا تھا) کا دادا جو آغازِ اسلام میں پیدا ہوا تھا۔ عیسیٰ اور اُس کے بیٹے[۱] حکم کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

(ص ۵۱۹ کا بقیہ حاشیہ ملاحظہ ہو):۔

سن	نام
۳۵۱ھ	الپتگین
۳۵۲ھ	اسحاق بن الپتگین
۳۵۵ھ	بلکاتگین غلام الپتگین
۳۶۲ھ	پیری
۳۶۶ھ	سبکتگین غلام الپتگین
۳۸۷ھ	اسماعیل بن سبکتگین
۳۸۸ھ	محمود " "
۴۲۱ھ	محمد بن محمود
۴۳۲ھ	مسعود اوّل بن محمود
۴۴۰ھ	مودود بن مسعود
۴۴۰ھ	مسعود ثانی بن مودود
۴۴۰ھ	علی ابوالحسن بن مسعودِ اوّل
۴۴۰ھ	عبدالرشید عزالدولہ بن محمود
۴۴۴ھ	فرخ زاد بن مسعود
۴۵۱ھ	ابراہیم ظہیرالدولہ بن مسعود
۴۹۲ھ	مسعودِ ثالث بن ابراہیم
۵۰۸ھ	شیرزاد بن مسعودِ ثالث
۵۰۹ھ	ارسلان بن مسعودِ ثالث
۵۱۲ھ	بہرام شاہ بن مسعودِ ثالث
۵۴۷ھ	خسرو شاہ بن بہرام شاہ
۵۵۵ھ / ۵۸۲	خسرو ملک بن خسرو شاہ

(طبقات سلاطین اسلام ص ۲۵۹)

[۱] یہاں مصنف نے غلطی کھائی۔ حکم عیسیٰ کا باپ تھا نہ کہ بیٹا۔ ممکن ہے کہ عیسیٰ کے کسی بیٹے کا نام بھی حکم ہو لیکن جس حکم کا ذکر ص ۱۰۳ پر گزر چکا ہے، وہ یقیناً عیسیٰ کا والد تھا۔ (بقیہ حاشیہ ص ۵۲۱ پر)

ابو الحکم المغربی الاندلسی المُرسی نزیل دمشق

اس کا اصلی نام عبداللہ بن المظفر بن عبداللہ المُرسی تھا۔ علوم اوائل، ادب و علم الاخلاق میں کمال پیدا کیا۔ دنیا کے اکثر حصوں کی سیاحت کی۔ ہر بستی کو اپنے علم سے فائدہ پہنچایا اور ہر بازار میں متاعِ ہنر پیش کی۔

جب گم نامی کی حالت میں عراق پہنچا تو گلیوں میں گھومتے گھومتے ایک خوب صورت مکان کے دروازے میں ایک مُعلم پر نگاہ پڑی، جو ایک نوجوان کو اقلیدس پڑھا رہا تھا۔ ابوالحکم وہیں ٹھیر گیا اور سبق سُننے لگا۔ معلّم از بس جاہل تھا اور ہر مسئلے کو غلط رنگ میں پیش کر رہا تھا، ابوالحکم نہ رہ سکا۔ اس مُعلم کی لغزشوں کو بے نقاب کرنا شروع کر دیا جس سے وہ نوجوان طالب العلم بہت متاثر ہوا۔ اور کہنے لگا کہ میرے لوٹنے تک یہیں ٹھیریے گا۔ کچھ دیر کے بعد واپس آیا۔ اور ابوالحکم کو ساتھ لے گیا۔ یہ دونوں ایک شان دار عمارت میں داخل ہوئے۔ اندر جا کر اس طالب العلم کے والد سے، جو امرائے سلطنت میں سے تھا، ملاقات ہوئی۔ بہت اچھی طرح پیش آیا اور التماس کی کہ ازراہِ نوازش میرے لڑکے کا اُستاد بننا منظور کیجیے۔ ابوالحکم مان گیا۔ چناں چہ اس امیر زادے کو نہایت فصیح و بلیغ زبان میں حکمت پر درس دینا شروع کیا۔ ہر طرف اس کے علم و فضل کی شہرت پھیل گئی۔ اور دُور دُور سے طلبا استفادے کے لیے آنے لگے۔ جن لوگوں نے ابوالحکم سے فائدہ اٹھایا، ان میں سے ایک النجم[1] بن السری بن الصلاح تھا۔

(صفحہ ۲۰ کا بقیہ حاشیہ): چناں چہ صفحہ ۱۲۹ پر درج ہے۔ والحکمُ ھٰذا ھُوَ والِدُ عیسیٰ۔ اسی صفحے کی پندرھویں سطر میں مذکور ہے۔ ھٰذا الحکمُ المتطبب وعیسیٰ ابنہٗ۔

[1] ابوالفتوح نجم الدین ابن السری المعروف بہ ابن الصلاح کے حالات آگے آئیں گے۔

کچھ عرصے کے بعد العزیز ابونصر احمد بن حامد بن محمد آلہ الاصفہانی نے اسے اس عسکری شفاخانے میں طبیب مقرر کردیا، جو چالیس اونٹوں پہ لادا جاتا تھا۔ اس شفاخانے میں ایک اور طبیب یعنی یحیی بن سعید[1] بھی کام کرتا تھا۔ ابوالحکم اس کا شریکِ کار بن گیا۔ مل کر دواؤں کا انتخاب کرتے اور نسخے بناتے۔ ابوالحکم بہت ظریف الطبع انسان تھا۔ جب العزیز پر برا وقت آپڑا، تو اسے عراق سے نفرت ہوگئی اور اندلس کی طرف چل دیا۔ جب دمشق میں پہنچا تو نوکر کو چند پیسے دے کر کھانا خریدنے کے لیے بھیجا۔ نوکر واپس آیا، تو اس کے پاس بھنا ہوا گوشت، حلوا، میوہ، نبیذ اور کچھ برف تھی۔ پوچھا "کیا ہمارا کوئی پرانا دوست مل گیا تھا؟" کہا "نہیں تو، یہ آپ کی دی ہوئی رقم سے خرید کر لایا ہوں اور کچھ پیسے بچ بھی گئے ہیں"۔ فوراً کہنے لگا۔ "ایسے شہر کو چھوڑ کر آگے جانا حماقت ہے۔" چناں چہ شہر میں ایک مکان کرائے پر لے لیا۔ عطر کی دکان کھول لی اور مرتے دم تک یہی کام کرتا رہا۔

محمد بن محمد بن حامد بن آلہ الاصفہانی الواحد کی رائے ابوالحکم کے متعلق یہ ہے:۔

> "حکمت انصاف کا حکم دیتی ہے لیکن ابو حکم انصاف سے بہت دور ہے۔ وہ ہزل کی طرف مائل ہے۔ شعر کہتے وقت سوت اور ابریشم میں تمیز نہیں کرسکتا۔ اچھے کو برے سے ملا دیتا ہے۔ کھرے کھوٹے، مدح و ذم و کثیف و لطیف میں کوئی امتیاز نہیں کرتا۔ اس کی نظمیں سلیس و دل کش اور اس کی ظرافت بہت مشہور ہے۔"

---

[1] المقتفی کے زمانے (۵۳۰ - ۵۵۵ھ) میں بغداد کا قاضی القضاۃ تھا۔

ابو برزۃ الحاسب

بغداد کا رہنے والا اور خواص ونوادرِ حساب میں ماہر تھا۔ اس نے اس فن پر کئی کتابیں لکھیں اور چند نئے نتائج اخذ کیے۔ ۱۷ صفر ۲۹۸ھ کو بغداد میں وفات پائی۔

ابو بکر بن الصائغ المعروف بہ ابنِ باجۃ

اپنے عہد کا بے نظیر ادیب وفاضل وعلومِ اوائل کا ماہر، جس نے منطق، ریاضی وہندسہ پر کئی ایسی کتابیں لکھیں، جن کی نظیر متقدمین میں بھی نہیں مل سکتی۔ یہ سیاستِ مدنیہ کے اصولوں پر تو عمل کرتا تھا لیکن مذہبی فرائض سے دُور بھاگتا تھا۔ ابو بکر یحییٰ[1] بن تاشفین کے ہاں بیس سال تک وزیر رہا۔ باقی اطباء زمانہ اس کا عروج وکمال دیکھ کر جل اٹھے۔ چناں چہ سازش کر کے اسے دھوکے میں

---

[1] مرابطہ مصر کے فرماں رواؤں کی تعداد صِرف چھ تھی، جن کے بانی کا نام عبداللہ بن تاشفین تھا۔ عبداللہ کے بھائی یوسف بن تاشفین نے نہ صِرف افریقہ میں فتوحات حاصل کیں، بلکہ عیسائیانِ اندلس کو دو مرتبہ شکست دی۔ تاشفین کی اولاد میں سے صِرف یوسف (۴۸۰-۵۰۰ھ) نے باقاعدہ سلطنت کی ہے۔ اس کے بعد یوسف کا بیٹا علی (۵۰۰-۵۲۷ھ) تخت نشین ہوا۔ چوں کہ ابنِ باجہ ۵۳۳ھ میں قتل ہوا ہے۔ اور بہ حیثیتِ وزیر، اور اُس وقت علی فرماں روا تھا۔ اس لیے القفطی کا دیا ہوا نام یعنی ابو بکر یحییٰ بن تاشفین غلط ہے۔ یحییٰ نام کا کوئی فرماں روا مرابطین میں نہیں ہوا۔ البتہ ایک ابو بکر (۴۴۸-۴۸۰ھ) ہوا ہے۔ لیکن وہ عمر بن درکوت بن واتنتک کا بیٹا تھا۔ نہ کہ تاشفین کا۔

(ملاحظہ ہو طبقاتِ اسلام صفحہ ۳۷، ۳۸)

زہر پلا دیا۔ اور یہ ہلاک ہوگیا۔ یہ ۵۲۳ھ کا واقعہ ہے۔

قلائد العقیان کے مصنف الفتح[1] بن خاقان الغرناطی نے ابن باجہ سے چند اشعار اپنی کتاب میں درج کرنے کے لیے طلب کیے۔ یہ اس موقعے پر کوئی دھوکا سا کھیل گیا۔ جس پر ابنِ خاقان کو غصہ آگیا۔ اور اپنی کتاب میں اس کی خوب خبر لی۔

ابوالخیر بن ابی الفرج بن ابی الخیر الطبیب النصرانی

بغداد کا مشہور جرّاح تھا۔ باپ بیٹا ہر دو اہلِ بغداد کی خدمت کیا کرتے تھے۔ ولادت ۳۵۵ھ اور وفات ۱۲ ربیع الاوّل ۴۲۳ھ میں ہوئی۔

ابوالخیر الجرائحی

اپنے فن کا مشہور اُستاد جسے عضد الدولہ نے شفاخانے میں مقرر کر دیا تھا۔ یہ شفاخانہ بغداد میں پُل کی مغربی جانب بنایا گیا تھا۔

ابوداؤد الیہودی المُنجّم العراقی

یہ منجم ۳۰۰ھ سے پہلے بغداد میں زندہ تھا۔ آنے والے واقعات کے متعلق پیش گوئی کرنے میں اسے خاص ملکہ حاصل تھا۔ چناں چہ لوگ اس کی پیش گوئیوں کے نتائج کا نہایت بے چینی سے انتظار کرتے۔ اور اسے اس فن کا اُستادِ کامل تسلیم کرتے تھے۔

---

[1] اَلفتح بن محمد بن عبیداللہ بن خاقان کی وفات ۵۳۵ھ میں ہوئی۔ (وفیات الاعیان لابن خلکان)

ابوسعید الیمامی (ایک نسخے میں الیمانی)

بصرے کا رہنے والا، علومِ اوائل، طب اور نجوم کا عالم، جس نے دربارِ بویہ میں تقرب حاصل کیا۔ ۴۲۱ھ و ۴۳۰ھ کے درمیان وفات ہوئی۔

ابوسعید الارجانی الطبیب

ایران کے ایک شہر ارجان[1] کا ایک مشہور طبیب، جو آخری دم تک ملوک و ممالیک بویہ کی خدمت میں رہا۔ ان کے ہمراہ بغداد میں بارہا آیا۔ بہاءُ الدولہ بن عضد الدولہ کا زمانہ تھا۔ کہ بدھ کے دن ۲۷، ۲۸ جمادی الاولیٰ ۳۸۴ھ کو اس حکیم کی وفات ہوگئی۔

ابوسعید عمّ ابی الوفاء البوزجانی

علومِ اوائل، حساب و ہندسہ کا عالم، جس نے ان فنون پر تقریباً چھ سو اوراق پر مشتمل ایک کتاب لکھی، جس کا نام ہے: کتاب مطالع العلوم للمتعلمین۔ (ایک نسخے میں للمتکلمین)۔

---

[1] اَرَّجان۔ ایران کے صوبۂ فارس کا مشہور شہر۔ مراصد ص۱۳

ابوسہل الارجانی الطبیب

ارجان (ایران) کا ایک فصیح البیان طبیب، جس نے ملوک بویہ کی سفرو حضر میں بہت خدمت کی۔ اس سلسلے میں بارہا بغداد میں آیا۔ ۳۱۱ھ میں نبوت کا مدعی بن گیا، جس کی پاداش میں گرفتار ہو گیا۔ اور اس کے اموال و املاک ضبط کر لیے گئے۔

ابوسہل المسیحی الطبیب

علم طب، منطق و علومِ اوائل کا فاضل، جو والیٔ خراسان کا مقرب بن گیا تھا۔ اس کی سو مقالوں والی کتاب سے ہر صاحبِ علم واقف ہے۔ چالیس برس کی عمر پانے کے بعد فوت ہوا۔

ابوسہل بن نوبخت

ایران کا منجم جو ستاروں کے ملاپ اور اس ملاپ کے نتائج کا فاضل تھا۔ اس کا والد نوبخت بھی منجم تھا۔ اور منصور کے دربار میں رہا کرتا تھا۔ جب نوبخت بہت بوڑھا ہو گیا۔ تو منصور نے کہا کہ اب تم اپنے بیٹے کو بلاؤ کہ اسے تمہاری جگہ مقرر کریں۔ جب ابوسہل حاضرِ دربار ہوا، تو منصور نے نام پوچھا۔ کہنے لگا، میرا نام ہے خرشاذ ماہ طیماذاہ ماباذار دباد خسرد انہشاہ۔ پوچھا "یہ سارا نام تمہارا ہی ہے؟" کہا "جی ہاں"۔ منصور ہنس پڑا اور کہنے لگا۔ تمہارے والد کو تمہاری پروا نہ تھی۔ اب ہماری دو باتوں میں سے ایک مان لو۔ یا تو نام چھوٹا کر کے صرف طیماذ رکھو،

اور یا ابوسہل کُنیت اختیار کرلو، تاکہ تمھیں بُلانے میں آسانی رہے۔ اس نے یہ کُنیت پسند کرلی۔ دُنیا اس کے اصلی نام سے ناآشنا ہے۔ اور صِرف کُنیّت سے واقف ہے۔

ابوعثمان بن یعقوب الدمشقی

فنِ ترجمہ میں ماہر اور وزیر علی بن عیسٰی (بن الجرّاح۔ مترجم) کا مصاحب خاص تھا۔ اس نے طب پر کئی کتابیں لکھی ہیں۔

ابوعلی بن ابی قُرّۃ

عَلوی دربار کا مُنجم، جسے بصرے کی طرف نکال دیا گیا تھا۔ احکامِ نجوم سے ناآشنا تھا۔ اس کی ایک تصنیف کا نام کتاب العلۃ فی کسوف الشمس والقمر ہے جو اس نے الموفق کے لیے لکھی تھی۔

ابوالعَنبَس الصَیمَری

علم نجوم کا عالِم و متعلِم، جس میں ایک بڑا بھاری عیب تھا۔ اور وہ یہ کہ دُوسروں کی تصانیف اپنی طرف منسوب کرلیتا تھا۔ اس کی دو کتابوں کے نام یہ ہیں:۔

(۱) کتاب الموالید۔

(۲) کتاب المدخل الیٰ عِلم النجوم۔

ابو عبد اللہ بن القلانسی المنجّم

ایک قابل مُنجّم، جس کی جنم پتری میں سہم الغیب پڑا ہوا تھا۔ العزیز[1] ساکن القصر، اس کے مقرر کردہ اوقات و ہدایات کے مطابق چلتا تھا۔ یہ حکیم اقران و اماثل سے گوے سبقت لے گیا تھا۔ ربیع الاول ۳۸۶ھ میں فوت ہوا۔

ابو علی المہندس المصری

مصر کا ایک مُہندس، جو ۵۳۰ھ میں موجود تھا۔ ادیب و مہندس ہونے کے علاوہ شاعر بھی تھا۔ اس کے اشعار پر علمِ ہندسہ کا اثر غالب تھا۔ مثلاً:۔

"میرا دل ایک ایسی جماعت کی محبت میں تقسیم ہو چکا ہے، جس کے ہر فرد سے میں محبت کرتا ہوں۔ میرا دل ایک مرکز، یہ لوگ محیطِ مرکز، اور ان سے انفرادی محبت وہ خطوط ہیں، جو مرکز سے نکل کر محیط سے مل رہے ہوں۔"

علمِ اقلیدس کے متعلق کہتا ہے:۔

"اقلیدس ایک ایسا علم ہے جس سے تم ارض و سما کے اسرار معلوم کر سکتے ہو۔ اس علم کو جس قدر صرف کرو، اس کے فوائد بڑھتے جاتے ہیں۔ سبحان اللہ۔ اتفاق میں بھی کیا فائدے مُضمر ہیں۔ اقلیدس ایک زینہ ہے، جس کے درجے اس کی اشکال ہیں۔ طلبۂ علم انھی درجوں سے بلندیوں پر پہنچتے ہیں۔ انسانی نفس اس زینے کی

---

[1] العزیز باللہ ابو النصر دولتِ علویہ کا پانچواں خلیفہ۔ (۳۶۵ - ۳۸۶ھ)

بہ دولت منازلِ عالیہ پہ جا پہنچتا ہے۔ یہ بلندی، اور بلندی پہ چڑھنے والے افراد قابلِ صد ستایش ہیں۔"

ابو العلا الطبیب

دربارِ بویہہ کا طبیبِ خاص، جو سفر و حضر میں سلاطینِ بویہہ کے ہمراہ رہا کرتا تھا۔ جب سلطان الدولہ[1] شیراز میں بیمار ہو گیا اور یہ ۴۱۵ھ کا واقعہ ہے، تو اسے اطبا نے ترکِ شراب و فصد کا مشورہ دیا۔ لیکن اس نے قبول نہ کیا۔ اس بیماری کی وجہ یہ تھی کہ سلطان الدولہ مسلسل کئی روز تک شراب پیتا رہا۔ یہاں تک کہ اس کے گلے میں از قسمِ خناق کوئی تکلیف ہو گئی اور یہ تکلیف یہاں تک بڑھ گئی کہ گلا بند ہو گیا۔ اور آواز رُک گئی۔ جب اوحد ابو محمد کو اس واقعے کی اطلاع ہوئی، تو فوراً ابو العلا الطبیب کو علاج کے لیے بھیجا۔ ابو العلا نے مریض کی حالت دیکھی تو گھبرا گیا۔ اور کہنے لگا کہ جب تک اوحد موجود نہ ہو، میں فصد کھولنے کے لیے تیار نہیں۔ خط و کتابت، پیغامات و جواباتِ پیغامات میں کافی وقت گزر گیا۔ اور سلطان الدولہ دُنیا سے چل بسا۔

ابو علی بن السمح المنطقی العراقی

علمِ منطق کا فاضل و معلّم اور اس فن کے اسرار و رموز کا شارح، جس نے ارسطو کی چند تصانیف کی تفسیر لکھی۔ یہ تفسیریں کافی مشہور ہیں۔ اور طلبا ان سے فائدہ اٹھاتے

---

[1] سلطان الدولہ ۴۰۳ھ سے ۴۱۵ھ تک فرماں روا رہا۔

ہیں۔ ابو علی نے جمادی الآخرہ ۴۲۶ھ میں وفات پائی۔

ابو علی بن سملی (ایک نسخے میں سلمی) الطبیب

ایک فاضل طبیب جو حُسنِ علاج اور بڑی بڑی دواؤں (جو شفاخانوں میں استعمال ہوتی تھیں) کے بنانے میں ماہر تھا۔ جوارشِ تکینی کا موجد یہی طبیب تھا۔ اس نے یہ جوارش اپنے آقا تکین[1] کے لیے تیار کی تھی۔

ابو علی بن ابی الخیر مسیحی بن العطّار النصرانی النیلیّ الاصل البغدادی المولد

اس کے والد مسیحی کا ذکر حرف المیم کے ذیل میں گزر چکا ہے۔ ابو علی نے تھوڑا سا علمِ طب حاصل کر لیا، اور اپنے والد کے جاہ و وقار کی بہ دولت بڑے بڑے لوگوں میں شمار ہونے لگا۔ بڑے بڑے امرا کے ہاں علاج کے لیے طلب کیا جاتا۔ شفاخانۂ بغداد میں رئیس الاطبا بھی بنا دیا گیا۔ بہ ایں ہمہ اس کی اخلاقی حالت پست تھی۔ جب اس کے والد کا انتقال ہو گیا تو اس کی عزت کا جنازہ بھی ساتھ ہی نکل گیا۔ مذہبی فرائض کا پابند نہ تھا۔ اور مزید یہ کہ جمعے کی رات ۱۱ ربیع الاول ۶۱۷ھ کو ایک فاحشہ عورت ستّ شرف نامی کے ساتھ پکڑا گیا۔ قابو آجانے کے بعد اس نے انکشاف کیا کہ

---

[1] ترکستان کے ایل خانیوں کا ایک فرماں روا جس کا پورا نام ابو المعالی حسن تکین بن علی تھا۔ اس کا سالِ وفات تقریباً ۴۵۵ھ ہے۔ (طبقات سلاطینِ اسلام ص۱۲۲)

فاحشہ عورتوں کے علاوہ ایک شریف عورت اشتاق بھی اس کے ہاں آیا کرتی تھی۔ اشتاق، ابن النجاری (ایک نسخے میں البُخاری) صاحب المخزن کی بیوی تھی۔ اور بنت الجیش الرکابدار کے نام سے مشہور تھی۔ یہ تمام عورتیں جیل میں ڈال دی گئیں۔ اور ابنِ مسیحی کی موت کا حکم نافذ ہوگیا۔ مگر اس نے چھ ہزار دینار فدیہ ادا کرکے اپنی جان بچالی۔ زرِ فدیہ کی فراہمی میں اپنے تمام ذخائر اور والد کی سب کتابیں بیچ ڈالیں۔

ابوعلی بن سینا الشیخ الرئیس

چوں کہ ابن سینا کی کُنیت نام[1] سے زیادہ مشہور تھی اس لیے یہاں مذکور ہوا۔

ایک دفعہ ابنِ سینا کے ایک شاگرد نے اُستاد کے حالاتِ زندگی معلوم کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ اس پر ابنِ سینا نے اس شاگرد کو سطورِ ذیل لکھوائیں۔

ابن سینا کی کہانی اس کی اپنی زبانی

میرا والد بلخ[2] کا رہنے والا تھا۔ وہاں سے بخارا[3] میں آگیا۔ اور نوح بن منصور[4] نے اسے ایک گانو خرمیثن (بخارا کے مضافات میں) کا حاکم مقرر کردیا۔ پاس

---

[1] ابن سینا کا پورا نام ابو علی الحسین بن عبداللہ بن سینا (۳۷۰ھ - ۴۲۸ھ مطابق ۹۸۰ء - ۱۰۳۷ء)۔

[2] بلخ روسی ترکستان اور افغانستان کی سرحد کے قریب مزار شریف کے شمال میں ایک مشہور شہر۔ [3] روسی ترکستان کا مشہور و معروف شہر، جو آج کل ریلوے اسٹیشن بھی ہے۔ اور سمرقند کے مغرب میں واقع ہے۔ [4] ساسانی خاندان کے اکیسویں فرماں روا یعنی خسرو پرویز (شیریں کا عاشق) کو جس نے اڑتیس برس تک حکومت کی تھی۔ بہرام چوبین نے شکست دے کر روم کی طرف بھگا دیا تھا۔ وہاں سے خسرو کچھ فوج مانگ لایا۔ (بقیہ حاشیہ ص ۵۲۲ پر)

کے ایک گانو افشنہ میں شادی کرلی اور وہیں رہنے لگا۔ پہلے میں پیدا ہوا اور پھر میرا بھائی۔ وہاں سے ہم بخارا میں آگئے اور مجھے معلّمِ قرآن و معلّمِ ادب کے ہاں تعلیم کے لیے بھیج دیا گیا۔ دس سال کی عمر میں قرآنِ حکیم و ادب کی کافی کتابیں پڑھ لیں۔ لوگ میری قابلیت و ذہانت پر حیران ہوا کرتے تھے۔

(ص۵۳۱ کا بقیہ حاشیہ):- اور بہرام چوبین چین کی طرف بھاگ نکلا۔ اسی بہرام چوبین کی نسل سے ایک شخص سامان نامی تھا، جس کا بیٹا اسد مامون کی نظر میں جچ گیا۔ چناں چہ اسد کے چاروں بیٹے مختلف صوبوں کی حکومت پر سرافراز ہوئے۔ نوح بن اسد بن سامان والیِ سمرقند بنایا گیا۔ احمد بن اسد سامانی حاکمِ فرغانہ، یحییٰ بن اسد سامانی عاملِ شاش (شوش) اور الیاس بن اسد سامانی فرماں روائے ہرات مقرر ہوا۔ احمد کے دو بیٹے تھے، نصر اور اسماعیل۔ نصر کو المعتضد نے سنہ ۲۶۱ھ میں والیِ ماوراءالنہر مقرر کیا۔ اور نصر نے اپنے بھائی اسماعیل کو حاکمِ بخارا بنا دیا۔ کچھ عرصے کے بعد دونوں لڑ پڑے۔ نصر کو شکست ہوئی۔ اور اسماعیل بلا کھٹکے حکومت کرنے لگا۔ اسماعیل نے خراسان کے حاکم عمرو لیث کو بھی موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ اس کا اپنا پایۂ تخت بخارا تھا۔

اس خاندان کے گیارہ فرماں رواؤں نے ایک سو اٹھائیس سال تک حکومت کی۔ اور آخر ملوکِ غزنی نے اس کا خاتمہ کر دیا۔ سلاطین کے نام یہ ہیں:-

(۱) نصر اوّل بن احمد بن اسد بن سامان۔ (سنہ ۲۶۱ - سنہ ۲۸۹ھ)

(۲) اسماعیل بن احمد۔ (سنہ ۲۸۹ - سنہ ۲۹۵ھ)

(۳) احمد بن اسماعیل (سنہ ۲۹۵ - سنہ ۳۰۱ھ)

(۴) امیر نصر دوم بن احمد (سنہ ۳۰۱ - سنہ ۳۳۱ھ)

(۵) نوح اوّل بن نصر بن احمد (سنہ ۳۳۱ - سنہ ۳۴۳ھ)

(۶) ابوالفوارس عبدالملک بن نوح بن نصر (سنہ ۳۴۳ - سنہ ۳۵۰ھ)

(۷) ابو صالح منصور اوّل بن نوح (سنہ ۳۵۰ - سنہ ۳۶۶ھ)

میرا والد اور بھائی مصری مُبلّغوں کے وعظ سے متاثر ہوکر اسماعیلی[۵۱] عقائد قبول کر چکے تھے۔ اور مجھے بھی ان عقائد کی طرف دعوت دیا کرتے تھے۔ جب یہ آپس میں بحث کرتے، تو دوران بحث میں فلسفے، حساب و ہندسہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔ اور اس طرح مجھے معلوم ہوگیا کہ قرآن و ادب کے بغیر علم کی اور بھی شاخیں ہیں۔

چند روز کے بعد حضرت والد نے مجھے ایک سبزی فروش کی شاگردی میں دے دیا جو ہندستانی حساب کا عالم تھا۔ اس کے بعد بخارا میں ابو عبداللہ النا تلی (مختلف نسخوں میں النا تکی، النائلی، الناقلی۔ البائکی) کا ورود ہوا۔ ابا جان نے

(ص ۵۳۲ کا بقیہ حاشیہ):- (۸) ابوالقاسم نوحِ ثانی بن منصور (۳۶۶ھ - ۳۸۷ھ)

(۹) ابوالحارث منصورِ ثانی بن نوحِ ثانی (۳۸۷ھ - ۳۸۹ھ)

(۱۰) عبدالملک ثانی بن نوحِ ثانی (۳۸۹ھ - ۳۹۵ھ)

(طبقات سلاطین اسلام صفحہ ۱۱۸، ۱۱۹)

۵۱ حضرت امام جعفر بن محمد باقر بن زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب (م ۱۴۸ھ) کے دو بیٹے تھے: امام موسیٰ کاظم اور اسماعیل۔ امام جعفر نے پہلے اسماعیل کو اپنا جانشین نامزد کیا، پھر کسی بات پر ناراض ہوکر موسیٰ کاظم کو مقرر فرما دیا۔ اس سے اس کے پیرو دو فرقوں میں تقسیم ہوگئے: ایک وہ جو اسماعیل ہی کو امام سمجھتے رہے۔ اور دوسرے امامتِ موسیٰ کے قائل۔ اوّل الذکر اسماعیلیہ کہلائے۔ مشہور روایت یہ ہے کہ اسماعیلؓ امام جعفر کی زندگی ہی میں فوت ہو چکے تھے، اس لیے موسیٰ کاظم کو نامزد کرنا پڑا۔ لیکن اسماعیلیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ ہر امام عالم الغیب ہوتا ہے اور چوں کہ امام جعفر نے اسماعیل کو نامزد کر دیا تھا۔ اس لیے اسماعیل فوت نہیں ہوئے، بلکہ کہیں زندہ موجود ہیں۔ ورنہ اگر اسماعیل کو مرنا ہی تھا تو ایک عالم الغیب امام نے انھیں اپنا جانشین کیوں مقرر کیا۔ امام غلطی نہیں کرسکتا اس لیے اسماعیل زندہ موجود ہیں۔

اُس کی رہائش کا انتظام اپنے گھر میں کیا، تاکہ میں اس کے علم سے فائدہ اٹھا سکوں۔ الناتلی کی آمد سے پہلے میں اسماعیل الزاہد سے فقہ پڑھا کرتا تھا۔ اُن دنوں ایک طالب العلم کا سب سے بڑا کمال یہ سمجھا جاتا تھا کہ وہ لاجواب کر دینے والے سوالات پوچھ سکے اور مُجیب پہ فوراً اعتراض کر سکے۔ میں نے اس پہلو میں بھی کمال پیدا کر لیا اور بہترین مناظر سمجھا جانے لگا۔

اب ناتلی سے میں نے ایساغوجی شروع کی۔ جب ہم جنس کی تعریف پہ پہنچے کہ جنس کا استعمال بہت سی مختلف النوع اشیا پہ ہوتا ہے۔ تو میں نے اس تعریف پہ اس قدر اعتراض کیے، کہ مُعلّم حیران ہو گیا۔ اور میرے والد سے کہنے لگا کہ دیکھیے حضرت! اس بچّے سے علم کے بغیر کوئی اور کام نہ لیجیے گا۔

ناتلی کا علم بھی ناقص تھا۔ اور فہم بھی۔ چناں چہ ہر مسئلے کو میں اس سے پہلے سمجھ جاتا۔ اور بسا اوقات اُسے سمجھاتا۔ منطق کی چند سادہ سی کتابیں اس سے پڑھیں۔ پھر خود مطالعہ شروع کر دیا۔ منطق کی تکمیل کے بعد اقلیدس پڑھنے لگا۔ پہلی پانچ یا چھ اشکال تو ناتلی سے پڑھیں۔ اور باقی خود حل کر لیں۔ اس کے بعد المجسطی کی طرف متوجہ ہوا۔ مقدّمات کے بعد جب اشکالِ ہندسیہ پہ پہنچا تو مُعلّم کہنے لگا کہ باقی کتاب کا خود مطالعہ کرو اور مشکلات میرے ہاں لے آؤ۔ وہ مجھے سمجھاتا تو کیا، کئی ایسی مشکل شکلیں تھیں، جو میں نے اُسے سمجھائیں۔

کچھ عرصے کے بعد ناتلی، گُرگانج[۵۱] کی طرف چلا گیا۔ اور میں الٰہیات و طبعیات کی شرحوں و تلخیصوں کو دیکھنے لگا۔ چناں چہ مجھ پر علم کے کئی دروازے کھُل گئے۔ پھر حصولِ طب کا خیال آیا۔ چوں کہ یہ علم آسان تھا، اس لیے تھوڑی ہی مدّت میں وہ کمال پیدا کر لیا کہ بڑے بڑے فاضل طبیب میرے ہاں تکمیلِ طب کے لیے آنے لگے۔

---

۵۱ گُرگانج۔ یہ جُرجانیہ کا مُعرّب ہے۔ اور خوارزم کا ایک شہر ہے۔ (قاموس ج۔ر۔ج)

جب علاج کی طرف متوجہ ہوا، تو تجربہ و مشق سے وہ وہ باتیں معلوم ہوئیں کہ سبحان اللہ۔
طب کے ساتھ ساتھ فقہ کا بھی مطالعہ جاری رکھا۔ اور بعض اوقات مناظرے بھی کرتا۔
اس وقت میری عمر سولہ برس کی ہوچکی تھی۔ اس کے بعد میں نے منطق و فلسفے کے ہر
پہلو کا مطالعہ شروع کر دیا۔ ڈیڑھ سال تک بہت کم سویا۔ رات دن مطالعے میں
بسر کرتا۔ میرے سامنے بیسیوں کتابیں دھری رہتیں۔ ہر مسئلے کو براہینِ منطقیہ سے
پرکھتا۔ اور جب کوئی بات سمجھ میں نہ آتی اور نہ حدِ اوسط معلوم ہوتی، تو مسجد میں
جاکر پہلے نماز پڑھتا اور پھر حلِ مشکلات کی اللہ سے دُعا مانگتا۔ میری تمام مشکلیں
حل ہوجاتیں۔ دن بھر تو مسجد یا کسی اور مقام میں پڑا رہتا اور رات کو گھر واپس
جاتا۔ ایک چراغ سامنے رکھ کر پڑھنا شروع کر دیتا۔ جب نیند ستاتی، تو اٹھ کر
شراب کا ایک پیالہ چڑھا لیتا۔ نیند بھی جاتی رہتی اور تھکے ہوئے جسم میں کچھ تازگی
بھی آجاتی۔ اور اگر کسی وقت بے اختیارانہ آنکھ لگ جاتی، تو خواب میں تمام وہ مشکل
مسائل حل ہوجاتے، جو نیند سے عین پہلے دماغ میں موجود ہوتے تھے۔ بس اس طرح
میرا علم بڑھتا گیا اور آج اس عمر میں میرا علم محکم ضرور ہوگیا ہے، لیکن اس میں اضافہ
نہیں ہوا۔

منطق، طبعیات و ریاضیات کی تکمیل کے بعد الٰہیات کی طرف متوجہ ہوا۔ اور
کتاب مابعد الطبیعۃ کا مطالعہ شروع کیا۔ چالیس مرتبہ اس کتاب کو پڑھا۔ متن تک
یاد ہوگیا لیکن مصنّف کا مقصد سمجھ میں نہ آیا۔ اور یقین ہوگیا۔ کہ الٰہیات میری سمجھ سے
ماوراتر ہیں۔ ایک دن شام کے وقت گھومنے کے لیے نکلا۔ کُتب فروشوں کے بازار
سے گزر رہا تھا کہ ایک ایجنٹ راستہ روک کے کہنے لگا۔ "زرا یہ کتاب ملاحظہ فرمائیے۔"
چوں کہ یہ کتاب بھی الٰہیات پر تھی اور میں اس علم کے حصول سے مایوس ہوچکا تھا
اس لیے دیکھتے ہی لوٹا دی اور آگے چل دیا۔ ایجنٹ کہنے لگا "حضرت! لے لیجیے۔

بہت سستی دوں گا۔ کتاب کا مالک ایک غریب آدمی ہے، صرف تین دراہم لے کے بھی خوش ہو جائے گا۔" میں نے وہ کتاب خرید لی۔ کھول کر دیکھا، تو معلوم ہوا کہ نصر فارابی کی مشہور تصنیف فی اغراض کتاب مابعد الطبیعۃ ہے۔ گھر آکر پڑھنی شروع کی، تو سمجھنے میں کوئی دقت محسوس نہ ہوئی۔ چوں کہ کتاب مابعد الطبیعۃ کا متن مجھے یاد تھا اور اب اس کتاب سے اغراض و مقاصد کی توضیح ہو گئی تھی، اس لیے تمام کتاب دفعتاً سمجھ میں آگئی۔ صبح کو اٹھ کر اس نعمتِ غیر مترقبہ پر فقرا میں کچھ شکرانہ تقسیم کیا۔

اُن دنوں نوح بن منصور بخارا کا بادشاہ تھا۔ اتفاقاً کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہو گیا کہ طبیبوں کی تمام تدابیر بے کار ہو گئیں۔ چوں کہ میری شہرت کافی دور دور تک پہنچ چکی تھی، اس لیے مجھے بھی طلب کیا گیا اور معالجوں کے گروہ میں شامل کر دیا گیا۔ ایک دن میں نے بادشاہ سے شاہی کتب خانہ دیکھنے کی اجازت مانگی۔ اندر جا کر کیا دیکھتا ہوں کہ بہت سے کمروں میں بڑے بڑے صندوق کتابوں سے بھرے پڑے ہیں۔ کسی کمرے میں صرف ادب کی کتابیں تھیں، کسی میں فقہ کی اور کسی میں منطق کی وقس علیٰ ہٰذا۔ میں نے فہرست دیکھ کر علومِ اوائل کی چند ایسی کتابیں نکالیں جنھیں نہ پہلے کہیں دیکھا تھا۔ اور نہ بعد میں دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اِن کتابوں سے پورا پورا فائدہ اٹھایا، اور مجھے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ان کتابوں کے مصنف کس پائے کے لوگ تھے۔

الغرض اٹھارہ سال کی عمر میں ان تمام علوم کی تحصیل سے فارغ ہو گیا۔ اور اس کے بعد آج تک میرے علم میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔

اُن دِنوں میرے پڑوس میں ایک عالِم ابوالحسن (ایک نسخے میں الحسین) العروضی رہا کرتا تھا۔ ایک دن کہنے لگا کہ "بھائی! نوازش ہوگی، اگر ان تمام علوم

کا، جو تم پڑھ چکے ہو، ایک ملخص سا تیار کر دو۔" میں نے اس کی درخواست مان لی اور ایک کتاب المجموع لکھ کر اس کے حوالے کی۔ اس کتاب میں ریاضی کے سوائے باقی تمام علوم کا ذکر تھا۔ یہ میری پہلی تصنیف تھی، جو عمر کے اکیسویں برس میں لکھی تھی۔

اسی طرح میرے پڑوس میں ایک اور بزرگ ابوبکر البرقی خوارزمی رہا کرتے تھے، جو فقہ، تفسیر و زہد میں یگانۂ گیتی تھے اور علومِ حکمیہ کا شوق رکھتے تھے۔ ایک دن مجھ سے کہنے لگے کہ بعض کتبِ طبعیات کی شرح تو لکھ دو۔ میں نے انھیں دو کتابیں لکھ کر دیں: اوّل۔ کتاب الحاصل والمحصول۔ تقریباً بیس جلد۔ دوم۔ کتاب البرّ والاثم۔ (ایک اخلاقی کتاب)۔ یہ ہر دو کتابیں صرف ابوبکر کے ہاں ملتی ہیں۔ اس نے یہ کتابیں آج تک کسی کو عاریتاً نہیں دیں، اس لیے کوئی اور نسخہ تیار نہ ہو سکا۔

انھی دنوں میرے اباجان فوت ہو گئے۔ ہر چار طرف سے مصائب نے آگھیرا۔ ایک چھوٹی سی شاہی ملازمت مل گئی، لیکن ضروریات نے ترکِ بخارا پر مجبور کر دیا۔ گرگانج میں پہنچا۔ وہاں علومِ حکمیہ کا ایک شیدائی یعنی ابوالحسین السُّہلی وزیر تھا۔ وہ مجھے اپنے امیر علی بن المامون کے ہاں لے گیا۔ میں نے صوفیوں کا لباس پہن رکھا تھا۔ بدن پر صرف ایک چادر اور سر پہ ایک رومال تھا، جو رسّی سے بندھا ہوا تھا۔ اس نے تھوڑی سی ماہوار تنخواہ باندھ دی۔ اس کے بعد فسا[1] (ایک نسخے میں نسا) کی طرف چل دیا۔ فسا، باورد[2]، طوس[3]، شقان[4]، سمنقان[5]

---

[1] فسا، شیراز سے بیس فرسنگ کے فاصلے پر ایک شہر (نزہت ص۱۸۷)۔ [2] بادرد، خراسان میں ایک مقام۔ (نزہت ص۲۱۲) [3] طوس، خراسان میں ترکستان کی سرحد کے قریب ریوند اور سرخس کے درمیان مشہور شہر، جو جمشید نے بنایا تھا۔ (نزہت ص۱۰۵)۔ [4] شقان، خراسان کا ایک گاؤں، جو ترکستان کی سرحد کے قریب واقع تھا۔ (نزہت ص۱۵۰)۔ [5] سمنقان، شقان کے قریب ایک موضع۔

اور جاجرم[1] سے ہوتا ہوا جُرجان[2] میں جا پہنچا۔ میرا مقصد امیر قابوس[3] کی ملاقات تھی۔ میرے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی قابوس گرفتار ہوکر ایک قلعے میں محبوس ہو چکا تھا اس لیے ملاقات نہ ہوسکی۔ چناں چہ دھستان[4] کی طرف چل دیا۔ وہاں پہنچ کر سخت بیمار ہوگیا۔ جب کچھ شفا ہوئی، تو جُرجان میں واپس آگیا۔ اور وہاں ابُو عُبید الجوزجانی سے ملاقات ہوئی۔ انھی دنوں ایک قصیدہ لکھا، جس میں اپنی حالتِ بد کا پُوری طرح نقشہ کھینچا۔ اس قصیدے کا ایک شعر یہ ہے:۔

"میں نے دُنیائے علم وادب میں کمال تو پیدا کرلیا، لیکن کسی شہر میں قدردانی نہ ہوئی۔ تعجب ہے کہ میرے متاع کی قیمت بڑھ گئی، تو خریدار ناپید ہوگئے۔"

---

[1] جاجرم۔ سرحدِ خراسان کا ایک شہر۔ [2] جرجان۔ گرگان کا معرّب۔ عربی میں گاف نہیں ہوتا۔ کسی گاف والے لفظ کو معرّب کرتے وقت گاف کو جیم سے بدل دیتے ہیں۔ مثلاً سنگار سے سنجار اور گندیشاپُور سے جندیشاپُور۔ جرجان بحیرۂ خزر کے جنوب میں ماژندران کا ایک شہر ہے۔ (نزہت صفحہ ۱۵۹)

[3] قابوس۔ شمس المعالی قابُوس بن وشمگیر بن زیار، مرداویج کا بھتیجا تھا۔ مرداویج نے جرجان وطبرستان پر حکومت قائم کرلی۔ اور سنہ ۳۱۶۔ سنہ ۳۱۹ھ کے درمیانی عرصے میں مغربی ایران بھی فتح کرلیا۔ اس سلسلے کو غزنوی نے ختم کیا تھا۔ سلاطین کے نام یہ تھے:۔

سالِ جلوس	نام	سالِ جلوس	نام
۳۱۶ھ	مرداویج بن زیار	۳۶۶ھ	شمس المعالی قابُوس بن وشمگیر
۳۲۳ھ	ابُو منصُور وشمگیر بن زیار	۴۰۳ھ	فلک المعالی منوچہر بن قابوس
۳۵۶ھ	بیستون بن وشمگیر	۴۲۰ھ / ۴۲۴ھ	انوشیرواں بن قابوس

(طبقات سلاطین صفحہ ۱۲۴)

[4] دہستان۔ جرجان کا مشہور شہر، جو قباد بن فیروز ساسانی نے بنایا تھا۔ (نزہت صفحہ ۱۵۰)

ابو علی بن سینا کی آپ بیتی یہاں ختم ہوتی ہے۔ اب باقی کہانی ابوُ عبید جوزجانی کی زبانی سُنیے:۔

باقی ماندہ کہانی، الجوزجانی کی زبانی

ابوُعبید الجوزجانی فرماتے ہیں:۔ اُن دنوں جُرجان میں ایک شخص ابوُ محمد الشیرازی رہا کرتا تھا، جسے علومِ حکمیہ کا بہت شوق تھا۔ اس نے ابوُعلی بن سینا کو اپنے پڑوس میں ایک مکان لے دیا۔ میں ہر روز شیخ کے ہاں آیا جایا کرتا۔ ان دنوں میں نے ابن سینا سے المجسطی پڑھی۔ انھی دنوں شیخ نے منطق کی ایک چھوٹی سی کتاب المختصر الاوسط فی المنطق تصنیف کی۔ اور مجھے لکھوادی۔ ابو محمد شیرازی کی خاطر دو کتابیں لکھیں (۱) کتاب المبدأ و المعاد۔ اور (۲) کتاب الارصاد الکلیۃ۔ القانون کی ابتدا یہیں کی۔ مختصرِ المجسطی و چند دیگر کتابیں بھی لکھیں۔ باقی کتابیں ارضِ الجبل[۱] میں تیار کیں۔

تصانیفِ شیخ کی مکمل فہرست یہ ہے:۔

(۱) کتاب المجموع۔ ایک جلد۔ (۲) کتاب الحاصل والمحصول۔ ۲۰ جلدیں۔
(۳) کتاب البرّ والاثم۔ ۲ جلدیں۔ (۴) کتاب الشفا۔ ۱۸ جلدیں۔
(۵) کتاب القانون۔ ۱۴ جلدیں (۶) کتاب الارصاد الکلّیۃ۔ ایک جلد۔
(۷) کتاب الانصاف ۲۰ جلدیں (۸) کتاب النجات۔ ۳۰ جلدیں۔
(۹) کتاب الہدایۃ۔ ایک جلد (۱۰) کتاب الاشارات۔ ایک جلد۔
(۱۱) کتاب المختصر الاوسط۔ ایک جلد (۱۲) کتاب العلائی۔ ایک جلد۔
(۱۳) کتاب القولنج۔ ایک جلد (۱۴) کتاب لسان العرب۔ ۱۰ جلدیں۔

---

[۱] غالباً ارض الجبل سے مُراد بلاد الجبل ہے۔ جو بہ قولِ القاموس آذربائیجان و عراق عرب کے درمیان ایک خطّے کا نام ہے۔

(۱۵) کتاب الادویۃ القلبیہ۔ ایک جلد (۱۶) کتاب الموجز۔ ایک جلد۔
(۱۷) بعض الحکمۃ المشرقیۃ۔ ایک جلد (۱۸) کتاب بیان ذوات الجہۃ۔ ایک جلد
(۱۹) کتاب المعاد۔ ایک جلد۔ (۲۰) کتاب المبدأ والمعاد۔ ایک جلد۔
(۲۱) کتاب المباحثات۔ ایک جلد (۲۲) رسالۃ القضاء والقدر۔
(۲۳) الآلۃ الرصدیۃ (۲۴) غرض قاطی غوریاس
(۲۵) المنطق بالشعر (۲۶) القصائد فی العظمۃ (ایک نسخے میں الفقہ، دوسرے میں العظۃ) والحکمۃ۔
(۲۷) رسالۃ فی الحروف (۲۸) تعقُّب المواضع الجَدَلیّۃ۔
(۲۹) مختصر اقلیدس (۳۰) مختصر النبض بالعجمیۃ (۳۱) الحدود
(۳۲) الأجرام السماویۃ (۳۳) الاشارۃ الی علم المنطق۔
(۳۴) اقسام الحکمۃ (۳۵) النہایۃ واللانہایۃ۔
(۳۶) عہد کتبہٗ لنفسہٖ (۳۷) حی بن یقظان۔
(۳۸) رسالۃ فی انّ ابعاد الجسم غیر ذاتیۃٍ لہٗ (۳۹) الکلام فی الہندبا۔
(۴۰) خطبۃ فی انہٗ لا یجوز ان یکون شئ واحد عرضاً وجوہراً۔
(۴۱) فی انّ علمَ زیدٍ غیر علم عمروٍ (۴۲) رسائل لہ اِخوانیۃ وسُلطانیۃ
(۴۳) رسائل فی مسائل جرت بینہٗ وبینَ بعض الفضلاء
(۴۴) کتاب الحواشی علی القانون۔ (۴۵) کتاب عیون الحکمۃ۔
(۴۶) کتاب الشبکۃ والطیر۔

اس کے بعد شیخ رے میں چلا گیا۔ اور وہاں ملکۂ رے اور اس کے بیٹے مجد الدولہ[1] کی خدمت میں جا پہنچا۔ چونکہ یہ اپنی تصانیف ہمراہ لے گیا تھا

---

[1] مجد الدولہ، دیالمۂ رے وہمدان واصفہان میں سے تھا۔ اس سلسلے (بقیہ حاشیہ ص۵۶۴ پر)

اس لیے لوگ بہت جلد اس کی قدر و منزلت سے آگاہ ہو گئے۔ مجد الدولہ سودائی تھا۔ شیخ ہی نے اس کا علاج کیا۔ یہاں شیخ نے کتاب المعاد لکھی۔ جب ہلال[۱] بن بدر بن حسنویہ کے قتل اور لشکرِ بغداد کے فرار کے بعد شمس الدولہ نے اس شہر کا رُخ کیا۔ تو بعض مجبوریوں کی بنا پر ابن سینا قزوین[۲] کی طرف نکل گیا۔ وہاں سے ہوتا ہوا ہمدان میں کذبانویہ[۳] کے ہاں پہنچا۔ جب شمس الدولہ کو شیخ کی صحیح عظمت کا علم ہوا تو اسے دردِ قولنج کے علاج کے لیے بُلا بھیجا۔ شفایاب ہونے کے بعد شمس الدولہ نے شیخ پر انعامات کی بارش برسا دی۔ چالیس دن تک شاہی محل میں رہا اور پھر اپنی قیام گاہ پہ واپس آگیا۔ شمس الدولہ نے اسے جرگۂ ندما میں شامل کر لیا اور

(صفحہ ۵۶۳ کا بقیہ حاشیہ):- کے پانچ فرماں روا تھے۔ یعنی رکن الدولہ بن بویہ (۳۲۰-۳۶۶ھ) موید الدولہ بن رکن الدولہ (صرف اصفہان ۳۶۶-۳۷۳ھ) فخر الدولہ بن رکن الدولہ (۳۶۶-۳۸۷ھ) مجد الدولہ ابو طالب رستم بن فخر الدولہ (۳۸۷-۴۲۰ھ) شمس الدولہ ابو طاہر بن فخر الدولہ (صرف ہمدان ۳۸۷-۴۱۲ھ)

اس سلسلے کو آلِ کاکویہ، سلاطینِ غزنہ اور سلاجقہ نے ختم کیا۔ (طبقات سلاطین ص ۱۲۸)

۱؎ حسنویہ بن حسین بزرکانی ایک کُردی سردار تھا جس نے کردستان پر قبضہ جمانے کے بعد نیاوند اور ہمدان پر بھی تسلط جمالیا۔ حسنویہ کی وفات کے بعد عضد الدولہ نے ان تمام علاقوں پہ قبضہ جمالیا لیکن اس کے لڑکے بدر کو ناصر الدولہ کا خطاب دے کر امارت پہ رہنے دیا۔ اور اس کے پوتے کو قتل کر کے اُس سے سب کچھ چھین لیا۔ سلاطین کے نام یہ تھے۔

حسنویہ بن حسین (۳۴۸-۳۶۹ھ) ناصر الدولہ ابو النجم بدر بن حسنویہ (۳۶۹ھ-۴۰۵ھ)۔ ظاہر ہلال بن بدر بن حسنویہ (۴۰۵-۴۰۶ھ)۔ (طبقات سلاطین ص ۱۲۴)

۲؎ تہران کے شمال مغرب میں تقریباً ساٹھ میل دور ایک شہر۔

۳؎ کذبانویہ۔ کذبانو کا مُعرّب ہے۔ یعنی ملکہ۔ یہاں مُراد شمس الدولہ کی والدہ ہے۔

جب قرمیسین[1] کے مقام پر عناز (بعض نسخوں میں عباز، عناد و بختیار ہی)۔ نے شمس الدولہ کو شکست دی۔ اور وہاں سے افواج بھاگ کر ہمدان میں واپس پہنچیں تو شیخ بھی ہمراہ تھا۔ واپسی پر شیخ منصب وزارت پہ فائز کردیا گیا۔
کچھ عرصے کے بعد فوج کو شیخ کی نسبت کچھ بدگمانی ہوگئی۔ چناں چہ ایک دن اس کا گھر لوٹ لیا۔ اور اسے جیل خانے میں ڈال دیا۔ نیز شمس الدولہ کو مجبور کیا کہ اسے موت کی سزا دے۔ شمس الدولہ نے انھیں راضی کرنے کے لیے شیخ کو ملک سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔ یہ شیخ ابوسعد (ایک نسخے میں سعید) بن دخدوک کے گھر میں چالیس دن تک چھپا رہا۔ اس اثنا میں شمس الدولہ پر دوبارہ قولنج کا حملہ ہوگیا۔ اور شیخ کی تلاش کا حکم نافذ کردیا۔ لوگ شیخ کو ڈھونڈ کر دربار میں لے گئے۔ شمس الدولہ نے ماضی پر معافی مانگی، اور اسے دوبارہ وزیر بنالیا۔
میں نے ایک دن تصانیفِ ارسطو کی شروح لکھنے کی التماس کی۔ کہنے لگا کہ کم فرصتی کی وجہ سے میں یہ کام نہیں کرسکتا۔ ہاں اگر تم چاہو، تو میں ارسطوی علوم پر ایک چھوٹی سی کتاب لکھ دیتا ہوں۔ لیکن اس میں اعتراضات و جوابات کا سلسلہ نہیں ہوگا۔ میں نے اس نوازش کا شکریہ ادا کیا۔ شیخ نے کتاب الشفا کی بحثِ طبعیات لکھنی شروع کردی۔ اور القانون کی پہلی کتاب اس سے پہلے لکھ چکا تھا۔ ہر رات چند طلبا شیخ کے ہاں جمع ہوجاتے۔ میں کتاب الشفا کا درس لیتا، اور باقی طلبا القانون پڑھتے۔ جب ہم فارغ ہوجاتے تو مغنی آجاتے، دورِ شراب چل پڑتا اور تمام فضا نغموں سے گونج اٹھتی۔
یہ محفلِ درس رات کو اس لیے جمائی جاتی تھی کہ دن کو شیخ بہت مصروف ہوتا تھا۔

---

[1] قرمیسین۔ ہمدان سے تقریباً بیس کوس کے فاصلے پر ایک شہر۔

دن گزرتے گئے۔ کچھ عرصے کے بعد شمس الدولہ کو امیرِ طارم[1] کے خلاف لشکر کشی کرنی پڑی۔ طارم کے قریب قولنج کا حملہ ہوگیا، جس کی وجہ کچھ تو بد احتیاطی اور کچھ ہدایاتِ شیخ کی خلاف ورزی تھی۔ حملہ اتنا سخت تھا کہ فوج کو اس کی موت کا خطرہ پیدا ہوگیا۔ چناں چہ پالکی میں ڈال کر ہمدان کی طرف لوٹے۔ لیکن شمس الدولہ راہ میں مر گیا۔

شمس الدولہ کے بعد اس کا بیٹا[2] تخت نشین ہوا۔ لوگوں کی خواہش یہ تھی کہ شیخ بہ دستور منصبِ وزارت پہ فائز رہے۔ لیکن بادشاہ نہ مانا۔ شیخ نے علاء الدولہ[3] کو لکھا کہ مجھے اپنے دربار میں کوئی جگہ عنایت فرمائی جائے۔ جواب کے انتظار کے لیے ابوغالب العطار کے گھر میں چھپا رہا۔ اس اثنا میں نے شیخ سے کتاب الشفا کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی درخواست کی۔ اُس نے ابوغالب سے کاغذ و دوات منگوائی۔ اور بیس اجزا لکھ ڈالے۔ دو دن اور لگا کر تمام اہم مسائل کسی کتاب کی مدد کے بغیر واضح کر کے رکھ دیے۔

اس کے بعد شیخ نے ان اجزا کو سامنے رکھ کر تشریحی نوٹ لکھنے شروع کیے۔ ہر روز پچاس ورق لکھتا، یہاں تک کہ طبیعیات و الٰہیات کے ابواب ختم ہو گئے۔

---

[1] طارم سرحدِ کرمان پر ایک بستی جہاں ایک محکم قلعہ بھی تھا۔ (نزہت ص ۱۳۵)

[2] سماء الدولہ بن شمس الدولہ (سنہ ۴۱۲ھ۔ سنہ ۴۱۴ھ) جسے کاکویہ نے معزول کیا۔

[3] محمد بن دشمنزیار المعروف بہ ابنِ کاکویہ، مجد الدولہ دیلمی (سنہ ۳۸۷ یا سنہ ۴۲۰ھ) کے ماموں کا لڑکا تھا۔ جب سماء الدولہ معزول ہوگیا۔ تو یہ ہمدان میں اُس کی جگہ بیٹھا۔ اس کے بیٹوں نے اصفہان، ہمدان، یزد اور نہاوند وغیرہ پر حکومت کی۔ اور آخر سلاجقہ نے انھیں تباہ کر دیا۔ علاء الدولہ ابو جعفر محمد بن دشمنزیار بن کاکویہ نے سنہ ۳۹۸ھ سے سنہ ۴۳۳ھ تک حکومت کی۔ پھر اس کا لڑکا ظہیر الدین ابو منصور فرامرز تخت نشین ہوا۔ اور سنہ ۴۴۳ھ میں یہ خاندان ختم ہوگیا۔ (طبقات سلاطینِ اسلام ص ۱۴۰)

اور حیوان و نبات کی فصول باقی رہ گئیں۔ اس کے بعد منطق پر کچھ لکھنا شروع کر دیا۔ ابھی ایک ہی جز لکھی تھی کہ تاج الملک نے اس پر علاء الدولہ کے ساتھ مکاتبت کا الزام عائد کر دیا۔ سرکاری پولس تلاش میں نکل پڑی۔ آخر کسی نے مخبری کی اور شیخ کو گرفتار کر کے ایک قلعہ "فردجان" (ایک نسخے میں نردوان) میں ڈال دیا گیا۔ وہاں شیخ نے ایک قصیدہ لکھا، جس کا ایک شعر یہ تھا:۔

"اس قلعے میں داخل ہونا تو ایک حقیقت ہے۔ اور اس حقیقت کو تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔ لیکن اب یہاں سے باہر نکلنا ایک ایسا معاملہ ہے جس کے متعلق مجھے پورا شبہ ہے"۔

شیخ اس قلعے میں چار ماہ تک رہا۔ اس کے بعد علاء الدولہ نے ہمدان پر حملہ کر دیا۔ اور تاج الملک بھاگ کر اسی قلعے میں آ چھپا۔ جب علاء الدولہ ہمدان سے واپس ہوا۔ تو تاج الملک، بو علی سینا اور شمس الدولہ کے بیٹے کے ہمراہ قلعے سے باہر نکلا۔ شیخ قلعے سے کتاب الہدایہ۔ رسالہ حیّ بن یقطان اور کتاب القولنج لکھ لایا تھا۔ باہر آ کر منطق پر کچھ لکھنا شروع کر دیا۔ الادویہ القلبیہ اُس وقت لکھی تھی، جب ہمدان میں داخل ہوا تھا۔

کافی عرصہ گزر گیا اور حالات میں کوئی خاص انقلاب پیدا نہ ہوا۔ تاج الملک شیخ سے منصب کے وعدے کرتا رہا، جو کبھی شرمندۂ وفا نہ ہوئے۔ آخر میں شیخ، اس کا بھائی اور دو نوکر صوفیوں کے لباس میں یہاں سے چل دیے۔ کٹھن راستہ طے کرنے اور کافی مصائب برداشت کرنے کے بعد اصفہان کے پاس طبران میں آ پہنچے۔ وہاں شیخ کے دوستوں اور علاء الدولہ کے چند امرا و خواص نے ہمارا استقبال کیا۔ فوراً شیخ کا لباس تبدیل کر دیا گیا۔ اور خوب صورت گھوڑے سواری کے لیے آ گئے۔ ہم سوار ہو کر اصفہان میں داخل ہوئے۔ شیخ کو محلّہ کون کنبذ میں

ایک صاحب عبداللہ بن بابی کے گھر اُتارا گیا، جہاں ہر قسم کی ضروریات موجود تھیں۔ علاء الدولہ ہر جمعے کی رات کو علما کی ایک مجلس بحث و نظر کے لیے منعقد کیا کرتا تھا، جس میں ابن سینا بھی شامل ہوتا تھا۔ باقی علما کو دیکھ کر پتا چلتا تھا کہ شیخ کا پایہ دُنیائے علم میں کس قدر اونچا ہے۔

منطق، مجسطی، تلخیص اقلیدس، ارشماطیقی و موسیقی سے فارغ ہونے کے بعد کتاب الشفا کی تکمیل میں لگ گیا۔ ریاضیات میں چند ضروری آرا و حواشی کا اضافہ کیا۔ المجسطی میں اختلافِ منظر پر دس نئی اشکال داخل کیں۔ آخرِ مجسطی میں علمِ ہیئت پر وہ حواشی لکھے، جو کسی کو پہلے نہ سوجھے تھے۔ ارشماطیقی میں چند اچھی چیزوں کا اضافہ کیا۔ اور موسیقی میں چند ایسی باتیں پیدا کیں، جن سے متقدمین غافل تھے۔ اس طرح کتاب الشفا مکمل ہو گئی۔ صِرف دو باب، یعنی کتاب الحیوان وکتاب النبات باقی رہ گئیں، جنھیں شیخ نے اُس وقت سفر میں مکمل کیا، جب علاء الدولہ سابور خواست[1] کی طرف جا رہا تھا۔ اسی سفر میں کتاب النجاۃ بھی لکھی۔

ایک دن تقاویم رائجہ (جو پرانے زمانے میں تیار کی گئی تھیں) کا ذکر چل پڑا۔ تو شیخ نے کہا۔ کہ یہ تقاویم عموماً غلط ہیں، اس لیے کہ بہت پرانے زمانے میں ناقص مشاہدات پر ان کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ علاء الدولہ نے نئی تقاویم تیار کرنے کا حکم دے دیا اور اس سلسلے میں بہت بڑی رقم آلاتِ رصد وغیرہ کی فراہمی کے لیے عنایت کی۔ شیخ نے فراہمیٔ آلات نیز صناعوں کی تلاش کا کام میرے سپرد کیا۔ آخر رصد کا کام مکمل ہو گیا اور مشاہدات شروع کر دیے گئے تھے۔

---

[1] سابور خواست، شیراز اور خلیج فارس کی بندرگاہ بوشہر کے درمیان ایک ضلع جس کے مشہور شہر گازرن دبراز جان ہیں۔ (معجم یاقوت رومی)

دورانِ مشاہدات میں بہت سے نئے نظریے قائم کیے گئے۔ اگر سفر کی کثرت کام میں رُکاوٹ نہ ڈالتی، تو زیادہ شان دار نتائج مترتّب ہوتے۔ شیخ نے اصفہان ہی میں کتاب العلائی مکمّل کی۔

میں شیخ کے ہمراہ پچیس سال رہا۔ شیخ کا قاعدہ یہ تھا کہ جب کوئی نئی کتاب ہاتھ لگتی تو صرف اُن مقامات پر نگاہ ڈالتا، جہاں اہم و مشکل مسائل پر بحث ہوتی۔ اور اس طرح مصنف کے مرتبۂ علمی کے متعلق فوراً رائے قائم کر لیتا۔

ایک دن شیخ، علا الدولہ کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا۔ اور وہاں ابوُ منصور الجبّان (ایک نسخے میں الجبائی) بھی موجود تھا۔ لغت کے کسی مسئلے پر گفتگو چل پڑی۔ جب شیخ نے اپنے خیالات کا اظہار کیا تو ابوُ منصور جبان کہنے لگا "شیخ صاحب! آپ صرف فلسفی ہیں، لغت سے آپ کو کیا سروکار" شیخ اس طعنے پہ جل گیا اور اُسی دن سے کُتبِ لغت کا مطالعہ شروع کر دیا۔ خراسان سے ابوُ منصور الازہری کی مشہور تصنیف کتاب اللغۃ منگوائی۔ اور تین سال کی مسلسل محنت کے بعد اس فن میں وہ کمال پیدا کر لیا کہ دُنیا حیرت زدہ ہو گئی۔ اس کے بعد تین قصیدے لکھے۔ جن میں نامانوس و نادر الاستعمال الفاظ بھر دیے۔ اور تین کتابیں لکھیں۔ ایک ابن العمید کی طرز پر۔ دوسری الصاحب[1] کے انداز میں، اور تیسری الصابی[2] کی روِش پر۔ ان تمام کی ایک جلد بندھوائی۔ پھر اس جلد کو قدرے خراب کر دیا۔ اور علا الدولہ سے التجا کی کہ یہ کتاب ابو منصور کے سامنے پیش کر کے کہے کہ شکار کھیلتے وقت یہ جنگل سے

---

[1] الصاحب ابو القاسم اسماعیل بن عباد (سنہ ۳۲۶ - سنہ ۳۸۵ھ) موید الدولہ (سنہ ۳۶۶ - سنہ ۳۷۳ھ) کا وزیر اور ایک بڑے پائے کا عالم تھا۔ (وفیات الاعیان)

[2] الصابی سے مُراد ابراہیم بن بلال بن ابراہیم بن زہرون الصابی (م سنہ ۳۸۴ھ) ہے۔ حالات حرف الالف میں ملاحظہ ہوں۔ نیز ملاحظہ ہو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام لفظ الصابی۔

ملی تھی۔ چناں چہ علاءالدولہ نے ابوٗ منصوٗر کو بُلاکر یہ فرضی کہانی سُنائی۔ اور حکم دیا کہ اس کے مطالب پہ زرا روشنی ڈالیے۔ چوں کہ اس کتاب میں بے حد مشکل الفاظ بھرے ہوئے تھے اس لیے ابوٗ منصوٗر پھنس گیا اور کہنے لگا کہ یہ الفاظ کبھی دیکھنے میں نہیں آئے۔ اس پر شیخ نے کہا، کہ فُلاں فُلاں الفاظ فُلاں فُلاں کُتب لُغت میں موجود ہیں۔ اور یہ کتابیں بہت مشہور و معروٗف ہیں۔ ابو منصوٗر سمجھ گیا کہ اس کا مصنّف خود شیخ ہی۔ اور یہ حرکت اُس دن والے طعنے کا انتقام ہی۔ چناں چہ ابو منصوٗر نے اُس گُستاخی کی معافی مانگی اور کافی عُذر خواہی کی۔ اس کے معاً بعد شیخ نے لُغت میں ایک مشہوٗر و بے مثال کتاب تصنیف کی، جس کا نام لسان العرب ہی۔ ابھی یہ کتاب مسوّدے ہی کی صوٗرت میں تھی کہ شیخ کا انتقال ہوگیا۔ اور کسی اتنی ہمّت نہ پڑی کہ اُس مسوّدے کو کتابی صوٗرت میں مُرتّب کرتا۔

شیخ کا ارادہ تھا کہ وہ اپنے طبّی تجربوں کو کتاب القانون کا حصّہ بنا دے۔ اور اس غرض سے اپنے بعض تجارب قلم بند بھی کیے لیکن بدقسمتی سے یہ تحریریں القانون کی تکمیل سے پہلے ہی گُم ہوگئیں۔ صِرف ایک دوٗ واقعات ہم تک پہنچے ہیں، جنھیں ذیل میں درج کیا جاتا ہی۔

ایک دن شیخ پر دردِ سر کا شدید حملہ ہوگیا۔ اور اسے ڈر پیدا ہوگیا کہ کہیں کثیف مادّہ حجابِ راس میں اُتر کر باعثِ ورم نہ بن جائے۔ اس لیے فوراً برف منگوائی۔ کوٗٹ کر ایک کپڑے میں لپیٹی اور وہ کپڑا سر پہ رکھ دیا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ سر کا مادّہ سیال منجمد ہوگیا، حجاب راس سمٹ کر مضبوٗط بن گیا، اور ساتھ ہی دردِ سر بھی غائب ہوگیا۔

خوارزم[1] میں ایک دِق والی عورت سے کہا کہ تم عرقِ گلاب، شہد و شرابِ خرما

---

[1] خوارزم، روٗسی ترکستان میں جھیل ارال کے جنوب میں ایک علاقہ جس کے دارالخلافہ کا نام بھی خوارزم یا خیوہ ہی۔

ملا کر پیو، کسی اور دوا کے قریب مت جاؤ، شفا ہو جائے گی۔ مریضہ صرف چند روز میں سو سیر دوا پی گئی اور شفایاب ہو گئی۔

شیخ نے جرجان میں المختصر الاوسط فی المنطق لکھی، جسے بعد میں کتاب النجاۃ کا مقدمہ بنا ڈالا۔ اس کتاب کا ایک نسخہ شیراز میں جا پہنچا۔ وہاں کے علما نے اس کتاب کو پڑھا۔ اور بعض مقامات محلِ اعتراض معلوم ہوئے۔ شیراز کے ایک قاضی نے تمام اعتراضات لکھ کر ابوالقاسم الکرمانی کے ہاں بھیج دیے، جو ابراہیم بن بابا الدیلمی کا دوست تھا۔ (ابراہیم بن بابا علمِ باطن کا اُستاد تھا) ساتھ ہی ابوالقاسم کے لیے شیخ کی کتاب کا ایک نسخہ بھی بھیج دیا۔ اور پیغام دے بھیجا کہ یہ تمام اعتراضات شیخ ابن سینا کی خدمت میں برائے جواب بھیج دیے جائیں۔ جب ابوالقاسم شیخ کے ہاں پہنچا۔ تو شیخ نے جلدی جلدی تمام اعتراضات پہ نگاہ ڈالی۔ اور مجھ سے کہا کہ قلم، دوات و کاغذ لاؤ۔ میں پچاس ورق اندر سے اٹھا لایا۔ نمازِ عشا کے بعد شمع سامنے رکھی اور مجھے اپنے بھائی کے ساتھ شراب پلانے کے لیے پاس بٹھا لیا۔ آدھی رات تک تو ہم شراب پلاتے رہے۔ پھر نیند نے اس قدر تنگ کیا کہ اجازت لے کر چلے گئے۔ صبح سویرے شیخ کا نوکر مجھے بلانے آیا۔ میں گیا تو مُصلّے پر پچاس اوراق کی ایک تحریر لے کر بیٹھا ہوا تھا۔ کہنے لگا، یہ اوراق ابوالقاسم الکرمانی کے ہاں لے جاؤ اور اس سے کہنا کہ جلدی اس لیے کی ہے تاکہ شیرازی قاصد کو انتظار نہ کرنا پڑے۔

جب قاصد شیراز میں واپس پہنچا اور تمام واقعہ سُنایا۔ تو سارے مُلک میں شیخ کے تبحرِ علمی و زُود نویسی کا چرچا پھیل گیا۔

شیخ نے آلاتِ رَصد سے چند مشاہدات کرنے کے بعد ایک رسالہ لکھا۔ میں خود آٹھ سال تک مشاہدۂ کواکب میں اس لیے مصروف رہا، تاکہ بطلیموسی

تصریحات کو سمجھ سکوں۔ مجھے کچھ نہ کچھ کامیابی ہوئی۔

شیخ کی ایک تصنیف کا نام کتاب الانصاف تھا۔ جب سلطان مسعود[۱] کے عساکر نے (جب سلطان اصفہان کی طرف جارہا تھا) شیخ کو لوٹا کھسوٹا۔ تو یہ کتاب بھی ضائع ہوگئی اور پھر نہ مل سکی۔

شیخ کے تمام قویٰ بہت طاقت ور تھے اور قوتِ شہوانیہ بالخصوص بہت زبردست تھی۔ کثرتِ جماع کے نتائج آخر مترتب ہوکر رہے۔ جس دن باب الکرخ[۲] پر علاءالدولہ و تاش فراش میں جنگ ہوئی، شیخ پر قولنج کا حملہ ہوگیا۔ اس ڈر سے کہ کہیں شکست کھاکر بھاگنا نہ پڑے، شیخ نے ایک دن میں آٹھ دفعہ حقنہ کیا، تاکہ جلدی شفا نصیب ہو۔ بار بار حقنہ کرنے سے انتڑیوں میں زخم ہوگئے اور تکلیف بڑھ گئی۔ ساتھ ہی علاءالدولہ کے ہمراہ ایذج[۳] تک سفر کرنا پڑا، جس سے ایک اور پیچیدگی پیدا ہوگئی۔ یعنی مرگی (جو عموماً قولنج کا نتیجہ ہوتی ہے) نے حملہ کردیا۔ شیخ نے حکم دیا کہ حقنے کے پانی میں دو گرین خراسانی اجوائن ملادی جائے، تاکہ ریح جاتی رہے۔ طبیب (جو شیخ کے علاج پر متعین تھا) نے یا تو جہالت اور یا بددیانتی سے پانچ گرین اجوائن ڈال دی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انتڑیوں کے زخم بہت تکلیف دہ بن گئے۔

---

[۱] سلطان مسعود بن محمود بن سبکتگین غزنوی (۴۲۱ - ۴۳۲ھ) یہاں مصنف نے پھر غلطی کھائی ہے۔ سلطان مسعود ۴۲۱ھ میں تخت نشین ہوتا ہے۔ اور شیخ بوعلی سینا ۴۲۸ھ میں فوت ہوجاتا ہے۔ غالباً سلطان محمد جلال الدولہ بن محمود (۴۲۱ - ۴۳۲ھ) کے لشکریوں نے شیخ کو لوٹا ہوگا۔

[۲] کرخ نام کے کئی شہر ہیں۔ اور یہاں غالباً وہ کرخ مراد ہے جو عراق عجم کے علاقہ طالقان (قزوین) کے توابع میں سے ہے۔ (نزہت ص ۶۵)

[۳] کردستان کا ایک شہر۔ (قاموس)

شیخ مرگی کے لیے مثرو ذیطوس (کی معجون۔ مترجم) کھایا کرتا تھا۔ بعض بدنیت نوکروں نے اس میں افیون ملا دی، تاکہ شیخ ہلاک ہو جائے اور ان کی بد دیانتیاں (جو شیخ کے مال و متاع میں کر چکے تھے) چھپی رہیں۔ بعض دوست شیخ کو اسی حالت میں اصفہان لے گئے۔ وہاں اپنے علاج سے کچھ اچھا ہو کر چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا اور علاؤالدولہ کی مجلس میں آنے جانے لگا لیکن کثرتِ مجامعت کا بہ دستور عادی رہا۔ اب صحت بگڑ چکی تھی۔ کبھی بیمار ہو جاتا اور کبھی اُٹھ پڑتا۔ جب علاالدولہ اصفہان سے ہمدان کو روانہ ہوا تو یہ بھی ساتھ چل پڑا۔ راستے میں بیماری کا پھر حملہ ہو گیا۔ خدا خدا کر کے ہمدان میں پہنچا۔ جب اُسے معلوم ہو گیا کہ جسمانی مشین کا ہر پُرزہ ڈھیلا پڑ چکا ہے اور قوّتِ مدافعت کم زور ہو گئی ہے تو اس نے علاج چھوڑ دیا۔ اس کے بعد کہا کرتا تھا۔ "مبرائدبر (قوّتِ مدافعت) اب تدبیر سے عاجز آچکا ہے"۔ آخر وقتِ سفر آ پہنچا اور دُنیائے اسلام کا یہ روشن سیّارہ اٹھاون برس تک تجلّیاں برسانے کے بعد ۴۲۸ھ کو ہمیشہ کے لیے ڈوب گیا۔ (انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مترجم)

ابوالفضل بن یامین الیہودی الحلبی المعروف بالشّریطی

حلب کا ایک یہودی جس نے شرف الطوسی سے تعلیم حاصل کی۔ باوجودیکہ شرف الطوسی ریاضی کا ماہر تھا، اس کے دلائل غیر حکمی ہوا کرتے تھے۔ ابوالفضل نے اس سے مختلف علوم مثلاً علم العدد، حلِّ تقاویم وغیرہ حاصل کیے۔ اور جنم پتریاں بنانے کا فن بھی سیکھا۔ بعض دیگر علوم کا بھی مطالعہ کیا لیکن کمال پیدا نہ کر سکا۔

آغازِ حیات میں ابو الفضل کھجوروں کی رسّیاں بٹا کرتا تھا۔ ان رسّیوں کو عربی میں شریط کہتے ہیں اور اسی لیے شریطی کے نام سے مشہور ہو گیا۔ یہودیوں میں ایک ممتاز ہستی تھی۔ کچھ طب بھی جانتا تھا جس سے عوام کا علاج کیا کرتا تھا۔ آخر میں سودائی ہو گیا، عقل زائل ہو گئی اور ۵۱۶ھ میں لاولد فوت ہو گیا۔

ابو الفضل الخازمیؔ المنجّم نزیل بغداد

بغداد کا ایک منجم جوتشی، جس کی پیش گوئیاں اُس کا سرمایۂ شہرت تھیں۔ جانتا کم تھا، لیکن دعوے بڑے بڑے تھے ۵۸۲ھ میں یوں اتفاق ہوا کہ کواکب سبعہ (عطارد، زہرہ وغیرہم) برجِ میزان میں جمع ہو گئے۔ اس پر الخازمی نے فوراً یہ اعلان کر دیا کہ عنقریب ایک ایسی صرصر چلے گی، جو تمام انسانی آبادی کو تباہ کر کے رکھ دے گی۔ اطرافِ زمین میں بھونچال آجائے گا اور دُنیا میں بڑے بڑے حوادث رُونما ہوں گے۔ شرف الدولۃ العسقلانی کے سوا باقی سارے جوتشیوں نے الخازمی کے ساتھ اتفاق کیا۔ شرف الدولہ (نزیلِ مصر) کی رائے یہ تھی کہ ستاروں کے اس اقتران سے قطعاً کوئی حادثہ رُونما نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ ایک ستارے کی نحوست کو دوسرے کی سعودت کم کر دے گی۔ اُس روز نہ تو آندھی چلے گی اور نہ کوئی بھونچال آئے گا۔

چونکہ لوگ الخازمی کے کافی معتقد تھے اس لیے جنگلوں اور پہاڑوں میں بھاگ گئے۔ پہاڑیوں نے غار کھود لیے اور میدانیوں نے تہ خانے بنا لیے۔ آخر وہ دن آگیا۔ گرمیوں کا موسم تھا۔ کافی تیز گرمی پڑی۔ لیکن نہ تو کوئی ہوا چلی نہ کہیں زلزلہ آیا۔ اس پر تمام جوتشی سخت شرمندہ ہوئے۔ لوگوں نے انھیں گالیاں دیں۔ شاعروں نے ان کی ہجو لکھی۔ ابو الغنائم محمد بن المعلم الواسطی نے الخازمی

کے متعلق لکھا:-

"اس عاجز کی طرف سے خازمی سے کہو کہ جمادی الثانیہ کا مہینہ گزر چکا ہو اور رجب آگیا ہو۔ لیکن نہ تو وہ تمھاری بادِ صرصر چلی اور نہ کوئی دُم دار ستارہ نمودار ہوا۔ تم تو کہتے تھے کہ سورج سیاہ ہو جائے گا اور بے شمار شہاب ٹوٹیں گے۔ آخر یہ سب کچھ کہاں گیا۔

اللہ کی شان دیکھیے کہ جس شخص کو اپنے مآل کی خبر نہیں، وہ دوسروں کے متعلق اس طرح کی پیش گوئیاں کرتا پھرتا ہو۔ اپنی تقویم کو فرات میں پھینکو اور یقین جانو۔ کہ تمھارے سنہری اصطرلاب سے معمولی لکڑی اچھی ہو۔ مجھے پہلے ہی یہ توقع تھی کہ جوتشیوں کی یہ پیش گوئی غلط نکلے گی۔ اور الحمد للہ کہ میری توقعات پوری ہوئیں۔ اور کوئی بات خلاف نہیں ہوئی۔

دُنیا کا مُدبّر صرف اللہ ہو۔ ستاروں کو الٰہی انتظام میں قطعاً دخل نہیں۔ مُشتری، زہرہ، زحل اور قطبی ستارہ سب مٹ جائیں گے۔ اللہ کا ہزار ہزار شُکر ہو کہ سچائی ظاہر ہو گئی اور ظنون و شکوک کی ظلمتیں پھٹ گئیں۔ اب ان منجموں کو چاہیے کہ اپنے اصول و قواعد کی بے ہودگی کا اعلان کریں۔ اور اپنی تصانیف کو جلا دیں۔"

ابو الفرج بن ابی الحسن بن سنان

کمالِ فن، شہرت و علوِ منصب میں اپنے والد کا ہم سر تھا۔ ابو الحسن (جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہو) کا والد ابو الحسن بن سنان کا بیٹا تھا۔

ابو الفتوح نجم الدین ابن السری المعروف بہ ابن الصلاح سُمیساطی الاصل

بغداد میں تعلیم حاصل کی۔ منطق، ریاضی و طب میں کمال پیدا کرنے کے بعد بغداد سے نکل پڑا اور نور الدین[1] محمود بن زنگی کے پاس آ پہنچا۔ نور الدین نے اس کی بہت عزت کی اور یہ دمشق میں بڑی آن بان سے رہنے لگا۔ یہاں ابو الحکم[2] الطبیب الشاعر المغربی سے ملاقات ہوئی۔ ابو الفتوح خود بیان کرتا ہے کہ یہ ابو الحکم میرا اُستاد تھا، جس سے میں نے بغداد میں ریاضی پڑھی تھی۔ اور جب ہم دوبارہ دمشق میں جمع ہوئے تو ابو الحکم مجھ سے کہنے لگا "بھائی! جو چیزیں تم نے بغداد میں مجھ سے پڑھی تھیں، اب یہاں وہی چیزیں میں تم سے پڑھنا چاہتا ہوں کہ میں سب کچھ بھول بیٹھا ہوں اور تم نے سب کچھ یاد کر لیا ہے"۔

ابو الفتوح کے اصول ازبس محقق و محکم اور اس کے حواشی (دوسری کتابوں پر) نہایت عمدہ تھے۔ تحقیق کی داد دی ہوئی تھی۔ ایک علمی و عالی النسل خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ ۵۴۰ھ ختم ہونے کو تھا کہ دمشق میں اس کی وفات ہو گئی۔

ابو القاسم النقصری المنجم

الرقہ کا رہنے والا، جو علمِ نجوم، جونش، حلِ تقاویم و ہیئت میں کافی دسترس

---

[1] نور الدین محمود بن زنگی۔ (اتابکانِ شام (۵۲۱ھ - ۵۷۷ھ) کا تیسرا فرماں روا۔ عرصۂ حکومت از ۵۴۱ھ تا ۵۶۹ھ

[2] ابو الحکم النقصری کے حالات آگے آ رہے ہیں۔

رکھتا تھا۔ اور سیف الدولہ علی بن عبداللہ بن حمدان کا ندیم و مصاحب تھا۔
ابن نصر الکاتب کتاب المفاوضہ میں لکھتا ہے:۔

"امیر سیف الدولہ کے منجّم ابوالقاسم الرقّی نے مجھے بتلایا کہ میں[1] عضد الدولہ کے عہد میں بغداد پہنچا۔ بدن پر صرف ایک چادر تھی۔ وہاں علم نجوم وغیرہ چھوڑ کر تجارت شروع کر دی۔ ایک دن کاغذ فروشوں کے بازار سے گزر رہا تھا کہ ایک دکان پر ابوالقاسم القصری[2] کو تقویم بناتے دیکھا۔ میں قریب چلا گیا اور عمل دیکھنے لگا۔ اس نے سر اٹھا کر کہا 'اے کیا دیکھتا ہے، آگے چل، یہ تیرے سمجھنے کی چیز نہیں'۔ لیکن میں وہیں کھڑا رہا۔ جب وہ فارغ ہو چکا، تو میں نے کہا کہ تم نے دوہرا عمل کیا اور دوہری ضربیں دی ہیں۔ اگر تم یوں .... کرتے تو اس لمبے عمل سے بچ جاتے۔ یہ کہہ کر میں وہاں سے چل دیا اور القصری میرے پیچھے دوڑا۔ قریب آکر میرے سر کو چوما۔ اور معافی مانگی۔ پھر میرا نام پوچھا۔ میں نے بتلایا تو میری شہرت کی وجہ سے مجھے فوراً پہچان گیا۔ مجھ سے مکان کا پتا پوچھا۔ اس کے بعد ہماری اکثر ملاقاتیں ہوتیں۔ وہ اپنے شکوک مجھ سے حل کرایا کرتا اور اس طرح ہم پکے دوست بن گئے۔"

ابوقریش المعروف بہ عیسیٰ الصیدلانی

المہدی کا طبیب تھا۔ سوانح نگاروں نے اس کا ذکر اس لیے نہیں کیا کہ یہ کوئی

---

[1] ۳۲۸ھ – ۳۷۲ھ۔ [2] ابوالقاسم القصری کے حالات آگے آ رہے ہیں۔

قابل حکیم نہ تھا بلکہ اس لیے کہ طبی اتفاقات کی بہ دولت بڑا بن گیا تھا۔ اور اس کے واقعات عبرت و نُدرت کے لحاظ سے دِل چسپ تھے۔

آغاز میں یہ ایک مُفلس انسان تھا۔ اتفاقاً المہدی کی ایک بیوی (الخیزران) بیمار ہوگئی۔ اس نے ایک خادمہ کو اپنا قارُورہ دے کر ہدایت کی کہ بازار میں کسی اجنبی و ناواقف طبیب سے اس کا معائنہ کرائے۔ خادمہ اتفاقاً ابُوقریش کے ہاں آنکلی۔ حکیم نے پُوچھا "کس کا قارُورہ ہی؟" کہا "ایک ضعیفہ کا۔" "غلط یہ تو ایک ملکہ کا قارُورہ ہی، جس کے پیٹ میں ایک بادشاہ تعمیر ہو رہا ہی۔ (یعنی حاملہ ہی)" یہ فقرہ کسی غور و فکر کا نتیجہ نہ تھا۔ بلکہ جی میں ایک بات آگئی اور کہ دی۔

جب اُس خادمہ نے ملکہ کو یہ فقرہ سُنایا، تو وہ بے حد خوش ہوئی۔ اسے ابھی معلوم نہ ہُوا تھا کہ وہ حاملہ ہی۔ کہنے لگی۔ اُس دُکان کو بھول نہ جانا۔ اگر یہ حمل والی بات صحیح نکلی تو ہم اُسے اپنا طبیبِ خاص بنالیں گے۔ جب کچھ عرصے کے بعد حمل ظاہر ہوگیا تو المہدی بہت خوش ہُوا اور فوراً دو خلعت اور تین سو دینار خادمہ کے ہاتھ حکیم کو بہ ایں پیغام بھیجے گئے۔ کہ تمھاری پیش گوئی کا ایک حصّہ درست نکلا ہی۔ اگر دوُسرا بھی درست نکلا تو ہم تمھیں اپنا مصاحب بنالیں گے۔

حکیم نے اس غیر متوقعہ نعمت پر اللہ کا شکرادا کیا اور کہنے لگا کہ میں نے تو یوُنہی بڑ ہانک دی تھی۔ ٹھیک ہی نکل پڑی۔

نوُ ماہ کے بعد خیزران کے بطن سے موسیٰ الہادی کی ولادت ہوئی۔ مہدی بے حد مسرُور ہُوا، اور عین اس وقت خادمہ نے ابُوقریش والا سارا قصّہ سُنادیا۔ مہدی نے اسے فوراً دربار میں طلب کیا۔ گفتگو کی تو سمجھ گیا کہ علم کے لحاظ سے کورا ہی ہی۔ لیکن اُس پیش گوئی کی وجہ سے اس کی عزّت کی اور مصاحبین میں شامل کرلیا۔

ایک مرتبہ جب موسیٰ الہادی سخت بیمار ہوگیا اور درباری حکیموں مثلاً
ابوقریش، عبداللہ الطیفوری، داؤد بن سرافیون (داؤد بن سرافیون، یوحنا
بن ماسویہ کا بھائی تھا[1]۔ اور اس کا والد سرافیون باجرمی[2] کا طبیب تھا) کے علاج
سے کوئی افاقہ نہ ہوا تو حکیموں سے کہنے لگا۔ "تم لوگ میرا مال کھاتے ہو، میرے ہی
ٹکڑوں پہ پلتے ہو۔ لیکن مصیبت میں میری بالکل پروا نہیں کرتے۔" ابوقریش کہنے
لگا "قبلۂ عالم! ہمارا کام صرف کوشش ہے، شفا تو اللہ دیتا ہے۔ اس پر موسیٰ الہادی
بگڑ گیا۔ فوراً الربیع کو بلا کر کہنے لگا۔ "دیکھو ربیع! نہر صرصر[3] میں ایک نہایت قابل
طبیب رہتا ہے، اسے فوراً طلب کرو اور ان تمام حرام خوروں کو فوراً قتل کر ڈالو۔" ربیع
نے اس طبیب کی طرف فوراً قاصد بھیج دیا لیکن ان طبیبوں کو قتل نہ کیا۔ وہ جانتا
تھا کہ شدتِ مرض کی وجہ سے شاہی عقل توازن کھو چکی ہے۔

جب وہ طبیب آیا تو بادشاہ نے پوچھا۔ "کیا تم نے ہمارا قارورہ دیکھا ہے؟"
کہا "جہاں پناہ! دیکھا ہے۔" "تو پھر تمہاری کیا رائے ہے؟" "میری رائے یہ ہے کہ
حضور والا کو نو گھنٹے کے بعد بالکل آرام ہو جائے گا۔" باہر نکل کر طبیبوں سے کہا کہ گھبراؤ
مت، بے فکر رہو اور گھروں میں جا کر آرام کرو۔ بادشاہ نے اس طبیب کو دس ہزار

---

[1] یہاں مصنف نے غلطی کی ہے۔ یوحنا بن ماسویہ اور خود ماسویہ کے حالات میں گزر
چکا ہے کہ ماسویہ داؤد بن سرافیون کی ایک کنیز پر عاشق ہو گیا تھا۔ جبرئیل نے وہ کنیز
خرید کر ماسویہ کے حوالے کی، جس کے بطن سے یوحنا اور میخائیل پیدا ہوئے۔ سمجھ میں نہیں
آتا کہ قفطی نے داؤد کو یوحنا کا بھائی کس طرح بنا ڈالا۔ بھائی تو اسی صورت میں بن سکتا تھا
کہ داؤد کو بھی اُس کنیز کا بیٹا سمجھا جائے۔ [2] باجرمی، باجرما کا اسم منسوب ہے، جو
ارض الجزیرہ میں رقہ کے پاس ایک شہر کا نام ہے۔ (معجم البلدان یاقوت)
[3] بغداد سے دو فرسنگ کے فاصلے پر ایک بستی۔ (نزہت ص ۱۶۶)

دراہم ادویہ کے لیے عنایت کیے۔ یہ رقم تو حکیم نے پاس رکھ لی اور صرف چند پیسوں
کی دوائیں منگوا کر شاہی خواب گاہ کے ساتھ والے کمرے میں رگڑوانا شروع کر دیں۔
بادشاہ جب دوا کے متعلق پوچھتا تو کہتا۔ بس حضور! تیار ہو رہی ہے۔ غالباً حضور
بھی رگڑنے اور کوٹنے کا شور سُن رہے ہوں گے۔ بادشاہ یہ جواب سُن کر چُپ ہو جاتا۔
جب نو گھنٹے گزر گئے تو بادشاہ کی وفات ہو گئی اور باقی طبیب سزائے موت
سے بچ گئے۔

یوسفؒ[1] بن ابراہیم، عیسٰیؒ[2] بن الحکم طبیب سے روایت کرتا ہے کہ عیسٰی بن
جعفر بن ابی جعفر المنصور اس قدر موٹا ہو گیا کہ چلنے پھرنے سے بھی رہ گیا۔ ہارون الرشید
کو فکر پیدا ہوئی اور حکیموں کو علاج کے لیے بُلایا۔ لیکن کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔
آخر ابوقریش ہارون الرشید کے ہاں گیا اور کہنے لگا کہ گو حضور کے عم زاد بھائی
کا معدہ کام کرتا ہے اور جسم کی مشینری حسبِ معمول چل رہی ہے۔ لیکن زندگی میں
امراض و غموم بھی آتے رہتے ہیں۔ ایسے حالات میں موٹے آدمی کو بہت تکلیف ہوتی
ہے۔ ایک طرف دماغی بے چینی اور دوسری طرف وزنی جسم۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کرتا
ہے کہ ہڈیاں اس قدر زیادہ گوشت کو اٹھانے سے انکار کر دیتی ہیں، اعمالِ طبعی میں
فتور واقع ہو جاتا ہے، قوائے دماغی جواب دے بیٹھتے ہیں اور آخر زندگی ختم ہو جاتی
ہے۔ میری ناقص رائے یہ ہے کہ آپ اپنے چچازاد کو کسی مصیبت میں مبتلا کر دیں۔
مثلاً کوئی الزام عائد کر دیں، جائیداد پہ قبضہ جمالیں یا اس کا کوئی عزیز ترین
خادم اُس سے چھین لیں۔ غم کی وجہ سے اُس کا موٹاپا جاتا رہے گا۔ ہارون الرشید
نے کہا کہ تجویز تو درست ہے لیکن اس وقت میں ایسی کوئی تدبیر نہیں سوچ سکتا۔

---

[1] یوسف بن ابراہیم مولا ابراہیم بن المہدی۔

[2] عیسٰی بن الحکم الدمشقیؒ کے حالات حرف العین میں گزر چکے ہیں۔

تم ہی کوئی حیلہ نکالو۔ اگر تمھاری تدبیر کام یاب ہوگئی، تو میں تمھیں دس ہزار دینار انعام دوں گا۔ اور اسی قدر رقم عیسیٰ سے دلواؤں گا۔ ابوٗ قریش کہنے لگا۔ میرے پاس حیلے سیکڑوں ہیں لیکن آپ اپنا کوئی ذی مرتبہ خادم میرے ہمراہ بھیجیں تاکہ عیسیٰ غصے میں آکر مجھے قتل ہی نہ کر ڈالے۔ رشید نے یہ بات مان لی۔

ابوٗ قریش، عیسیٰ کے پاس گیا۔ اس کی نبض دیکھ کر کہنے لگا کہ میں مسلسل تین دن تک آپ کی نبض دیکھتا رہوں گا۔ جب تین دن گزُر چکے تو کہنے لگا کہ آپ کی حالت سخت مخدوش ہو چکی ہے اور آپ چالیس دن کے اندر اندر فوت ہو جائیں گے۔ آپ وصیت وغیرہ مرتب کر چھوڑیں۔ اور اگر چالیس دن تک آپ کی موت واقع نہ ہوئی، تو پھر صرف تین دن میں آپ کو اچھا کر دوں گا۔ یہ کہہ کر حکیم رخصت ہوگیا۔ اور عیسیٰ انتہا درجے کی بے چینی میں مبتلا ہوگیا۔ نہ دن کو چین نہ رات کو نیند۔

ابوٗ قریش کو خطرہ تھا کہ کہیں ہارون الرشید بھائی پر رحم کھا کر اسے سب کچھ بتا نہ دے۔ اس لیے کہیں روپوش ہوگیا۔ چالیس دن کے اندر اندر چربی پگھل گئی۔ اور اس کی پیٹی کہیں زیادہ فراخ ہوگئی۔ جب ہارون الرشید کو معلوم ہوا کہ عیسیٰ کافی دُبلا ہوگیا ہے، تو حکیم کو ہمراہ لے کر عیسیٰ کے ہاں گیا۔ ابوٗ قریش کو دیکھتے ہی عیسیٰ نے کہا "بھائی جان! مجھے اجازت دیجیے کہ اس کافر طبیب کا خوٗن پی لوں" پھر پیٹی باندھ کر کہنے لگا۔ غور فرمائیے، کتنا دُبلا ہوگیا ہوں، پیٹی کتنی کھُلی ہو چکی ہے اور دماغی کوفت کا تو کچھ نہ پوچھیے۔ یہ چالیس یوم میرے لیے جہنّم تھے۔

ہاروٗن الرشید نے فوراً سجدۂ شکر ادا کیا اور کہا "میرے عزیز بھائی اللہ نے تمھیں نئی زندگی عطا کی۔ اس حکیم کا احسان تم اُتار ہی نہیں سکتے۔ میں نے اس کے ساتھ دس ہزار دینار کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ اور اب تم سے کہتا ہوں کہ اسی قدر رقم تم بھی اسے ادا کرو۔ عیسیٰ نے تعمیل کی۔ اور ابوٗ قریش بیس ہزار دینار لے کر گھر

چلا آیا۔

عباس بن علی بن المہدی کہتا ہے کہ ہارون الرشید نے اُمِ موسیٰ[1] کے باغ میں ایک مسجد بنوائی تھی، جہاں جمعہ کو اہلِ حرم و اقارب مل کر صلوٰۃ الجمعہ ادا کیا کرتے تھے اور خود ہارون الرشید فرائضِ امامت سرانجام دیا کرتے تھے۔ ایک دن سخت گرمی تھی۔ میرے والد علی بھی نمازِ جمعہ کے لیے وہاں گئے اور ادائے نماز کے بعد اپنے گھر (جو سوقِ یحییٰ میں واقع تھا) آگئے۔ سخت گرمی کی وجہ سے والد محترم شدید دردِ سر میں مبتلا ہوگئے۔ بغداد کے تمام طبیب بلائے گئے۔ ان میں ابوقریش بھی شامل تھا۔ جب ابوقریش نے دیکھا کہ تمام حکیم مناظرے میں الجھے ہوئے ہیں اور کسی فیصلے پر نہیں پہنچ سکتے، تو اس نے روغنِ بنفشہ، عرقِ گلاب اور سرکہ منگوا کر سب کو ملا دیا۔ پھر اس میں ایک پٹی کو بھگو کر اُس کے سر پہ رکھ دی۔ جب اس کی کچھ نمی سر میں جذب ہوگئی، تو دو اور پٹیاں یکے بعد دیگرے سر پہ رکھیں۔ دردِ سر غائب ہوگیا اور باقی حکیم شرمندہ ہو کر گھر کو چل دیے۔

ایک اور حکایت یوں بیان کی جاتی ہے کہ ایک مرتبہ ابراہیم بن مہدی، رَقّہ (الجزیرہ کا ایک شہر) میں سخت بیمار ہوگیا۔ ہارون الرشید نے حکم دیا کہ ابراہیم کو بغداد میں اس کی والدہ کے پاس پہنچا دیا جائے۔ ان دنوں بختیشوع دوم کا دادا بختیشوع مہدی کا معالجِ خاص تھا۔

جب ہارون الرشید سفر سے بغداد میں واپس آیا تو ابراہیم کو نہایت بُری حالت میں پایا۔ سوکھ کر کانٹا ہو چکا تھا، چربی پگل چکی تھی، ہر طرف مایوسی چھائی ہوئی تھی اور بخار نہایت تیز تھا۔ ابوقریش کہنے لگا کہ میں آپ کا یوں علاج

---

[1] ہارون الرشید اور موسیٰ الہادی ہر دو بھائی تھے۔ موسیٰ الہادی کی والدہ کا نام الخیزران تھا۔ یہاں اُمِ موسیٰ سے مُراد یہی ہے۔

کروں گا کہ آپ میرے جانے سے پہلے ٹھیک ہوجائیں گے۔ اس کے بعد کوتوال کو بلاکر کہا کہ تین موٹے ہوئے چوزے منگواؤ۔ اور انھیں ذبح کرکے صاف کیے بغیر کل تک کہیں لٹکادو۔ دوسرے دن ابوقریش برف میں لگے ہوئے تین ہندوانے لے کر ابراہیم کے پاس پہنچا اور کہنے لگا کہ نوش فرمایئے۔ ابراہیم نے کہا "آپ کھانے کو کہتے ہیں اور بختی شوع مجھے ہندوانوں کی بو بھی نہیں سونگھنے دیتا۔" اس نے کہا بس یہ تو کھانے ہی پڑیں گے۔ چناں چہ ابراہیم نے ایک پھانک کھائی۔ حکیم نے دوسری پھر تیسری دے دی۔ یہاں تک کہ یہ دو ہندوانے کھا گیا۔ تیسرا ہندوانہ چیرنے کے بعد کہنے لگا کہ پہلے دو ہندوانے تو لذت کی خاطر تھے۔ اب یہ تیسرا بہ غرض علاج ہے۔ اس کے بعد ایک طشت لانے کا حکم دیا۔ اور معاً ابراہیم کو قے شروع ہوگئی۔ جو کچھ کھایا تھا اُس سے چار گُنا زیادہ باہر آگیا۔ سخت زرد رنگ کی صفراوی قے تھی۔ اس کے بعد اسے ڈھانپ دیا گیا۔ بے حد پسینہ آیا۔ ظہر کے وقت بیدار ہوا تو بھوک سی محسوس ہوئی۔ حکیم نے وہ تین بھُنے ہوئے چوزے منگوائے۔ اس نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور سوگیا۔ غروبِ آفتاب سے زرا پہلے بیدار ہوا تو بیماری کا نشان تک نہ پایا۔ اس کے بعد پھر کبھی اس مرض کا حملہ نہ ہوا۔

ابو مخلد بن بختی شوع الطبیب النصرانی

جندیساپور کے مشہور گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ بغداد میں علمِ طب حاصل کیا۔ اور بہ حیثیتِ طبیب کافی شہرت پائی۔ اس کے ہاتھ میں شفا تھی۔ خوش اخلاق و بلند عادات کا مالک تھا۔ کافی لمبی عمر پائی۔ اور ۱۷۱ھ میں فوت ہوا۔

ابو یحییٰ المرو المروزی الطبیب

اسے المروزی بھی کہتے ہیں۔ ابو بشر متّٰی بن یونس کا اُستاد تھا۔ اور بغداد میں ایک فاضل طبیب سمجھا جاتا تھا۔ اس کی تمام تصانیف سُریانی زبان میں ہیں۔

ابو یحییٰ المروزی المہندس

مقدم الذکر اور یہ ابو یحییٰ دو علاحدہ شخصیتیں تھیں۔ یہ بغداد میں رہا کرتا تھا اور اپنے عہد کا مشہور مہندس تھا۔

ابو یعقوب الاہوازی

اپنے عہد کا ایک مشہور طبیب جسے عضد الدولہ نے شفاخانہ بغداد میں متعین کیا تھا۔ کافی ذہین و تجربے کار تھا۔ ادویات تیار کرنے کا طریقہ ازبس پسندیدہ تھا۔ اس نے سکنجبین پر ایک مقالہ بھی لکھا تھا

الانباءُ فی اسماءِ الحکماءِ

ابنِ ابی رِمثَۃَ (بعض نسخوں میں وثمۃ و دثمۃ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک جراح طبیب تھا۔ آنحضرتؐ

کی مہرِ نبوت کو پھنسی وغیرہ سمجھ کر کہنے لگا۔ یا حضرت! اگر اجازت ہو تو اس کا علاج کر دوں کہ صنعتِ جراحی میں کامل ہوں۔ فرمانے لگے تم صرف طبیب ہو اور کامل اللہ ہے۔

ابنِ وصیف

بغداد کا ایک فاضل ترین طبیب، جو ۳۵۰ھ میں زندہ تھا اور آنکھوں کا علاج کرنے میں ماہر تھا۔ اس کے ہاں دور دور سے طلبہ استفادے کے لیے آیا کرتے تھے۔ چناں چہ اندلس سے احمد[1] بن یونس الحرّانی الاندلسی اپنے بھائی سمیت اس حکیم کی خدمت میں آیا۔

احمد بن یونس بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ ابن وصیف کے پاس آنکھوں کے سات مریض علاج کے لیے آئے۔ اُن میں سے ایک خُراسانی تھا۔ خُراسانی کو سامنے بٹھا کر اس کی آنکھوں کا معائنہ کیا تو معلوم ہوا کہ اس کی آنکھوں میں ہر وقت پانی بھرا رہتا ہے۔ نظر تقریباً جا چکی تھی۔ حکیم نے اپریشن کے لیے کافی فیس مانگی۔ خُراسانی نے صِرف اسّی درہم نکال کر کہا کہ واللہ میرے پاس اس کے علاوہ ایک پیسہ تک نہیں ہے۔ حکیم کو اعتبار آگیا۔ اور جب اُسے اپنی طرف کھینچا تو کندھے پہ ہاتھ جا پڑا۔

---

[1] احمد کا والد یونس الحرّانی حرّان (شام) کا رہنے والا تھا۔ یہاں سے اندلس چلا گیا۔ یہ وہی یونس ہے جو اپنی تیار کردہ معجون کا ایک سقیہ پندرہ دینار میں بیچا کرتا تھا۔ (حالات حرف الیا میں) اس یونس کے دو لڑکے تھے؛ احمد اور عمر۔ یہ دونوں اندلس سے شرق میں آگئے۔ اور ثابت بن سنان، ابن الوصیف الکحّال اور دیگر فضلائے وقت سے استفادہ کرتے رہے۔

کیا دیکھتا ہو کہ قمیص کے نیچے ایک چھوٹے سے بٹوے میں کچھ دینار پڑے ہوئے ہیں۔ حکیم کے آگ لگ گئی اور کہنے لگا "ابے مردود! تونے ابھی قسم کھاکر کہا تھا کہ میرے پاس اور کوئی پیسہ نہیں ہو" مریض منت زاری پہ اتر آیا۔ حکیم کہنے لگا "تونے قسم کھاکر مجھے دھوکا نہیں دیا۔ بلکہ اپنے رب کو فریب دیا ہو۔ اور پھر اُس خدا سے بصارت کی اُمید رکھتا ہو؟ یہ لے اپنے اسّی درہم۔ اور گھر کی راہ لے میں تجھ جیسے بد عہد کا علاج کرنے کے لیے تیار نہیں"۔

ابن سیمویہ (ایک نسخے میں سیمومۃ)

ایک مشہور یہودی منجم جو (۱) کتاب المدخل الی علم النجوم (۲) کتاب الامطار کا مصنّف ہو۔

ابن ابی رافع

کتاب اختلاف الطوالع کا فاضل مصنّف۔

ابن ابی حیّۃ المنجّم البغدادی

بغداد کا ایک منجم جو جعفر[1] بن المکتفی المنجّم کا شاگرد و مُصاحب تھا۔

---

[1] خلیفہ المکتفی باللہ کا بیٹا۔ پیدائش ۲۹۴ھ۔ حالات حرف الجیم میں۔

ابن مندویہ الاصفہانی (احمد بن عبدالرحمان بن مندویہ ابو علی)

اصفہان کا ایک شیریں کلام و خاندانی طبیب جس نے طب پر ایک نہایت عمدہ کتاش لکھی ہے۔ عضد الدولہ کے تعمیر کردہ شفاخانے میں جو بیس اطبا علاج و معالجے پہ متعین تھے۔ ابن مندویہ ان میں سے ایک تھا۔ فضل و ادب کی دولت سے مالا مال تھا۔ اس کی چند کتابیں یہ ہیں:

(۱) کتاب فی الشعر والشعرا۔ نہایت عمدہ و قابلِ تعریف کتاب ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کا مصنّف ابن مندویہ کا والد تھا۔ اس کا والد (عبدالرحمان بن مندویہ۔ مترجم) ایک بلیغ الکلام شاعر و عالم نحو و لغت تھا۔ اور خود ابن مندویہ (ابو علی احمد۔ مترجم) بھی ایک بلند پایہ ادیب و شاعر و طبیب ہے۔

(۲) کتاب نقض الجاحظ فی نقضہٖ للطب (۳) کتاب الجامع الکبیر

(۴) کتاب الاغذیۃ (۵) کتاب الطبیخ۔ (ایک نسخے میں البطیخ)

(۶) کتاب المُغیث فی الطب (۷) کتاب الکافی فی الطب

(۸) چند طبّی رسائل جو اہلِ اصفہان کی خاطر لکھے گئے تھے۔

ابن مقشّر المصری

مصر کا ایک مشہور طبیب جو الحاکم[۱] کا معالجِ خاص تھا۔ ہر چند کہ ہم تک اس کی کوئی تصنیف نہیں پہنچی۔ اور نہ یہ معلوم ہے کہ آیا وہ کچھ جانتا بھی تھا یا نہیں۔ تاہم

۱؎ الحاکم بامراللہ (۳۸۶ - ۴۱۱ھ) خاندان علویہ مصریہ کا چھٹا خلیفہ۔

اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ یہ نہایت قابلیت سے علاج کرتا تھا اور اس کے ہاتھ میں شفا تھی۔

الحاکم کے ہاں زندگی کے بلند مدارج پر پہنچا۔ اور جب بیمار ہو گیا تو الحاکم خود عیادت کے لیے گیا۔ اور جب فوت ہو گیا تو الحاکم کو بہت صدمہ پہنچا اور گزشتہ تعلقات کا پاس کرتے ہوئے اس کے وُرثا کو کافی دولت عنایت کی۔

ابن اللجلاج

منصور عباسی کے عہد میں ایک مشہور طبیب تھا۔ جب منصور عباسی آخری حج (جس میں منصور کی وفات ہو گئی تھی) پر گیا۔ تو اس کے ساتھ منجّموں میں سے ابو سہل بن نوبخت اور اطبا میں سے ابن اللجلاج بھی تھا۔

ابن دیلم النصرانی الطبیب البغدادی

بغداد کا یہ طبیب قصرِ شاہی میں المعتضد سے پہلے اس کے بعد اور خود معتضد کے ایام میں بہ حیثیت طبیب کام کیا کرتا تھا۔ سن ۳۰۰ھ کے قریب بغداد میں موجود تھا۔ اس طبیب نے ہر لحاظ سے بہت ترقی کی۔ مناصبِ عالیہ پہ فائز ہوا، عمدہ شہرت حاصل کی، حُسنِ علاج میں یدِ طولیٰ رکھتا تھا۔ اپنے ہُنر سے بے شمار دولت کمائی اور نہایت شان و شوکت سے زندگی بسر کی۔

ابن قلیذی المنجّم الصابئ البعلبکی

بعلبک کا ایک حکیم جو الاخشید محمد بن طغج کا مصاحب تھا۔ اس کی پیش گوئیاں عموماً غلط نکلتی تھیں۔ کافی دولت مند آدمی تھا۔ اور اس کی جنم پتری میں سہم الغیب بھی پڑا ہوا تھا۔

ابنِ ابی طاہر (ایک نسخے میں ظاہر)

بغداد کا ایک منجّم و پیش گو جس کی جنم پتری میں سہم الغیب پڑا ہوا تھا۔ اور اس کی پیش گوئیاں عموماً درست نکلتی تھیں۔

ابن العُجَیم

عہدِ بویہہ کا طبیب و منجّم، علومِ اوائل کا فاضل، جو ایران، بصرہ و عراق میں مشہور و معروف تھا۔ علاج عمدہ کرتا تھا اور یہی اس کا ذریعۂ معاش تھا۔ تقریباً ۳۶۳ھ میں فوت ہوا۔

ابن السنبدیؔ (ایک نسخے میں السیذی دوسرے میں السندبدیؔ)

مصر کا ایک عالم، فاضل و تجربہ کار منجم جو عملِ اصطرلاب و حرکاتِ کواکب سے آگاہ تھا۔ اس نے بعض آلات خود بھی ایجاد کیے۔ جن کی وضع قطع نہایت عمدہ

اور عمل بالکل صحیح تھا۔

ابن السنبدی کہتا ہو کہ جب ۴۳۵ھ میں وزیر ابوالقاسم علی بن احمد الجرجانی (ایک نسخے میں الجراجری) نے اپنی وفات سے کچھ عرصے پہلے قاضی ابوعبداللہ القضاعی و ابن خلف الورّاق کو حکم دیا کہ وہ کتب خانۂ قاہرہ کی پڑتال کریں۔ کتابوں کی مکمل فہرست بنائیں اور بوسیدہ جلدوں کی مرمت کرائیں، تو میں بھی کتب خانے میں بہ ایں غرض جا پہنچا کہ دیکھوں نجوم، ہندسہ و فلسفے پر کس قدر کتابیں موجود ہیں۔ بعد از ملاحظہ ان فنون کی ۶۵۰۰ کتابیں نکلیں۔ نیز دو کرے برآمد ہوئے۔ ایک تانبے کا بنا ہوا جسے بطلیموس نے تیار کیا تھا اور جس پہ یہ عبارت لکھی ہوئی تھی۔

"یہ کرہ امیر خالد بن یزید بن معاویہ کا عطا کردہ ہو"۔

ہم نے اس کرے کی عمر کے متعلق حساب لگایا، تو معلوم ہوا کہ اس کو تیار ہوئے ایک ہزار دو سو پچاس سال گزر چکے ہیں۔ دوسرا کرہ چاندی کا تھا جس پر مرقوم تھا

" یہ کرہ ابوالحسین الصوفی نے عضد الدولہ کے لیے تیار کیا تھا۔

اس کا وزن صرف تین ہزار درہم ہو۔ ادریش نے تین ہزار دینار میں خریدا ہو"۔

بنو موسیٰ بن شاکر

کتاب حیل بنی موسیٰ کے مصنف جن کا کچھ ذکر موسیٰ بن شاکر کے ضمن میں آچکا ہو۔ یہاں ابنا کی فہرست میں ان کی شمولیت مناسب معلوم ہوتی تھی۔ اس لیے کچھ اور حالات درج کیے جاتے ہیں۔

یہ کُل تین بھائی تھے؛ محمد، احمد و حسن جو بنو موسیٰ کے نام سے مشہور تھے۔

اور ان کی اپنی اولاد بنو المنجم کہلاتی تھی۔ چوں کہ موسیٰ مامون کا مصاحب تھا، اس لیے بنو موسیٰ بھی الطافِ شاہی کے مورد بنے رہتے تھے۔

موسیٰ[1] ایک جاہل انسان تھا۔ جو ابتدا میں راہ زنی کیا کرتا تھا۔ فوجی لباس پہنتا تھا اور تجربے کار بہادر انسان تھا۔ اس کا دستور یہ تھا کہ نمازِ عشا کے بعد لباس بدل لیتا۔ نصف منہ ڈھانپ لیتا اور اپنے سرخ گھوڑے کی ٹانگوں پر سفید کپڑا لپیٹ دیتا تھا، تاکہ اندھیرے میں مُحَجّل (سفید پانو والا گھوڑا) معلوم ہو اور پہچانا نہ جا سکے۔ اس کے بعد شہر سے کوسوں دور قافلوں و تنہا مسافروں کو لوٹتا اور صبح سے پہلے واپس آکر صلوٰۃ صبح میں شامل ہو جاتا۔ اس نے ایک آدھ جاسوس بھی رکھا ہوا تھا جو اسے آنے جانے والے مسافروں کے متعلق اطلاعات بہم پہنچایا کرتا تھا۔

جب اس کی بد اعمالیاں حد سے بڑھ گئیں اور شہرت بد ہر سو پھیل گئی تو حکام نے اسے قابو میں کر لیا۔ لیکن نمازیوں کی شہادت پر کہ یہ ہر روز صبح و عشا

---

[1] مصنف موسیٰ بن شاکر کے حالات (ص ۳۱۵) میں لکھتا ہے۔ وکانَ مُوسیٰ متقدّماً فی علمِ الہندسۃ مشہوداً فی منجمی المامون۔ اور یہاں کہتا ہے۔ وَلَم یَکُن مُوسیٰ مِن اھلِ العِلم۔ یہ ہر دو بیانات متضاد و متناقض ہیں۔ اور مصنف نے اس تناقض کو رفع کرنے کی کوشش نہیں کی۔ میری ناقص رائے میں یہ ساری حکایت بہ وجوہ غلط ہے: اوّل، اسی صفحے پر درج ہے:۔ وکان والدھم مُوسیٰ یَصحب المامون۔ ایک راہ زن، خواہ وہ تائب ہی ہو جائے، مامون جیسے قہار بادشاہ کا مصاحب کیسے بن سکتا ہے۔ کیا مامون کو اپنی شہرت و وقار کا کوئی پاس نہ تھا؟ دوم، مامون بڑا علم پرور و علم دوست خلیفہ تھا اور صرف علما سے راہ و رسم رکھتا تھا۔ ایسے بلند مذاق بادشاہ کی نظر میں ایک جاہل ڈاکو کا سما جانا مجھے تو محال نظر آتا ہے۔ سوم، ایک ڈاکو کے گھر میں تین لڑکوں کا فاضل بن جانا خلافِ تجربہ و مشاہدہ ہے۔

کی نماز باقاعدگی کے ساتھ مسجد میں ادا کرتا ہے۔ اسے شبہ کا فائدہ دے کر چھوڑ دیا گیا۔
اس کے بعد اس نے توبہ کر لی اور مر گیا۔

مؤسٹی کی وفات کے بعد خلیفہ نے ان تینوں بچوں پر اسحاق بن ابراہیم المصعبی
کو اتالیق مقرر کر کے انھیں بیت الحکمۃ میں یحیٰی بن ابی منصور کے زیرِ نگرانی داخل
کرا دیا۔ اور ان کا اس قدر خیال رکھا کرتا تھا کہ روم سے اسحاق کی طرف عموماً خط لکھتا
جن میں اسحاق کو تاکید کی جاتی کہ ان بچوں کا خاص خیال رکھے اور ان کے حالات
سے وقتاً فوقتاً اطلاع دیتا رہے۔ اسحاق عموماً کہا کرتا تھا کہ ماموں نے مجھے ان
بچوں کی دایہ بنا رکھا ہے۔ ان بھائیوں کی حالت قدرے خراب تھی۔ اس لیے کہ
وظیفہ تھوڑا ملتا تھا۔ لیکن بہ ایں ہمہ یہ سب کے سب محنتی تھے۔ سب سے بڑا
ابو جعفر محمد علمِ ہندسہ، نجوم، اقلیدس و المجسطی کا ماہر بن گیا۔ اس نے منطق، اعداد،
ہندسہ و نجوم کی بے شمار کتابیں جمع کیں اور ملازمت سے پہلے کتابیں جمع کرنے
کا اسے جنون تھا۔ رفتہ رفتہ عظمائے سلطنت میں شمار ہونے لگا۔ جب اہلِ خراسان
کی سلطنت کو ترکوں نے تباہ کر دیا اور عراق پایۂ تخت بن گیا تو ابو جعفر محمد کا منصب
اور بڑھ گیا۔ اور اس کی فارغ البالی کی یہ کیفیت تھی کہ ہر سال شاہی دربار ایران
اور دمشق سے اسے تقریباً چار لاکھ دینار وصول ہوتے تھے۔ اس کے چھوٹے بھائی
احمد کی آمدنی ستر ہزار دینار سالانہ تھی۔ احمد، محمد سے علم میں کم لیکن صنعتِ حیل
میں بڑھا ہوا تھا۔ اور اس فن میں اس کی مثال متقدمین میں بھی نہیں مل سکتی تھی۔
سب سے چھوٹا الحسن بے حد ذہین تھا۔ اس نے اُستاد سے اقلیدس کے صرف
چھ مقالے پڑھے اور باقی خود مطالعہ کر کے نئے نئے نظریے قائم کیے۔ حافظہ بہت
اچھا تھا اور تخیل نہایت تیز۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے بعض ایسے مسائل کا استخراج
کیا، جن تک متقدمین کا دماغ نہیں پہنچ سکا تھا۔ مثلاً زاویے کو تین تساوی اقسام

میں تقسیم کرنا اسی کا اختراع ہے۔ اسی طرح خطوط میں بھی چند جدتیں پیدا کیں۔ یہ ہر وقت انھی مسائل میں اُلجھا رہتا تھا۔ اور اگر کسی محفل میں شریک ہوتا تو کسی شریکِ محفل کی بات اس کے کانوں تک نہ پہنچ سکتی۔ اس لیے کہ یہ اپنے افکار میں ڈوبا ہوا ہوتا تھا۔ الحسن خود بیان کرتا ہے کہ ایک دن میں اتنی دیر تک کسی مسئلے کو سوچتا رہا کہ جب ہوش آیا تو آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھا گیا۔ اور میں یوں محسوس کرنے لگا کہ گویا بے ہوش ہو گیا ہوں یا نیند میں ہوں۔

ایک دن مامون کے دربار میں الحسن اور المروالروذی اکٹھے ہو گئے۔ موخر الذکر یوں تو اقلیدس و المجسطی کا ماہر تھا۔ لیکن استنباطِ مسائل کی قابلیت نہیں رکھتا تھا۔ الحسن نے کہا "تم مجھ سے کوئی علمی سوال پوچھو، اور میں تم سے پوچھوں گا"۔ چوں کہ المروالرّوذی بحث و مناظرے سے ہمیشہ گھبراتا تھا۔ اس لیے مامون سے کہنے لگا "جہاں پناہ! میں الحسن سے کیا بحث کروں، جس نے اقلیدس کے صرف چھ مقالے پڑھے...... ہیں" (مامون ایسے شخص کو مہندس ہی نہیں سمجھتا تھا جس نے اقلیدس باقاعدہ کسی اُستاد سے نہ پڑھی ہوتی) المامون نے حیرت زدہ ہو کر الحسن سے حقیقت دریافت کی تو کہنے لگا۔ "بندہ پرور! اگر میں جھوٹ بولنا چاہوں۔ تو اس الزام سے انکار کر سکتا ہوں۔ اور اقلیدس کے متعلق مجھ سے کوئی سوال پوچھا جائے، میں اس کا جواب دے سکتا ہوں لیکن میں جھوٹ بولنا پسند نہیں کرتا۔ حقیقت یہ ہے کہ میں نے چھ مقالے اُستاد سے پڑھے تھے اور باقی تمام کتاب اپنی محنت سے حل کر لی۔ اب میری حالت یہ ہے کہ اقلیدس کے علاوہ علم ہندسہ کا کوئی مسئلہ ہو اسے فوراً سمجھ لیتا ہوں۔ اور دوسری طرف المروالرّوذی صاحب کی کیفیت یہ ہے کہ تمام اقلیدس اساتذہ سے سبقاً سبقاً پڑھی ہے اور علم ہندسہ کے کسی معمولی سے مسئلے کو نہیں سمجھ سکتے۔" مامون کہنے لگا کہ یہ سب کچھ درست ہے۔ میں تمھاری قابلیت

سے انکار نہیں کرتا۔ لیکن تمھیں معاف بھی نہیں کر سکتا۔ اقلیدس علم الہندسہ کی ابجد ہے۔ جس طرح ابجد کے بغیر تقریر و تحریر کا وجود نہیں ہو سکتا، اسی طرح اقلیدس پڑھے بغیر علم ہندسہ کا حصول مشکل ہے۔ اور تم نے اقلیدس کو محض تساہل کی وجہ سے نہیں پڑھا۔

ابن رضوان المصری

پورا نام علی بن رضوان بن علی بن جعفر الطبیب۔ المستنصر[1] کے عہد میں مصر کا مشہور عالم تھا۔ پانچویں صدی کے وسط میں گزرا۔ آغاز میں عام جوتشیوں کی طرح سڑک پہ بیٹھ کر روزی کمایا کرتا تھا۔ بعد میں کچھ منطق و طب پڑھ لی مُغلق زبان استعمال کیا کرتا تھا، اور تحقیق و تنقید سے عاری تھا۔ بہ ایں ہمہ اس کے ہاں طلبہ حصولِ علم کے لیے آیا کرتے تھے اور اس کی شہرت دُور دُور تک پھیلی ہوئی تھی۔ چند کتابیں بھی لکھیں جن کے مضامین اِدھر اُدھر سے ماخوذ تھے اور ان میں کوئی چیز طبع زاد نہ تھی۔

ابن بطلان کے حالات میں ہم ذکر کر چکے ہیں کہ ابن رضوان کے ساتھ اس کے اکثر علمی مباحثے ہوا کرتے تھے۔ جن میں سے بعض کا ذکر ہم وہیں کر چکے ہیں۔

ابن رضوان نے ایک کتاب فی احکام النجوم لکھی جن میں بطلیموس کے بعض اقوال کی تشریح کی۔ ایک اور کتاب جالی نوس کی طبی تصانیف کی ترتیب و طریقِ مطالعہ پر سپردِ قلم کی۔ اس میں بہت کچھ اسکندری مصنفین کے اقوال سے مدد لی ہے۔

---

[1] المستنصر باللہ (۴۲۷ ۔ ۴۸۷ھ) خاندانِ علویہ مصریہ کا آٹھواں فرماں روا تھا۔

اس کے شاگرد طب، منطق و نجوم پر اُستاد کے بعض ایسے اقوال نقل کرتے تھے جنھیں سُن کر پہروں ہنسی آئے۔ ابن رضوان مصر میں برسوں تعلیم و تدریس میں مصروف رہا۔ اور ۴۶۰ھ میں وفات پائی۔

ابن رضوان کا خط حکما کی طرح نہایت عمدہ و اعلا تھا۔ حروف کی نشست نظر فریب اور خط کھُلا کھُلا۔ اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک مقالہ میری نگاہ سے گزرا ہے، جو الحسن[1] بن الحسن بن الہیثم نے ضوئے قمر پر لکھا تھا۔ یہ مقالہ اس قدر عمدہ خط میں لکھا ہوا ہے اور صحتِ مضامین و عبارات کا وہ اہتمام کیا گیا ہے کہ ابنِ رضوان کے کمال کا نقشہ آنکھوں کے سامنے کھچ جاتا ہے۔ اس مقالے کے آخر میں یہ عبارت درج ہے۔

"یہ مقالہ علی بن رضوان بن علی بن جعفر الطبیب نے اپنے قلم سے لکھا۔ اور اس کی کتابت سے جمعے کے دن نصف شعبان ۴۲۲ھ کو فارغ ہوا۔"

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

---

[1] الحسن بن الحسن بن الہیثم ابو علی المہندس البصری نزیل مصر کے حالات حرف الحا میں گزر چکے ہیں۔

ہماری زبان

انجمنِ ترقیٔ اُردو (ہند) کا پندرہ روزہ اخبار

ہر مہینے کی پہلی اور سولھویں تاریخ کو شائع ہوتا ہے

چندہ سالانہ ایک روپیہ فی پرچہ ایک آنہ

اُردو

انجمنِ ترقیٔ اُردو (ہند) کا سہ ماہی رسالہ

جنوری، اپریل، جولائی اور اکتوبر میں شائع ہوتا ہے۔

اس میں ادب اور زبان کے ہر پہلو پر بحث کی جاتی ہے۔ تنقیدی اور محققانہ مضامین خاص امتیاز رکھتے ہیں۔ اُردو میں جو کتابیں شائع ہوتی ہیں، اُن پر تبصرہ اس رسالے کی ایک خصوصیت ہے۔ اس کا حجم ڈیڑھ سو صفحے یا اس سے زیادہ بھی ہوتا ہے۔ قیمت سالانہ محصول ڈاک وغیرہ ملا کر سات روپے سکۂ انگریزی (آٹھ روپے سکۂ عثمانیہ) نمونے کی قیمت ایک روپیہ بارہ آنے (دو روپے سکۂ عثمانیہ)

رسالہ سائنس

انجمنِ ترقیٔ اُردو (ہند) کا ماہانہ رسالہ

(ہر انگریزی مہینے کی پہلی تاریخ کو جامعۂ عثمانیہ حیدرآباد سے شائع ہوتا ہے)

اس کا مقصد یہ ہے کہ سائنس کے مسائل اور خیالات کو اُردو دانوں میں مقبول کیا جائے۔ دنیا میں سائنس کے متعلق جو جدید انکشافات وقتاً فوقتاً ہوتے ہیں، یا بحثیں یا ایجادیں ہو رہی ہیں اُن کو کسی قدر تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے اور ان تمام مسائل کو حتی الامکان صاف اور سلیس زبان میں ادا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس سے اُردو زبان کی ترقی اور اہلِ وطن کے خیالات میں روشنی اور وسعت پیدا کرنا مقصود ہے۔ رسالے میں متعدد بلاک بھی شائع ہوتے ہیں۔

قیمت سالانہ صرف پانچ روپے سکۂ انگریزی (چھ روپے سکۂ عثمانیہ)

خط و کتابت کا پتا:- معتمد مجلس ادارت رسالۂ سائنس۔ جامعۂ عثمانیہ حیدرآباد۔ دکن

انجمنِ ترقیٔ اُردو (ہند)، دہلی

آثارِ جمال الدین افغانیؒ

از قاضی محمد عبد الغفار صاحب اڈیٹر "پیام"۔ سید جمال الدین افغانیؒ
گزشتہ صدی کے اُن چند نامور اشخاص میں سے ہیں جنھوں نے دُنیا میں بڑے
بڑے انقلاب پیدا کیے ہیں، ان کی زندگی کے حالات سبق آموز اور عجیب و غریب
ہیں۔ اُردو میں ان کی کوئی سوانح عمری موجود نہ تھی۔ اس کتاب نے اُردو ادب
کی اس ضروری کمی کو کما حقہٗ پورا کر دیا۔ قیمت مجلد تین رُپے آٹھ آنے (عہ/)
بلا جلد تین روپے (عہ)

ایران بہ عہدِ ساسانیان

یہ بے نظیر کتاب پروفیسر آرتھر کرسٹن سین پروفیسر السنۂ شرقیہ جامعۂ کوپن ہاگن
ڈنمارک کی تصنیف ہے، جو فاضل مصنف نے تیس برس کی تحقیق اور جاں فشانی
کے بعد لکھی ہے۔ ساسانیوں کی تاریخ پر اس سے بہتر اور جامع کتاب آج تک
کسی زبان میں نہیں لکھی گئی۔ اس کی تالیف میں دُنیا بھر کی قدیم و جدید زبانوں
کے ماخذ استعمال کیے گئے ہیں، جن میں لاطینی، یونانی، چینی، ارمنی، پہلوی، عربی،
فارسی، فرانسیسی، جرمنی، اطالوی وغیرہ شامل ہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد اقبال نے
اصل فرانسیسی سے اُردو میں ترجمہ کیا ہے۔ قیمت غیر مجلد دس رُپے (عـ۱۰)
مجلد دس رُپے آٹھ آنے (عـ۱۰/۸)

انجمنِ ترقیٔ اُردو (ہند) دہلی